(جملہ حقوق محفوظ)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

جو لوگ سوچ سمجھا کرتے ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں

الحمد للہ والمنۃ کہ از تائید ایزد ربانی کتاب آئینہ تاریخ

واقعات قوم قائم خانی

مصنفہ

جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب مرحوم قائم خانی سابق اسسٹنٹ پولس سرکارِ عالی نظام (دکن)

اے۔ ڈی۔ سی۔ و منتظم محلات عالیجناب راجہ امر سنگھ جی صاحب بہادر آنجہانی

فرمانروائے کھیتڑی و مصنف "تشریح الاحکام" و حیات الاسلام

باہتمام جناب حاجی سید اشتیاق احمد صاحب چشتی دہلوی

سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق سنہ ۱۹۳۱ء

دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی بحسن اہتمام طبع گردید

بار اوّل تعداد طبع ایک ہزار۔ قیمت فی جلد ۲ روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

۱۔ دفتر رسالہ "ارمغان" محلہ چوڑیوالان۔ دہلی

۲۔ قاضی شمس الہدیٰ صاحب موضع بامنواس ڈاکخانہ چڑاوہ ضلع شیخاواٹی (راجپوتانہ)

فہرست مضامین تاریخ واقعات قوم قائمخانی



جناب نواب غلام محی الدین خانصاحب مرحوم متعلقہ دارمہ کار رفاہی نظام حیاتی خانی

نذر و انتساب

اکثر مؤلفین و مصنفین نے اپنی تالیفات و تصانیف کو اپنے نقطۂ خیال کے بموجب، اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے کسی کے نام سے معنون و منسوب کرنے کو باعث فخر یا کم از کم رسم مستحسن سمجھا ہے۔ لہٰذا خاکسار بھی اپنے قبلۂ عم جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب قائم خانی مرحوم کی اس تصنیف

"واقعات قوم قائم خانی"

کو اپنی قوم کے مخلص و محب رکن فضیلت مآب عالیجناب نواب غلام محی الدین خانصاحب ڈپٹی کلکٹر حال اسسٹنٹ ناظم عطیات ممالک محروسہ سرکار عالی حیدرآباد دکن خلف عالیجناب نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر مرحوم کے نام نامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنیکی مسرت و افتخار حاصل کرتا ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ۔۔۔ آیا بود کہ گوشۂ چشم بما کنند

خاکسار بے بضاعت

لیاقت حسین خان قائم خانی



جناب مولوی عطا محمد خان صاحب مرحوم جمعدار خانی مصنف کتاب ہٰذا اے ڈی سی
راجہ امر سنگھ جی بہادر آنجہانی والئی کھیتڑی



لیاقت حسین خاں برادر زادہ مصنف و تکمیل کنندہ کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ کتاب
واقعاتِ قوم قائم خانی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً (الآیہ) ترجمہ بے شک اس میں آنیوالی نسلوں کیلئے عبرت آموز حالات ہیں۔
قوم قائم خانی کی اصل اور انکی ترقی کا آغاز اور ان کا دور عروج مغفرت مآب نواب قائم خاں خلف راجہ موٹے رائے والی راجدھانی دوریرا الحال علاقہ ریاست بیکانیر سے شروع ہوتا ہے۔

نواب قائم خاں بزمانہ سلطان فیروز شاہ تغلق مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کے پاس آکر اُنکے دونوں بھائی زین الدین خاں وجبرالدین خاں بھی مسلمان ہوگئے۔ باقی اور تین بھائی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ جیسا کہ کتاب ہذا سے واضح ہے نواب قائمخاں کے حالات جو قومی روایتوں اور کتب تاریخ میں منتشر طور سے پائے جاتے تھے۔ اس کتاب میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ ملیں گے۔ اس جگہ ہمیں صرف اس اولوالعزم کے نام نامی سے سلسلہ دیباچہ شروع کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ قوم قائم خانی کا آغاز اور اس کی تاریخ اسی جلیل القدر نواب سے شروع ہوتی ہے۔

یہ امر مسلم ہے۔ کہ کوئی قوم اپنے اندر ترقی کے جذبات واثرات نہیں پیدا کرسکتی۔ تاوقتیکہ اس کو اپنے اسلاف کی حالت کا صحیح طور سے پورا علم نہو۔ جب وہ اپنے بزرگوں کے کارناموں کو پیش نظر رکھتی ہے اور ان کی بہادری ان کی شجاعت ان کا ایثار ان کی قومی حمیت و غیرت کا بغور مطالعہ کرتی ہے۔ تو ان حالات وواقعات

کو سامنے رکھکر ترقی کے میدان میں گامزن ہوتی ہے. پس یہ کتاب اسی غرض سے لکھی گئی ہے کہ ہماری قوم اپنی پست ہمتی کو چھوڑکر اپنے اندر اسلاف کی طرح اولوالعزمی کے آثار پیدا کرے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر میدان ترقی میں نمایاں طور سے پیش پیش نظر آئے. اور کسی حال میں ترقی کے میدان سے خود کو پیچھے نہ ہٹائے سچ ہے ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من	آن منم کاندرمیان خاک و خوں بینی سرے
کانکہ جنگ آرد بخون خویش بازی میکند	روز میدان وانکہ بگریزد بخون لشکرے

اس قوم کو ہمیشہ سے اس امر کا فخر حاصل رہا ہے کہ اس نے اپنے ملک اپنی قوم اور اپنے آقا کی حکم کی تعمیل پر جو ایک سپاہی کے لئے شایان شان ہے اپنی جان قربان کر دی ہے.

برادران قوم!

تاریخ کا لکھنا کوئی آسان کام نہیں. یہ من گھڑت فرضی کہانی قصّوں کا دفتر نہیں پس معمولی لیاقت کا انسان اس دریائے بے پایاں میں شناوری نہیں کرسکتا اس کے لئے تاریخی کتابوں مستند حوالوں کی ضرورت ہے.

پس جس طرح مؤلف ممدوح نے کتاب "تشریح الاحکام" "حیات الاسلام" اور دیگر قلمی مسودات کی تالیف و ترتیب میں محنت شاقہ اور جد و جہد سے کام لیا ہے اسی طرح "تاریخ واقعات قوم قائم خانی" کی تدوین میں بھی بے حد جانفشانی اٹھائی ہے. جس سے فن تاریخ میں مصنف کی وسیع النظری کا ایک بیّن ثبوت ملتا ہے پھر حالات کو ایسے موثر پیرایہ میں لکھا ہے کہ قارئین کرام کے دل پر اثر کرتے ہوئے دیرپا اپنا نقش چھوڑ جاتے ہیں. سچ ہے جو بات دل سے نکلتی ہے وہ ضرور اپنا اثر دلوں پر کرتی ہے. چونکہ یہ خاصہ انسانی ہے اور ہر شخص کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ فطرت سلیمہ اپنے نسب نامہ اور اپنے اسلاف کی قابلیت و لیاقت اور انکی شہرت کی دل سے خواہاں ہوتی ہے اور آبائی اثرات کے زیر تحت اس امر کی تلاش و جستجو

کی جاتی ہے۔ کہ قوم کا نکاس کہاں سے ہوا۔ کیونکر ترقی کی اور دنیا میں کیا کیا کارہائے نمایاں کئے۔ اب کس حالت میں مجموعی طور سے افراد قوم پائے جاتے ہیں۔ اور آئندہ قوم کیونکر ترقی کر سکتی ہے سو بحمد اللہ اس کتاب میں واضح طور سے ان امور کو بتاتے ہوئے اس امر کی پرزور الفاظ میں ترغیب دی گئی ہے۔ ع

کہ میراث پدر خواہی علم پدر بیاموز

دستور العمل

پس ایسے دستور العمل کی قوم کو ضرورت تھی جس کو سالہا سال کی محنت کے بعد عم مکرم نے مختلف تاریخی کتابوں سے فراہم فرمایا۔ اور ہمیشہ اس کو اپنا نصب العین قرار دیتے رہے پھر اس کو اپنی ہی ذات تک محدود نہ رکھا بلکہ کتابی شکل میں قوم کے سامنے پیش کرنے کی تمنا کو اپنے دل میں لئے آغوش رحمت میں جا چھپے اور ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ۔

چونکہ عم[۱] مرحوم کی دلی تمنا اور آپ کی وصیت تھی کہ یہ کتاب چھپکر قوم کے سامنے آجائے اس لئے ہیچمدان نے اپنے والد جناب غلام علی خاں صاحب قبلہ مدظلہ کی مدد سے اس کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی کی اسکے تاریخی حالات و واقعات کا مقابلہ کیا تو فی الواقع اس کی نسبت یہ کہنا پڑا کہ یہ کتاب کوئی معمولی قصے کہانی کی کتاب نہیں بلکہ مستند اور مشہور کتب تاریخ کا خلاصہ ہے اور ہر تاریخی کتاب کے بابت محاکمہ کرتے ہوئے مصنف نے مخالف و موافق مضمون پر صاف صاف روشنی ڈالی ہے پس کتب ذیل سے مع حوالہ اس کتاب میں مضامین اخذ کئے گئے۔

تاریخ فرشتہ فارسی۔ آئین اکبری۔ طبقات اکبری۔ تاریخ فیروز شاہی۔ تاریخ قدیم ہندوستان۔ تاریخ ہندوستان از مولوی ذکاء اللہ خاں مرحوم۔ تزک جہانگیری۔ اقبال نامہ جہانگیری۔ جہانگیر نامہ قلمی۔ تاڈ راجستان۔ تاریخ

---

[۱] حضرت قبلہ مرحوم لاولد فوت ہوئے ۱۲ منہ

شان حیدری۔ تاریخ سلاطین الملوک۔ سخندان فارس۔ تاریخ وقائع راجپوتانہ۔ کارنامہ راجپوتاں تاریخ انقلاب قائم خانی۔ تاریخ انتساب الاعتماد شجرۃ المسلمین۔ ترجمہ تاریخ راستہ ہندی مصنفہ نواب نعمت خاں۔ تاریخ جے پور۔ (از صاحبزادہ بھوپال) صولت افغانی۔ شکشادکن ہندی۔ ترملی قلمی۔ تاریخ سراج النسب۔ تاریخ جلوہ جمال۔ تاریخ خان جہانی۔ تاریخ گلزار آصفیہ۔ تاریخ نظام اردو۔ تاریخ ترک محبوبیہ۔ تاریخ رشید الدین خانی خورشید جاہی مختصر حالات راجہ بھوپال سنگھ بہادر جغرافیہ مفتاح الارض۔ لا رپورٹ دکن جلد ۱۶۔ جغرافیہ راجپوتانہ حصہ دوم۔ وقائع نویسوں کی بھیاں وغیرہ وغیرہ کتابوں کے علاوہ فراہم کریں۔

دیگر جدوجہد

حیدرآباد کے قائم خانی نوابان جمعداران[۱] کے دفاتر سے بھی نہایت جدوجہد برداشت کر کے اس کتاب کا مواد جمع کیا گیا جسکی تشریح حسب ذیل ہے۔

حیدرآباد کے دفاتر کے کاغذات شیخاواٹی کے قائم خانیوں کی ذاتی بھیاں دفتر راج کھیتڑی۔ دفتر راج سیکر۔ ٹھکانوں کے دفتر دیگر قائم خانیوں کی خانگی بھیاں قومی ونسلی سینہ بسینہ معتبر روایات۔

علاوہ ازیں

اس کتاب کی تکمیل کی غرض سے انگریزی و علاقہ شیخاواٹی کے بڑے بڑے قصبوں اور گاؤں کا دورہ کیا گیا وہاں کے سربرآوردہ قائم خانیوں سے ملاقات کر کے تاریخی معاملات و حالات میں واقفیت حاصل کی گئی اسکے علاوہ بہت سے حالات بذریعہ خط و کتابت معلوم کئے گئے خصوصاً علاقہ بیکانیر و جودھپور کے قائم خانیوں سے بذریعہ خط و

---

[۱] جمعداران سے مراد مثل فوجی یا پولیس وغیرہ کے جمعدار نہیں بلکہ بڑے پایہ کے اعلیٰ عہدہ دار ہزاروں روپیوں کی جاگیر رکھنے والے حضرات کو حیدرآباد دکن میں جمعدار کہتے ہیں اور ان ہی میں بعض بعض کو نوابی کے خطاب بھی حاصل تھے ۱۲ منہ

کتابت بہت سے اہم مضامین اخذ کئے گئے۔

افواج سرکار انگریزی

انگریزی فوجوں میں جہاں جہاں اسکوارڈرن قائم خانیوں کے موجود تھے وہاں
کے عہدیداران اور اعلےٰ افسر قائمخانیوں سے ملاقات کی گئی۔ اور قومی و تاریخی
حالات فراہم کئے گئے۔ میرے والد قبلہ نے کوشش بلیغ کر کے زخمیوں اور میدان
جنگ میں جو قائم خانی کام آئے اُن بہادروں کے حالات معلوم کئے۔ ممکن تھا کہ دفتر
فوجی شملہ سے بھی حالات معلوم کئے جاتے مگر اس میں اس قدر ذکر ملتا کہ فلاں نمبر
قائم خانی مارا گیا یا زخمی ہوا ہیں اس کا موضع اور شاخ لکھنی ضروری تھی اس لئے اُدھر
توجہ نہیں کی گئی۔ اس طریقے سے فوجی باب و جاگیرداروں کے دونوں باب میں نے لکھے
اور اسی طرح نواب محراب خاں کا بھی ذکر لکھا گیا بزرگان دین کا باب عم مکرم کے مسودہ
میں موجود تھا لفظی تغیر اور کچھ ضروری اضافہ اس میں بھی کیا گیا اسی طرح بعض جگہ عم
مکرم قبلہ مرحوم کے مضامین میں ترمیم کی گئی اور جسقدر حالات و مضامین مجھکو ملتے رہے
میں ہر باب میں ان کا اضافہ کرتا رہا اور یہ کمی پوری ہوتی گئی اور مسودہ کتاب کی شکل میں
آگیا اسی طرح راجدھانی کیڈ کے حالات میں اضافہ کیا گیا۔ اور راجدھانی کیڈ کے
حالات کے اضافہ کے ساتھ ہی موضع باسنواس و جھابخوت کے قائم خانیوں کو
راجیری لفظ کیسا چھٹیاں جو راج کھیتڑی کی طرف سے جاری ہوئی ہیں میں نے
اس کتاب میں بر موقع و محل درج کردی ہیں اگرچہ تحریر بعض واقعات و ترتیب اصل
مسودہ برائے کتابت مجھ ہیچمدان کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا مگر درحقیت اس کتاب
کی تکمیل میں حضرت قبلہ جناب والد ماجد غلام علی خانصاحب نے مجھے بیحد مدد دی
اور دوران طباعت میں آپ نے دہلی قیام فرمایا اور اس سے قبل دور دراز
مقامات کا سفر طے کیا اور میری مراد اور عمی صاحب قبلہ مرحوم کی وصیت کو بکمال اتمام کو
پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ انکی سعی مشکور فرمائے اور تادیر انکا سایہ عاطفت ہمارے سر پر قائم

رہے آمین۔

الغرض

یہ وہی کتاب ہے جسے میرے چچا جناب مولوی عطا محمد خاں صاحب قبلہ مرحوم و مغفور ایک عرصہ سے قوم قائم خانی کے لئے ایک تاریخی دستور العمل کی صورت میں مرتب فرما رہے تھے ابھی چھپنے نہ پائی تھی۔ کہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۲۵ء چہارشنبہ کے دن بلدہ دہلی میں آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرمائے ملک جاودانی ہوئے اور احاطہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ شہر دہلی میں مدفون ہوئے آپ کی قبر سنگ سرخ کی پختہ حضرت کے مزار شریف سے گوشہ مشرق و شمال میں ساٹھ ستر گز کے فاصلہ پر موجود ہے جس پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

پچیسویں ہلال ششم کی ہے شاید آج	دن بدھ کا اور وقت بعد از غروب کا
پاکر مسافرت میں یکایک خدا کا حکم	فوراً عطا محمد مرحوم چل بسا
تھیں خوبیاں بہت سی بھری اسکی ذات میں	جتنی خطائیں اسکی ہوں سب بخشدے خدا
تاریخ اسکی آپ سے پوچھیں تو اے بشیر	کہہ دیجئے کہ آج غریب الوطن گیا

۱۳۴۳ھ

(عطا محمد خاں قائم خانی باشندہ اس علاقہ شیخاواٹی)

میرے عم مکرم مرحوم و مغفور ایک مدت سے قوم قائم خانی کے سلئے ایک ایسا تاریخی دستور العمل تیار کر رہے تھے جو اسلاف کے کارناموں اور انکی یاد کو ہمیشہ قائم رکھے اور آئندہ آنیوالی نسلوں کیلئے معنی خیز اور سبق و عبرت آموز ہو کہ جس سے واقعات گذشتہ

ے عم مکرم مرحوم نے عمر کا اکثر حصہ بہ سلسلہ ملازمت حیدر آباد دکن میں گذارا راجہ امر سنگھ جی بہادر دام اقبالہ والئی کھیتڑی نے آپ کو اپنے جاگیرداروں میں سے قابل سمجھکر اپنے یہاں طلب فرمالیا عم مکرم عہدہ ایلنی اضلاع حیدر آباد دکن سے مستعفی ہوکر اپنے آقائے نامدار کی خدمت میں ۱۹۲۱ء میں حاضر ہوئے راجہ جی صاحب بہادر نے دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر فرماکر اپنے امتیازیوں میں جگہ دی اسکے علاوہ ہمیشہ ان پر عنایات خسروانہ مبذول رہیں جنکا تذکرہ یہاں موجب طوالت کتاب ہے لہذا اختصار کیا گیا ۱۲ منہ

کے مرقعے اور میدان عمل کی ترقی کے نقشے قوم کے سامنے آجائیں
پس اس مقصد کی تکمیل میں جس قدر ممکن ہوا محنت و جانفشانی اُٹھائی اور کتابوں اور تاریخوں کے وسیع مطالعہ کے بعد جس قدر مواد جمع کیا جا سکتا تھا جمع کیا اور معتبر روایتوں سے اس کو مزین کیا اور غیر معتبر روایتوں سے گریز کیا گیا اور ہر تاریخی واقعہ کو لکھکر اس کے ساتھ بطور استناد حوالہ درج کیا گیا۔
قدیم نوابی زمانہ کی عمارتوں کے نقشہ جات اور قوم قائم خانی کے اُن قومی افراد کے فوٹو بھی جن کا تذکرہ کتاب ہذا میں کیا گیا ہے موقع بموقع دکھلائے گئے ہیں۔
اس سے پہلے متقدمین نے بھی اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور ہر شخص نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق تاریخی حالات درج کئے ان میں سے جو مستند واقعات پائے گئے انہیں چچا صاحب مرحوم نے مع حوالہ اس کتاب میں قلمبند کئے مگر آجتک قوم قائم خانی کی یکجائی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ اس لئے قوم کو اس زمانہ میں ایک ایسی تاریخ کی ضرورت تھی کہ جسمیں اپنے اسلاف کے تمام نمایاں حالات ایک جگہ پائے جائیں اور یہ کتاب ایک ایسی تاریخ کی صورت میں ترتیب دیجائے جو اپنے حالات و واقعات اور دلچسپی کے لحاظ سے صحیح معنے میں قوم کی دیرپا یادگار رہے اور آنے والی نسلیں اپنے گذشتہ بزرگوں اور اپنے جانباز بہادروں کے کارناموں کو ہمیشہ مطالعہ کرتی رہیں۔
ہم نے اس کتاب میں حتی الوسع قومی بہادروں اور اولوالعزم قومی ہستیوں کے تاریخی واقعات و حالات تحقیق طور پر درج کردیے اور بعض مولفین سابقین قوم قائم خانی کے متعلق تاریخی حالات جو کچھ احاطہ تحریر میں لائے وہ زیادہ تر مشتبہ و مشکوک باتوں کا مجموعہ ہے انہیں اس تاریخ سے کوئی لگاؤ نہ سمجھکر نظر انداز کردیا گیا۔ اس قوم کی تاریخ نویسی میں سب سے پہلا قدم نواب نعمت خاں بن نواب الف خاں نے رکھا اور ہندی زبان میں اس کو مرتب کیا۔ اسکے بعد متاخرین نے جو کچھ حوالہ قلم کیا وہ اسی کا اتباع تھا افسوس کہ انھوں نے واقعات کی تحقیق و تصدیق کے لئے زحمت گوارا نہ فرمائی اور خود کوئی نئی بات پیدا نہ کی بغیر اسکے کہ اس پر کچھ اضافہ کریں وہی طرز اختیار کرکے کسیقدر تغیر کے ساتھ

اس کا قالب بدل دیا اور اصلی مقصد سے دور جا پڑے قاعدہ کی بات ہے کہ ہر تصنیف نئی معلومات پر مشتمل ہوتی ہے صحیح واقعات کا پتہ لگانا اور اسکو ترتیب دینا اور انکے اسباب وعلل کی تلاش کرنا ایک مورخ کا کام ہے تاریخ میں جو واقعات مذکور ہوتے ہیں انکو مختلف قسم کا تعلق ہوتا ہے اگر واقعہ نگار نظر تعمق سے کام نہ لے تو مبالغہ کی شکل میں ڈھلجاتی ہیں اور مورخین اسکے مطالعہ سے مستفید نہیں ہوسکتے اور اسکو افسانوں سے تعبیر کرتے ہیں چچا صاحب مرحوم نے اسکی بڑی احتیاط کی کہ کوئی غیر مستند روایت اس تاریخ کے صفحات پر منضبط نہ ہونے پائے اور جو کچھ ہو وہ مدلل طریقے پر ہو اور ضعیف روایتوں سے دانستہ احتراز کیا اور بغیر کسی تاریخی حوالہ کے حتی الامکان کوئی واقعہ قلمبند نہیں کیا۔ مورخین اس تاریخ کے مطالعہ کے بعد یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مصنف علام نے جس مضمون پر خامہ فرسائی کی ہے وہ واقعہ کی صحیح اور پوری تصویر ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کی تدوین ایک بڑی محنت اور توجہ کا کام تھا اگر مصنف بھی اُن واقعات کو جو مذکورہ بالا تصنیفات میں درج تھے قابل قبول سمجھکر احاطہ تحریر میں لاتے تو ضرور اس تاریخ کا حجم اور ضخیم ہوجاتا لیکن انھوں نے اس سے پہلوتہی کی اور جو کچھ مستند صحیح واقعات تھے وہ ناظرین کے سامنے پیش کردیے

مرحوم کو قومی معاملات سے فطرتاً دلچسپی تھی اور قوم کی فلاح وبہبود کا ہر دم خیال رہتا تھا اسی وجہ سے ایک کتاب موسومہ بہ "حیات الاسلام"[1] تصنیف کرکے قوم میں تقسیم کی کیونکہ قوم کی حالت روز بروز انکے باطل رسوم کی وجہ سے ابتر ہورہی ہے اور وہ ایک ایسے رہبر کی ضرورت کو محسوس کررہی تھی کہ انکی اس ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچادے اور انکے باطل رسومات کا سدّباب ہوجائے لہذا اس کتاب میں چچا صاحب نے اپنے جذبات اور اندرونی خیالات کو صفحہ قرطاس پر منقش کرکے قوم کے سامنے پیش کردیا تاکہ وہ ان خیالات کو اپنے دلوں میں جگہ دے۔ اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ تمام افراد قوم متفق الخیال ہوکر ایک نقطہ پر جم جائیں۔ اور اس باہمی کشمکش اور آپس کی آپا دھاپی یعنی انتشار کو جو اس میں موجود ہے یک لخت دور کردے تاکہ ہر طرح کی فلاح وبہبود حاصل ہو۔ اور اس انمول نصیحت سے فائدہ اُٹھاکر اپنے آئے دن کے باطل رسومات وخانگی تنازعات کو فرو کرسکیں۔

[1] یہ کتاب ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں شایع ہوئی ۱۲ منہ

عام قاعدہ ہے کہ جو بات خلوص نیت سے کہی جائے یا لکھی جائے وہ سُننے والے کے دل پر اثر کرتی ہے چنانچہ واقعات صحیح اور قابل اصلاح تھے قوم نے تسلیم کئے اور اپنے خواب وغفلت پر تاسف کا اظہار کیا۔ یہ تحریک اس قدر جلد بار آور ہوئی کہ قوم میں بیداری کی روح دوڑ گئی اور وہ اسکو عملی جامہ پہنانے میں سرگرم کار ہے اس قوم کے لئے اس کتاب کا ایک ایک لفظ آویزہ گوش بنانے کے قابل ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے وہ لامتناہی فوائد حاصل کر سکتی ہے۔ حیات الاسلام میں مصنف نے اپنی قوم کے اعمال پر گہری نظر ڈال کر تمام معاملات پر بوضاحت بحث کی ہے اگر قوم اس کو اپنا دستور العمل بنالے تو وہ خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ متذکرہ بالا واقعات سے ناظرین پر روشن ہو گیا ہوگا کہ مرحوم قومی معاملات کی صلاح وفلاح میں کس درجہ دلچسپی رکھتے تھے اور ان کی یہ صفات حسنہ مدت ہائے دراز تک انکی قوم صفحۂ دل سے محو نہیں کر سکتی۔

اس میں شک نہیں کہ مرنا تو سب کے لئے بندھی ہوئی بات ہے لیکن موت موت میں فرق ہے ایک وہ ہیں کہ آج میرے اور کل کسی کی زبان پر اُن کا نام تک نہیں اور ایک وہ ہیں کہ لوگ انکی خدمات قومی کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں بے شک سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے ؎

سعدیا مرد نکو نام نمیرد ہرگز	مردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند
مرنا بھلا ہے اسکا جو اپنے لئے جئے	جیتا ہے وہ جو مر چکا انسان کے لئے

مرحوم کی یہ علمی اور لاجواب یادگار انشاء اللہ تعالےٰ قوم میں ابدالاباد تک قائم رہیگی اور وہ چشمہ فیض جسکو موت نے خشک کر دیا ہے بدستور اس قوم کو رشحات علمیہ سے سیراب کرتا رہے گا اور مرحوم کی روح پر فتوح کو ہمہ وقت اس سے تازہ مسرت اور بے انتہا خوشی حاصل ہوتی رہے گی۔

حضرت مرحوم کچھ اور گراں قدر قوم کی خدمت کرنی چاہتے تھے کہ موت نے مہلت نہ دی اور مشیتِ ایزدی یوں ہی تھی کہ ان کے بیش بہا خیالات ان کے ساتھ قبر

ہیں دفن ہو جائیں۔ اگرچہ مادر روزگار ایسے محب قوم پیدا کرتی رہے اور کرتی رہیگی لیکن فی الحال قوم قائم خانی کو جو نقصان پہنچا اس کا نعم البدل ان کو دستیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ناظرین ان چند خطوط سے جنکا اقتباس دیباچہ کے ختم پر دیا جائے گا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ واقعی مصنف مرحوم کس پایہ کے آدمی تھے اور قوم کو کس حد تک ضرورت تھی

چچا مرحوم کی یہ بھی تمنا تھی کہ اس قوم کی ایک باقاعدہ درسگاہ قائم ہو کیونکہ کوئی قوم قعر جہالت میں رہ کر من حیث القوم ترقی کے معراج پر کبھی پہنچ نہیں سکتی تعلیم کا اہتمام ہماری آئندہ نسل کے لئے لازم و ضروری ہے اور جب ہی ہم کامرانی کا منہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم میں سے ہر فرد اس کوشش میں لگ جائے کہ اس مہتم بالشان کام کو یکجہتی اور فوری کارروائی کے ساتھ اختتام پر پہنچا دیں۔ اگر قوم میں ایسی درسگاہ کی بنیاد قائم نہ ہوئی تو یہ قوم کی بے اعتنائی متصور ہوگی زمانہ حاضرہ میں یہ قوم تعلیمی نقطہ نظر سے سب سے پیچھے نظر آ رہی ہے کیونکہ دوسری قومیں ہم سے ترقی میں اس قدر آگے بڑھ گئی ہیں کہ اگر ہم ان کا ساتھ دینے کے لیئے انہیں آواز دیں تو بہت مشکل سے ہماری آواز انکے کانوں تک پہنچ سکے اور ہماری یہ تعلیمی پسماندگی قابل افسوس ہے متمول طبقے کے اصحاب کا فرض ہے کہ وہ اس کار خیر کے لیئے امداد و اعانت کا ہاتھ دراز کر کے اس معاملہ میں کوئی متفقہ مسطح نظر پیدا کریں افسوس ہماری اتنی کثیر التعداد قوم میں فی صدی پانچ بھی ذی علم اشخاص کا ملنا مشکل ہے جیسا کہ ہم میں بہادری کے اوصاف پائے جاتے ہیں اسی طرح ہمکو علم سے متصف ہونا چاہیئے کیونکہ علم ہی عمدہ طرز معاشرت اور بہترین تمدن کے اصولوں کا سرچشمہ ہی سچ ہے ؎

نہ چل سکتی ہے اب بے علم تلواری نہ معماری	ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن و صناعت میں

اگر ہم علم سے بے بہرہ رہے تو یہ ہماری بہادری محض نام نہاد بہادری کہلانیکی مستحق ہوگی جو ہمکو ہر جگہ ترقی سے مانع آئیگی۔ افسوس چچا صاحب مرحوم کی زندگی نے چند روز اور وفا نہ کی ورنہ اس درسگاہ کا افتتاح انہیں کے ہاتھوں عمل میں آتا ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب قوم کو چاہیئے کہ وہ تعلیمی جدوجہد کا آغاز کرے اور اپنی جماعت کو اس تحریک کے

لئے آمادہ کرکے ایک متفقہ راہِ عمل تجویز کرلے ورنہ ہماری ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہماری جہالت ہوگی۔

چچا صاحب مرحوم اس تاریخ کے مضامین کو نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر کے مضمون تک مکمل کرچکے تھے اور نواب عالم علی خان ولاور نواز جنگ بہادر کا مضمون لکھ رہے تھے مگر ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ یکایک دماغی عارضہ میں مبتلا ہوگئے اور ایک ماہ کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ دماغی محنت کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے خیر یہ تو ایک بہانہ ہے حکم قضا و قدر ٹل نہیں سکتا مگر قوم پر یہہ روشن ہونا چاہیئے کہ انکے ایک اولوالعزم فرد نے ان ہی کی خدمت گذاری میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی اور ایک نا مٹنے والی قومی خدمت کا نقش اپنے پیچھے بطور یادگار چھوڑا۔

میں اپنی قلت استعداد کی وجہ سے اس کمی کے پورا کرنے کی قابلیت اپنے میں نہیں پاتا اور نہ عم مکرم جیسا طرز بیان مضامین اور عبارت آرائی کی رنگ آمیزیاں مجھ سے ممکن ہیں مگر بمصداق پدر نہ تواند پسر تمام کرد۔

چار و ناچار خامہ فرسائی کرنی پڑی الحمد للہ کہ آخر یہ کتاب بارہ ابواب پر ختم ہوئی ممکن ہے کہ اس میں کچھ سقم رہ گئے ہوں۔ لہذا ناظرین با تمکین سے توقع ہے کہ مجھے معذور سمجھینگے اور دعائے خیر اور ہمیشہ صحیح مشوروں سے یاد فرماتے رہینگے تاکہ اس کتاب کے آئندہ اڈیشن میں قومی ترقیوں اور قومی حالات کو جگہ دیجائے۔

اب تک جو حالات و واقعات ہمیں بہم پہنچے انہیں کو حوالہ قلم کیا گیا ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور صورت رو نما ہو اور قوم میں نادر اولوالعزم پیدا ہوتے جائیں۔ چنانچہ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالےٰ انکے حالات حوالہ کتاب ہوتے رہیں گے۔ (نقول تعزیت نامہ)

(۱) جناب سید محمد رؤف علی صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے خط کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

امین جی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر معلوم کرکے مجھکو جسقدر صدمہ ہوا اس کا بیان حیطۂ امکان سے باہر ہے وہ اپنی قوم کے لیڈر اور میرے ایک سچے قابل

تعظیم دوست تھے اور مجھکو سخت افسوس ہے کہ انکی اس قدر شدید علالت کا علم مجھکو نہیں ہوا اور مرنے سے قبل میں شرف ملاقات بھی حاصل نہ کرسکا ایسے خلوص نیت رکھنے والے وفادار دوست آجکل کے زمانہ میں کمیاب ہیں مہاراجہ صاحب کھیتڑی کے ساتھ جو وفاداری نمک حلالی اور سچی ہمدردی کا برتاؤ امین جی مرحوم نے کیا اس کو مہاراجہ صاحب بہادر اپنے دل میں خوب جانتے ہیں یا مجھکو میں واقف ہوں میری طرف سے امین جی مرحوم مغفور کے گھر میں یعنی ان کی بیوہ محترمہ اور دیگر متعلقین کے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار فرماویں اور اس سانحہ جانکاہ پر صبر و شکر کی تلقین کریں فقط

راقم سید محمد رؤف علی بیرسٹرایٹ لا از دہلی کوٹھی نمبر ۱۲ دریا گنج مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۵ء



(۲) جناب نواب غلام محی الدین خاں صاحب بہادر خلف الصدق نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر جیانی خانی مرحوم تحریر فرماتے ہیں

برادرم عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر بیحد رنج ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کا وجود ہماری ضلالت وجہالت زدہ قوم کے لئے بسا غنیمت تھا اور ان کی قبل از وقت وفات ایک قومی نقصان ہے اور وہ بھی نہایت عظیم۔ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ و دیگر پسماندگان کو صبر جمیل۔ اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ مرحوم احاطہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب علیہ الرحمتہ میں مدفون ہیں یہ سب حسن نیت کا ثمرہ ہے ورنہ کسیکو ایسا مقام دفن نصیب ہونا بہت مشکل ہی اس وقت بوجہ ماتم وفات مرحوم زیادہ نہیں لکھ سکتا ہوں کیونکہ جی بھرا جاتا ہے لکھوں تو کیا لکھوں اس خط کو مرحوم کے لئے دعائے مغفرت پر اور باقی لوگوں کے لئے آیۂ شریفہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پر ختم کرتا ہوں۔

غلام محی الدین خاں۔ تاریخ ۵/۲ ۳۴ف پنجشنبہ

(٣) جناب نواب محمد فرید خاں صاحب داراب خانی عزیز ترین نواب دلاور نواز جنگ بہادر ثانی کا خط۔

امین صاحب مرحوم کے انتقال پرملال سے مجھکو بیحد رنج گذرا جو تحریر میں نہیں لاسکتا اس قومی سرتاج لیڈر کی یاد دل سے دور ہونا مشکل ہے اور جو احسان مرحوم نے قوم پر کیا ہے اس کا خیال کرکے رونا پڑتا ہے سوائے تلقین صبر اور دعائے مغفرت کے کیا لکھوں۔ فقط

محمد فرید خاں از بلدہ حیدرآباد دکن ۶ رجب ۱۳۴۳ھ ہجری

(۴) خط جناب رسالدار میجر علاؤالدین خاں صاحب حیاتی خانی رسالہ نمبر۱۷ پونا ہارس از مقام چھاؤنی بنو

جناب امین جی عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر بہت زیادہ فکر ہوا اس لئے کہ یہ قوم قائم خانی کے لیڈر تھے اور انھوں نے جو بیڑا اٹھایا تھا اس میں کامیابی ہوتی نظر آرہی تھی مگر ہماری قوم کی ایسی تقدیر کہاں ہے کہ وہ زندہ رہتے مجھے اور تمام اسکواڈرن کے لوگوں کو اس قومی لیڈر کا جو کچھ رنج ہوا ہے وہ تحریر سے باہر ہے خدائے تعالےٰ سے ہم تمام کی یہ دعا ہے کہ ہمارے قومی لیڈر کو خدائے تعالےٰ جنت نصیب کرے اور آپ کو صبر عطا فرمائے تاریخ ۸ر فروری ۱۹۲۵ئ۔ راقم علاؤالدین خان رسالدار میجر

(۵) خط جناب کالے خانصاحب جمعدار حال رسالدار ایلیان ہیبت خانی رسالہ نمبر۱۶ لایٹ کیولری

جناب بھائی صاحب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پرملال کی خبر پڑھکر بیحد رنج گذرا ہم لوگوں کے ایسے نصیب کہاں تھے کہ ہماری بھلائی کرنے والے زندہ رہتے۔ مگر مشیت ایزدی یہی تھی کہ رہبر قوم دنیا سے جلد اٹھ جائے۔ واقعی قوم کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا خدا سے دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے ہم لوگ باہر کیمپ میں ایک ماہ کے واسطے آئے تھے اب تاریخ ۸ر فروری کو جھانسی جائیں گے۔

جمعدار کالے خاں یکم فروری ۱۹۲۵ء مقام کیمپ۔

(۶) خط۔ جناب رسالدار محمد یوسف علی خانصاحب حمید خانی رسالہ نمبر ۱۰ لائیٹ کیولری۔

خبر وحشت اثر انتقال پُر ملال جناب امین جی عطا محمد خاں صاحب پڑھکر نہایت غم والم لاحق ہوا جس کے بیان سے زبان وتحریر وقلم قاصر وعاجز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سخت ہی افسوس ہے مگر تقدیر قادر قدیر کے آگے دم مارنے کی جگہ نہیں کیا کیا جاوے بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں چونکہ چارو ناچار ہر ذی روح کو اسی شاہ راہ سے گذرنا ہے بحکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ مگر ایسا لائق وہمدرد قوم وملت مشکل سے ملیگا۔ بلکہ جس خدمت وارادے کا مرحوم نے بیڑا اٹھایا تھا ویسا لیڈر و رہبر قوم اب قوم کو نہیں ملے گا خصوصًا ہمکو بڑا فخر تھا کہ ایسا لائق فائق شخص ہماری برادری میں ہے اس زندگی و دنیا ناپائیدار نے نہ تو کسی کے ساتھ ابدی وفا کی ہے اور نہ کریگی لہذا ہمکو بجز صبر وسکوت کے چارہ نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ آپ بھی صبر کریں میں اور تمام دیگر برادران اسکوارڈرن کے تمام عہدہ داران دعا کرتے ہیں کہ باری تعالےٰ مرحوم کو مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ پس ماندگان کو توفیق صبر عطا کرے فقط

رسالدار محمد یوسف علی خاں ۲۲ فروری ۱۹۲۵ء مقام چھاؤنی الہ آباد

(۷) خط۔ جناب محمد حسن خان صاحب دفعدار داراب خانی رسالہ نمبر ۱۸۔

میرے چچا عطا محمد خاں صاحب کی رحلت فرمائی سے سب لوگ افسوس میں ہیں جس نے سنا اظہار رنج کیا۔ کیونکہ انکی ذات بابرکات سے خاص وعام کو فائدہ تھا اس حادثہ جاں گداز سے جسقدر رنج مجھکو ہوا اندازہ اس کا حد قیاس سے خارج ہے آہ یہ وحشت اثر خبر آنے سے ایک روز پہلے خاکسار اپنے ترپ کے آدمیوں کو چند وہ حرکتیں بتلارہا تھا جو کہ ہمکو زمانہ سے پیچھے رکھ رہی ہیں اور ہماری قوم پر ایسی حائل ہوگئی ہیں جنکا چھوڑنا محال تصور کیا جارہا ہے گویا اس سلسلہ میں چچا صاحب مرحوم کا ان لوگوں کے دل پر نقش جما چکا تھا

کہ یہ ایک روح ہے جسکو ہم اپنا لیڈر کہہ سکتے ہیں میری اس دلیل کو لوگوں نے مان لیا اس کے جواب میں میں نے کتاب حیات الاسلام ان کے حوالہ کی جو پہلے سے میرے پاس موجود تھی میں نے اس رجمنٹ میں بغرض ایصال ثواب مرحوم کی زیارت فاتحہ بھی کردی ہے میری طرف سے تمام متعلقین کو صبر کی تلقین کیجئے خدا سے دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے فقط

محمد حسن خاں ۱۳ فروری ۱۹۲۵ء از مقام کوئٹہ

(۸) خط - جناب علیم خاں صاحب مظفر خانی تحصیلدار فتحپور علاقہ سیکر۔

مجھکو اور تمام کو جناب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پرملال سے سخت افسوس اور تاسف ہوا فلک کج رفتار و زمانہ ناہنجار نے کیسی کج ادائی کی ہے کہ تمام قوم میں جس شخص کے دل میں قومی ہمدردی تھی اسی کا داغ مفارقت ہمکو دیا مگر کیا ہو سکتا ہے امر مجبوری ہے اپنی بدقسمتی کو ہم روئینگے۔ خداوند کریم مغفور کی مغفرت کرے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ط اب ہماری دعا پروردگار عالم سے یہی ہے کہ خدا ہم پر رحم کرے اور مرحوم کے آخری خیالات کو جو قریب الاختتام تھے پورا کرے تاکہ مرحوم کی روح خوش ہو سکیں ونیز قوم کیلئے اس سے بڑھکر بھاری رنج نہ ہوگا مگر مشیت ایزدی میں چارہ نہیں مرحوم نے قومی خدمت میں جان کھودی اس سے بڑھکر اور کیا رنج ہوگا فقط

علیم خاں تحصیلدار فتحپور علاقہ سیکر ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء

(۹) خط - جناب فضل رسول خاں لیس دفعدار حمید خانی رسالہ نمبر ۱ پونا ہارس۔

جناب بھائی عطا محمد خاں صاحب کے انتقال کی خبر سنکر دل کو اتنا رنج ہوا کہ بیان سے باہر ہے اور مجھے کیا جس نے سنا افسوس کیا مگر مرضی خدا کی اسمیں کسی کا چارہ نہیں چلتا ہے اگر پچاس قائمخانی مرجاتے اور وہ ایک زندہ رہتے تو ان پچاس کا اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا کہ ایک ان کا ہوا ہماری قوم کی کم نصیبی کا باعث ہے جو ایسا قوم کا سردار آج دنیا سے سفر کرگیا اور ہماری قوم کا ایسا نصیب کہاں تھا جو ایسا شخص

زندہ رہتا خدا اُنکو جنت نصیب کرے فقط

راقم فضل رسول خاں ۸ فروری ۱۹۲۵ء مقام چھاؤنی بنو

(۱۰) خط۔ جناب مولوی غلام قادر خاں صاحب بھوان اورنگ آبادی۔

دہلی پہنچنے کے بعد مجھے بڑی تلاش جناب عطا محمد خاں صاحب کے مزار کی رہی تاکہ زیارت سے تشفی حاصل کروں عالی جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب اوّل تعلقدار سے شرف ملاقات کرنے پر پتہ چلا یعنی اور جناب مولوی حضرت اشتیاق احمد صاحب چشتی نے حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں جاکر قبر پر فاتحہ پڑی صرف کتبہ نصب ہونا باقی ہے سنگ سرخ کی قبر تیار ہو چکی ہے قبر پر پہنچنے کے بعد مجھے سخت رقت طاری ہوئی خدائے تعالےٰ اس قومی رہبر کو غریق رحمت کرے فقط

غلام قادر خاں بھوان اورنگ آبادی

(۱۱) خط۔ جناب نبی بخش خالصاحب زمیندار مقام لباہو شیخاواٹی

مجھے جناب عطا محمد خاں صاحب کے انتقال پُر ملال سے سخت صدمہ گذرا خدائے تعالےٰ انہیں جنت بخشے جو کچھ تکالیف انھوں نے قوم کے واسطے اٹھائی یہانتک قوم قائم خانی کے واسطے اپنی جان تک فدا کردی ان کا دار البقا کی طرف تشریف لیجانا قوم کی کم نصیبی کا باعث ہے کہ ایک قابل شخص جو ہر طرح سے قوم کی ترقی اور ترجیح کے خواہاں تھے ان سے قوم ہاتھ دھو کر بیٹھ گئی افسوس کہ ایسے قابل و بالیاقت شخص سے قوم محروم ہوگئی سوائے افسوس کے اب کچھ نہیں ہوسکتا فدوی تاریخ قائم خانی کا از حد شائق تھا لیکن اب امید نہیں کہ وہ مکمل ہو کر ہم تک پہنچے فقط ۔ نبی بخش خاں ۳۱ جنوری ۱۹۲۵ء ۔

(۱۲) خط۔ جناب قاضی شجاع الدین صاحب مقام نرہڑ

اس وقت جناب امین صاحب کے انتقال کی خبر وحشت اثر سننے سے گھر میں قیامت برپا ہوگئی۔ کیونکہ ہم فدویوں کے سردار اور نواب اس جہان فانی سے طرف جنت الفردوس کے راہی ہوئے یہ صدمہ تا زندگی رہے گا اللہ تعالےٰ

انکو جنت عطا فرماوے اور آپ بھی صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ بہرحال صبر بہتر ہے یہ ہماری شومی قسمت کا باعث ہے کہ ایسے نواب ہمارے سرپرست اس جہان فانی سے راہی ملک بقا ہوئے یہ اپنی قوم ہی کے لیڈر نہیں تھے بلکہ ہمارے بھی سرپرست تھے فقط

راقم قاضی شجاع الدین ۲؍ فروری ۱۹۲۵ء

عنوان کتاب

اس کتاب کو جناب نواب غلام محی الدین خانصاحب خلف الرشید جناب نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے نام نامی سے معنون کیا گیا۔ کیونکہ اس وقت قوم قائم خانی میں یہی ایک ہستی ایسی ہے کہ بلحاظ علم واخلاق نیز بلحاظ ہمدردی قوم اور عالی رتبہ خاندان اور سلیم الطبع ہونے کے آپ ہی پر نظر پڑتی ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب روسا فتح پور میں جاملتا ہے آپ کے آباء واجداد میں سب سے پہلے ایک بزرگ محمد وزیر خاں صاحب دکن میں تشریف لائے جن کا ذکر کتاب ھذا میں بالتفصیل آچکا ہے۔ محمد وزیر خاں صاحب سے آجتک چھ پشت ہوتی ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب خاندانی تحفظ کے ساتھ آپ تک بدستور چلا آرہا ہے۔ نواب اعظم علی خاں صاحب فتح خانی آپ کے نانا احمد علی خاں صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔

نواب صاحب ممدوح نہایت نیک نہاد اور نیک نیت صادق القول اور مستقل مزاج انسان ہیں جس کی بین دلیل ایک یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد کے ذمہ کچھ قرضہ باقی رہ گیا تھا۔ آپ نے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد تمام ادا کیا۔ اور جس طرح سے تمام کاروبار والد صاحب کے زمانہ میں چل رہے تھے۔ آپ نے نہایت خوبی سے ان کو نبھایا اور اسی طرح تمام کام چلاتے رہے آپنے اپنی بہنوں اور بہنوں کے شوہروں اور رشتے داروں سے نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ جو طریقہ قرابت داری ورواداری ان کے ساتھ والد صاحب کے زمانہ سے جاری تھا وہی سلوک باحسن وجوہ آپ نے بھی قائم رکھا اور ابتک اس پر قائم ہیں ؛

آپ کی سلیقہ شعاری اور حسن انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد آپ نے ڈیوڑھی کی آراستگی و درستگی میں ہزاروں روپئے صرف کئے اور اس کو ایک نہایت خوشنما نشست گاہ بناکر اس کو آرائش سامان سے خوب سجایا۔ اس کے علاوہ اورنگ آباد کی ڈیوڑھی کی نگرانی اور جو مکان آپ کے قبضے میں ہیں اُن کی درستگی وآراستگی کی طرف آپ کو پوری توجہ ہے۔

آپ نے حضرت کلیمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اپنا قبرستان (ہڈوار) تجویز کیا ہے یہیں آپ کی بڑی بیگم صاحبہ[1] مرحومہ اور صاحبزادیوں اور ہمشیرہ زادی کی قبور ہیں۔ اِن قبور کی ایسے طریقے پر تیاری کرائی گئی ہے کہ ان پر لوح مزار کندہ ہیں۔ اِن قبور کو دیکھکر چھ سو برس پہلے کے اسلامی قبرستان یاد آجاتے ہیں اور انسانی ہستی کی ناپائیداری کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور خود بخود دعا اور فاتحہ خوانی کے لئے جی چاہتا ہے

آپ نہایت منکسر المزاج اور پرانی وضع کے پابند ہیں۔ زمانہ حال کی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود قدیم رسم و رواج کے دلدادہ ہیں۔ ڈیوڑھی میں کرسی۔ کوچ وغیرہ اور دورجدید کے جملہ سامان ہر وقت موجود رہتے ہیں مگر آپ وضع قدیم کے موافق اکثر مسند ہی کے سہارے بیٹھتے ہیں مہمانوں کی خاطرداری اور جو شخص آپ کی ملاقات کے لئے آتا ہے اس سے نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں۔ آپ کے والد مرحوم کا یہی طریقہ تھا آپ بھی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ کی دوسری شادی بلدہ حیدرآباد دکن کے طبقۂ امراء کے ایک شریف خاندان میں ہوئی۔ مگر پھر بھی جو قائم خانی اپنے وطن سے آپ کے پاس آتا ہے آپ اس کی پرتپاک مہمان نوازی کرتے اور دل کھول کر مدارات کرتے ہیں۔ اور قوم کا ہر وقت لحاظ رکھتے اور قومی کاموں میں دل کھول کر حصّہ لیتے ہیں۔ آپ علم دوست ہیں اور تاریخ سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ وظیفہ کے بڑے پابند ہیں اور پیران عظام کے دل سے معتقد ہیں۔

آپ نہایت ہی رحمدل اور ماتحتوں پر مہربان ہیں۔ اگر کسی سے قصور ہو جائے تو نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ آپ کفایت شعار اور ہمیشہ قومی کاموں میں نمایاں حصہ لیتے ہیں

[1] بیگم صاحبہ مرحومہ کے بطن سے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں دو اپنی والدہ صاحبہ کے قریب موت کی نیند سو رہی ہیں اور ایک موجود ہیں خدا اِن کی عمر دراز کرے۔

اور بے حد فیاضی کا ثبوت دیتے ہیں آپ کا اپنے دوستوں اور اپنے والد صاحب مرحوم کے ملاقاتیوں سے برتاؤ و راہ رسم قدیمی دستور کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ والد صاحب قبلہ کے زمانہ سے چلا آیا ہے اور یہ خیال آپ کے مدنظر رہتا ہے کہ قدیم مراسم میں فرق نہ آجائے۔

آپ نے ابتدا عمر میں عربی کی تعلیم حاصل کی اور اس کے ساتھ ساتھ قدرے انگریزی بھی پڑھتے رہے مگر عربی فارسی کی تکمیل کے بعد آپ نے انگریزی کی طرف توجہ کی چونکہ آپ اپنے والد ماجد نواب بشیر نواز جنگ معین یار والدولہ بہادر کے خاص قومی سلسلہ سے اکلوتے فرزند تھے اس لئے نواب صاحب مرحوم نے آپ کو کسی غیر ملک میں بھیجنا گوارا نہ کیا اور اپنے زیر سایہ تعلیم دلائی ابھی آپ تعلیم پارہے تھے کہ والد ماجد صاحب کا انتقال ہوگیا پس والد کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی تعلیم پوری کی اور سرکاری امتحانات دیئے اور خود اپنی پہلی شادی اپنی قوم میں کی اور اس ہونہار قومی بہادر نے تمام کام اپنی ہمت اور خدا کے فضل سے پورے کئے۔ آپ نے ایف اے کی تعلیم نظام کالج میں پائی اور مدراس یونیورسٹی سے کامیابی حاصل کی بعدہٗ حیدرآباد سول سروس میں شریک ہوکر بدرجہ اول کامیاب ہوئے پھر انگریزی علاقہ میں ایک سال تک اعزازی ڈپٹی کلکٹر ضلع اننتاپور علاقہ صوبہ مدراس میں رہے اور وہاں کے ڈپٹی کلکٹروں کیلئے مشروط امتحانات مال و عدالت محاسبی میں بامتیاز کامیاب ہوئے۔ فقط

قند مکرر۔ دیباچہ لکھکر تمام ہی کیا تھا اور مسودہ کاتب کے پاس جانے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ تاریخ کے خاتمہ کی نیک فال نے مژدہ سنایا یعنی تاریخ ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ ہجری مطابق مہر سنہ ۱۳۴۰ ف روز سہ شنبہ ۵ بجکر ۳۵ منٹ بوقت شام نواب صاحب ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کا تاریخی نام "محمد بشیر الدین خان" (۱۳۵۰ھ) رکھا گیا۔ خداوند کریم دین اور دنیا کی دولت سے اس نونہال باغ کو آباد رکھے آمین ثم آمین۔

آخر میں مصنف مرحوم کے لئے دعائے خیر اور ناظرین کرام سے عفو کی امید رکھتے ہوئے دیباچہ کو ختم کرکے اصل کتاب کی طرف توجہ کیجاتی ہے۔

خاکسار جہان لیاقت حسین خان قائم خانی جاگیردار و منتظم کھڑکوش راج کھیتڑی

۷۸۶

تقریظ بر کتاب واقعات قوم قائم خانی

از عالی جناب فیض مآب حاجی سیّد اشتیاق احمد صاحب چشتی دہلوی

نحمدہ ونصلی

فن تاریخ ہی ایک ایسا فن ہے کہ جسکے مطالعہ سے گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات معلوم ہو سکتے ہیں اور آنیوالی نسلیں اسلاف کے کارناموں کو پیش نظر رکھکر اپنی عادت واطوار کو سدھار سکتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ابتدا آفرینش عالم سے لیکر آجتک اسی علم کے ذریعہ ان نامور ہستیوں اور قوموں کا پتہ ملسکتا ہے جو دنیا پر کارہا نمایاں کرکے اپنا سکہ جما گئیں اور انکی اولاد نے واقعات تاریخ سے سبق لیا اور اپنے آباء واجداد کی تقلید کرتے ہوئے دنیا میں معزز ومحترم بنکر آباد ہوئے اور آئندہ بھی کامیاب طور سے آباد ہوتے جائیں گے وَفِی ذٰالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ[1] (سورہ تطفیف)

لیکن جن موقوں کو اس سے لگاؤ نہیں فن تاریخ سے بے بہرہ اور اس سے واقف تک نہیں اور اس کے تحفظ کا ان کو خیال بھی نہیں آتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنی میں وہ اپنے اندر قومی جذبات و روایات کے فقدان کے باعث صفحہ ہستی پر کسی شمار کے لائق نہیں اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ[2]

اس مقصد کو سامنے رکھکر میرے مکرم دوست مولوی عطا محمد خانصاحب مرحوم۔ سابق امین سرکار نظام (دکن) نے سالہا سال کی محنت وجانفشانی کے بعد کتاب "واقعات قوم قائم خانی" تصنیف کی جس میں قائم خانیوں کے عروج وزوال کے اسباب اور ان کے گزشتہ جاہ وجلال کے واقعات کو مستند تاریخی کتابوں

---

[1] ریس کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی ریس کریں ۱۲ منہ

[2] یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ گمراہ ہیں اور یہی لوگ غافل ہیں ۱۲ منہ

سے یکجا جمع کیا ہے جس کی قوم کو خصوصیت کے ساتھ بیحد ضرورت تھی۔
امین صاحب مرحوم سے مجھے ذاتی طور سے نیاز حاصل ہے نہایت خوبیوں کے انسان تھے آپ نے کتاب "تشریح الاحکام" اور "حیات الاسلام" بھی لکھی ہیں۔ آپ کو علم تاریخ سے خاص دلچسپی تھی اور رات دن آپ کا یہی علمی شغل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اس کتاب کا مسودہ تیار کیا۔ مگر ابھی چھپنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ طویل علالت کے بعد راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور ثواب جزیل عطا کرے آمین۔
آپ کے انتقال کے بعد آپ کے متبنیٰ یعنی میاں منشی لیاقت حسین خانصاحب سلمہٗ ربہٗ برادرزادہ مصنف نے اس کے مسودہ کو صاف کیا اور ضروری ترمیم اور پیش آمدہ واقعات کو خود قلمبند کیا اور اپنے والد منشی غلام علی خاں صاحب کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہونچایا۔
سو بحمد اللہ تعالےٰ بیحد سعی و جد و جہد کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ کتاب ہذا طبع ہوئی کتاب کی جملہ خوبیاں تو اس کے مطالعہ سے خود ظاہر ہو جائیں گی عیاں راچہ بیاں۔ مگر مختصر یہ کہ اس کی اردو ایسی عام فہم اور دلچسپ ہے۔ کہ کسی واقعہ کو شروع کرنیکے بعد بغیر ختم کئے کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ تمام چیزیں نظروں کو لبھانے والی ہیں۔
پس امید ہے کہ قوم قائم خانی اور فن تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کو اپنا دستور العمل بنا کر ترقی کے میدان میں پیش از پیش گامزن ہونگے اور اس کے مصنف کو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کرینگے فقط والسلام
مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ فقیر اشتیاق احمد چشتی غفرلہ دہلوی

؎ ہم تو اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اُس کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں ۱۲ منہ

صحت نامہ کتاب واقعات قوم قائمخانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
دیباچہ ۱۱	۱۵	راجپیری	راجپیری
۲۰	۵	دانالجی	دانالچی
۱	۷	دیحپسی	دلچسپی
۲	۳	بیچارگی کی	بیچارگی کی
۳	۱۴	بجڑی	بجری
۹	۲۱	لساکیا	ساکیا
۲۷	۲۰	سید ناطر	سید ناصر
۵۱	۲۲	ہیں پرراجہ کشراپنے	راجہ اکشرا پنے
۶۱	۱۱	اواخر شب میں	اور آخر شب میں
۷۳	۲۱	رجیت سنگھ	اجیت سنگھ
۷۴	۶	او	اور
۷۳	۸	گیا	کیا
۸۶	۳	روڑ	روز
۸۷	۱۸	جنگھم پیٹ	جنگم پیٹھ
۹۳	۲۰	نکے	کی
۱۰۰	۱۹	نکے	انکے
۱۰۴	۴	دھونی	ادھونی
۱۱۳	۴ تیسری مہر	بہادر جنگ	خان بہادر جنگ
۱۱۷	۵	ٹکڑوی	ٹکردی
۱۱۷	۱۳	تخلصی	مخلصی
۱۲۰	۱۶	ہیں	میں
۱۲۵	۱۵	دہی	دہنی
۱۲۶	۴	عنی	علینی
۱۲۸	۴	یہ حالت یہ ہے	حالت یہ ہے
۱۳۳	۲۲	سوئے خاں	سوائی خاں
۱۳۵	۱۵	گو	کو
۱۴۲	۱۵	بہنوں نے	جنھوں نے
۱۴۴	۱۱	تقضائے	تقضانے
۱۴۵	۱۲	بائی صاحبہ	بائی جی صاحبہ
۱۴۶	۱۳	غان جہانی	خان جہاں
۱۴۶	۱۷	شجاوٹ	سخاوت
۱۴۶	۲۰	خان الجہانی	خان جہاں
۱۵۲	۲	جو بیس	چوبیس
۱۵۲	۴	لواب	نواب
۱۵۶	۱۵	ایں	ایمن ہیں
۱۶۲	۱۲	تجھے بیٹے کو	مانجھ بیٹے
۱۸۳	۱	آپ	آب
۱۸۶	۴	جس کی کے بطن کو	جنکے بطن سے
۱۸۷	۱۷	منتظم	مترجم
۱۸۸	۱۰	اس دل میں	اسکے دل میں
۱۹۰	۴	عالیخاں	علیخاں
۱۹۲	۶	کوتوال	کوتوالی
۱۹۷	۱۵	امیر	میر
۲۰۷	۹	۱۸۸و۹۳ء	۱۸۸۸و۹۳ء
۲۱۰	۸	اس وقت	اس وقت کے
۲۱۳	۱۲	بہادرنے لندن	بہادر لندن
۲۲۵	۱۵	چیملسفورڈ	چیمسفورڈ
۲۳۲	۸	توار	سوار
۲۳۳	۲۱	اڑاوتے	اڑائوتے
۲۴۰	۹	رنگروٹنگ افسر	ریکروٹنگ افسر
۲۴۰	۱۰	شتاق خاں	محمد مشتاق خاں رسالدار
۲۴۰	۱۶	کارنکی صاحب	کارنگی صاحب
۲۴۰	۱۷	تاج محمد خاں رسالدار	پرنوٹ کا نشان سنہ ۵
۲۴۸	۱۵	او	اور
۲۶۸	۹	۳۵۵	۳۳۵
۲۶۸	۲۱	پاس	باس
۲۷۱	۵	بتادیتا	بتادینا
۲۷۳	۱۳	سرکارتی	سرکاری
۲۷۳	۱۴	دیکھتے	دیکھیے
۲۷۴	۴	بہمید	بہمیسر
۲۷۴	۶	کنورپوہ ۲۵۰	کنورپورہ ۳۵۰
۲۷۷	۴	کھیتڑی	کھیٹری
۲۷۷	۱۴	بھونیجان	کھولیخان
۲۸۵	۲۲	ہے	ہی
۲۹۳	۱۹	ہنوایا تھا	بنوایا تھا
۲۹۵	۱۲	ہدایت اللہ	ہدایت اللہ شاہ صاحب
۲۹۶	۸	سکندر	سکندر جاہ
۲۹۸	۵	ابوالعلائیہ	ابوالعلائیہ
۳۰۰	۲۰	تقطع تعلق	قطع تعلق
۳۰۶	۱۵	رو	روزمرہ
۴۶	۲	+	شیخاواٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم تاریخ اور اُسکے فوائد

علم کے لفظی معنی کسی چیز کے جاننے کے ہیں اور علم کی جمع علوم ہے علوم مدّنہ کی متعدد قسمیں ہیں۔ علم ہیئت۔ علم ہندسہ۔ علم طب۔ علم فلاحت۔ علم کیمیا وغیرہ وغیرہ ازاں جملہ تاریخ بھی ایک علم ہے تاریخ کے لغوی معنی کسی چیز کا وقت ظاہر کرنا۔ یا کسی واقعہ اور حادثہ کا جاننا یا واقعات پیش آمدہ میں سے کسی امر واقعہ کی مدّت کا تعین کرنا یا کسی مہینے کا کوئی دن ٹھیرانا ہے اگرچہ دوسرے علوم خاص خاص لوگوں میں پائے جاتے ہیں لیکن تاریخ ایک ایسا علم ہے کہ جس سے ہر انسان کو طبعًا لگاؤ ہے یہاں تک کہ وحشی اور پہاڑی قوموں کو بھی علم تاریخ سے قدرتًا دلچسپی ہے گو وہ پڑھ لکھ نہیں سکتیں لیکن ان میں بھی صدیوں کے نمایاں حالات سینہ بسینہ محفوظ چلے آتے ہیں اور وہ خاص موقعوں اور وقتوں میں بیان کئے جاتے ہیں جنکو وہ سُن سُن کر خوش ہوتی ہیں اور اپنے اندر پامردی کے جذبات اور احساسات پیدا کرتی ہیں۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اگر دنیا میں علم تاریخ مدوّن نہوتا تو ہمکو یہ کبھی نہ معلوم ہوتا کہ کل ہم کیا تھے۔ اور آج کیا ہو گئے۔ پس تاریخ ہی دنیاوی معلومات کا وہ بیش بہا ذخیرہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہم قوموں کا بننا اور اُبھرنا پھر بگڑنا اور گرنا معلوم کر سکتے ہیں۔ جب تاریخ سے ایسے فوائد مترتب ہوتے ہیں اور اس سے وحشی قوموں کا بھی اتنا تعلق اور لگاؤ ہے تو اس کا اندازہ میرے بیان سے زیادہ خود ناظرین کر سکتے ہیں کہ مہذب اور شائستہ انجمنوں میں تاریخ کو کس قدر اعزاز و مرتبہ حاصل ہوگا۔

ایک مورّخ کا قول ہے۔ کہ جس قوم میں تاریخ نویسی کا رواج یا مذاق نہیں ہے وہ نہ صرف ایک مردہ قوم کی طرح ہے بلکہ وہ اپنے بزرگوں کے کارنامے نہ جاننے کی وجہ سے ترقی سے محروم ہو جاتی ہے۔ اور اپنے آپ کو کالعدم سمجھنے لگتی ہے وہ قومیں جنکے بزرگوں کی تاریخیں موجود ہیں اور وہ ان کو پڑھکر اپنے اندر ان کی سی جرأت اور لیاقت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی ذلت میں نہیں پڑتیں بلکہ وہ اپنے بزرگوں کی عزت و وقار کو قائم رکھتی ہیں اور ایسی ہی قومیں تاریخ سے فائدہ اٹھاتی ہیں برخلاف اسکے وہ قومیں جو محض اپنے اسلاف کے کارناموں کو سُنکر فخر کرتی ہیں اور خود ہاتھ

پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی ہیں تاریخ سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھا سکتیں وہ رسوا اور ذلیل ہو جاتی ہیں۔ اور تجربہ یہ کہلواتا ہے کہ انسان کے دل میں ہمیشہ دو طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ وہ کچھ کر سکتا ہے دوم یہ کہ بیچارگی کی حالت میں کچھ نہیں کر سکتا خیال اول کا اکثر یہ نتیجہ نکلا کہ انسان نے کچھ کیا اور اس کچھ سے بہت کچھ ہو گیا خیال دوم نے اس نتیجہ پر پہنچایا کہ انسان جس کام کے کرنے کے قابل تھا اسکو بھی نہ کر سکا۔ ؎

تن آسانیاں چاہے اور آبرو بھی، وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی۔

اور ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ اگر دنیا میں علم تاریخ کی تدوین نہ ہوتی تو اقوام عالم کے عروج و تنزل کے اسباب و حالات کی ترتیب و تنظیم ہر گز نہ ہوتی اور لوگوں کی زندگی الھڑ اور گونگوں کی طرح ہوتی نہ تو کوئی کسی قوم کے عروج و ترقی کا راگ گا تا نہ کسی قوم کی تباہی و بربادی کی کوئی داستان سُناتا اور نہ کوئی کسی قوم کی حیات پے حس پر ماتم کرتا اسمیں شک نہیں کہ تاریخ ہی ایک ایسا علم ہے جو ہمکو حیات دنیاوی کی نشو و نما و انقلابات اور تغیرات کا پیغام پہنچاتا ہے یا یہ کہنا چاہیے کہ یہی گذشتہ انسانوں کی حیات نیک و بد کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تمام مورّخ اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ ہی ترقی کی روح اور اولوالعزمی کی جان ہے اور وہ اقوام عالم کو نصیحت کرتی ہے کہ اپنے اسلاف کے نمایاں کارنامے سنتے رہو ہمیشہ ہمت اور حوصلے بلند رکھو بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کا ارادہ کرلو دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جسکو انسان کامل توجہ اور پوری کوشش سے کرے اور وہ نہ ہو سکے کم ہمتی اور پست حوصلگی سے اپنے آپ کو ذلت میں پڑنے سے بچاؤ۔

فلاسفہ کا عقیدہ ہے کہ جب کسی قوم پر مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے تو اگرچہ وہ قابو سے باہر ہوتی ہے لیکن وہ اس قوم کے لئے جس میں احساسات واقعی اور جذبات حقیقی ہوں ایک نئی قوت اور توانائی کی تمہید ہو جاتی ہے پس ہر مصیبت زدہ قوم کو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وہ مصیبت اسکی آزمائش کے واسطے ہے دنیا میں اسی قوم کی عزت و توقیر ہوتی ہے جو اپنی مشکلات پر غالب آجائے۔ ایک عرب کہتا ہے کہ انسان کی قدر و قیمت اسکی ہمت پر موقوف ہے اور بچھونے کی موت سے تلوار کی ضربیں سر پر کھا کر مرنا بہتر ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی

کاہلانہ اور بزدلانہ زندگی اختیار نہ کرو بلکہ ہمیشہ محنت اور جفاکشی سے قابل تعریف کاموں کے کرنے کی نیت کرلو اور آخر دم تک اس کے انجام دینے پر ڈٹے رہو غور کرو کہ دنیا بمنزلہ ایک وراثت کے ہے جو بتدریج ایک قوم سے دوسری قوم تک پہونچتی رہتی ہے۔ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (ترجمہ۔ ان راحت و مصیبت کے دنوں کو لوگوں میں ہم پھیرتے رہتے ہیں) الغرض تاریخ قوموں کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک بہترین ذریعہ ہے جو ہر وقت اقوام عالم کو کاہلوں عیش پسندوں اور ظالموں کے زوال کا عبرت انگیز تماشہ دکھا کر نیک اور اولوالعزم لوگوں کو عروج و ترقی کا سبق پڑھاتی ہے اور یہ بھی جتاتی ہے کہ کبھی پائے استقلال کو جنبش نہونے دو کیونکہ جو انسان مرسکتا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے اسمیں کوئی کلام نہیں کہ کاہل عنفوان اور ظالم اقوام رفتہ رفتہ دائرے غلامی و محکومیت میں داخل ہوجاتی ہیں نیک جست و چالاک اور اولوالعزم اقوام حکومت اور سربلندی کے زینہ پر پہنچ جاتی ہیں یہ ایک اور دوسرا فلسفہ مشہور نظامی کا ہے ؎

ترازوئے گردوں گرداں بسیج	نماند و نماند سنجیدہ ہیچ

ترجمہ۔ گھومنے والے آسمان کے ارادہ کی ترازو بغیر وزن کئے کسی کو نہ رہنے دیگی اور نہ رہنے دیا ہے۔ یونانیوں کے فضل و کمال علم و ہنر پر غور کرو کہ کیسا تھا اور وہ کہاں گیا کیا وہ دنیا سے نیست و نابود ہوگیا ہرگز نہیں بلکہ اسکو رومیوں نے لیا اور اس سے خوب لطف اٹھایا بعد ازاں ایک گرم اور ریگستانی ملک کے بھیڑ بکری چرانے والے عرب اس سطوت و دولت کے مالک بنے اور دنیا کی بیشتر قوموں کو جن پر جہالت چھائی ہوئی تھی روشنی میں لائے اسکے بعد ترک سلجوقی اور یورپ والوں نے انکی جگہ لی اور ابتک یورپ ہی خاصکر جرمنی اس کا وارث چلا آتا ہے اسوقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اقوام عالم میں سے کس کس قوم کی ترقی و بلندی کا آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے اور وہ کونسی قومیں ہیں جن کی قوت طالع کے لئے پو پھٹ رہی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ تاریخ اپنا کام اندر ہی اندر برابر کئے جا رہی ہے وہ بہت جلد موجودہ قوموں میں سے بعض کی پستی و تنزل اور بعض کی شان و شوکت کا مرقع پیش کیا چاہتی ہے۔

پہلا باب

چوہان کی پیدائش کے واقعات کے بیان میں

میں نے جس خاندان کے مسلم ناموروں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا ہے انکے آباؤ اجداد غیر مسلم قوم چوہان راجپوت ہی ہو گذرے ہیں اس لئے پہلے راجہ چوہان کی پیدائش کے واقعات بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقع پر اس بیان کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ زمانہ گذشتہ میں ہندوستان کے رہنے والے عجیب وغریب قصوں کو بہت شوق سے سنتے تھے اور خاصکر فلسفیوں کی بڑی قدر کرتے تھے اس لئے کہ فلسفہ تعجب سے شروع ہوتا ہے اس زمانہ کے ہندوؤں کو تو یہ دعویٰ ہے کہ "مسائل فلسفہ کی تحقیق سب سے پہلے ہندوؤں میں شروع ہوئی اور اس قوم کی طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ سوچ وبچار اور فلسفہ کی طرف بہت مائل ہے" جب یہ ظاہر ہے تو یہ بھی قرین قیاس ہے کہ وہ تمام عجیب وغریب افسانے جو آجتک ہندوؤں میں خوش اعتقادی سے چلے آتے ہیں ان فلسفیوں کی سوچ وبچار اختراع واجتہاد کے نتائج ہوں جو زمانہ قدیم میں فلسفے کے رنگ سے رنگے ہوئے تھے۔

اب میں چوہان کی آفرینش کے اس قصہ کو درج کرتا ہوں جسکو ہندوؤں نے شاستر اور پرانوں کی رو سے یوں بیان کیا ہے کہ زمانہ قدیم میں برہمنوں کا ایک ایسا مخالف گروہ پیدا ہو گیا تھا جس نے ان پر ظلم وستم شروع کر دیا تھا، اور ان کی عبادت وریاضت میں رخنہ ڈالتا تھا اس لئے برہمنوں نے اپنے ملک وملت کی حفاظت کے لئے ایک اعلیٰ قوم کی ضرورت کو محسوس کیا اور کوہ آبو پر گوشۂ نیرت یعنی جنوب ومغرب میں ہوم کے لئے غار کھود متبرک آگ جلائی منتر پڑھے جن کی تاثیر سے اگن کنڈ سے ایک پتلا پیدا ہوا لیکن وہ صورت وشکل وضع قطع میں جنگ آور نہ تھا اس لئے برہمنوں نے اس کو دروازہ کا دربان بنایا اور اس کا نام پرتھار دوار رکھا جس کے معنی دربان کے ہیں اور اب اسکی اولاد پریہار کہلاتی ہے پھر دوسرا پتلا چلو کفدست سے بنایا اور اس کا نام چالو رکھا اسکی اولاد بھی چالک یعنی سولنکی کہلاتی ہے اس کے بعد پھر تیسرا پتلا پیدا ہوا جس کا نام پرمار یعنی اول مارنیوالا رکھا ان تینوں نے مل کر برہمنوں کے دشمنوں پر حملہ کیا مگر ان پر غالب نہ آسکے تب برہمنوں نے نشٹ کنول پر بیٹھکر بیدی بنائی اور اگن کنڈ (آتشکدہ) کے اطراف جمع ہو کر دھوم دھام سے منتر پڑھے اور مہا دیو سے ایک اور بہادر مرد پیدا کر دینے کی التجا کی تاکہ

وہ انکے دشمنوں پر غالب آسکے تب ایک شخص دراز قامت بلند پیشانی سیاہ رنگ مدور چشم کشادہ سینہ مہیب صورت زرہ بکتر پہنے ایک ہاتھ میں کمان مع ترکش اور دوسرے میں چکر چیر تنگ پکڑے ہوئے چار بھوجا منودار ہوا جس کا نام چوہان رکھا چوہان نے برہمنوں کے دشمنوں کو قتل کر ڈالا اور تمام ملک پر اپنا قبضہ کر کے امن و امان کا ڈنکا بجا دیا ہندو قوموں میں اس اعتقاد کے موافق تمام اقوام سے زیادہ مرتبہ چوہان کا سمجھا جاتا ہے کہ جس نے منی یعنی مقدس لوگوں کی خواہشات کو پورا کیا اور بغیر قوت تولید انسانی کے پیدا ہوا اسی طرح پر ہندوؤں میں مہا بھارت سے یہ روایت بھی نہایت خوش اعتقادی سے چلی آتی ہے کہ ذاتوں کی ابتدا برہما سے ہوئی پہلے برہما کے منہ سے برہمن پھر بازو سے کشتری اسکے بعد رانوں سے ویش اور پاؤں سے شودر نکلے یہ بھی ایک فلسفیانہ بیان ہے اگرچہ اسکے اصلی مطلب پر پہنچنا مشکل ہو لیکن بادی النظر میں یہ ظاہر ہے کہ ہندوؤں میں قوموں کی پیدائش برہما سے ہوئی برہمن تجینک کہلائے و کشتری یا کھتری یا چھتری کچھ بھی کہئے ہمعنی الفاظ ہیں اور راجپوت بھی چھتری میں داخل ہیں۔ ویش میں اہل تجارت و زراعت شامل ہیں باقی ہندوؤں میں ساری قومیں شودر یعنی نیچ درجہ کی ہیں جو برہما کے پاؤں سے نکلیں یہ عجیب و غریب باتیں نہ صرف ہندو فلسفہ میں پائی جاتی ہیں بلکہ دنیا کے دوسرے فلسفی بھی انسان کی پیدائش کی تصویر کا ایک اور دوسرا تعجب خیز رُخ اسطرح پر دکھاتے ہیں کہ زمانہ ماضیہ میں جس پر ابتک ہزاروں برس گذر چکے ہیں سطح زمین پر تل برابر بھی خشکی نہ تھی سب جگہ پانی ہی پانی یعنی سمندر تھا لیکن پھر اس میں گردش زمانے کے ہاتھوں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ پانی زمین میں جذب ہوگیا جس کی وجہ سے زمین نکل آئی اور کیچڑ میں چھوٹے چھوٹے کیڑے رینگتے باقی رہ گئے ان کی شکل وضع قطع انسانی یعنی آدم آبی (جل مانس) کی سی تھی۔ گو انکے جسم پر کچھ کچھ بال تھے مگر خشکی میں رہنے سے جھڑ گئے اور رفتہ رفتہ وہ بالکل انسانی شکل میں آگئے اور پھر قوت تولید سے جو ہر ذی روح میں ودیعت ہے مخلوق بڑھنے اور پھیلنے لگی اور پھیلتے پھیلتے اس حد تک پھیل گئی کہ گویا اب کرۂ زمین پر اسی کی دھوم ہے یہ تو قرآن مجید سے بھی ظاہر ہے کہ پہلے تمام زمین پر پانی تھا کہیں بھی خشکی نہ تھی اور تحقیقات جدیدہ میں بھی یہ امر مان لیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم میں ہر جگہ پانی تھا لیکن یہ انسانی آفرینش کا فلسفہ دور از فہم و لعید از قیاس ہے اور کبھی انسانی فہم و فراست اس

رستے ہیں قدم نہیں دھرکی آدم زاد کی تصویر جس کو قادر مطلق نے اوصاف رنگا رنگ سے سجائی ہو
اس کے جس رنگ پر عقل نظر کرتی ہے دیکھتی رہجاتی ہے مشہور فلاسفر سعدی لکھتے ہیں ؎

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ دہشت گرفت آستینم کہ قم

ترجمہ - اکثر راتیں میں اس سیر میں سکوت میں بیٹھا - (دیکھ بیکھ) خوف نے میری آستین پکڑی کہ اٹھ -

محیط ست علم ملک بر بسیط	قیاس تو بروے نگرد محیط

ترجمہ - خدا کا علم ہر دو عالم کی حقیقت پر احاطہ کئے ہوئے ہے تیرا اندازہ اسپر احاطہ نہیں کرسکتا ہے
اصل تو یہی ہے کہ یہ دونوں جہاں اسکے علم کے دریا کا ایک قطرہ ہیں - اب یورپی فلسفہ کی دھوم سُنئے ڈاروِن نامی حال ہی میں بڑے فلسفی اور محقق ہو گذرے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ "دنیا میں انسان کی پیدائش بندر سے ہے اس لئے یہ ظاہر ہوا کہ انسان پہلے پہل بندر تھا بعد میں چہرہ ڈیل ڈول ہوش وحواس میں ترقی کرتے کرتے ہزارہا سال کے چکر کے بعد شکل انسانی میں آگیا" انسان کی پیدائش اسرار الٰہی میں سے ہے جسکے ساتھ انسان کی یہ کشمکش جب سے کہ وہ عالم وجود میں آیا ہے چلی آتی ہے لیکن یہ سب انسان ضعیف البنیان کی قیاس آرائیاں ہیں کوئی انسان خواہ وہ فلسفی ہو یا محقق اپنی اس چھوٹی سی بساط پر اسرار الٰہی کے انکشاف میں صحیح لب کشائی نہیں کرسکتا اور جن لوگوں نے ایسی موشگافی اور بلند پروازی کی ہے وہ ایک چھوٹے سے محدود دائرے کے اندر رہ کر اسکے سوا کچھ نہ کر سکے کہ محض قیاس کے گھوڑے دوڑائیں بعض گمشدہ راہ افراد کا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ مخلوق کا کوئی خالق ہی نہیں ہے اس لئے وہ خدا کے ماننے سے منکر ہیں اور وہ یہاں تک محض قیاس کے چراغ کی روشنی میں پہنچے ہیں اور مختلف تاویلات سے بحثیں پیدا کرتے ہیں یہ بدقسمت اور ناسپاس ہے وہ انسان جو الٰہی اسرار تحقیق اور انکشافات پر سر تسلیم خم کرے ؀

قدیم ہندوستان کے رہنے والوں کی نسبت مورخین کی تحقیقات

اگر میں اس سلسلہ میں صرف فلسفیوں کی رایوں پر ہی اکتفا کروں تو یہ تاریخ بالکل بے نتیجہ رہیگی اور ناظرین کو اس کے مطالعہ سے تسلی نہ ہوگی اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلہ میں ان محققین کی رایوں کا بھی مختصر ذکر کر دیا جائے جنھوں نے ہندوستان کی مردہ نقش آرائیوں

میں نئی روح پھونکدی ہے اور اب صداقت پسند لوگوں نے خلاف قیاس افسانوں سے مُنہ پھیر لیا ہے مورخین کہتے ہیں کہ ہمکو ہندوستان کی نسبت صحیح طور پر بہت کم معلوم ہے کہ اس کی اصلی قومیں کونسی تھیں اور اب انکی کیا حالت ہے اسوجہ سے کہ پہلے ہندوستان میں تاریخ نویسی کا اتنا شوق نہ تھا جتنا قصوں اور کہانیوں کے پڑھنے لکھنے کا تھا تاہم بہت ہی پرانے اور دھندلے مناظر سے دو اصلی قوموں کا ضرور پتہ لگتا ہے جو شمال اور جنوب میں رہتی تھیں اور وہ کُلاری اور دراوڑی کے ناموں سے مشہور تھیں جن کی نسلیں ہندوستان میں ابتک موجود ہیں جو بھیل اور گونڈ وغیرہ کہلاتی ہیں محققین کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ قومیں بھی ہندوستان میں باہر سے آئی تھیں اور انکے پہلے اور دوسری قومیں ہندوستان میں بستی تھیں لیکن انکے بھی صحیح حالات بہت ہی کم معلوم ہیں ممکن ہے کہ ان بدنصیب قوموں کو دراوڑی اور کلاری قوموں نے قتل کر ڈالا ہو یا اپنے میں ملا لیا ہو اس زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں دراوڑی اور کلاری راج پاٹ کے مالک تھے وسط ایشیا کے مغربی حصہ میں ان سے بھی اور بلند حوصلہ قومیں بستی تھیں اور اسی وسط ایشیا کے مغربی حصہ سے ایک آریہ قوم نکلی اور وہ ایشیا اور یورپ میں پھیل گئی اور ہندوستان میں بھی وہی آریہ[1] قوم شمال و مغرب سے داخل ہوئی اور کلاری اور دراوڑیوں کو مطیع بنایا اور ہندوستان پر اپنا تسلط جما لیا کہتے ہیں کہ لفظ آرج آریا۔ ایریا۔ ایرین۔ جو مختلف زبانوں میں مختلف آواز دیتے چلے آتے ہیں ہمعنی الفاظ ہیں اور فارس کے کتب قدیمہ میں بھی ایرین اور ایران کے معنی شریف دانا اور ہنرمند کے تھے جب یہ قوم ہندوستان میں پہنچی تو اس کی آبادی سے ہندوستان آریہ ورت کہلانے لگا۔ مورخوں کو اس سے اتفاق ہے کہ جب آریہ قوم ہندوستان میں آئی تو ہندوستان کی دراوڑی اور کُلاری قوموں کی تہذیب انہیں کی سی تھی لیکن آریوں نے ان پر فتح حاصل کی اور رفتہ رفتہ ہندوستان

---

[1] جب آریہ اس ملک میں آئے تو ان میں ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی سب آریہ کہلاتے تھے اس لفظ کے مختلف معنی لئے گئے ہیں۔ نیک۔ شریف۔ خاندانی۔ اونچے گھرانے والا وغیرہ آریہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے آپ کو دوسری قوموں سے بہت اونچا سمجھتے تھے آریہ ٹھنڈے ملک سے آئے تھے اس لئے ان کے رنگ گورے اور قد لمبے تھے ہندوستان کے اصلی باشندے جن سے انکی مڈھ بھیڑ ہوئی کالے رنگ کے

(بقیہ بر صفحہ ۸)

کے شمالی حصہ سے لیکر جنوبی حصہ دکن اور لنکا تک اپنی فتح کا ڈنکا بجایا۔ یہ ہندوستان کے قدیم تاریخی واقعات ہیں لیکن ان میں کہیں بھی چوہان کا اگن کنڈ سے منتروں کے ذریعہ سے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور تمام مورخ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کو آریوں کی ہندوستان پر چڑہائی کے تفصیلی حالات بہم نہ پہونچ سکے اُس لئے ان کی نسبت جو مختلف من گھڑت افسانے مشہور ہیں وہ بے سود اور ناقابل اعتماد ہیں ہندو محقق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہند کی تاریخ میں مہابھارت کی لڑائی نہایت مشہور ہے اور اس جنگ کی تاریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار برس پیشتر بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی برہمنی مذہب رائج تھا جو آریوں کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ مہابھارت کی جنگ سے پہلے آریہ ساری ترقی کرچکے تھے اور یہی مہابھارت کی وہ جنگ ہے کہ جس سے آریا تہذیب و ترقی کو ایک بھاری صدمہ پہنچا اور رفتہ رفتہ تنزل ہونے لگا اور ہند میں جو ترقی اور بہبودی کے اسباب تھے وہ معدوم ہوتے گئے مستند تاریخوں سے ظاہر ہے کہ آریوں کے بعد ہندوستان پرسب سے پہلے ملکہ سمی رومس نے چڑہائی کی لیکن وہ نامراد واپس ہوئی۔ اس ملکہ کے بعد سکندر اعظم نے جو مقدونیہ کا بادشاہ اور فیلقوس کا بیٹا تھا جو سنہ عیسوی سے ۳۵۶ برس پہلے پیدا ہوا اور بیس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا ۳۲۷ سنہ قبل حضرت مسیح ہندوستان پر چڑہائی کی اور ہندوکش سے اُترکر دریائے کابل کو عبور کیا اس مقام پر ایک ہندو ٹکسلز نامی راجہ آکر ملا اور پچیس ۲۵ ہاتھی نذر کئے پھر سکندر اعظم مع افواج درۂ خیبر سے ہوتا ہوا دریائے اٹک کے پل سے گذرا جسکو اسکی ہراول فوج نے تیار کرلیا تھا اور دریائے جہیلم تک بڑہتا چلا آیا دریائے جہیلم کے عبور کرنے کے بعد راجہ پورس نے مقابلہ کیا مگر راجہ کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہوکر گرفتار ہوا لیکن سکندر نے اسکی قدر کی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷)

تھے دونوں میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں مدتوں خون کے دریا بہائے گئے آخر اصلی باشندے ہار گئے اور کچھ جان بچاکر بھاگے اور پہاڑوں میں جا چھپے جنکی نسلیں ابتک بھیل گونڈ وغیرہ خستہ حالت میں پائی جاتی ہیں اور جو لوگ بھاگ نہ سکے وہ آریوں کے غلام اور خدمتگار بنے اور انکا نام دسیو رکھا گیا اس لفظ کے معنی چور ڈاکو لٹیرا بیدین وغیرہ ہیں اس لحاظ سے ہندوؤں کی دو ذاتیں ہیں ایک گورے غالب یعنی جیتنے والے اور

(بقیہ بر صفحہ ۹)

اس کو اسکی سلطنت کے سوا اور ملک بھی دیا پھر سکندر نے دریائے بیاس تک پیشقدمی کی یہاں پہنچنے پر سکندر کی فوج نے سفر کی سختیوں کی شکایت کی جس کی وجہ سے سکندر کو واپس ہونا پڑا سنہ عیسوی سے ۳۲۳ برس قبل ۳۳ سال کی عمر میں سکندر نے انتقال کیا بعض محقق سکندر کی عمر ۳۲ سال کی لکھتے ہیں سکندر اعظم کی وفات کے بعد اسکی فوج کے سرداروں میں سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لئے لڑائیاں چھڑ گئیں اور ایک سپہ سالار سلیوکس نکٹار نے باختریا بلخ میں نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ہندوستان پر چڑھ آیا اس زمانہ میں راجہ چندر گپت ہندوستان میں زیادہ طاقتور تھا جس نے سکندر اعظم کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی ہندوستان میں بڑا اقتدار حاصل کرلیا تھا اور اس کا پایۂ تخت پٹنہ تھا جب اس نے راجہ چندر گپت کو طاقتور پایا تو راجہ سے صلح کی درخواست کی اور دونوں میں صلح ہوگئی۔

سھتین یعنی تاتاری قوم کے حملے

مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس قوم کا نکاس شمالی ویران خطے سے ہے قوم سھتیا نے ہندوستان پر بہترے حملے کئے اسوقت یورپ یا ایشیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی کہ فرداً فرداً یا سب جمع ہوکر اہل سھتیا کے سامنے ٹھہر سکتی اہل سھتیا ایک وحشی خونخوار قوم تھی سنہ عیسوی سے ۱۲۶ برس پہلے سھتین قوم نے باختر میں ایک یونانی شاہی خاندان کو مطیع بنا لیا اسکے بعد ہندوستان پر سینکڑوں برس تک حملے کرتے رہے اور شمالی حصے میں اپنی بستیاں بھی بسائیں آخر کار تین سھتین خاندان سین گپت۔ ولابھی۔ کا راج ہندوستان میں قائم ہوگیا ان شمالی حملہ آوروں میں سے سب سے زبردست شاہ کنشک ہے جو سنہ ۱۲۰ء کے قریب حکمران تھا اس کا مذہب بدھ[۱] تھا سھتین[۲] قوم کے مسلسل واقعات بہت کم ملتے ہیں لیکن بعض محقق راجپوتوں کی اصلیت بھی سھتین ہی بتاتے ہیں یہ بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸)

دوسرے کالے مغلوب جو ہار کر غلام بنے دسیو کہلائے ان دونوں ذاتوں کا نام ویدمیں ہے اور انکی لڑائیوں کا قصہ بار بار آتا ہے ایسے موقعوں پر آریہ اپنے جنگی دیوتا اندر کو پکارتے تھے اور رتھوں میں بیٹھکر لڑتے تھے اور تیروں کا استعمال کرتے تھے رگوید منتروں سے دسیوں کی لڑائی کا نقشہ ظاہر ہوتا ہے ۱۲ منہ

[۱] گوتم بدھ حضرت عیسیٰ سے ۵۰۰ برس پیشتر نواح نیفس آباد میں پیدا ہوا گوتم کا باپ ایک راجہ تھا جو ساکیا قوم پر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۱ ملاحظہ ہو ۱۲)

کہ ہندوستان اپنی مسلسل تاریخ نہیں رکھتا ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے تو انسان کی پیدائش ایک آدم ہی سے نہیں بلکہ انسانی آفرینش کے مختلف افسانے ہیں جیسا کہ اسکے اوپر چوہان وغیرہ وغیرہ کی پیدائش کا ذکر ہوا ہے اور بعض انسانوں کی پیدائش چھینک سے اور بعض کی بالوں سے ہونا بھی تسلیم ہے اور ان میں بعض ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جنکے ہزار سر۔ دو ہزار آنکھیں اور بازو تھے اس لیئے بڑے سے بڑے مورخ اور عقلمند سے عقلمند انسان سے بھی ممکن نہیں کہ یہ گتھی سلجھ سکے اور صحیح حقیقت بے نقاب ہو اب مجھے انکے ان عقائد سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے نہیں کہ یہ ایک اسلامی یقینی عقیدہ ہے کہ خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان۔ عیسائی ہو یا یہودی۔ پارسی ہو یا مجوسی۔ خواہ چندر بنسی ہو یا سورج بنسی۔ اگن کنڈی ہو یا کوئی شہری یا صحرائی۔ پست ہو یا بلند قامت سب کے سب آدمؑ کی نسل سے ہیں البتہ زمانہ کے تغیرات مختلف مقامات کی بود و باش آب و ہوا کے اثرات اور مخالف اعتقادات و خیالات کے باعث قد و قامت رنگ و روپ چال ڈھال وضع قطع عادات و اطوار اور رسم و رواج میں ضرور تفاوت پڑا کہ جدا جدا گروہ قوم اور فرقے قرار پاتے اس موقع پر مشہور فلسفی سعدیؔ کا یہ زریں قول بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ؎

که در آفرینش ز یک جوہر اند		بنی آدمؑ اعضائے یکدیگر اند

یعنی سارے انسان ایک ہی دریا کے قطرے ہیں مگر افسوس بعض لوگوں کے قیاس آجتک بھی شکوک اور اوہام کے اندھیرے میں کچھ نہ کچھ ٹٹولتے پھرتے ہیں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور پھر منہ کے بل گر پڑتے بھی ہیں۔ اور آئیں بائیں کچھ کا کچھ کہنے لگتے ہیں۔

یہاں (دیکھیئے سخندان فارس) مصری فلسفی کی یہ تاریخی کہانی بھی دلچسپی سے خالی نہو گی کہ ایک کامل فلسفی ساسان پنجم سے مباحثے کے ارادہ سے مصر سے چلا اور ساسان آباد میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)
حکومت کرتا تھا گوتم نے تقریباً ۳۰ برس کی عمر میں اپنے باپ کو چھوڑا اور جنگلوں میں چلا گیا اطمینان نفس کیلئے ریاضت کرنے لگا اسکو برہمنوں کے فلسفہ سے کوئی اطمینان حاصل نہیں ہوا انجام کار ۵۴ برس کی عمر میں ایک نئے مذہب بدھ کی بنیاد اس اصول پر ڈالی جس سے گوتم کی عقل اور قلب کے مطالبات کو برہمنی فلسفے سے بہتر جواب ملا اور چھ سو سال تک یہ مذہب ہندوستان میں دھوم دھام سے رہا۔ بدھ مذہب ہندو مذہب کی ایک شاخ ہے لیکن اس مذہب

(بقیہ برصفحہ ۱۱)

پہنچا جس مدرسے میں ساسان پنجم درس دیتا تھا وہاں کے دربان کے گھر میں ایک لونڈی تھی اتفاق سے مصری فلسفی رات کو اس لونڈی کے شوہر کے گھر میں اترا رات کو لونڈی کی ماں نے اس سے پوچھا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور یہاں کس ارادے سے آئے ہو اور چھوٹا سفر (حرکت جسمانی) بڑے سفر (سفر آخرت) کے سامان کے لیے چاہیئے نہ کہ دنیا کے نفع کے لئے کیونکہ یہ ناپائیدار ہے اور اس کا تعلق اصلی ٹھکانے تک پہنچنے سے روکنا ہے مصری فلسفی یہ سنکر حیران ہوگیا ناچار علم کی آڑ میں چھپا اور کہا کہ تلاش علم۔ پھر عورت سے پوچھا کہ واجب کا فعل قدیم ہے یا حادث۔ عورت بولی حادث وہ ہے کہ زمانی ہو۔ اور زمانہ فلک الافلاک کی گردش کو کہتے ہیں چونکہ واجب اس سے برتر ہے تو چاہیئے کہ واجب قدیم ہو اور اس کا فعل بھی قدیم ہو مصری حکیم نے پوچھا کہ واجب تک بھی فنا پہنچ سکتی ہے عورت نے کہا نہیں۔ اس لیئے کہ ممکنات موجود ہیں اور یہ بدون فاعل کے موجود رہ نہیں سکتے کیونکہ معلول بغیر علت کے رہ نہیں سکتا حکیم نے اعتراض کیا کہ باپ بیٹے کی علت ہے باپ مرجاتا ہے بیٹا جیتا رہتا ہے عورت نے کہا کہ باپ بیٹے کی علت نہیں وہ اس کے سبب کا ایک جزو ہے نہ کہ علت دیکھتا نہیں کہ ماں بانجھ ہوتی ہے تو باوجود باپ کے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور واجب الوجود تو علت تامہ ہے جب تک وہ ہے تب تک سب کچھ ہے وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں محض دربان اور اسکی بیوی ہی کی علمیت سے آخر کار فلسفی کا قافیہ تنگ ہوگیا۔ اور علامہ ساسان پنجم سے مباحثہ کا ارادہ ترک کیا۔

اسلام اور ابتداء آفرینش آدم کی روشن حقیقت

اگرچہ اس کتاب کو مسائل مذہب سے کوئی تعلق نہیں یہ تو چوہان قوم کی مختصر ایک سیدھی سادھی تاریخ ہے لیکن اس کے شروع ہی میں چوہان کی اگن کنڈ سے خلاف عقل و قیاس ولادت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰)

میں خدا نہیں مانا جاتا ۱۷۵۲ حاشیہ صفحہ ۹ بوپالیعل بحوالہ تاریخ راجستان مصنفہ کرنل ٹاڈ لکھتے ہیں کہ سویڈن ناروے میں ایک قوم آشیا رہتی ہے اس قوم کے اسلاف سورج بنسی تھیں تھے انکے بھائی بند ہندوستان میں اسوا راجپوت کہلاتے ہیں انہیں کے نام پر براعظم ایشیا کا نام پڑا اسکے سوا ایک ہندو مورخ پرانوں کی رو سے لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے آریوں کے دو مختلف خاندانوں میں راج چلا آتا تھا ان میں سے ایک گروہ سورج بنسی کہلاتا تھا وہ سراجپت بنسی

(بقیہ صفحہ ۱۲)

کی بحث پیدا ہوگئی جسکو اس تاریخ سے قوی تعلق ہے اس لیئے اس پر سرسری نظر ڈالنا ضروری تھا اگر وہ بغیر کسی تنقید و تبصرہ کے چھوڑ دی جاتی تو بقاعدہ السکوت دلیل الرضا یہ لازم آتا کہ میں نے بھی اسکو باوجود مسلم ہونیکے جائز سمجھا اور شاید ان افراد کو بھی جنکو تاریخ ھذا سے تعلق ہے پیروی کرنے کا خیال ہوتا یا یہ کہ وہ معترض ہوتے کہ اسلامی مطالب اور عقائد کا رستہ کیوں چھوڑا پس اِن خطرات کے رفع کرنے کے لیئے یہ لازم آیا کہ میں آدمؑ کی ابتدائی آفرینش آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی رو سے بیان کروں یہ ظاہر ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے کُرہ زمین کی تمام قومیں مادّہ پرست تھیں پہلے خاص عرب ہی میں جہاں سے اسلام کا بادل اُٹھا اور تمام دُنیا میں برسا بتوں کی پوجا ہوتی تھی اسکے سوا کہیں چاند اور سورج پوجے جاتے تھے تو کہیں سانپ اژدھاؤں چوپایوں کی پرستش ہوتی تھی یہی نہیں بلکہ بعض تو جھاڑ پہاڑ ندی نالوں اور آگ کے آگے جبین نیاز گھستے تھے کہیں حضرت مسیحؑ کی شبیہ کی پوجا ہوتی تھی تو کہیں تثلیث کا چرچا تھا وغیرہ وغیرہ مگر توحید کا نام تک نہ تھا فخر ہے اس زمین عرب کو جہاں حضرت محمد صلعم نے جنم لیا اور انگلیاں اُٹھیں وہ خورشید رسالت چمکا ؎ ظلمت کفر مٹی مہر ہدایت چمکا۔

آگیا کفر و ضلالت کا مٹانے والا	آگیا کلمۂ توحید پڑھانے والا
آیا رحمت حق ھادی و رہبر آیا	مظہر نور خدا شافع محشر آیا
حسن یوسف دم عیسیٰؑ ید بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جب آپ نے خدا کی طرف سے اپنے آپ کو رسول جتلایا اور عرب کے جاہلوں کو خدا کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱)

سورج بنسیوں کا صدر مقام اجودھیا تھا جسکے ماتحت سارا ہندوستان رہا چندر بنسیوں کا راج ایران میں تھا اور وہ لوگ بدھ مذہب کے پیرو تھے چونکہ بدھ مذہب وید مذہب کے خلاف تھا اس لیئے چندر بنسی سورج بنسی بادشاہوں میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی تھی یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ محققان یورپ علم زبان نے تو اب اتنا پتا لگایا ہے کہ یونان کی تاریخ سے بھی تقریباً ہزار برس پہلے یہی فرقہ جو آریا کہلاتا ہے بخارا اور تاتار یعنی وسط الشیا سے اٹھا اور دنیا میں پھیل گیا ان کا ایک فرقہ چین میں گیا دوسرے نے یونان میں جا کر فلسفہ و حکمت کا طوفان اُٹھایا۔ تیسرے نے روما کی بنیاد ڈال کر روئے زمین پر حکومت شاہی کا نقارہ بجایا ایک شاخ یورپ پہنچی اور دوسری ہمالہ سے اُتر کر ہندوستان میں آئی اور آریہ کہلائی کہتے ہیں کہ ایریا سے ہی ایران نے نام پایا لیکن مورخ یہ افسوس ظاہر کرتے ہیں کہ ایران و ہندوستان اپنی

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

طرف بلایا اور آیات قرآنی کو پڑھکر سنایا تو وہ جاہل اور وحشی چونک اٹھے سوا چند کے سب برا بھلا کہنے لگے کیونکہ اس سے ان کے بتوں کی توہین ہوتی تھی یہانتک کہ سب آپ کے جانی دشمن ہوگئے تھے عرب میں ہل چل پڑ گئی تھی تلواریں کھینچ گئی تھیں مگر آپ بار بار یہی ارشاد فرماتے تھے کہ میں خدا کی طرف سے تمکو یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ تمہارے نفوس کا تزکیہ ہو اور تمکو کتاب و حکمت سکھاؤں آخرکار حق (یعنی اسلام - باطل پر غالب آیا اور تمام مشکلات کو مغلوب کرکے دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پھیل گیا اور اس کی تبلیغ حقانیت کی رو تمام خس و خاشاک باطل کو بہالے گئی اور لے جا رہی ہے۔ ترجمہ آیات قرآن۔ (پ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۶) میں ہی خدا نے مٹی سے آدم کے پتلے کو بنا کر اسکو حکم دیا کہ (آدم) بن اور وہ (آدم) بن گیا (اے پیغمبر یہی) حق بات جو تمکو) تمہارے پروردگار کی طرف سے (بتائی جاتی ہے) تو کہیں تم بھی شک کرنے والوں میں نہ ہو جانا" (پ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۶ کی تفسیر مندرجہ ذیل حاشیہ ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی دیکھو) غور کرو قرآن ہے تو آسمانی کتاب مگر لوگوں کے سمجھانے کو اتری ہے اور بہت سی باتیں لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں جیسے حالات بعد مرگ یا مثلاً خدا کی ذات و صفات کا علم تفصیلی یا روح کی ماہیت وغیرہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اس میں ایک طرح کی روح ہے جو ابدالآباد تک باقی رہے گی بات بات میں کھڑ پیچ نکالنا اور اپنی عقل سے وہ کام لینا جسکے سرانجام کی اس میں صلاحیت نہیں گمراہی کی علامت ہے یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں اس قسم کی گمراہی

بقیہ صفحہ ۱۲)
مسلسل تبدیلیوں کی تاریخی سند نہیں رکھتا اس لئے یہ دونوں اپنی قدیم بحی اور واقعی داستانوں عمدہ اور معقول افسانوں کو پیوند نماکر چکے یہی وجہ ہے کہ اب بات بات پر قیاسات کی گھڑ دوڑ ہوتی رہتی ہے بس اس طویل بحث سے یہی موزخانہ قیاس یہی ہو سکتا ہے کہ چوہان کی پیدائش اگن کنڈ سے نہیں ہوئی بلکہ وہ آریہ نسل کا ایک مشہور اور بہادر راجہ تھا کہ برہمنوں کے دشمنوں پر غالب آیا اور برہمنوں نے اس شکر گذاری میں چوہان کی تعریف کے یہ بلند بے باندھ دیئے ہوں کہ اسکی جرأت و شجاعت کے سامنے دوسری مخلوق انسانی کی کوئی ہستی نہیں وہ تو متبرک دھکتی ہوئی آگ سے پیدا ہوا کون ہو سکتا ہے وہ جو اس کی طرح دھکتی آگ میں تپتا رہے اور برہمن دھرم کی اشتتی یعنی ستائش و نیائش کے منتروں کے پڑھے جانیکا مستحق ہو اور دیوتاؤں کی پوجا کے بعد ہوم کے سجانے کی شان رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ فاضل مؤرخوں کی رائے ہے کہ گوتم بدھ کے مذہب نے سنسکرت کے دین آئین سب بدل دیئے تھے جس سے برہمنوں کے گیتانے

(بقیہ صفحہ ۱۴)

کثرت سے دیکھی جاتی ہے اور دین کے اعتبار سے یہ حالت بڑی خطرناک ہے" اس میں کوئی شک نہیں کہ کارخانہ قدرت کے متعلق فلسفیانہ خیالات کا دماغ میں رکھنا گمراہی کی علامت ہے کبھی کوئی فلسفی یقین کے ساتھ کارخانہ قدرت میں کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا ترجمہ آیت قرآن "اللہ ہی[لہ] نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اس کا عرش پانی پر تھا اس نے دنیا کو اس غرض سے پیدا کیا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں بہتر عمل کرنیوالے کون ہیں" ترجمہ آیات قرآنی "اور ہم[لہ] نے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھکر) کھنکھن بولنے لگتا ہے آدم کو پیدا کیا اور ہم جنات کو (آدم سے بھی) پہلے لطیف گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ اور (اے پیغمبر اس وقت کو یاد کرو) جبکہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے (اور سڑے ہوئے گارے سے جو (سوکھ کر) کھنکھن بولنے لگتا ہے ایک بشر کو پیدا کرنیوالا ہوں تو جب میں اسکو پورا بنا چکوں اور اسمیں اپنی (طرف سے) روح پھونک دوں تو تم اسکے آگے سربسجود گر پڑنا چنانچہ تمام فرشتے (آدم کے سامنے) سربسجود ہوگئے مگر ابلیس کہ اس[لہ] نے سجدہ کرنیوالوں کے شمول سے انکار کیا اپنی روح[لہ] سے مراد ہے اپنی پیدا کی ہوئی اور روح انسانی کے مرتبے کے لحاظ سے اسکو اپنی طرف منسوب کیا" ترجمہ آیت قرآن "لوگو![لہ] اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو تنِ واحد (یعنی آدم) سے پیدا کیا اور وہ (اس طرح پر کہ پہلے) اس سے اس کی بی بی (حوّا) کو پیدا کیا اور ان دو (میاں بی بی) سے بہت سے مرد و عورت (دنیا میں پھیلا دیئے) "ترجمہ

لہ پ۱۲ سورہ ہود رکوع ۱ - لہ پ۱۴ سورۃ الحجر رکوع ۳ ۱۲ منہ لہ جو لوگ خلقت آدم اور ابلیس پر فلسفیانہ نظر ڈالنا چاہتے ہیں

بقیہ صفحہ ۱۳

تقریباً نیست و نابود ہوگئے تھے بہرحال بدھ کی زبان سنسکرت پر دھاک بٹھادی تھی ہر جگہ بدھ کے نئے کتب خانے سج گئے تھے برہمنوں کا تعلیمی چراغ ٹمٹماتا رہ گیا تھا بدھ کا یہ اثر ہندوستان میں ہزار سال تک رہا اس کے بعد ہندوؤں نے اپنے قدیم مذہب کی بنیاد ڈالی جسکو تقریباً ایکہزار چھ سو برس سے کسیقدر زیادہ زمانہ گذرا اور یہی ہندوؤں کا عہد جدید کہلاتا ہے ہندوؤں کے اس دور جدید میں بہت سے مشہور راجہ گذرے لیکن ان میں سب سے عظیم المرتبہ راجہ بکرم یا بکرماجیت چندر گپت گذرا جسکا لقب وکرما دتیہ یعنی آفتاب حکومت تھا اسکا پایۂ تخت شہر اجین ملک مالوے میں تھا چندر گپت کے زمانہ سے پیشتر سکا یا تھین قومیں جو شمالی مغربی ملکوں سے ہندوستان میں آئی تھیں جنوب مغربی علاقوں پر حکومت کرتی تھیں بکرماجیت چندر گپت نے انہیں مغلوب کر کے سکاری یعنی قاتل سکا کا لقب اختیار کیا بعض فاضلوں کی رائے ہے کہ بڑے عظیم المرتبہ بکرم کو پندرہ سو سال گذر چکے ہیں اس کا نام چندر گپت

آیہ کریمہ" اور ہم[۵۱] نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا اور پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اسکو (گویا بالکل) دوسری مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے جو (سب) بنانیوالوں میں بہتر (بنانیوالا) ہے۔

خِلقتِ آدمؑ پر محقق عالمانہ رائے

انسانی[۵۲] آفرینش کا سلسلہ یہ ہے کہ پہلے کچھ نہ تھا پھر خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے مٹی میں تصرف کیا کہ اس سے روئیدگی پیدا ہوئی اور مٹی سے ایک انسان کا پتلا بنایا اور روئیدگی زمین کو اسکی غذا قرار دیا اس غذا سے بعد تصرفات ہضم وغیرہ نطفہ پیدا ہوا اس سے سلسلہ توالد و تناسل چلا اس کے بعد اندھیرا ہے جسمیں ہم بدون نور وحی کے نہیں چل سکتے وحی ہمکو یہ بتاتی ہے کہ بعد مرگ بھی ایک طرح کی ہستی ہوگی اور ہمارا دل بھی اس ہستی کے ہونے کو قبول کرتا ہے اس ہستی کے تفصیلی حالات کا ہمکو ذاتی علم نہیں سلسلہ آفرینش قرآن میں جا بجا بیان ہوا ہے کہیں ابتدا اسے لیا گیا ہے جبکہ زمین و آسمان کچھ بھی نہ تھا کہیں مٹی سے شروع کیا ہے کہیں نطفے سے اگر ابتدا سے لو تو انسان کا داخل اموات ہونا بھی اس اعتبار سے ہے کہ وہ عدم محض تھا اگر مٹی سے لو تو وہ بے جان محض تھا پس یہ انقلابات

دوم تھا وکرمادیتہ تو اسکا صرف لقب تھا اور اسی کو مہاراجگان گپت کہتے ہیں جو سارے ہندوستان پر حکمران تھا اب ہندوؤں کے اس عہد جدید کے بعد راجپوتوں کا زمانہ آیا اور سارے ہندوستان میں راجپوت راجہ حکومت کرنے لگے راجپوت کے معنی راجاؤں کے بیٹے کے ہیں ان راجپوتوں میں سے بعض تو ان کھتری راج کماروں کی نسل سے تھے جو آریا تھے اور بعض ان راجگان کی اولاد میں سے تھے جو آریوں کے بعد شمال کی طرف سے آئے تھے اور ہندوستان میں بس گئے تھے اور صدیوں ہندوستان میں رہنے کے بعد ہندو بن گئے تھے۔ قدیم زمانہ کے کھتریوں کی طرح بعد کے زمانہ کے راجپوت قوم ہندوؤں میں سے جدا اور ممتاز ہی کیونکہ وہ بھی شاہی نسل سے تھے جنگجوئی اور حکمرانی سب راجپوتوں کا کام تھا ۱۲ منہ

[۵۰] پ[۱] سورہ مومن رکوع ۱۰ - ۱۲ منہ [۵۲] منجانب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب اور پڑھیں پارہ ۲۱ سورہ سجدہ رکوع ۱۔ پارہ ۲۲ سورۃ فاطر رکوع ۲

جو انسان کی حالت میں ہوتے اور آگے ہونیوالے ہیں اور جن کی تصدیق لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے ہوتی ہے تمہارے قصد اور ارادہ سے تو نہیں ہوتے پس جس نے یہ تصرفات کئے وہی خدا ہے جسکا انکار تم کر نہیں سکتے مبہم اور مشتبہ باتوں کے درپے ہونا مذہب کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے معلوم ہے کہ کارخانہ عالم کو خدا نے آب و باد و خاک و آتش چار عناصر مختلف طبائع سے بنایا ہے اور ایک وقت خاص تک عناصر میں اختلاط و انتظام رہتا ہے پس جو نسبت عناصر میں رکھی گئی ہے اس میں ایک وقت خاص تک کمی وبیشی نہیں ہونے پاتی ورنہ وہ مخلوق جو عناصر سے مرکب ہے اپنی حالت پر قائم نہ رہے مثلاً مخلوقات میں سے ہم ایک انسان کو لیتے ہیں جس کی نسبت سعدیؒ نے اس مضمون کو عمدہ طور پر ادا کیا ہے ؎

قطعہ

چار طبع مخالف و سرکش	چند روزے بوند باہم خوش

چار طبعیتیں ایک دوسرے کی مخالف اور نفرت کرنیوالی ۔ چند روز آپس میں خوش اور ملی جلی رہتی ہیں۔

گر یکے زیں چہار شد غالب	جان شیریں برآید از قالب

اگر ان چاروں خلطوں میں سے کوئی غالب ہو ۔ تو جان شیریں تن سے نکل جائے۔

(ظاہر ہے کہ پانی آگ کی ضد ہے یعنی مخالف اور اسی طرح پر باد یعنی ہوا مخالف خاک ہے وہ فلسفی جو مذہب کے قائل نہیں غور کریں) تو عناصر میں عدل و انصاف کا یہ پیرایہ پائیں گے کہ انکی باہمی نسبت کو ایک وقت خاص تک نہ بدلنے دیا جائے۔

چنانچہ یہ حالت عالم کے ذرّے ذرّے میں دیکھی جاتی ہے اور بقائے عالم اسی نسبت کے باقی رہنے پر موقوف ہے یا اس مضمون کو ہم انسانوں کی دوسری حالت پر منطبق کرتے ہیں کہ ان میں باہم عداوتیں ہیں زور و ظلم ہے فساد ہے اور اگر خدا اقوام عالم کو زیر و زبر نہ کرتا رہے

(بقیہ صفحہ ۱۵) میں بھی حضرت آدم کی پیدائش کا ذکر ہے اور پارہ اول سورہ بقر رکوع ۴ میں آدم علیہ السلام کا مع اپنی بیوی کے بہشت سے نکلنے اور درخت گندم کا ذکر کہ جس کے نہ چھونے کی بابت باری تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو ہدایت فرمائی تھی ۱۲ منہ

تو یہ سب آپس ہیں کٹ مریں قرآن مجید میں یہ آیا ہے" ۔ اگر خدا بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک (کا انتظام) درہم برہم ہوجائے لیکن اللہ دُنیا کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے" بقاءِ عالم کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر قبولیت دین ہے اگرچہ ظاہر میں حکّام دنیا کا انتظام کرتے ہیں مگر انتظام عالم میں بڑا دخل مذہب کو ہے مذہب لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر اثر ڈالتا ہے جو حکّام کی دسترس سے بالکل خارج ہے یعنی قانون دُنیا تو مرض کے پیدا ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرتا ہے اور قانون مذہب جو سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہے سرے سے مرض کے پیدا ہونیکو روکتا ہے۔

(۲) دوسرا باب

قوم کی تعریف اور راجہ موٹے رائے کے نسب اور اسکے بیٹوں کے واقعات کے بیان میں

یہ ظاہر ہے کہ برادری کے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں سے ملکر ایک جماعت بنتی ہے پھر اسی طرح پر دو یا اس سے زیادہ جماعتوں کے اجتماع سے ایک قوم بنجاتی ہے اور اسی قوم کے چند گھروں کے مجموعے کا نام بستی یا گاؤں وغیرہ ہوتا ہے پھر انہیں چند بستیوں کے مجموعے سے ایک خطے یا ملک کی بنیاد پڑتی ہے عموماً قوم کی بہتر اور مضبوط بنیاد حکومت پر ہوا کرتی ہے اگر حکومت نہ ہو تو خود اس قوم کی قوت پر ہوتی ہے اور قوت اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ قوم آپس میں متفق اور متحد ہو اور اس کے ستون پائیدار ہوں ستون سے مراد قوم کے ذی فہم اور ممتاز افراد ہیں ملحوظ خاطر رہے کہ قومیں مرتی بھی ہیں اور بستر مرگ پر سسکتی بھی ہیں تندرست بھی ہوتی ہیں اور انکے تن بیجان میں دوبارہ جان بھی پڑتی ہے مرتی وہی ہیں جو بے ستون ہونیکے سوا اپنے اسلاف کے نمایاں کارناموں سے محروم اور مذہبی فرائض سے ناآشنا ہوتی ہیں اور ساتھ ہی تاریخ انکی بنکر بگڑ جانیوالی شان دکھانے سے معذور ہوتی ہے ۔ زندہ وہی ہوتی ہیں جو محض خدا پر بھروسہ کرکے اپنے بزرگوں کی زندگانی کی نمایاں خصوصیات کے ڈھیر اور حقیقی اوصاف وخوبیوں کے تودوں کو پیش نظر رکھتی ہوں اور وہ اولوالعزمی کی روح کو باقی رکھتے ہوئے اسکی سچی قدر

کرتی ہوں یعنی اسکے اخلاق ان کی سی متانت و سنجیدگی گرمی و حرارت ان کے سے علوم و فنون مدارج و مراتب پیدا کرنے کی جد و جہد میں مصروف ہوں گو انکے قدم یاس و ہراس کی راہ میں ڈگمگاتے ہوں تاہم وہ ایک نہ ایک دن ضرور زندہ اور سربلند ہوکے رہیں گی ؎

اُبھکے گا پائے استقلال پر کامیابی کا	جو ہمت ہو تو کچھ مشکل نہیں بگڑی کا بنجانا

ایک مورخ کا قول ہے کہ جو قوم مرنا چاہتی ہے یا جو مر کر نمایاں شکل میں اپنی زندگی کا ثبوت دسکتی ہے وہی زندہ ہے اور اسی میں زندگی ہے۔ یہ تو ایک مختصر تمہید قوموں کے مرنے اور جینے کی تھی۔ اب میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس قوم کی نئے رنگ سے تاریخی تصویر کھینچنا شروع کردوں جسکا مقصود یہ تاریخ ہے۔ گو وہ اسوقت رسم و رواج کے عوارض اور امراض سے جان بلب ہے اسکی حکومتیں چھن گئیں عام باہمی اتفاق زائل ہوگیا گرمی جاتی رہی اور وہ علوم و فنون سے بھی محروم ہوگئی اب صرف اس کا ایک لقب قوم قوام خانی یا قیام خانی یا قائم خانی باقی رہ گیا اور وہ ملک راجپوتانہ خاصکر شیخاواٹی میں جو اس کا سرچشمہ ہے زیادہ پایا جاتا ہے اس کا مذہب سنت والجماعت ہے اور وہ تعداد میں تقریبًا (ایک لاکھ[1]) افراد پر مشتمل ہے علاوہ ملک راجپوتانے کے اس وقت یہ قوم ضلع حصار و رہتک اور دیگر علاقہ جات انگریزی میں بھی خال خال آباد ہے اور حیدرآباد دکن میں بھی اسکی بیشتر نسلیں بستی ہیں اگرچہ ان سب کے آباؤ اجداد نے ملک شیخاواٹی راجپوتانے میں جنم لیا تھا جہاں انکی خود مختار ریاستیں بھی تھیں لیکن جبکہ گردش زمانے کے ہاتھوں ریاستیں جاتی رہیں اور زوال نے متنزلزل کردیا تو ان میں سے بعض تلاش معاش اور بعض قسمت آزمائی کے لئے وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مذکورہ بالا مقامات میں پھیل گئے جنکی نسلیں انہیں علاقوں میں رہنے سہنے لگیں ان میں سے بعض افراد کا سلسلہ محبت والفت کا ابھی تک اصلی وطن سے اسی طرح پر قائم ہے جسطرح پر ایک محبِ وطن کا ہوا کرتا ہے سچ ہے ؎

حُبِّ وطن از ملکِ سلیمان خوشتر	خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد	می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

ترجمہ۔ اپنے وطن کی محبت ملک سلیمان سے زیادہ اچھی ہے۔ اور اپنے وطن کا کانٹا چنبیلی اور ناز بو

[1] یہ تعداد مردوں عورتوں کی مگر ہی زین الدین جیرالدین خان کی اولاد بھی اسکی شامل ہے جو قائمخانی کے لقب سے مشہور ہیں نیز مکانات کی تعداد ۰ ہزار بتلائی جاتی ہے ۱۲

کی بھینی بھینی خوشبو سے بھی اچھا ہے۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام مصر میں بادشاہی کرتے ہوئے اپنے وطن کنعان کی گدائی کو ترجیح دیتے تھے۔

گو اسوقت عملاً و مقابلتہً دیگر اقوام کے یہ ایک درماندہ اور بے حکومت قوم ہے پھر بھی جب کسی مورخ یا سیاح کا گذر اس ریگستانی علاقے راجپوتانے سے ہوتا ہے تو مسلم قوموں میں سب سے پہلے اسکی تاریخی نظر اسی قوم کے حالات اور اوصاف پر پڑتی ہے جسکی تفصیل اگلے صفحوں میں موقع بموقع ملے گی اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ دنیا میں کبھی کسی قوم کو اختصارِ قلت تعداد کے سبب سے بیچارگی اور مایوسی کے عالم میں نہ جانا چاہیے کیونکہ بہت سی قدیم اور تازہ مثالیں ابتک موجود ہیں کہ قلت کثرت پر غالب رہی اور اسکے اصول ترقی کثرت کے مقابلے میں کامیاب رہے ہیں اپنے طویل اور وسیع تجربے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس روشن زمانہ میں بھی ہندوستان کے معمولی اور متوسط طبقوں میں ابتک قدیم دستور کی طرح عجیب عجیب مبالغہ آمیز قومی کہانیوں کے سُننے اور پسند کرنے کی رسم ترقی پر ہے اور ہر خاندان اپنی ناموری کیلئے زندگی کا ویسا ہی نظام قائم کیا چاہتا ہے گو وہ بے معنی کیوں نہو مگر اس سے شہرت کا رشتہ جوڑنا اس کا دلی مقصود ہوتا ہے اس وقت اسی صورت کی مورت میرے پیش نظر ہے اور اسکو اکثر مصنفوں نے تاریخی خامہ سے آراستہ بھی کیا ہے لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کبھی تاریخی مقاصد کی صحیح ترجمانی نہیں کرسکتے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اصلی فضائے تاریخی میں گامزن ہوں اور تاریخ دوست اصحاب کو بھی اس پر معترض ہونے دوں کہ راجہ موٹے رائے اور اسکے آبا و اجداد کو پیوند خاک ہوئے تو صدیاں گذر جائیں اور انکے حالات بجنسہٖ باقی رہجائیں اور اس صورت میں کہ انکی کوئی مستند تاریخ بھی موجود نہو اس میں شک نہیں کہ جب بساط فلک کی ترتیب اور رنگ آرائیوں میں ہی تغیرات موجود ہیں تو انسانی ہستی جو درحقیقت ایک ضعیف اور زود فانی ہستی ہے کبھی گردش زمانہ کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور نہ اس کے مختصر الحالات امور زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتے ہیں بجز انکے جو وقتاً فوقتاً قلمبند ہوتے رہے ہوں اور نسلاً بعد نسل تحفظ اور احتیاط کے ہاتھوں منتقل ہوتے آئے ہوں۔ اور ان سے سرسید احمد خاں مرحوم

جیسے مورخ کامل کی ایسی رائے بھی یقین کرنے کے لیے موجود اور متعلق ہو۔ ہندوؤں کے ہاں مہابھارت کے بعد کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور اسی سبب سے اگلے راجاؤں کا حال نہیں پایا جاتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ ہر ایک خاندان کا بھاٹ اور جگا ہوتا تھا اور وہی اس خاندان کے حال اور نسب سے واقفیت رکھتا تھا اور اس خاندان کا سلسلہ اپنی پوتھیوں میں لکھ رکھتا تھا اور جو کچھ حادثات ہوتے تھے وہ بھی اس پوتھی میں داخل ہوتے تھے یہ دستور اب تک قائم ہے ہندوستان کے جتنے قدیم زمیندار اور راجہ ہیں سب کے خاندان کے بھاٹ اور جگے اب تک موجود ہیں اور یہی دستور ملک فارس میں تھا کیونکہ شاہنامہ میں جہاں مذکور آتا ہے کہ دہقان کہن سال نے یہ بات کہی اس سے وہی بھاٹ اور جگے مراد ہیں۔ یہ دستور کچھ ایشیا ہی تک محدود نہ تھا بلکہ یورپ میں بھی یہی رواج تھا کوئی مکمل تاریخ نہ تھی بلکہ ہر خاندان کا ایک بھاٹ ہوتا تھا جس کو انگریزی میں Bard بارڈ کہتے تھے یہ بارڈ شادی اور موت کے موقعوں پر آتا رہتا۔ اور خاندانی گیت گاتا تھا جنکو لیز کہتے تھے چنانچہ پرانے رومی زمانہ کے یہ لیز اب بھی موجود ہیں جنکو لارڈ میکولے Macaulay نے جمع کیا ہے۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ دنیا بھر میں ایک ہی طریقہ جاری تھا" اس قیمتی تصریح اور تبصرہ کے ظاہر کرنے سے صرف میرا مطلب یہی ہے کہ راجہ موٹے رائے کے خاندان کے جگے بھی اب تک موجود ہیں جنکی بہی اور پوتھیوں سے یہ پتہ لگتا ہے کہ موٹے رائے کی راجدھانی دوریرہ تھی جسکو بعضوں نے دودیوا بھی لکھا ہے یہ مقام اجڑے دیار کی طرح حصار سے گوشہ مغرب وجنوب میں ۳۲ بتیس کوس کے فاصلہ پر راجگڑھ علاقہ بیکانیر سے تین کوس مغرب کی طرف ہے یہاں پر ٹھاکر کی راجدھانی ہے اور سرکاری تھانہ بھی موجود ہے۔ پرانے زمانہ کا ایک قلعہ بھی موجود ہے جو اسوقت منہدم ہوچکا ہے جسکے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ خاص وعام کا بیان ہے کہ یہ نشان موٹے رائے کے زمانہ کے ہیں راجپوتوں میں سورج بنسی چندر بنسی اور اگن کنڈی تین مشہور خاندان ہیں اگن کنڈی تیسرا ہندو راجاؤں کا وہ مشہور چوہان خاندان ہے جس سے ہندوستان میں بڑے بڑے راجہ

لہ دیکھئے تاریخ سلسلۃ الملوک ۱۲

ہو گذرے ہیں سب سے آخری راجہ پرتھی راج ہوا ہے جسکو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں رائے پتھورا نے جس دھوم دھام سے دہلی اور اجمیر پر سلطنت کی اس سے ہندوستان کی تاریخیں پُر ہیں خاندانی عظمت کے علاوہ پرتھی راج کی ذاتی شجاعت کے کارنامے بھی ہندوستان میں ضرب المثل ہیں پرتھی راج کی زندگی کا خاتمہ محمدؐ غوری کے ہاتھوں ۵۸۸ھ م ۱۱۹۳ء میں ہوا راجہ موٹے رائے بھی اسی راجپوت چوہان خاندان سے ہوا ہے جس کے باپ کا نام راجہ بھن پال تھا بھن پال کے باپ کا نام راجہ رائے پال اور اس کے باپ کا نام پدراج تھا اسی طرح پرانکے خاندانی بھگے راجہ پدراج کے سلسلہ نسب کو نام بنام آنا دیو بیل راجہ اجمیر و دہلی سے ملاتے ہوئے اگنی کنڈ تک پہنچے ہیں اور انہیں کی تحریروں سے پایا جاتا ہے کہ موٹے رائے کے چھ بیٹے[۱۵] تھے جن میں سے تین بڑے بیٹوں کے نام ہم آغوش اسلام ہونے سے پہلے یہ تھے فرزند اول جے چند۔ دوم جے سنگھ۔ سوم کرم سنگھ ان سب کی پرورش قانون قدرت کے مطابق ددریرے میں ہوئی اس کے بعد جگے یعنی وقائع نگار ان کے دور ابتدائی کا اس سے زیادہ پتہ نہیں دیسکتے کہ "جب یہ تینوں بھائی جوان ہوئے تو برضا و رغبت مسلمان ہو گئے اور تبدیل مذہب کے ساتھ ہی ناموں میں بھی اس طرح پر تبدیلی ہوئی کہ جے چند۔ زین الدین خان۔ جے سنگھ جبرالدین خاں کرم سنگھ قائم خان کے نام سے موسوم ہوگئے اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان پر سلطان فیروز شاہ تغلق حکمران تھا اور بحکم سلطان فیروز شاہ قائم خان حصار فیروزہ کے صوبہ دار (گورنر) ہو چکے تھے زین الدین خاں اور جبرالدین خان بھی مناصب اعلیٰ پر پہنچ چکے تھے"

---

[۱۵] دوسرے تین بیٹوں کے نام جو اپنے آبائی ہندو مذہب پر قائم رہے یہ ہیں جگمال سنگھ، جس کرن، بھوج راج۔ ان میں کہ جگمال کی اولاد بیری علاقہ سیکر میں بستی ہے جو تعداد میں ۲۰۰ دو سو کے لگ بھگ ہے اور جس کرن اور بھوج راج کی نسل بھی اسی کے لگ بھگ موضع سوئی بائی علاقہ سندہ میں جوامر کوٹ کے قریب آباد ہے اور وہ ابھی تک اسی ہندو مذہب کے پیرو ہے اور موٹے رائے کی شادی رائے نرداس کچھی راجپوت فرمانروائے جائل کی دختر کنول دیوی سے ہونا جگوں کی تحریرات سے ثابت ہے یہ جائل اب علاقہ جودھپور میں واقع ہے جو ناگور سے ۱۲ بارہ کوس کے فاصلہ پر مشرق میں ہے کہتے ہیں کہ یہاں ابتک کچھی راجپوت آباد ہیں انکے قبضے میں بطور جاگیر بہت سی زمینیں بھی ہیں لیکن اب وہ خود مختار نہیں ہیں بلکہ راجہ جودھپور کو خراج دیتے ہیں مگر جائل میں ہنوز

(بقیہ صہ ۲۲)

یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۰۹ھ ۱۳۱۰ء میں پیدا ہوا اور ۷۵۲ھ ۱۳۵۱ء میں تخت پر بیٹھا اب میں ان حالات سے صرف یہی نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ زین الدین خان وجبرالدین خان اور قائم خاں کو ابتک دولت ایمان سے مالامال ہوکر تقریباً پانسو تہتر برس ہوئے ہونگے گو تاریخی رائے عامہ ہمیشہ اس کے مخالف رہی ہے کہ ایسے اولوالعزم اور بہادروں کے حالات پر کبھی قیاسات کو وسعت نہ دی جائے بلکہ جہانتک ممکن ہو ان کی تمام اجتماعی خصوصیات صحیح طور پر بیان کیجائیں جن میں مذہب عادتیں رسوم اور وقتی عروج وتنزل شامل ہوں شروع ہی سے یہ خیال میرے مدنظر رہا لیکن ہر اہل مذاق کو معلوم ہے کہ زمانے کی روح اضطراب اور تغیرات سے پُر ہے اور یہی کیفیت انسانی حافظے کی ہے اگر ناظرین غور کریں تو کل کی بات میں کبھی آج کی سی تازہ یاد نہ پائینگے جبکہ کل اور آج کی ہی یاد میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو صدیوں کے واقعات میں بے شمار تمادیوں کا عارض اور فراموشیوں کا پیدا ہونا یقینی ہے بعینہ اسیطرح میرا یہ میدان بھی جسکے طے کرنے کا میں نے ارادہ کیا ہے نہایت پُر پیچ اور دشوار گذار ہے اور اسکی منزل منزل میں ان اولوالعزموں خاصکر قائم خاں کے دلچسپ اور حیرت انگیز افسانے میرے استقبال کے لئے دوش بدوش کھڑے ہیں اور انکی آرزوئیں یہی ہیں کہ میں بھی دوسروں کی طرح تائید و تعریف کرتا ہوا اس میدان کو گرمجوشی سے طے کر جاؤں کبھی کسی خیال وقیاس کو امر واقعہ کی طرف نہ لیجاؤں لیکن ساتھ ہی حق وانصاف اس کا متقاضی ہے کہ اصول واستدلال سے سچی اور سیدھی راہ تلاش کرنی چاہئے خیال وقیاس سے بھی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے کام لینا چاہئے گو میری یہ تمہید بظاہر بیڈھنگی معلوم ہو لیکن میرے اصلی مقصد کے عین مطابق ہے اب ناظرین نواب قائم خاں کے ان افسانوں کو ملاحظہ فرمائیں جنکو بعض مصنف خالی الذہن ہو کر لکھ گئے ہیں اگرچہ انھوں نے تعریف و توصیف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا مگر سب نہیں تو اکثر ان میں بے سروپا ضرور ہیں حسن الدین خاموش تاریخ انقلاب کے بیان کردہ[۱] افسانوں کا اقتباس حسب ذیل ہے ۱۳۶۷ء م سمت ۱۴۲۳ بکرمی کاتک مہینے کی دوپہر تھی شہنشاہ

(بقیہ صفحہ ۲۱) انکی حکومت اور قدیم عمارتوں کے ابتک دھندلے نشانات باقی ہیں ۲۱ منہ سلہ[۱] یہ تاریخ انقلاب

(بقیہ برصفحہ ۲۳)

دہلی فیروز شاہ قصبہ حصار سے شکار کھیلتا ہوا اپنے ہمرکاب سواروں سے الگ ہو کر مع اپنے
وزیر اعظم سید ناصر ایک سنسان اور وحشت ناک مقام میں گذرا اس نے ایک درخت کے سایہ
تلے قائم خان کو کپڑا اوڑھے بےخبر سوتے پایا اس کا گھوڑا بھی کسا کسایا باگ ڈور سے اسی درخت سے
بندھا ہوا تھا سورج ڈھل گیا تھا لیکن درخت قائم خان پر برابر سایہ فگن تھا اس کشف و
کرامت پر فیروز شاہ نے استعجاب کی نگاہوں سے دیکھا اور اپنے وزیر اعظم سید ناصر
کو حکم دیا کہ اسکو جگاؤ اور دریافت کرو کہ کون ہے سید ناصر نے قائم خان کو جگایا تو معلوم
ہوا کہ وہ طفل نوخیز ہے باوجود اسکے قائم خان نے ادب اور سنجیدگی سے اپنی سرگذشت
یوں بیان کی کہ میں اپنے باپ موٹے رائے کی راجدھانی دوریرے سے بغرض سیر و
شکار نکلا تھا اتفاقاً رستہ بھول گیا اور بھٹکتا ہوا یہاں آ پہنچا راہ کی تکان کے باعث
اس درخت کے نیچے سو گیا تھا قائم خان کی اس سیدھی سادھی پُر درد گفتگو سے فیروز شاہ
اور بھی متاثر ہوا اور سید ناصر کو حکم دیا کہ اس ہونہار لڑکے کو ساتھ ہی حصار لے چلو
جب شہنشاہ مراجعت فرمائے حصار ہوا تو موٹے رائے کو بھی دوریرے سے طلب
فرمالیا اور اس سے یوں ہمکلام ہوا کہ ما بدولت تمہارے فرزند کرم سنگھ کو ظل ہمایوں
میں رکھنا پسند کرتے ہیں موٹے رائے نے عرض کی کہ یہ مجھے بدل و جان منظور ہے
اسکے بعد بموجب حکم شاہی قائم خان کی علمی ادبی پیاس پیمانہ اور عالمانہ تعلیم کا پیمانہ سید ناصر وزیر اعظم
کی سرپرستی میں لبریز ہوا اور ۷۸۶ھ میں قائم خان نے بخوشی دین فطرت اسلام
قبول کرلیا اسلامی نام قائم خان رکھا گیا گو سید ناصر کے بارہ بیٹے تھے تاہم سید کی دلی
محبت قائم خان پر روزافزوں رہی ایک دن طالب علمی کے زمانہ میں قائم خان اور سید ناصر کے بیٹوں
میں طفلانہ رنجش پیدا ہوئی جس کی وجہ سے قائم خان مکان سے نکل کر اس لب چشمہ پر پہنچا
جہاں حضرت قطب الاقطاب شیخ نورالدین خلیفہ اعظم حضرت گنج شکر تشریف رکھتے تھے حضرت نے
بڑے پیار سے حال دریافت کیا اور ہر طرح سے تسلی دیکر ترقی عمر کی دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا
کہ تو صاحب منصب اور مالک حصار بھی ہوگا جب سید ناصر بیمار پڑے تو بادشاہ

(بقیہ صفحہ ۲۳) معروف بہ قائم خانی (۲۲ ۳۳ ۲) کی تعداد میں ۱۹۰۲ء مطبع جاب پرنٹنگ پریس اجمیر میں طبع ہوئی ۱۲ منہ

سے عرض کی کہ سلطنت کی اہم ذمہ واریوں کے انجام دینے کے لئے قائم خان سے بہتر
مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اس لئے میری رائے ہے کہ جہاں پناہ میرے مرنے کے بعد
قائم خان کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمائیں بادشاہ نے سید ناصر کی رائے سے اتفاق
کیا انجام کار سید ناصر کی وفات کے بعد بادشاہ نے ۸۶۶ھ میں قائم خان کو عہدہ وزارت
سے سرفراز فرمادیا اسکے بعد جاگیر حصار کی تقسیم میں سید ناصر کے بیٹے اٹھ بیٹھے اور قائم خان
بھی اس بنا پر دعویدار ہوگئے کہ سید مرحوم کی صاف وصریح وصیت میرے لئے موجود
ہے جسکے تصفیہ کے لئے یہ تجویز ٹھیری کہ فرداً فرداً سب کی طاقت کی آزمائش ہو اور جو
معرکہ آزمائش میں غالب آئے وہی حصار کا مالک و مختار ہوجائے اس لئے ہر ایک
نے یکے بعد دیگرے سید ناصر کی ڈھال تلوار زرہ بکتر کے اٹھانے میں زور لگایا مگر
قائم خان کے سوا اسکو کوئی نہ اٹھا سکا تب قائم خان جاگیر حصار کے مالک ہوگئے گو اہل ذوق
اس افسانے سے تنگ آگئے ہونگے کیونکہ اس کی صورت اور سیرت دونوں ہی ایسی
بھونڈی ہیں کہ کہیں بھی انکے کسی نقطہ تاریخ پر خیال نہیں جمتا لیکن ان روایات کے
موضوع پر بحث کرنے کیلئے مجھے اسکی ضرورت تھی کہ میں اسکو پہلے ہر پہلو اور حیثیت سے
دکھادوں اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس افسانے کی قلمی تصویر حسن الدین خاموش کی تالیف
انقلاب قائم خانی سے دو سو نو دسال پہلے ۱۰۳۴ھ میں قیام راسے[۵۱] میں کھینچ چکی جس کو
۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں حضرت نجم الدین صاحب جھنجنوی نے فارسی میں آبدار بنا کر دکھائی اور
۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء مولف خان جہانی[۵۲] نے اور بھی مصنوعی رنگ سے رنگ دی جن کے
صریح نتائج یہی ہیں کہ کہیں تو قائم خاں ولی اور کہیں کم از کم ولی صفت ہوگئے اور شکار
میں کہیں سے کہیں دو جا پڑے اور آفتاب نے انکی ظاہری اور باطنی اوصاف کا اعتراف

---

[۵۱] قیام راسے کے مصنف نعمت خان فرزند نواب الف خان قیام خانی والی فتحپور ہے جنھوں نے سمت ۱۶۹۱ بکرمی ہندی
میں تصنیف کیا اور وہ غیر مطبوعہ صورت میں حضرت نجم الدین صاحب پیرزادہ جھنجنوی کے ہاتھ لگا جسکی بنا پر انھوں نے شجرۃ
السلمین تصنیف کی لیکن چھپنے کی نوبت نہ آئی [۵۲] نواب محمد خان المخاطب نواب دلاور نواز جنگ بہادر نے بمقام حیدرآباد دکن چند
انشاپردازوں سے ۱۲۵۹ھ ہجری میں تاریخ خان جہانی لکھوائی جو قلمی صورت میں ابتک موجود ہے ۱۲۰ منہ

کرلیا اور دیکھکر فیروز شاہ بھی دنگ رہ گئے اور حضرت قطب الاقطاب شیخ نورالدین بھی قائم خان کے شاندار مستقبل پر مبارک باد دینے لگے یہی نہیں بلکہ سیدنا صر وزیر اعظم باوجود بارہ بیٹوں کے کہتے رہے کہ قائم خان ہی سب سے زیادہ پرجوش شخصیت رکھتے ہیں چال چلن سے شان سپہگری خصلت اور وضع سے متانت اور وسیع النظری ٹپکتی ہے طرز کلام دلکش اور خیال تدبیر رس ہے پس وہی میرے گھر بار زر و زیور کے مالک و مختار اور وہی منصب وزارت کے موزوں ہیں وغیرہ وغیرہ شروع سے آخر تک خیالات کی بھرمار اور رنگ آمیزیوں کی بوچھاڑ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔

	تا ثریا میرود دیوار کج	خشت اوّل چوں نہد معمار کج

ترجمہ ابتداس بنیاد کی اینٹ اگر معمار غلط اور ٹیڑھی رکھیگا۔ تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی ہی جائیگی۔

اس میں کلام نہیں کہ اس داستان کی بے ڈھب بنیاد مصنف قیام راسے کے ہاتھوں پڑی پھر دوسرے مؤلفوں نے نقاش نقش دوم بہتر کشد زاول کے مصداق ایسا کام کر دکھایا کہ ناظرین محو حیرت ہوگئے اور شاید اسوقت وہ یہ جانتے تھے کہ جو کچھ تاریخی سرمایہ وہ یہی ہے اگر درحقیقت انکے یہی خیالات تھے تو ایک حد تک درست ہوسکتے ہیں کیونکہ اب بھی وہ کافی سرمایہ ہم جیسی عام نظروں سے پوشیدہ ہے بایں ہمہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس پُرشان داستان کی افتاد بے سبب پڑی ہو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بہت کچھ تھا کیونکہ بلا آگ کے کبھی دھواں نہیں اُٹھتا۔ اور بغیر کسی وجود کے موجودات کا چرچا نہیں ہوتا مگر یہ خدا جانے کہ وہ کیا کچھ تھا اور پھر کیا سے کیا ہوگیا اب ناظرین اس روشن زمانہ کے مورخوں کی ان رائیوں کو ملاحظہ فرمائیں جو خصوصاً ایسے لاینحل اور شہرت پذیر عقدوں سے متعلق او دلچسپی پر ہیں فلسفہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے جو واقعات جسقدر زیادہ شہرت پکڑتے جاتے ہیں اسی قدر انکی صحت زیادہ مشتبہ ہو جاتی ہے دیوار قہقہہ۔ چاہ بابل۔ آب حیواں۔ مار ضحاک جام جم۔ سے بڑھکر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے لیکن کیا ان میں سے ایک بھی اصلیت سے علاقہ رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتے ہیں پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہے شہرت کی

عام بنا پر لوگ اس یقین کرتے چلے آتے ہیں اور کسی کو تنقید و تحقیق کا خیال تک نہیں آتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں جوان۔ بوڑھے بچّے سب وہی راگ گانے لگتے ہیں" دوسری رائے حقیقت میں جو الفاظ اور قصّے زبانوں پر چڑھ گئے سو چڑھ گئے اور وہ اکثر وقتوں کے انقلابوں سے بدلتے بدلتے ایسے ہو جاتے ہیں کہ بالکل پہچانے نہیں جاتے (ملہ) آٹھ پہر ایک جگہ رہنے سہنے سے بے ارادہ بھی ایک کی زبان سے دوسرے کے لفظ نکل جاتے ہیں اور آپس کی محبّت سے ایک دوسرے کے لفظ بھی پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ الفاظ کے علاوہ گیت۔ کہاوتیں۔ شعر زبانوں پر چڑھ جاتے ہیں اور سب سے بڑھکر وہی بات ہے کہ حضرت اقبال جس طرح فتحیابیوں کی تلواریں چمک دیتے ہیں اسی طرح گفتار ر رفتار وضع لباس بکل کاروبار کو ایسا چمکیلا اور خوشنما دکھاتے ہیں کہ وہی خاص و عام کو بھاتے ہیں اور خود بخود وہی باتیں مطابق عقل۔ وہی باتیں اصول تہذیب۔ وہی زیبا اور خوشنما۔ وہی شان و شکوہ بنکر مصلحت وقت نظر آتی ہیں اور وہ اسوقت غیر الفاظ کو فقط ادائے مطالب کا اوزار ہی نہیں سمجھتے بلکہ انہیں بول کر فخر کے چہرے چمکاتے ہیں" بحیثیت مجموعی مذکورہ بالا آرا سے یہی ظاہر ہے کہ کسی واقعہ کے خلاف قیاس شہرت کسی خاص وقتی سبب سے پیدا ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ زبانوں پر ایسی چڑھ جاتی ہے کہ جس سے حقیقی واقعہ اصلی مرکز سے ہٹکر پس پشت پڑ جاتا ہے پھر وہی خلاف قیاس شہرت یقینی واقعہ کی ایسی عظیم الشان نمائش گاہ بنجاتی ہے کہ خاص و عام کی نظریں اسی پر پڑنے لگتی ہیں اور وہ اصلی سبب تک پہنچنے سے بالکل عاجز رہجاتی ہیں یا یہ کہنا چاہئے کہ جب کسی انسان کا ستارہ اوج پر ہوتا ہے تو لوگ اسکے تمام کاروبار کا ایسا پُر تکلف نظارہ پیش کرتے ہیں کہ جسے دیکھکر خاص و عام محو حیرت ہو جاتے ہیں مختصر یہ کہ قائم خان کے ان افسانوں کے بزم و انجمن ہونے کے ہی کم و بیش یہی اسباب ہیں۔

لہ یہی وجہ ہے کہ نواب قائم خان کے افسانے غیر معمولی دلچسپی اور جدت سے پُر ہوتے رہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مؤلف کو ان کی اولاد سے ربط ضبط رہا ہے اور بہت عرصہ تک یکجائی کا اتفاق بھی ہوا ہے اسی لئے آپس کی محبت سے اچھی کہاوتیں انکی کہانیاں اچھی معلوم ہوتی رہیں ۱۲ منہ

سید ناصر اور نواب قائم خان کی داستان میں امور تنقیح طلب

(۱) آیا سید ناصر فیروز شاہ تغلق کے وزیر اعظم تھے؟ نہیں۔ سلطان فیروز شاہ کا وزیر اعظم قوام الملک خان جہان مقبول تھا یہ قوام الملک ایک شریف قوم کا ہندو تھا جسکا نام کنّو یا کنٹو تھا اور تلنگا میں رہا کرتا تھا وہاں سے راجہ تلنگاں کے ساتھ دہلی آ رہا تھا کہ راجہ راہ میں مر گیا جب قوام الملک دہلی میں پہنچا تو سلطان محمد تغلق کو نذر کی اور اسلام قبول کیا سلطان محمد تغلق نے اس کا نام مقبول رکھا پھر وہ درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا جب سلطان مرا تو وہ نائب وزیر ہوا اور پھر سلطان فیروز شاہ کا وزیر اعظم ہو گیا اور خان جہان کا خطاب پایا۔ یہ قوام الملک سکندر اعظم کے وزیر ارسطا طالیس جیسی تدبیر و عقل اور فہم و فراست رکھتا تھا جسطرح وہ سکندر کی سلطنت کے کاروبار چلاتا تھا اسیطرح قوام الملک فیروز شاہ کی سلطنت کا کام انجام دیتا تھا۔

(۲) آیا حصار سید ناصر کی جاگیر تھی۔ نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ شکار کا بڑا شائق تھا اس شغل میں اسکے کئی راز مضمر تھے جنمیں سے چند یہ تھے کہ اس سے ملک کی طبعی و سیاسی کیفیت اور رعایا کی اقتصادی اور معاشرتی حالت معلوم ہوتی تھی اور جہاں کہیں جو مقام سلطان کو پسند آ جاتا اُسکو آباد کرتا اور جہاں کوئی شکایت یا خرابی دیکھتا اُسکو رفع کرتا اور رعایا کی آسائش کیلئے تمام وسائل مہیا کر دیتا ملک کے شاداب اور سرسبز بنانے میں ہمہ تن مصروف رہتا ایک روز جب سلطان فیروز شاہ شکار کھیلتا ہوا اس مقام پر آیا جہاں اب حصار فیروزہ آباد ہے تو یہ مقام فیروز شاہ کو بہت پسند آیا اور اسی وقت ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء میں یہاں یہ شہر بسایا اور نام حصار فیروزہ رکھا پانی بہم پہنچانے کے لئے ایک نہر بھی کھدوائی جو اب تک موجود ہے اسکے سوا ملک میں جا بجا نہریں پھیلا دیں رعایا کے بعض ناپسندیدہ محصول معاف کر دیئے یہ امر ہمیشہ بطور یادگار رہے گا کہ فیروز شاہ کے زمانے میں رعایا کی خوشحالی میں بہت ترقی ہوئی۔

(۳) آیا سید ناصر اور سلطان فیروز شاہ کا کسی تاریخ یا روایت سے ایک ہی زمانے میں ہونا ثابت ہے۔ نہیں۔ کسی مستند تاریخ سے سید ناصر کا سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں ہونا پایا نہیں جاتا

ہاں سید امیر حسن کی اولاد میں جو اسوقت موضع بروالا ضلع حصار میں بستی ہے یہ روایت سینہ بسینہ چلی آتی ہے کہ سید ناصر نیشاپور میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام سید گیسو دراز تھا۔ سید ناصر کل چار بھائی تھے (۱) سید نعمت اللہ (۲) سید امیر حسن (۳) سید کریم اللہ چوتھے خود سید ناصر اول الذکر تینوں بھائی بادشاہ غور کی فوج میں خدمات جلیلہ پر مامور رہے۔

جبکہ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں ہندوستان پر چڑھائی کی تو سید ناصر کے وہ تینوں بھائی اسی فوج میں شامل ہو کر ہندوستان آئے اور ہانسی[۱] کی لڑائی میں مارے گئے ان تینوں کی قبریں ہانسی کے قلعہ کے اندر مشرق کی طرف ایک ہی سلسلے میں موجود ہیں خصوصاً سید نعمت اللہ ولی کے نام سے مشہور ہیں جب نیشاپور[۲] میں سید ناصر کو اپنے بھائیوں کے شہید ہونیکی اطلاع ملی تو وہ خود انکی بیوی بچوں کو لیکر ہندوستان میں آئے اور فاتحہ کی غرض سے ہانسی ہی گئے وہاں سے بروالے میں آکر ٹھہر گئے جب قطب الدین ایبک کو سید ناصر کے بروالے میں اقامت گزین ہونیکی خبر ملی تو انکو اپنے پاس کسی بڑے عہدے پر مامور کرنے کیلئے بلوایا۔ سید ناصر قطب الدین ایبک سے جاکر ملے مگر اس عہدے کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور یہ انکی کسر نفسی تھی پھر چند روز کے بعد سید ناصر بروالے میں واپس آگئے اور رہنے لگے انجام کار بروالے ہی میں انتقال کیا انکا مزار بروالے سے تین کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف سید ناصر شہید کے نام سے زبان زد عام ہے ان چاروں بھائیوں میں صرف امیر حسن کے چار بیٹے تھے (۱) علی مقصود (۲) علی مبارک (۳) علی داؤد (۴) علی حیدر۔ انہیں سے جو اولاد پھیلی وہی بروالے اور دیگر مقامات میں آباد ہوتی گئی۔" یہ روایت اس وجہ سے زیادہ قابل اعتماد ہے کہ اس کے واقعات موثر اور نشانات پائیدار ہیں اور دوسرے قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۴) آیا محمد غوری اور فیروز شاہ کے زمانہ کا اتصال عین ما بعد ہے۔ نہیں بعید تر تفاوت ہے سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ م ۱۱۹۳ء میں ہندوستان کو فتح کیا اور ۶۰۲ھ م ۱۲۰۵ء میں انتقال کر گیا سلطان فیروز شاہ ۷۵۲ھ م ۱۳۵۱ء تخت پر بیٹھا

[۱] تاریخ سے ظاہر ہے کہ ہانسی ہی سلطان محمود غوری کی اہم فتوحات میں داخل ہے ۱۲ [۲] نیشاپور ایک شہر کا نام ہے جو سرزمین خراسان میں واقع ہے ۱۲ منہ

اور ۷۹۰ھ م ۱۳۸۸ء میں اس دار فانی سے رحلت کی پس موازانہ واقعات سے سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی سلطان شہاب الدین کے شہید ہونیکے (۱۵۰) برس کے بعد قرار پاتی ہے اور روایت مذکورۂ بالا سے سید ناصر سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہونا یقینی ہے، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ قائم خان کا زمانہ سید ناصر سے ایک صدی بعد گذرا تاریخ جلوۂ جمال اسکی گواہ ہے کہ سید ناصر بروالوی قطب جمال صاحب کے ماموں ہوتے تھے اور تاریخ سراج النسب سے یہ پتہ لگتا ہے کہ نواب قائم خان و قطب اوّل حضرت خواجہ جمال الدین احمد صاحب ہانسوی اور انکے ماموں سید ناصر ہمزمان تھے اور قطب[۵۱] جمال صاحب نے ہی قائم خاں کی تعلیم و تربیت تلقین و تفہیم کا انتظام سید ناصر بروالوی کی سرپرستی میں کرایا تھا بہت ممکن ہے کہ سید ناصر اور قطب جمال صاحب کا زمانہ ملتا جلتا ہو مگر بروئے تاریخ جلوۂ جمال[۵۲]۔ قطب جمال صاحب کی وفات ۶۵۹ھ م ۱۲۶۱ء میں ہونا ثابت ہے پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنف سراج النسب نے اس شہرت کی عام بنا پر جو اسکے اوپر بیان ہو چکی ہے نواب قائم خان کے زمانے کے شمار کرنے میں غلطی کھائی ہے کیونکہ مستند تاریخوں سے ظاہر ہے کہ قائم خان کی وفات ۸۲۲ھ م ۱۴۱۹ء میں ہوئی اس حساب سے حضرت خواجہ قطب جمال الدین احمد صاحب کی تاریخ وفات قائم خاں کی موت سے (۱۶۳) برس پہلے ہو جانا بدرجہ اطمینان ثابت ہے۔

نیک نہاد سلطان فیروز شاہ تغلق اور نونہال قائم خاں کی باہمی ملاپ کی شہرت عام پر قرائن اور قیاسات کو وسعت

تاریخوں سے پتہ لگتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ شکار کا بیحد شائق اور دلدادہ تھا اور وہ اسے انصاف و نظام مملکت کا ذریعہ جانتا تھا۔ اس لئے وہ کوئی موسم دیکھتا نہ کسی ساعت

[۵۱] دیکھیئے صفحہ ۴۶ تاریخ سراج النسب مصنفہ محمد سراج الحق صاحب نبیرہ چار قطب ہانسوی جو ۱۳۱۴ھ میں پریس قادیان میں چھپی ہی [۵۲] دیکھیے صفحہ ۱۳۲ تاریخ جلوۂ جمال مصنفہ شاہ محمد امان خانصاحب المعروف منور شاہ جمال دہلوی ۱۳۰۰ منہ

سعید کا انتظار کرتا ہمیشہ اسی جدوجہد میں رہتا اور جدھر رُخ کرتا چلا جاتا بیابان اور دشوار گذار دروں میں شکار کھیلتے ہوئے جانا سلطان کا ایک معمولی مشغلہ تھا اور اسی طرح حصا فیروزہ کے جنگل میں بھی آ پہنچا تھا قائم خان کا بھی اسی جنگل میں شکار کے لئے جانا جگوں کی پوتھیوں سے ظاہر ہے اور حصار کے نواح میں انکے باپ کی راجدھانی ددریرے کا ہونا یقینی ہے اس صورت میں بہت ممکن ہے کہ سلطان نے قائم خان کو وہاں دیکھ لیا ہو اور قائم خان کی پرجوش شخصیت سے متاثر ہو کر کنار عطوفت میں جگہ دی ہو تجربہ یہ کہلواتا ہے کہ اکثر ایسے موقعوں میں خلاف توقع بار آور واقعات رونما ہوئے ہیں ایک اور دوسرا واقعہ ددریرے کے قریب کا یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ[۱] اپنے اوائل جلوس سلطنت میں فتح آباد سے ہانسی آئے اور اپنے عملدرآمد کے موافق تمام ساکنان ہانسی اور حوالی ہانسی اور دیگر اہالی قصبات و مضافات کو طلب کر کے مراحم خسروانہ سے سرفراز فرمایا" جبکہ یہ ایک مسلمہ امر ہے تو یہ بھی اسکی ایک بہترین دلیل ہوسکتی ہے کہ موٹے رائے بحیثیت ایک فرمانروا ہونیکے جلوس شاہی میں حاضر ہوا ہو۔ ممکن ہے کہ اسوقت قائم خان بھی باپ کے ساتھ ہو اور بادشاہ نے اپنے ایک ماتحت فرمانروا کی حوصلہ افزائی کی غرض سے قائم خان کو درباری امراء میں داخل کرلیا ہو اب جگوں کے بیانات بھی سُنئے وہ کہتے ہیں کہ ان کی بہیوں میں تو صرف اتنا درج ہے کہ سلطان کے پاس نواب قائم خان کا رسوخ و عروج رانی ملکہ کے زمانہ میں ہوا لیکن افسوس وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ رانی ملکہ کون تھی اور اسکو سلطان سے کیا تعلق تھا مگر تاریخ فیروز شاہی سے ظاہر ہے کہ سلطان فیروشاہ کے باپ کا نام سالار رجب تھا جو سلطان غیاث الدین تغلق غازی کا بھائی تھا سالار رجب کی شادی رانا مل بھٹی راجپوت قصبہ ابوہر مضافات دیپالپور کی دختر سے ہوئی تھی شادی سے پہلے لڑکی کا نام بی بی نائلہ تھا جب اسکو معلوم ہوا کہ اسکی شادی ایک مسلمان سے ہوا چاہتی ہے۔ تو ناراض ہوئی اور کچھ دنوں تک ضد کرتی رہی اس وجہ سے سلطان تغلق نے شادی ہونے کے بعد اس کا نام کدبانو رکھا جس کے بطن سے ۷۰۹ھ میں سلطان

[۱] دیکھئے تاریخ فیروز شاہی ۱۲ منہ

فیروزشاہ[۵۱] پیدا ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جگوں کی بہیوں میں کدبا نورانی ملکہ کے نام سے درج ہوگئی ہو کیونکہ ہندی کی معمولی اصطلاح میں بادشاہ کی بیگم۔ رانی ملکہ ہوسکتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ ایسی ظاہر نہیں ہوتی کہ انکی پوتھیوں میں رانی ملکہ کا اندراج ہوتا اب نواب قائم خاں کی رشتہ داری کا یہ پہلو بھی واقعہ متعلقہ کی صورت میں نظر آتا ہے کہ انکی دوسری شادی راجپال[۵۲] بھٹی راجپوت جیسلمیر کی دختر سے ہوئی تہی چونکہ خود سلطان بھٹی راجپوتوں کا بھانجا تھا اور قائم خاں کی سسراں بھی بھٹی راجپوت خاندان ہی سے تھی پس یہ بہت ممکن ہے کہ سلطان فیروزشاہ اور قائم خاں کے باہمی تعلقات پیدا ہونے کی یہی ایک وجہ تحریک ہو لیکن یہ شروع سے آخر تک سب قیاسات ہی قیاسات ہیں اس لئے ان میں سے صحیح واقعات کا چن لینا جبکہ قائم خاں کے تاریخی حالات خلط ملط ہوگئے ہوں ایک مشکل امر ہے لیکن ان سے اس نتیجہ پر پہنچنا آسان ہے کہ نواب قائم خاں کی عظیم الشان حیثیت اور بہترین خصائل کا آغاز سلطان فیروزشاہ کے دور سلطنت میں ہو خواہ وہ کسی طریقے سے کیوں نہو جو اصحاب تاریخی مذاق رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں راجپوتوں اور مسلمان بادشاہوں کے درمیان مستحکم اور با اثر تعلقات رہے ہیں بادشاہوں کو راجپوتوں کی شرافت و شجاعت اور وفاداری پر پورا بھروسہ تھا اور یہی وجوہ تھے کہ وہ راجپوت لڑکیوں سے شادی کرنا بہتر خیال کرتے تھے اور یہ شادی بیاہ کے تعلقات طرفین سے وسیع سمجھے جاتے تھے انکی فوجوں میں راجپوت بھی بڑے بڑے سپہ سالار ہوتے تھے اور ملک کے بڑے بڑے قطعات اور حصص کے دھنی راجپوت ہی نظر آتے تھے نظر بحالات صدر نواب قائم خاں و زین الدین خاں اور جبر الدین خاں کا فیروزشاہ کے پاس اعلیٰ

---

[۵۱] سرسید احمد خاں مرحوم کی تاریخ سلسلۃ الملوک میں فیروزشاہ کی ولادت سنہ ۶۹۹ھ اور تاریخ فیروزشاہی میں سنہ ۷۰۹ھ مرقوم ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے بہرحال آخرالذکر سال ولادت صحیح ہے ۱۲ منہ

[۵۲] وقائع نگار یعنی جگوں کی یادداشتوں سے انکی تفصیل نام بنام ثابت ہے کہ قائم خاں کی راج پال کی دختر کے سوا اور چھ بیویاں بھی تھیں اور وہ سب کی سب ہندو معزز راجپوت انکی نسل سے تھیں طوالت مضمون کے خیال سے انکے پتے اور نام درج نہیں کئے گئے ۱۲ منہ۔

مراتب پر پہنچنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قائم خاں کا فیروز شاہ تغلق کے امیر الامرا میں ہونا تاریخوں سے ثابت ہے

مورخوں نے قائم خاں کو بعض جگہ قوام خاں اور بعض موقعوں پر قیام خاں لکھا ہے سوا لفظ خان یہ تینوں الفاظ (نحوی جزوی ترکیبی فرق سے) مترادف یعنی ہمعنی ہیں چونکہ قوم میں یہی نام قائم خاں کثیر الاستعمال ہے اس لیئے میں نے بھی اسی کو زیادہ پسند کیا ناظرین تاریخ ہندوستان[۵۱] سے یہ پتہ لگا سکتے ہیں کہ نواب قائم خان سلطان فیروز شاہ کے زمانہ سے سلطان محمود شاہ تغلق کے زمانے تک زندہ رہے خضر خاں کے زمانہ میں بھی نواب قائمخاں زندہ تھے جبکہ دولت خاں لودہی نے خضر خاں سے بغاوت کی تو خضر خاں نے ۶۰ ہزار فوج کے ساتھ اسکا مقابلہ کیا دولت خاں شکست کھا کر گرفتار ہو گیا جسکو خضر خاں نے قائم خاں کی نگرانی میں حصار فیروزہ کے قلعہ میں مقید رکھا یہ دولت خاں لودھی وہی تھا جس نے ایک سال تین مہینے دہلی کی سلطنت کی تھی آگے چلکر یہ معلوم ہوگا کہ خضر خاں اور قائم خاں میں ان بن رہی انجام کار خضر خاں نے قائم خاں کو دہوکے سے مروا دیا اسی تاریخ ہندوستان سے وہ واقعات بجنسہٖ ذیل میں نقل کیئے جاتے ہیں "[۵۲] دولت خاں سامانہ کی لڑائی کے لئے بھیجا گیا تھا یہ بیرام خاں ترک بچہ کے مرنے کے بعد بیرم خاں مالک ہو گیا تھا مورخہ ۱۱ رجب ۸۰۹ھ کو سامانہ سے دو کوس کے فاصلہ پر ان دونوں کی لڑائی ہوئی یعنی بیرم خاں اور دولتخاں میں، دولت خاں نے فتح پائی بیرم خاں بھاگ کر سرہند میں آیا کچھ دنوں بعد دولت خاں نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اس پر عنایت کرنے لگا بیرم خاں نے پہلے خضر خاں سے اسکی خدمت گذاری کرنے کے لئے عہد و پیمان کیئے تھے جب خضر خان کو سامانہ کی تسخیر کا حال معلوم ہوا تو ایک بڑا لشکر لیکر دولت خاں سے لڑنیکو چلا جب فتح آباد میں آیا تو دولت خاں

---

[۵۱] دیکھیے تاریخ ہندوستان جلد دوم صفحہ ۲۹۵ مؤلفہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی اور اسکی تائید تاریخ فرشتہ اور دوسری تاریخوں سے بھی ہوتی ہے ۱۲ منہ

[۵۲] صفحات ۲۹۴ و ۲۹۷ و ۳۰۲ تاریخ ہندوستان جلد دوم مذکورہ بالا قابل ملاحظہ ہیں ۱۲ منہ

جمنا کے پار بھاگا تمام امرا جو اسکے دوست تھے اس سے جدا ہو کر خضر خاں سے آن ملے
اس نے حصار فیروزہ کی شق قوام خاں کو دی اور اقطاع سامانہ اور سام بیرم خاں سے
لیکر زیرک خاں کو دیئے اور اقطاع سرہند اور بعض پرگنے بیرم خاں کو دیئے خضر خاں فتحپور
سے واپس آیا اب سلطان محمود کے قبضے میں صرف بیانہ میان دوآب اور اقطاع رہتک
رہ گئے تھے ماہ رجب ۸۱۱ھ میں سلطان حصار فیروزہ کو گیا اور قلعہ میں قیام خاں کا محاصرہ
کیا چند روز بعد قائم خاں نے اپنے بیٹے کو بپیش کش دیکر سلطان کے پاس بھیجا اور عذر
خواہی کی سلطان نے دہلی کی طرف مراجعت کی خضر خاں اس خبر کو سُنکر فتح آباد میں
آیا اور جو آدمی یہاں سلطان محمود شاہ سے مل گئے تھے ان کو ایذا دی مورخہ ۱۱ رمضان
۸۱۱ھ کو خضر خاں نے ملک الشرق تحفہ لشکر جرار کے ساتھ میان دوآب جو بادشاہ کے
پاس رہ گیا تھا تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیجا خضر خاں رہتک کی راہ سے دہلی آیا
اور اس کا محاصرہ کیا سلطان ناصر الدین محمد جو عقل و شجاعت سے چنداں بہرہ ور نہیں
تھے۔ فیروزہ آباد میں محصور ہوئے۔ خضر خاں نے چند دنوں اور محاصرہ رکھا مگر غلہ و علف
کی نایابی سے مجبور ہو کر فتحپور چلا گیا ۸۲۲ھ م ۱۴۱۹ء میں خضر خاں مفسدوں کی سرکوبی کے
لئے ملک کٹھیرہ کو گیا۔ اول اس نے کول کے مفسدوں کی تنبیہ و گوشمالی کی پھر اس نے
راہب اور سنبل کے جنگلوں کو صاف کیا اور سارے مفسدوں کی سرکوبی کی پھر ذیقعدہ
کے مہینے میں اس نے بداؤن کی طرف حرکت کی اور پٹیالی کے قریب گنگا سے پار اُترا
اس خبر کے سننے سے مہابت خاں امیر بداؤں کے دل میں ہول اٹھا اور ذی الحجہ کے مہینے میں
قلعہ بداؤں میں متحصن ہوا اور چھ مہینے تک لڑتا رہا قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے خضر خاں
کے پاس خبر آئی کہ بعض امرا مثل قیام خاں و اختیار خاں اور کل خانہ زادگان سلطان
محمود نے (جو دولت خاں سے جدا ہو کر خضر خاں سے آن ملے تھے) غدر مچانے کا ارادہ کیا ہے
خضر خاں؎ انکے ارادہ کو سمجھ گیا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر دہلی کی جانب مراجعت کی
اثنائے راہ میں گنگا کے کنارہ پر ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ میں قائم خاں اور اختیار خاں اور

؎ خضر خاں نے سات سال ۲ دو ماہ ۲ دو روز سلطنت کر کے ۱۷ جمادی الاول ۸۲۴ھ کو انتقال کیا اور دہلی میں مدفون ہے۔ منہ

کل اہل غدر کو کسی بہانہ سے ایک مجلس میں جمع کرکے قتل کرڈالا تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کی تاریخ ۱۰ رجمادی الاول ۸۲۲ھ اور تاریخ طبقات اکبری میں ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ لکھی گئی ہے اس لئے وقوع واقعہ میں ان مختلف تاریخوں سے بارہ روز کا فرق پیدا ہو جاتا ہے میں اسوقت نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں سے ٹھیک کونسی تاریخ ہے بہرحال یہ کوئی ایسا فرق نہیں ہے کہ جس سے اصل واقعہ پر کوئی اثر پڑسکے تاہم ناظرین کو اختیار رہے کہ ان دونوں میں سے جو تاریخ مناسب معلوم ہو اسکو پسند کرلیں اب اس موقع پر اس روایت کا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو پانچسو برس سے قائم خان کی نسل میں زبان زد خاص و عام ہے اور جگلے یعنی وقائع نگار بھی اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں اور روایت یہ ہے کہ سلطان فیروز شاہ کے مرنیکے بعد خضر خان دہلی کا بادشاہ بنگیا تھا خضر خاں اپنے مطالبات میں بڑا سرگرم تھا اور قائم خاں کی نسبت یہ خیال رکھتا تھا کہ وہ ایک ذاتی اقتدار رکھتا ہے امرا ملک اس کے قابو میں ہیں تاہم خضر خاں قائم خاں سے میل ملاپ رکھتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر قائم خاں اُٹھ کھڑا ہوا تو مشکلات پیدا کردیگا۔ ایک مرتبہ خضر خاں نے حصار پر کچھ فوج بھیجکر قائم خاں کو معزول کرنے کی دہمکی دی تھی لیکن قائم خاں نے اس کی مطلق پروانہ کی خضر خاں کی فوج سے مقابلہ کیا وہ شکست کھاکر بھاگ گئی اس کے بعد قائم خان نے خضر خاں کو ایک خط لکھ بھیجا جس میں دوسری باتوں کے سوا یہ دوہرہ بھی تھا

جس نے تو کو دہلی دی سو کو دی حصار ۔ کون کسی کو دیت ہے دین ہار کرتار

اس سے خضر خاں کو ڈانٹنا مقصود تھا اس کے پڑھنے سے خضر خاں اور بھی کھٹک گیا لیکن اسوقت تو مصلحتاً خاموش ہوگیا اور اندر ہی اندر دوستانہ تعلقات بڑھانے کی چال چلتا رہا خضر خان نے ایک مرتبہ ملتان سے قائم خان کے نام دوستانہ خط لکھا کہ تم مجھسے آکر ملو اس خط کے جواب میں قائم خاں بے کھٹکے خضر خاں کے پاس چلے گئے خضر خاں مع نواب قائم خاں کے دہلی میں آیا چند روز دونوں دہلی میں رہے خضر خاں اس موقع کی تاک میں تھا کہ کوئی موقع ملے کہ وہ قائم خاں کا

کام تمام کر دے اس لئے قائم خاں کے ساتھ نرمی اور اخلاق سے پیش آتا تھا ایک روز خضر خاں نے یہ جال بچھایا کہ قائم خان کو سیر کے بہانہ سے جمنا کے کنارے لیگیا وہاں اچانک قائم خاں کو جمنا میں دھکیل دیا جس سے خضر خاں کے دل کا کانٹا نکل گیا اب اگر ناظرین مندرجہ بالا تاریخی واقعات کو اس روایت سے ملا کر جانچیں تو تھوڑے سے اختلاف کے بعد دونوں میں مطابقت پائیں گے مورخوں نے قتل کا مقام گنگا کا کنارہ لکھا ہے اس روایت سے جمنا میں دھکیل دینا ظاہر ہے مورخوں نے دھوکہ سے قتل کرنا بیان کیا ہے اور اس روایت سے بھی دھوکا دینا ظاہر ہے اور تاریخ سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کہ خضر خاں بظاہر قائم خاں سے میل ملاپ رکھتا تھا چنانچہ دولتخاں جیسے شخص کو جس نے کچھ دنوں دہلی کی سلطنت کی تھی حصار فیروزہ کے قلعہ کے اندر قائم خاں کی نگرانی میں مقید رکھا تھا اب ناظرین ان حالات میں جزئی یا اہم اختلافات جو کچھ خیال کریں وہ یہی ہونگے کہ روایت سے مقام قتل کا تعین جمنا اور تواریخ سے کنارہ دریائے گنگ ہے پھر روایت سے قائم خاں کا خضر خاں کی فوج سے مقابلہ کرنا اور فوج کو بھگا دینا ظاہر ہے مگر تواریخ اس سے ساکت ہیں اس لئے رجحان طبیعت بدرجہ غایت تاریخ کی طرف جاتا ہے اب اسی سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قائم خاں کو حصار فیروزہ کی شق خضر خاں نے دی

نواب قائم خاں کے واقعات میں شمال سے لیکر جنوب میں دکن تک سخت تلاطم

تاریخ سراج النسب جو بسرپرستی حضرت خلیل الرحمن صاحب جمالی ۱۳۱۴ھ میں سراوہ ضلع سہارنپور میں تصنیف[۱] ہوئی حضرت مصنف لکھتے ہیں کہ اگرچہ قائم خانی صاحبان کا ایک بڑا معزز گروہ ہے اور اس گروہ میں صاحب ثروت اور ذی لیاقت ہیں اور بعض بعض نواب کا خطاب بھی رکھتے ہیں اور اب ان میں مشائخ طریقت بھی ہونے لگے ہیں۔ یہ قوم ہمیشہ سے بہادر اور شمشیر زن ہے اور حضرت قطب جمال شاہ صاحب کے وقت سے ابتک خاندان جمالیہ کے معتقد ہیں۔

---

[۱] دیکھئے صفحات ۶۶ و ۶۷ سراج النسب ۱۲

چنانچہ ابتک ہانسی میں قطب صاحب کی خانقاہ کے قریب شمال کی طرف امیرالامرا
قائم خاں صاحب کا گنبد پختہ بہت بڑا موجود ہے اور اس گنبد کے متصل گویا زیرسایہ گنبد ایک
تالاب جو قائم سر نام سے مشہور ہے موجود ہے کہیں کہیں پختہ نشان تالاب کے موجود ہیں
وہ خان مرحوم کا بنایا ہوا ہے اور اس گنبد کے قریب حضرت عثمانؒ خلیفہ سوم کا مزار ہے
یہ مزار اور گنبد دونوں بوسیدہ ہوکر مسمار ہونے کو ہیں مرمت نہ ہونے کے باعث گنبد
خان مرحوم چاروں طرف نیچے کی جانب سے گر گیا ہے گویا ایک ثلث نیچے کی طرف دیواریں
خراب اور منہدم ہوگئی ہیں اور گنبد میں بہت سی رخنیں پڑ چکی ہیں .... پس اگر اس گنبد
کی چند سال یہی حالت رہی تو اس کا نام و نشان مٹ جائیگا افسوس کہ کسی نے ادھر توجہ نہیں
کی حالانکہ قائم خانی معزز عہدوں پر مامور ہیں۔ اور اونچے اونچے پرتکلف مجصص اور منقش
محل بھی رکھتے ہیں بیہودہ اور فضول رسوم میں روپیہ بھی خرچ کرتے ہیں مگر اپنے مورث اعلیٰ
اور جد قائم خان مرحوم کے گنبد کی مرمت بھی نہیں کرتے وغیرہ" مصنف سراج النسب نے
پانچسو برس کے بعد اپنی جدید تحقیقات میں قائم خان کے مدفن کا پتہ ہانسی میں لگایا ہے۔
اگر انکے اس استدلال پر کسی سند سے یا تاریخی نقطہ کی مہر ہوتی تو یہی گنبد نواب قائم خان کا
صحیح مدفن مان لیا جاتا مگر جبکہ وہ تاریخی اشارے سے معذور ہیں یا یہ کہنا پڑے گا کہ یہ ان کی
شخصی رائے ہے تاہم یہ دیکھنا ہے کہ اسکی تائید کسی اور روایت سے بھی ہوسکتی ہے اس کا
جواب نہ صرف نفی میں ملتا ہے بلکہ روایات قدیمہ سے بالکل برعکس نتیجہ نکلتا ہے ؎

امیر فاتحہ پڑھنے کو کوئی کہاں جائے　　　مزار ہے نہ نشان مزار باقی ہے۔

مؤلف شجرۃ المسلمین بحوالہ قیام راسا لکھتے ہیں کہ نواب قائم خاں پرانی دہلی میں مدفون[۵۱]
ہوئے۔ مگر وقائع نگاروں کے بیانات سے قائم خان کا جمنا میں بہ جانا ظاہر ہے اور تاریخ
شاہد ہیں کہ کنارے دریائے گنگ پر خضر خاں نے قتل کیا اور انکی موت کا وہ زمانہ نہایت پُر
آشوب اور بیچینی کا تھا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ نعش کاٹھکانے لگانا خضر خاں دشمن کا کام

---

۵۱ قیام راسے کے حوالہ سے شجرۃ المسلمین میں قائم خان کا بعمرہ ۹۵ سال انتقال کرنا درج ہے اور دیگر روایات سے بھی پایا
جاتا ہے کہ وہ طویل العمر ہوئے۔ ۱۲ منہ یہ حضرت قطب جمال شاہؒ کے تیسرے خلیفہ تھے ۱۲ نواب عفرلہٗ

تھا جو اس وقت گنگا کے کنارے خود موجود تھا اور اسکے لئے ان سب امرا مقتولین کی نعشوں کی تجہیز و تکفین کا اس سے بہتر اور کونسا ذریعہ ہو سکتا تھا کہ گنگا میں بہا دیئے جاویں ؎

فلک نے ایسا ناموروں کو مٹایا	چھوڑا نشان نہ کسی کے مزار کا

اگر وہ قائم سر تالاب جس کا ذکر اوپر ہوا ہے درحقیقت ہانسی میں موجود ہے تو خود نسبت نام سے ظاہر ہے کہ اس کو قائم خان نے تعمیر کرایا ہو یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہانسی حصار کے قریب ہے اور حصار نواب قائم خاں کا مسکن رہا ہے اس لئے ایک تالاب ہی کیا بلکہ رفاہ عام کے بہت سے کاموں میں حصہ لیا ہوگا لیکن یہ امر بھی غور طلب ہے کہ حصار آباد ہونے سے پہلے خود ہانسی دہلی کا ایک صوبہ رہا ہے رضیہ بیگم کے زوال اور معزالدین بہرام کے ایام عروج میں بلبن ہانسی کا گورنر تھا۔ شجرۃ المسلمین اور دوسری روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائم خاں کی علمی قابلیت اعلیٰ تھی لیکن یہ کسی مستند تاریخ سے نہیں پایا جاتا اس لئے انکی علمی قابلیت یا عدم قابلیت کے دونوں نتیجوں میں سے کسی ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنا دشوار کام ہے مگر تاریخوں سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قدیم شاہان اسلام میں راجپوت خصوصاً رؤسا و امرا میں تعلیم کا چرچا تھا اور بعض ان میں سے شعرا بھی گذرے ہیں چنانچہ رائے منوہر[1] ایک شیخاوت راجپوت تھے جن کی نسبت شہنشاہ جہانگیر اپنے کارنامہ مرتبہ ۱۰۱۴ھ میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ کی اس رائے منوہر شیخاوت پر خورد سالی میں یاد عنایت تھی یہ راجہ فارسی زبان بھی جانتا تھا چنانچہ اس کا ایک شعر بھی ہے۔

غرض زخلقت سایہ نہیں بود کہ کسے	بنور حضرت خورشید پائے خود نہ نہد

ممکن ہے کہ قائم خاں نے بھی علمی قابلیت پیدا کر لی ہو مگر پانسو برس سے بھی زیادہ زمانہ گذرنے پر کون کہہ سکتا ہے کہ معیار علم کیا تھا۔ ع

[1] شیخاوت راجپوتوں میں قصبہ منوہر پور کے شیخاوت ٹیکائی کہلاتے ہیں ان کا شاہان دہلی کے پاس بڑا عروج رہا ہے اور اس منوہر پور کی نسبت قیاس غالب ہے کہ راجہ رائے منوہر نے آباد کیا ہو جو اسکے نام سے نامزد ہے اور اب تک اس راجہ کے خاندان میں راجائی کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر وہ شان و دبدبہ مفقود ہے ۱۲

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اے نیک نہاد نواب ملک الموت نے تیری روح کے قبض کرنے میں اپنی عادت مستمرہ سے کام لیا اور اب تیری ہڈیاں گل کر خاک ہوگئیں گو تیرا مقبرہ نہ بنایا زمانہ کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ کر ڈھہ گیا ہو لیکن تیرے محاسن کے چرچے اور اولوالعزمی کے شہرے آجتک زبانوں پر برابر چلے آتے ہیں۔ آصف جاہ سادس مظفر الممالک نظام الدولہ فتح جنگ میر محبوب علی خان سلطان دکن کی تزک محبوبیہ[۵] میں لکھا ہے کہ قوم قائم خانی جو دراصل چوہان راجپوت سے ہے اور جس کا سلسلہ مہاراجہ پرتھی راج راجہ اجمیر و دہلی سے ملتا ہے اس قوم کے مورث اعلیٰ نواب قائم خان خلف موٹے رائے فرمان روائے دوریرہ تھے جو دہلی سے ایک سو پچیس میل گوشہ شمال و مغرب میں واقع ہے نواب قائم خان ۷۵۴ھ میں بعہد فیروز شاہ مشرف باسلام ہوتے اور وہ بادشاہ کے اعلیٰ اور ممتاز اراکین میں سے تھے ۷۶۰ھ میں منجانب شاہ دہلی مع خطاب خاں جہان صوبہ حصار فیروزہ کی حکومت انکے سپرد ہوئی اور پھر بزمانہ سلطان محمود شاہ خضر خاں کے مقابلہ میں بتاریخ ۲۰ جمادی الاول ۸۲۲ھ کام آئے وغیرہ" تزک محبوبیہ کے یہ واقعات بھی وہی ہیں جو نواب قائم خان کی اولاد خاص و عام کے روزمرہ میں رائج ہیں ان میں سے بعض تاریخ کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں مگر بعض مثلاً ۷۵۴ھ میں مشرف باسلام اور ۷۶۰ھ میں مع خطاب حصار پر مامور ہونا گویا یہ دونوں روایات سے متعلق ہیں اسلئے مجھے ان سنوں کے تاریخی اشارہ کرنے میں پس و پیش ہے میں نے ان کی صحت کو سمجھنے کیلئے کئی ورقوں میں جہانتک مجھ سے ہوسکا ہے چھانا ہے۔ اب یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ فلسفہ تاریخ کی یہ ایک حقیقت ہے کہ جن واقعات کی طرف عوام کا کلی رجحان اور اتفاق ہو اور وہ اتفاق پختہ ہو چکا ہو تو لائق اعتماد ہے جس کی پیروی مورخ کے لئے ناجائز نہیں ہے مولف تاریخ انقلاب[۶] قائم خانی کی یہ رائے تو تجربہ کی ہے باوجودیکہ عام مسلمانوں کی طرح اس قوم (قیام خانی) نے بھی غفلت اور کاہلی میں بڑا حصہ لیا ہے۔

---

[۵] جلد دوم تزک محبوبیہ صفحہ ۱۸۹ [۶] ۵۲ صفحہ (۵) ۳ سطر

مگر ہنوران کی عادات واطوار سے بوئے امارت وشرافت پائی جاتی ہے انکی صحبتوں سے
مجھے خوب تجربہ ہوگیا ہے کہ وہ لوگ ملازمت میں وفادار وجاں نثار اور جنگ میں دلیر
اور مذہب میں پختہ اور ایماندار ہیں ان کی وفاداریوں کے قصّے یہاں عام طور پر مشہور ہیں
یہ تو تسلیم ہے مگر بعض امور کی نوعیت کی توضیح میں مؤلف نے افسوسناک غلطیاں کی ہیں
لیکن اب انکو لفظ بلفظ دکھاکر معرض بحث میں لانا بدمزگی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں
تاریخ جے پور مصنفہ صاحبزادہ[۱] محمد خاں بھوپال سے ظاہر ہے کہ ملک شیخاواٹی پر نواب
قائمخاں چوہان حکمران تھا جسکو اودے کرن نے مغلوب کیا اور ملک چھین لیا صاحبزادے کو اس نقطہ
تاریخ پر اظہار مطلب میں بڑی غلطی ہوئی اس وجہ سے کہ نواب قائم خاں نے نہیں
بلکہ اسکے بیٹوں نے شیخاواٹی میں مختلف راجدھانیاں قائم کی تھیں اور انکی اولاد تقریباً ۲۴۰
سال تک حکمران ہوتی آئی۔ بالآخر اودے کرن کی گیارہویں پشت میں سادول سنگھ
ہوئے اور وہ صرف خطہ شیخاواٹی کے ایک حصّہ پر قابض ہوگئے اور دوسرے حصّہ پر
شیو سنگھ شیخاوت نے اپنا تسلط جمالیا تفصیلی حالات آیندہ اوراق میں ملیں گے۔

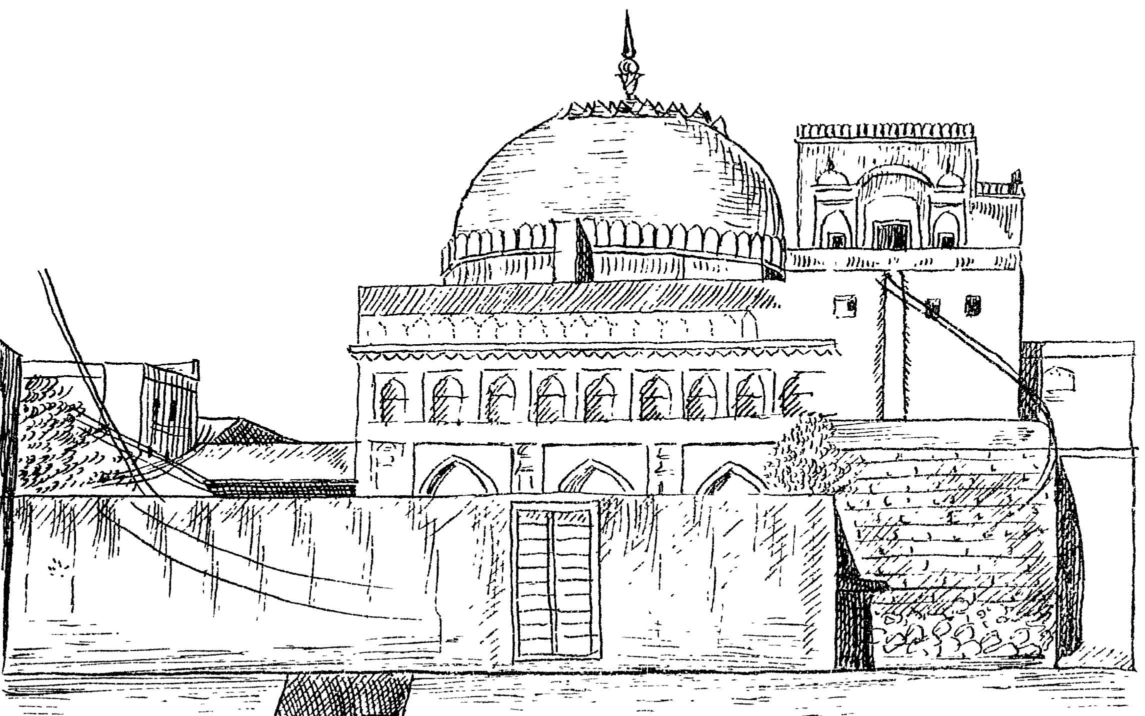
نواب قائم خاں کے قریب اسلام لانیکے زمانے کی بحثوں پر سرسری نظر

نیم ملایانہ خیالات سے اکثر موقعوں میں ایسی بحثوں کے پیدا ہونیکی نوبت پہنچی ہے
کہ قائم خان اور انکے ہم زمانہ راجپوتوں کے قبولیت اسلام کا زمانہ قریب کا ہے اور
فلاں فلاں قوموں کا زمانہ بعید تر ہے پس انہیں ان راجپوتوں پر برتری حاصل ہے یہی
نہیں بلکہ وہ اقوام زمانہ ماضیہ میں اقبال مندرہ چکی ہیں انھوں نے ہندوستان اور
حصص ہندوستان پر حکومت بھی کی ہے اور یہی وہ دو اسباب ہیں جن سے ان کی
شرافت وعظمت دوبالا ہوتی ہے اس کا جواب مسلم راجپوتوں کی طرف سے یہ ہوتا ہے
کہ بغرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ان قوموں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا اور
ہندوستان پر حکمران بھی رہیں تو مقابلۃً راجپوتوں کی تاریخ بھی انکی عظمت وجلالت سے

[۱] یہ تاریخ ۱۹۰۴ء میں طبع ہوئی ہے ۱۲ منہ

پر ہیں اور ان کا ہندوستان کے اکثر حصوں پر بادشاہ رہنا مسلم ہے ان قوموں میں جو دوسرے ممالک سے آکر اس ملک میں آباد ہوئیں بہت کم ایسی ہیں کہ جن کے صحیح حالات کا پتہ تاریخ دے سکے۔

برخلاف اس کے ہندوستان کے خاص مہذب اور شائستہ انسان راجپوت ہی ہیں جو ہمیشہ سے ذاتی شرافت و شجاعت کے مالک رہے ہیں تبدیل مذہب سے قومی وقعت و منزلت میں کوئی فرق نہیں آیا مسلم راجپوتوں نے آجتک جیسی اپنے نسلی خون کی حفاظت کی ہے ان معترض قوموں میں سے کوئی ایک قوم بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی علاوہ ازیں مسلم راجپوتوں میں ابتک یہ دستور چلا آتا ہے کہ انکے حسب و نسب کے واقعات وقتاً فوقتاً انکے وقائع نگاروں کی کتابوں میں قلمبند ہوتے رہتے ہیں خواہ کچھ بھی ہو اسلامی نقطہ نظر سے دونوں فریق غلطی پر ہیں۔ چونکہ یہ مذہبی تاریخ نہیں ہے اس لئے مجھے اس مسئلہ میں زیادہ طوالت منظور نہیں مگر تاریخی زاویہ نگاہ سے تصفیہ بحث کے لئے اتنا لکھدینا نامناسب نہوگا کہ چنگیز خاں کون تھا وہ ایک معمولی شخص تھا جبر و تعدی۔ خونخواری۔ اور غارتگری۔ اس کا شعار تھا وہ ۵۹۹ھ میں مغلوں کا بادشاہ ہوا اس کی سلطنت کے نقشہ میں ممالک تاتار چین خطا۔ ختن۔ کاشغر۔ داخل تھے رفتہ رفتہ چنگیز خاں کی نسلوں نے وسطی ایشیا میں خود مختار سلطنتیں قائم کر لی تھیں ۶۵۶ھ میں چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں بغداد پر حملہ آور ہوا خلیفہ وقت نے اس کا مقابلہ کیا مگر ہلاکو خاں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا بالآخر شہر فتح ہوا اور ہلاکو خاں کی فوج کے ہاتھوں خوب لٹا ہزاروں بندگان خدا مارے گئے اور عباسیوں کا خاتمہ ہوا نفس مطلب یہ ہے کہ ہلاکو خاں کے زمانہ فتح بغداد تک اس کی ساری نسلیں لامذہب تھیں البتہ کچھ دنوں تک ان میں عیسائیت کا چرچا رہا تھا۔ بغداد فتح کرنے کے بعد ہلاکو خاں مسلمان ہوا جب یہ خونخوار ترک دائرے اسلام میں آئے تو "آل عثمان" کے نام سے موسوم کئے گئے اور قدیم سے قدیم مسلمانوں کی نگاہیں کیا بلحاظ شرافت اور کیا باعتبار شجاعت ان پر پڑنے لگیں اگر ناظرین غور کریں تو راجپوتوں اور خصوصاً ہلاکو خاں کے اسلام لانیکے زمانہ میں سو برس سے کم فرق پائیں گے یہی نہیں بلکہ دوسرے ترک مغلوں کے اسلام لانے کا زمانہ بھی کم و بیش اسیقدر ہے چنانچہ الغو خاں کی نسبت مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بھی چنگیز خاں کا پوتا تھا ۶۹۲ھ میں کئی امرا اور ہزاروں مغلوں کو



گنبد نواب بھون خاں عرف بہرام خاں برادر خورد نواب شمس خاں والئ جھنجھنوں

ساتھ لیکر سلطان جلال الدین خلجی کے پاس ہندوستان میں آیا اور ہمراہیوں سمیت مسلمان ہوگیا تب سلطان جلال الدین نے اپنی بیٹی کا نکاح الغوخاں سے کر دیا یہ زمانہ قائم خاں سے ساٹھ برس پہلے کا ہے ع - اس سادگی پر کون نہ مرجائے اے اسد

اسلامی مسئلہ مساوات فی الدین نئے اور پرانے دونوں مسلمانوں کے لئے تجویز کرتا ہے کہ ان میں کوئی امتیاز نہیں اور نہ کبھی کوئی ایک دوسرے سے بالاتر شمار ہوسکتا ہے درحقیقت اسلام مخصوص بالقوم یا جماعت یا زمانہ نہیں ہے وہ مقید ہی نہیں اس میں کوئی ذات ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر فرد کے لئے یکساں مثمر برکات ہیں اسلام ہی سلامتی اور امینت کا وہ راستہ ہے کہ جس پر چلنے سے انسان نفس کے وسوسوں اور شیطان کے دھوکوں سے بچتا ہے البتہ اسلام یہ فرق ضرور دکھاتا ہے کہ وہ شخص جو معصیت میں آلودہ رہا قادر مطلق کا چور اور مجرم ہے اور نیکوکار دوست جیسا کہ ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سب سے زیادہ بزرگ تم میں پرہیزگار ہے) پس اس سے یہی درست نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کے اندر کوئی ذات نہیں ہے جو ہندوؤں کی طرح پیدائش پر منحصر ہو یا مثل عیسائیوں کے مرتبہ اور دولت پر دلالت کرے اسلام تو پارسائی نیکوکاری اور توحید کا صاف اور ستھرا شاہراہ ہے جس پر جدید و قدیم دونوں مسلمان بلا امتیاز و خصوصیت چل سکتے ہیں۔

تیسرا باب

نواب قائم خاں کے بیٹوں کے حالات

وقائع نویسوں کی تحریروں سے ثابت ہے کہ نواب قائم خاں کے چھ بیٹے تھے جنکے نام یہ ہیں۔ محمد خاںؒ۔ تاج خاں۔ قطب خان۔ موہن خاں۔ اختیار خان عرف اخوان خان واحد خاںؒ۔ قائم خاں کی زندگی میں محمد خاں حصار میں رہا کرتے تاج خان اور قطب خان[۵]

۵؎ اب قوم میں قطب خان کُدن خاں کے نام سے مشہور ہیں انکی اولاد کدخان کہلاتی ہے اور وہ تعداد میں بہت ہی کم ہے اخوان خان کی اولاد آخان کے لقب سے مشہور ہے یہ بھی بہت ہی کم ہے ۱۲ منہ

دونوں پنجاب میں تمام کے حاکم تھے موہن خان فتح آباد میں جو حصار کے قریب ہے حکمران تھو
اور اختیار خان ڈھوسی کے حاکم تھے جو اس زمانہ میں حدود میوات میں داخل تھی اختیار خان
نے ڈھوسی کے پہاڑ پر ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا یہ ڈھوسی نارنول سے تین کوس کے فاصلے
پر مغرب میں واقع ہے اور ابتک پہاڑ کی مرتفع چوٹی پر قلعہ موجود ہے اس کے بعد وقائع
نویس قائم خان کے بیٹوں کے مخصوص امتیازات بتانے سے قاصر ہیں البتہ تاریخ
ہندوستان اور تاریخ فرشتہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۸۱۶ھ میں سلطان محمود تغلق نے
حصار پر چڑھائی کی تو قائم خان نے اپنے بڑے بیٹے کو صلح کا پیغام دیکر سلطان محمود تغلق کے
پاس بھیجا۔ وقائع نویسوں کی یادداشتوں کے مفہوم سے پتہ لگتا ہے کہ قائم خاں کے بڑے
بیٹے محمد خاں حصار میں رہا کرتے تھے پس ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قائم خاں کا وہ بیٹا
جو سلطان محمود کے پاس صلح کا پیغام لیکر گیا محمد خاں ہو قائم خاں کے مارے جانے
کے بعد بہت عرصہ تک ان کے بیٹوں کے واقعات پر پردہ پڑجاتا ہے اس وجہ سے اب
انکے مسلسل حالات کا قلمبند کرنا مشکل ہے اور اسی سبب سے میرا یہ مقصد کہ ان کے
عروج وزوال کے موضوع پر تفصیل سے بحث کروں مفقود ہو جاتا ہے علاوہ اس کے ان
کی عام روایتوں سے بھی انکے واقعات کا کوئی ٹھیک سلسلہ قائم نہیں ہوتا تاہم میں
اس حقیقت علم کے بعد بھی ان تمام تر روایات کا خلاصہ جو مجھ تک پہنچی ہیں ذیل میں لکھتا ہوں
جب قائم خاں کے بیٹوں کو خضر خاں کے ہاتھ سے دریائے گنگ پر قائم خان کے
مارے جانے کی خبر ملی تو سب میں کھلبلی پڑگئی اور سب کے سب سمجھ گئے کہ اب ان
کی بھی مطلق خیر نہیں ہے خضر خان جیسے طاقتور دشمن سے سوا اسکے چارہ نہیں کہ
کہیں دور دراز مقامات پر جارہیں پس اس خطرے سے خوف کھا کر ادھر ادھر بھوٹ
پڑے یہ روایت ایک حد تک قرین قیاس ہے کیونکہ زمانہ گذشتہ کے اکثر واقعات
خبر دیتے ہیں کہ جب کسی بادشاہ کو اپنے کسی امیر یا مشیر سلطنت پر سیاسی امور میں
بندش یا مخالفت کا شبہ پیدا ہوتا تو وہ فوراً مروا دیا جاتا اگر زندہ چھوڑا جاتا تو اسکی آنکھیں
نکلوا دیجاتیں۔ اور وہ فوراً قید خانہ میں ڈال دیا جاتا بعض وقت تو خاندان کے خاندان

تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے تھے عورتوں اور بچوں کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا محض اس نیت سے کہ کوئی دعویدار باقی نہ رہے اور میدان بالکل صاف ہو جائے پس قائم خاں کے بیٹے بھی دستور وقت اور حوادث روزگار سے نہیں بچ سکتے تھے اس لئے سب نے اسی میں اپنی خیر سمجھی ہو کہ خضر خان کی نظروں سے بچکر دور نکل جائیں یہ ایک اصولی بات ہے کہ جسطرح ترقی اور عروج کا زمانہ پر مسرت ہوتا ہے اسی طرح زوال کی گھڑیاں رنجیدہ اور روح فرسان ہوتی ہیں انسان عروج کے زمانہ میں اپنی صورت حالات کو شہرت کا جامہ پہنانا چاہتا ہے زوال اور خطرات کے زمانہ میں گمنامی میں بسر کرنا پسند کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت نواب قائم خاں کے بیٹوں کے مسلسل حالات پردہ خفا میں ہیں یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نواب قائم خان نے متعدد شادیاں کی تھیں جن میں سے ایک راج پال بھٹی راجپوت جیسلمیر اور دوسری دوارکا داس ٹاک راجپوت کی گھر ہوئی تھی۔ اس لئے محمد خاں اور تاج خاں حصار سے اپنی ننھیال جیسلمیر میں آ گئے اور اسی حیثیت سے دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں ناگور پر فیروز خان بن شمس خان دندانی حکمران تھا جو سلطان مظفر خان گجراتی کا بھتیجا تھا جس سے محمد خان اور تاج خان کے دوستانہ تعلقات قائم تھے اس وجہ سے وہ دونوں فیروز خاں کے پاس ناگور آ گئے یہ تو تاریخ فرشتہ سے بھی محقق ہے کہ اس زمانے میں ناگور پر فیروز خان دندانی ہی حکمران تھا مگران دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرلینا مشکل کام ہے بہر حال

یادداشت۔ کارونڈ جو اسوقت علاقہ پٹیالہ میں داخل ہے نارنول سے جانب شمال بارہ کوس کے فاصلے پر ہے اس کارونڈ سے گڈہ باڑا تقریباً چھ کوس دور واقع ہوا ہے اور مادھو گڈھ سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اسی کے قریب ایک قریہ زیر پورا آباد ہے جسمیں پانچ قدیم پختہ مزار بھی موجود ہیں۔ اور گڈباڑے کے قریب پہاڑ پر ایک قلعہ بھی بنا ہوا ہے جو پہلے اخن گڈھ کے نام سے مشہور تھا اسکی نسبت کبیشر اور جگے بوثوق کہتے ہیں کہ یہ اخوان خان کا تعمیر کردہ ہے جبکہ وہ یہاں حکمران تھے فی الحال وہ مادھو گڈہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ بزمانہ بادشاہان مغلیہ مادھو سنگھ والئی جے پور کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مادھو گڈھ کے نام سے مشہور ہو گیا ۱۲ منہ

ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور صحیح ہے موہن خاں کی نسبت واقعہ نویس بیان کرتے ہیں
کہ وہ خود اس علاقہ ریگستان راجپوتانہ میں نہیں آئے وہ فتح آباد میں رہا کرتے تھے اور وہیں
انتقال کیا قطب خان کا کچھ پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئے کہاں مرے۔ اختیار خاں کی نسبت
بیان کیا جاتا ہے کہ وہ میوات میں رہا کرتے تھے اور ڈھوسی انہیں کے قبضے میں تھی اسلئے
وہ کبھی تو ڈھوسی اور کبھی گڈھ باڑے میں رہا کرتے تھے مگر ان کا انتقال شام پورہ[۱] میں ہوا
واحد خاں کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ باپ کی زندگی میں لاولد مر گئے تھے نواب قائم خاں
کے بیٹوں میں جو سب سے زیادہ نسل پھیلی وہ محمد خان و تاج خاں اور موہن خاں کی ہے
محمد خاں کی اولاد میں تمام بوہان۔ المان۔ داراب خانی۔ مجاہد خانی۔ ہتھیار خانی۔ شہاب خانی
کبیر خانی۔ عیسیٰ خانی۔ جمال خانی وغیرہ شامل ہیں تاج خان کی اولاد میں تاجنان وجملہ
احمدان و مظفر خانی۔ طاہر خانی۔ دلاور خانی۔ الف خانی۔ عمر خانی وغیرہ شامل ہیں موہن خان
کی نسل میں موھنان و تمام ایلمان یعنی حمید خانی۔ سعید خانی۔ ناہر خانی۔ ہیبت خانی و
مجھوان وغیرہ شامل ہیں لقب ایلمان موہن خاں کے بیٹے ایلام خاں عرف ایلم خاں سے
منسوب ہے ان تمام خانیوں کی تفصیلات جگوں کی بہیوں میں سلسلہ وار موجود ہیں۔
پس اس موقع پر شروع سے آخر تک بتانے کی ضرورت نہیں اور نہ یہ خانیاں بیرون
قوم وملک مستعمل ہیں بلکہ تمام قوم قائم خانی یا قیام خانی یعنی نواب قائم خان کے نام سے
نامزد ہیں اور ابتدا سے یہی نظام قیام خانی موزوں و مناسب چلا آتا ہے یہ تو اوپر واضح
کردیا گیا ہے کہ نواب جبر الدین خان و نواب زین الدین خان نواب قائم خاں کے حقیقی
بھائی تھے مگر ترقی و عروج میں قائم خاں کا پلہ بھاری تھا اس وجہ سے جبر الدین خاں
وزیر الدین خان کی اولاد نے بھی قیام خانی ہی لقب اختیار کیا۔ اس کی دوسری وجہ
یہ بھی ظاہر ہوتی ہے کہ قائم خاں کے ان دونوں بھائیوں کی اولاد خود انکی اولاد سے تعداد
میں کم رہی اور یہ ایک مسلّمہ بات ہے کہ جو گروہ یا قوم تعداد میں زیادہ ہوگی وہ ہمیشہ زیادہ

---

[۱] یہ شام پورہ کھیتڑی سے مغرب کی طرف چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اخوان خان کی نسبت ایک روایت یہ بھی
ہے کہ انکی کوئی صلبی اولاد نہ تھی اس لئے انھوں نے فرخ خان کو جو زین الدین خاں کے بیٹے تھے متبنیٰ کرلیا تھا ۱۲ منہ

شہرت بگڑے گی اس سبب سے قیام خانی لقب نے جبرالدین خان اور زین الدین خاں دونوں کی اولاد کو اپنے میں جذب کر لیا تاہم آپس میں جبرالدین خاں کی اولاد جبوان اور زین الدین خاں کی زینداں کے نام سے بولی جاتی ہے خانیوں کی یہ مختصر تفریق محض عقد کشائی کے لحاظ سے کی گئی ہے ورنہ یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ان تینوں بھائیوں کی اولاد ایک ہی دریا کی نہریں ہیں اور سب کی حیثیت یکساں ہے خواہ وہ زیادہ ہو یا کم نسلی لحاظ سے کسی کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ وہ مخاصمانہ[۱] خیالات درست ہیں جو باہم یکدگر قوم میں چلے آتے ہیں۔

چوتھا باب

ریاست فتحپور اور نواب تاج خاں کے بیٹوں کے حالات اور ملک شیخاواٹی کی مختصر طبعی کیفیات

نواب تاج خاں کے بیٹوں یعنی ریاست فتح پور کے جانشینوں کے حالات بیان کرنے سے پہلے ضرورت اسکی ہے کہ مختصر طور پر ملک شیخاوٹی کی جغرافی کیفیت بیان کی جائے جس پر اسوقت شیخاوت راجپوت حکمران ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب یہ ملک شیخاواٹی کے نام سے مشہور ہے مخفی نہ رہے کہ ریاست بیکانیر[۲] سے ریگستان کا سلسلہ شروع ہو کر

---

[۱] میں نے محض ان خیالات پر ایک جداگانہ کتاب حیات الاسلام تالیف کی ہے جو ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں طبع ہو کر قوم میں شائع ہو چکی ہے جس سے قوم کے ان خیالات کی تردید اچھی طرح ہوتی ہے جو منافرت پر مبنی ہیں۔ ۱۲ منہ

[۲] بعض دنیا کے سیاحوں نے جب اس صحرا میں قدم رکھا تو ایسا لق و دق بیاباں نظر آیا کہ انکے چھکے چھوٹ گئے اور ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہوئی وہیں سے لوٹ گئے اور سارے ہندوستان کو اسیطرح صحرا لکھ گئے محمود غزنوی کو جو اس صحرا میں مشکلات پیش آئیں اس سے اس کے دشت و بیابان ہونیکی پوری کیفیت ظاہر ہوتی ہے جب ۱۰۲۵ء میں سومنات پر چڑھائی کی تو سلطان ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی راہ سے ملتان پہنچا یہاں سے آگے راستہ بالکل جنگل ہی جنگل تھا (یہ اشارہ بیکانیر کے صحرا کی طرف ہے) نہ راہ میں کوئی آدمی ملتا تھا نہ کھانا

(بقیہ صفحہ ۴۶)

اس ملک کی آخری سرحد پر ختم ہوا ہے اگرچہ یہ ملک شیخاواٹی ۔ بیکانیر جیسا ریگستان تو نہیں ہے تاہم
اسکو ریگستان کہنے میں تامل بھی نہیں سرزمین شیخاواٹی کا ایک حصہ مغرب میں ریاست
بیکانیر و جودھپور اور دوسرا جنوب میں ریاست جے پور سے ملتا ہے تیسرا شمال میں کچھ
بیکانیر اور ریاست لوہارو سے جا ملا ہے اور چوتھا سرا مشرق میں ریاست پٹیالہ و الور
کی سرحد دباتا ہے۔ جب دنیا کا کوئی سیاح ملک شیخاواٹی سے گذرتا ہے تو اس کو
قدرتی طور پر باشندگان ملک کی زندگی کے حالات لباس۔ چال ڈھال وضع قطع عادات
اور خصوصیات کے قطع نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زمین عرب کے میدانوں کو طے
کر رہا ہے ایک طرف اونٹوں کے ٹولے (دگلے) بکثرت نظر آتے ہیں تو دوسری طرف
ریوڑ بھی چرتے دکھائی دیتے ہیں کہیں ٹیلوں کی بلندیوں کا نظارہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے
تو کہیں فراخ وادیوں میں پہاڑیاں بھی نظر پڑتی ہیں یہی نہیں بلکہ کہیں زمین سنگلاخ
ہے تو کہیں چٹیل میدان بھی ملتے ہیں جنھیں عرب کے اجنبی دیکھکر بیساختہ کہہ اٹھینگے کہ
یہ عرب کے صحرا کا ایک پھٹا پرانا ٹکڑا ہے جو اڑکر کہیں سے کہیں دور آگیا۔ ملک شیخاواٹی
بہیئت مجموعی راجپوتانے میں داخل ہے یہاں کی آب و ہوا گرم خشک ہے مئی اور جون
کے مہینوں میں آفتاب کی تیزی شدت سے بڑھ جاتی ہے مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر)
(۱۱۱) درجہ پر پہنچ جاتا ہے زمین تپ اٹھتی ہے ہوا گرم چلتی ہے ہر طرف سے لوؤں کی لپٹ

(بقیہ صفحہ ۴۵) پینا تیسر آسکتا تھا مگر جفاکش سلطان نے وہی بھاولپور اور بیکانیر کے بیابانوں کا راستہ اختیار کیا آب و دانہ کی
عدم میسری کے خیال سے فوج کو حکم دیا کہ ہر ایک سپاہی کچھ دنوں کے لئے پانی گھاس اور آذوقہ اپنے
پاس رکھے علاوہ اس کے سلطان نے بیس یا تیس ہزار اونٹ پانی وغیرہ سے لدوا دیئے اور ان
اونٹوں کو چند روز پیاسے رکھکر پانی پلایا گیا ابتدائی منزلوں میں تو فوج کو اپنا اپنا سامان و گھاس و پانی
وغیرہ کام آیا جب وہ ختم ہو چکا تو ہر ایک منزل پر چند اونٹ حسب ضرورت ذبح کئے جاتے تھے اونٹوں کا
گوشت سپاہیوں کے کھانے میں آتا تھا اور جو پانی انکے پیٹ سے نکلتا وہ صاف کر کے گھوڑوں وغیرہ
کو پلایا جاتا اور وہ پانی جو اونٹوں پر لدا چلا آتا تھا فوج کے سپاہیوں کے پینے کے کام میں آتا اس تدبیر
سے سلطان کئی سو میل لمبا بیابان طے کر کے اجمیر میں جا نکلا اور وہاں سے سومنات کی طرف بڑھ گیا۔

۵ے جسکا رقبہ ۳۳۰۰۰ ہزار مربع میل ہے جہاں پانی ۱۵۰ یا ۳۰۰ فٹ گہرائی پر پہونچکر نکلتا ہے ۱۲ منہ

اور خصوصاً شمال اور کبھی گوشۂ شمال مغرب سے انتہا کی آندھیاں[۱] آتی رہتی ہیں آسمان پر گرد و
غبار چڑھ جاتا ہے اور مطلع اس قدر مکدر ہو جاتا ہے کہ دن رات سے زیادہ تاریک نظر آتا ہے
بارش کی طرح آسمان سے ریت برسنے لگتی ہے مگر گرمی کی راتیں کسیقدر ٹھنڈی ہوتی
ہیں نومبر اور دسمبر کے مہینوں میں جاڑا خوب پڑتا ہے تھرمامیٹر (۵۵) درجہ پر آجاتا ہے اور
جسقدر شمال کی طرف چڑھتے جائیں اس سے بھی زیادہ جاڑہ پائیں گے بعض وقت تو جاڑے
سے درخت بھی جھلس جاتے ہیں اور گھڑوں میں پانی جم جاتا ہے یہاں بارش کم ہوتی ہے
ایک مورخ لکھتے ہیں کہ عرب کا شاعر گھٹا گھنور کو بہت پسند کرتا ہے مینہ کی پھوار سے خوش
ہوتا ہے اور بجلی کی کوندنے کو کہتا ہے کہ گویا سخی کے ہاتھ سیاہ چادر سے نکل کر بخشش کر رہے
ہیں ہائے سید ستہی جانتا ہے کہ سخاوت کی کیا قدر کرنی چاہیے شیخاواٹی اور مغربی راجپوتانے
کے باشندوں کی بارش کی توقعات میں یہی کیفیت ہوتی ہے لیکن یہاں کا موسم برسات
نہایت لطیف اور شگفتہ ہوتا ہے ہر طرف ٹیلوں کے ہرے بھرے دامن قدرتی باغ
ہو جاتے ہیں سرسبز پہاڑیاں اور لہلہاتے مرغزار تفرجگاہ بنجاتے ہیں پپیہوں کی پی پی اور
موروں کی پیو پیو کی کوک ہر طرف سے سنائی دیتی ہیں جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں یہاں کی
آب وہوا عام حالت میں نہایت خوشگوار اور فرحت بخش ہے ہمیشہ معمولی اور غیر معمولی دونوں قسم کے

(بقیہ صفحہ ۶۶) مولف وہ صحرا جہاں مردے کو کفن اور زندہ کو غذا نہیں ملتی تھی سنہ ۱۹۱۹ء م سنہ ۱۳۳۶ھ میں بتاتا ہے کہ اسکی آمدنی کا اندازہ پچپن
لاکھ ہے سابق مہاراجہ ڈونگر سنگھ کے انتقال کے وقت ریاست بیکانیر کی آمدنی سولہ لاکھ تھی خدا یہ تو قیر آمدنی اصول علم عام
(سائنٹفک) پر نشو و نما پا رہے ہیں ریلوے لائن جاری ہو چکی ہے جب کوئی سیاح اس علاقہ سے گذرتا ہے یا دنیا کے جغرافیہ کی
ورق گردانی کرتا ہے تو عرب اور افریقہ کے ریگستان کی تصویر اسکی آنکھوں میں پھر جاتی ہے ۱۲ منہ

[۱] عرب میں بھی گرمی میں ایک قسم کی ہوا چلتی ہے جسکو باد سموم کہتے ہیں یہ زہریلی
ہوتی ہے جس وقت یہ ہوا چلتی ہے تو آدمی زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور جانور اپنے نتھنے ریت کے اندر کر لیتے ہیں اور جبتک یہ ہوا
گذر نہ جائے کوئی نہیں اٹھتا یہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ رہا کرتی ہے ملاحظہ ہو جغرافیہ مفتاح الارض یہاں ایسی ہوا تو نہیں
چلتی لیکن آندھیوں کا ایسا طوفان بپا ہوتا ہے کہ جسمیں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا لوگ بمشکل مثل اندھوں کے چلتے پھرتے ہیں
بعض وقت تو جہاں کے وہاں ٹھہر جاتے ہیں ایک قدم بھی نہیں چل سکتے جانوروں پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ گھنٹوں رہتی ہے ۱۲

امراض سے پاک وصاف رکھکر لطافت اور نفاست کا بینظیر نقشہ دکھاتی ہے اس ملک کی عام پیداوار باجرا۔ گیہوں۔ جو۔ موٹھ۔ مونگ گوار وغیرہ ہے کہیں کہیں چنے کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ گیہوں کی کاشت بارش سے نہیں ہوتی بلکہ وہ کوؤں کے پانی سے سینچی جاتی ہے کوؤں میں پانی بہت نیچے نکلتا ہے کہیں پچاس ہاتھ لمبی رسی پہنچتی ہے تو کہیں ساٹھ ستر ہاتھ کی ضرورت پڑتی ہے یہاں موسم برسات میں بارش کا اندازہ اس طرح کرتے ہیں کہ مینہ تھم جانے کے بعد زمین کھود کر انگل سے ناپ لیتے ہیں اگر زمین بیس انگل تر نکل آئی تو سمجھا جاتا ہے کہ ایک انچ بارش ہوئی ہے یہاں عموماً اونٹوں سے سواری بار برداری اور زراعت کے کام لئے جاتے ہیں خصوصاً سواری کے اونٹ بڑی دوڑ اور دھاوے کے ہوتے ہیں بعض تو ایک دن میں سو سو میل[۱۲] کی مسافت طے کر جاتے ہیں۔ عام لوگوں کا گذارہ باجرہ۔ جو اور موٹھ پر ہے۔ گوار جانوروں کے کھلانیکے کام میں آتا ہے یہاں میوہ کی قسم سے کوئی پھل قابل ذکر نہیں۔ مگر بارش میں تربوز نہایت شیریں اور بڑا ہوتا ہے بس یہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ شہنشاہ جہانگیر نے یہاں کے تربوز کی الفاظ ذیل میں تعریف کی ہے۔ "از نواحی فتح پور[۵۱] ہندوانہ اور دند باین کلانی تا حال دیدہ نشدہ بود فرمودم کہ بوزن در آورند سی سیر و نیم کشیدہ شد بروز جمعہ محرم ۱۰۱۷ھ" یہاں[۵۲] کے باشندے مضبوط۔ جفاکش۔ متحمل مزاج۔ بہادر۔ فیاض۔ اور رحم دل ہیں۔ رڈیارڈ کپلنگ انگلینڈ کے مشہور زندہ دل شاعر لکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں بہادروں کی ہڈیاں فرش راہ ہوئی ہوں تو وہ جگہ ہندوستان کا راجستھان ہی کہا جاسکتا ہے۔

شہر فتح پور کی بنیاد

وقائع نویسوں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ شہر فتحپور کی بنیاد نواب تاج خان[۵۳] کے فرزند نواب فتح خاں نے چیت سدی پنچمی سمت ۱۴۵۸ م ۱۴۰۱ء میں ڈالی اور قلعہ کا سنگ بنیاد سمت ۱۴۶۲ بکرمی م

---

[۵۱] از جہانگیر نامہ جلوس سوئم ۱۲ منہ [۵۲] از جغرافیہ مفتاح الارض [۵۳] نواب تاج خاں کے چھ بیٹے تھے رفیع خاں۔ اقلیم خاں۔ فخر الدین خاں۔ معز الدین خان۔ رفیع خاں۔ بہادر خاں۔ اور فتح خاں کے دس بیٹے تھے جنمیں سے چند کے نام یہ ہیں جلال خان۔ ہیبت شاہ خاں۔ اسد خاں۔ دریا خاں۔ حاتم خاں۔ محمد شاہ خاں۔ شاہ منصور خاں وغیرہ ۱۲ منہ

۴۰۵ھ میں رکھا گیا برخلاف اسکے مولف شجرۃ المسلمین قیام راسا لکھتے ہیں کہ شہر فتح پور اور اسکے قلعہ کی نیو ۲۰ صفر ۸۵۵ھ میں پڑی اگر ناظرین ان دونوں مبینہ سنوں کو توازن و تطابق کریں تو فرق ضرور پائیں گے کہ وقائع نگاروں کی سمت ۱۴۵۵ مطابق ۱۴۰۱ء سے فتح پور نواب قائم خاں کی مرنے سے اٹھارہ برس پہلے آباد ہوا برخلاف اس کے قیام راسے محولہ تاریخ و سنہ سے قائم خاں کے مرنیکے پنتیس ۳۵ برس بعد بسنا ظاہر ہے امکان غالب ہے کہ نواب قائم خاں کی زندگی میں جو عروج پر تہی پوتے کو یہ غنیمت موقع ملا ہو کہ ایک جداگانہ ریاست قائم کی جائے اور نواب قائم خاں کے بیٹے تاج خان بھی اسی جستجو میں رہے ہوں اس وقت ان دونوں سنوں میں سے کسی ایک کو صحت کے منظر پر لانا محال ہے لیکن وجہ تسمیہ بہترین دلیل اسکی ہے کہ ریاست فتح پور کی بانی نواب قائم خاں کے پوتے اور تاج خان کے بڑے بیٹے فتح خاں تھے ریاست فتح پور کا تعلق جب تک کہ وہ قائم خانیوں کے زیر نگین رہی براہ راست شاہان دہلی [۵۱] سے رہا کرنل ٹاڈ صاحب [۵۲] اپنی تاریخ راجستان میں فرمانروائے ریاست جھنجھنوں کے زوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتح پور ایک ضلع اسی ملک میں اس کے ایک رشتہ دار قائم خانی کے قبضے میں تھا اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ ٹاڈ صاحب صحیح واقعہ نگاری اور واقعی حقیقت کے سمجھنے اور اصلی نتائج کے نکالنے میں عام سیاحوں اور مورخوں سے ممتاز ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ کوئی انسان سہو و خطا سے بھی خالی نہیں ہے یہ فتح پور ایک ضلع نہ تھا بلکہ حقیقت اصلی یہ ہے کہ راجپوتانے میں قائم خانیوں کی سب سے بڑی ریاست یہی تھی اس کے بعد دوسرے مرتبہ میں ریاست جھنجھنوں تھی بعد ازاں نرہر بڑواسی اور جھاڑوپٹی اور کیڈ۔ جداگانہ راجدھانیاں قائم ہوئی تھیں جنکی تفصیل آئندہ موقع مناسب پر کیجائے گی خاصکر فتحپور اور جھنجھنوں راجپوتانے کی دوسری ریاستوں کی طرح شہنشاہ اکبر کی شکارگاہ میں بھی داخل تھیں جسکا پتہ آئین اکبری [۵۳] کی عبارت ذیل سے لگتا ہے

---

۵۱ ملاحظہ ہو آئینہ اکبری جلد دوم صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲ منہ

۵۲ تاریخ راجستان مولفہ کرنل ٹاڈ صاحب لندن میں طبع ہوئی جس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

۵۳ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ مطبع اسمٰعیل دہلی ۱۲

خدیو عالم درجہل کروہے وسی کروہے دارالخلافہ آگرہ عشرت شکار فرمودے خاصہ بازی سیاوی و آلاپور و حصار و سنام و بھٹنڈہ و بھٹیر[51] و پٹن و پنجاب و فتحپور و جھنجھنو و ناگور[52] و میرٹھ و جودھپور[53] و آمیر و سرناین و دیگر جاہائے دور دست ایں صیدگاہ اساس یافتہ بود" ناظرین اس مستند حوالہ سے اس یقین پر پہنچیں گے کہ فتحپور و جھنجھنوں دونوں ریاستیں جودھپور و آنبیر و ناگور وغیرہ کے ہم پلہ تھیں۔ اور اب بھی فتح پور کی مردم شماری سترہ[17] ہزار سے زائد ہے دولت و فارغ البالی میں یہی وہ فتحپور ہے جو شیخاواٹی کے تمام شہروں میں اول ہے اس میں بیسیوں مہاجن لکھپتی شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس نواب فتح خاں کا وہ قلعہ جس پر صدیوں حکومت کا پرچم لہراتا رہا آج اسی دولتمند شہر میں دور سے اپنی اداسی اور مایوسی کی تصویر دکھاتا ہے سہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید ست صنادید عجم را

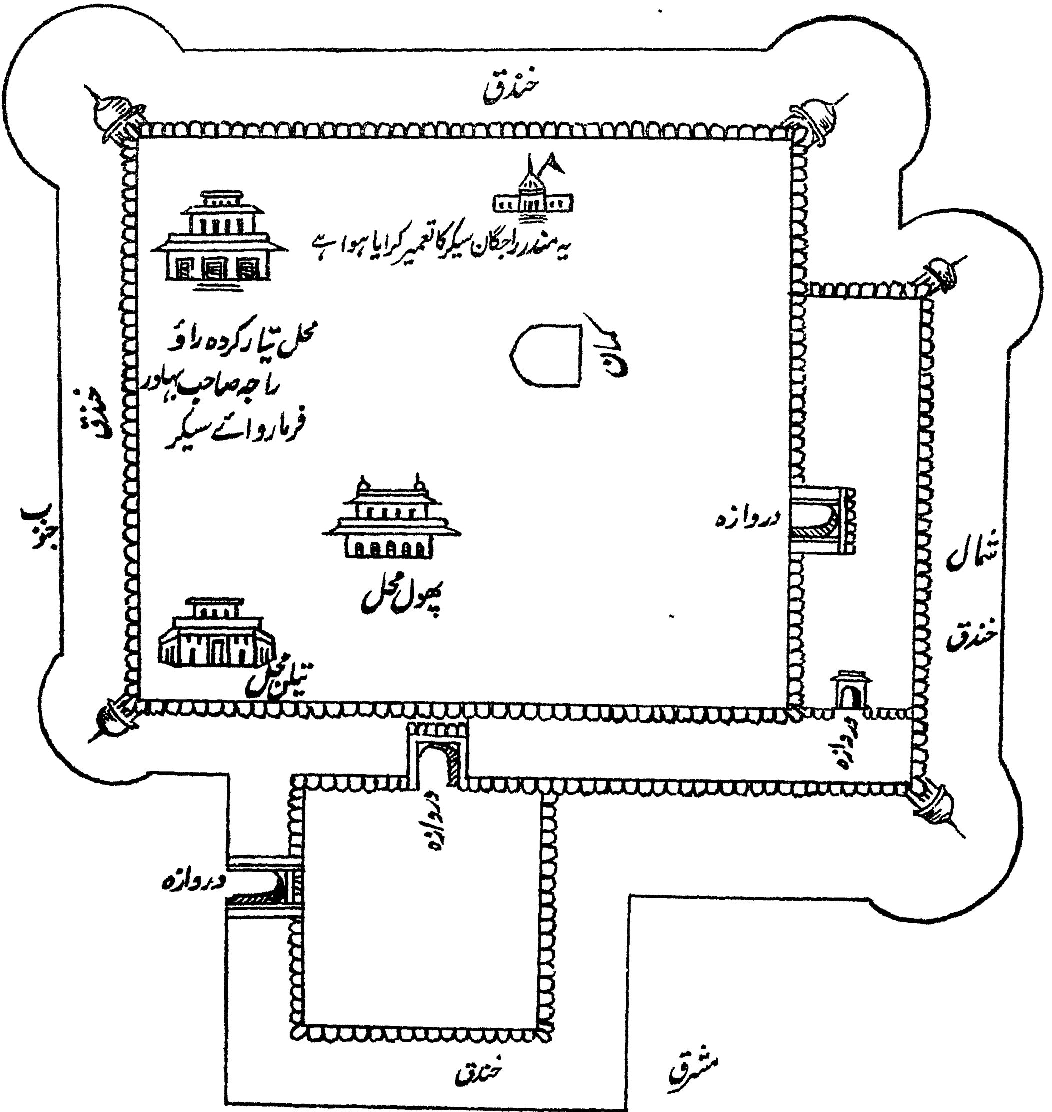
قلعہ کے اندر کچھ محلات تو کھنڈر ہوگئے ہیں اور کچھ باقی ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر ترقی انسان کی فطرت ہے تو یہ تبدیلی بھی قابل تسلیم ہے ایک محل کی بالائی منزل کے اندرونی حصہ میں سرخ رنگ سے وضع قدیم کے بیل بوٹے بھی دکھائی دیتے ہیں اور جلی حروف سے آیتہ الکرسی بھی لکھی ہوئی ہے جو اب تک پڑھی جاسکتی ہے اور پھول محل سے بجانب مغرب زنانہ محلات کا صدر دروازہ ہے اس پر اندرونی حصہ میں مشرقی کونے میں یہ کتبہ کندہ ہے۔

---

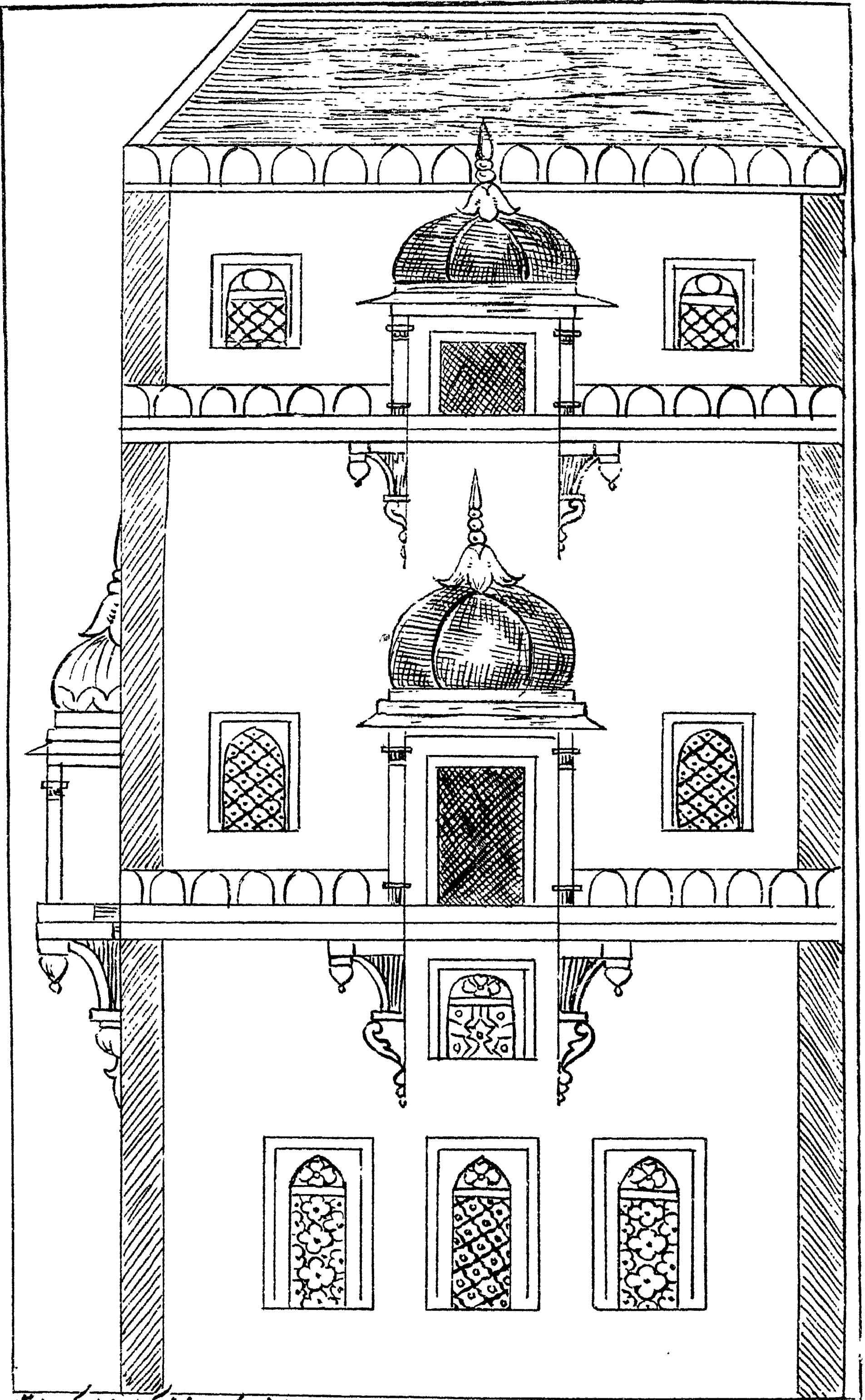
[51] راجپوتانے کے جغرافئے حصہ دوم میں درج ہے کہ اب بھٹیر کا نام ہنومان گڑھ ہوگیا ہے اور وہ ریاست بیکانیر کے علاقہ میں آچکا ہے جسمیں بادشاہی زمانے کا ایک مضبوط قلعہ بنا ہوا ہے جس کی لاگت چار کروڑ لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ امیر تیمور والی ایران نے اس قلعہ پر چڑھائی کرکے فتح حاصل کی تھی اس وقت یہاں بڑی خونریزی ہوئی تھی ۱۲ منہ

[52] ناگور بھی ایک قدیم شہر ہے کہتے ہیں کہ اسکی بنیاد رائے پتھورا کے زمانہ میں پڑی اور نام اتوانگر رکھا گیا پھر بزمانہ معزالدین سام اتوانگر سے ناگور تبدیل ہوا۔ ۱۲ منہ

[53] میاکہ سمت ۱۴۸۲ میں جودھا پیدا ہوا اور اسکے باپ کی جاگیر میواڑ میں تھی اس نے جیٹھ سمت ۱۵۱۵ میں جودھپور کی بنیاد رکھی اور مندور سے اس شہر میں اپنی دارالسلطنت کو منتقل کیا جو اب تک چلا آتا ہے اور اس شہر کے آباد ہونے کے بعد تیس برس تک زندہ رہا اسکی زندگی میں اسکے بیٹوں اور پوتوں نے مارواڑ کو فتح کرلیا سمت ۱۵۴۵ اکسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوا اسکے بعد سورج سنگھ تخت نشین ہوا تاریخ ہندوستان جلد پنجم صفحہ ۲۸۱ مؤلفہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی



قلعہ فتحپور یہ وہی قلعہ ہے جو نواب فتح خاں نے تیار کرایا تھا



یہ وہی محل ہے جو قلعہ کے اندر نواب الف خان والئی فتحپور نے اپنے فرزند دولتخان کی رہائش کیلئے تیار کرایا تھا

اللہ کافی

عجیب عمارتے با رونقی ولمعانے
بنائی محکم بادوشادمان بانے
بحکم دولت خاں شیر بن الف خانے
شد دست ظاہر تاریخ (جنت ثانے) ۱۰۱۴ ہجری

قلعہ کے اندر ایک عمارت سہ منزلہ واقع ہے جو پھول محل کے نام سے مشہور ہے جسکی چھت لکڑی کی منقش ہے اس کے مشرق رویہ ایک دوسرا محل ہے وہ بھی سہ منزلہ ہے اور اسکی دوسری منزل کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بوقت احسن وتاریخ نیک وسال سعید
بنائے خانہ دولت شد بفضل خدا
بحکم حشمت نواب دولت خاں شجاع
بخیر گشت بالا تمام قیصر اعلا
زبہر پور خلف نیکنام دولت خاں
کہ بے نظیر بخوبی افہیم بے ہمتا
بود میمنہ مثال سروس گفت ثنا
دریں دیار عجائب محل شد پیدا

نواب فتح خان کے مرنیکے بعد ان کے بڑے بیٹے جلال خاں مسند آرائے حکومت ہوئے جلال خان نے اپنے دور حکومت میں فتح پور کی آبادی کے بارونق بنانے میں بڑی جدوجہد سے کام لیا قلعہ کی نامکمل تعمیر کی مرمت کرائی سمت ۱۶۷۴ بکرمی سطابق ۱۶۱۷ء میں اپنے نام سے جلال سر آباد کرایا جو فتح پور سے تین کوس بجانب گوشہ مشرق وشمال میں واقع ہے اس نواب نے اسی سال میں سب سے بڑا نیک کام یہ کیا کہ چوبیس میل کے گرداگرد رفاہ عام کی نیت سے ایک بیڑ چھڑوا دیا جو ابتک سرسبز اور وقف چلا آتا ہے اور اس زمانہ سے اس

(بقیہ صفحہ ۵۰)
سمت ۱۴۸۳ متذکرہ صدر مطابقت ۱۴۲۶ء وسمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۸ء اور سمت ۱۵۴۵ مطابق ۱۴۸۸ء ہے۔

نوٹ مورخ لکھتے ہیں کہ ۹۶۷ھ میں ڈھولارائے لیسر سورانے آنبیر کو آباد کیا تھا بہاری مل اسکی اٹھارویں پیڑہی میں تھا راجہ بہاری مل لیسر پرتھی راج کچھواہ بعض تاریخوں میں بہارمل لکھاہی. کچھواہ کی قوم میں دوگروہ ہیں ایک راجاوت اور دوسرے شیخاوت. ذکر راجاوت یوں کہا جاتا ہے کہ صوبہ اجمیر کے مضافات اور مارواڑ کے جنوب میں اکثر اسکے باپ دادا بھوم نشین تھے گو مارواڑ کے برابر آنبیر نہ تھا مگر مالگزاری اس سے زیادہ تھی بہاری مل ہی راجپوتوں میں اول ہیں جو اکبر کی خدمت میں آئے ان کا ذکر شنگرف نامہ اور اقبال نامہ میں مذکور ہے اس سرزمین میں سب سے بڑے وہی راجہ بہاری مل تھے قصبہ سانگانیر مع قلعہ کنڑ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بادشاہ کے بساط بوس

(بقیہ صفحہ ۵۲ پر)

وقت تک اس علاقے کی تمام رعایا اس سے فائدہ اٹھاتی چلی آتی ہے نواب جلال خان نے مرتے وقت دس بیٹے چھوڑے اس نواب کی چار بیگمات تھیں جنکے لبطن سے دولت خان۔ احمد خان۔ نور خان۔ فرید خان۔ نظام خان۔ بہار خان۔ داؤد خان۔ یمین خان لاڈ خان۔ دریا خان۔ ہوئے۔ اس وقت جو گروہ احمدان کہلاتا ہے وہ احمد خان کی نسل سے ہے نواب جلال خان کی وفات کے بعد فرزند اول دولت خان گدی پر بیٹھے نواب دولت خان کے زمانہ حکومت سمت ۱۵۲۲ بکرمی مطابق ۱۴۶۵ء میں دولت آباد جو فتح پور سے شمال میں واقع ہے آباد ہوا یہ نواب بڑے متقی اور پرہیزگار تھے خاص شہر فتحپور اور اسکے اطراف واکناف میں دور تک انکے کشف وکرامات کے چرچے زبان زد خاص وعام ہیں اور وہ عامۃ الناس میں در دولت خاں کے لقب سے مشہور ہیں نواب در دولت خاں کا مزار سنگ مرمر کا ہے اور وہ فتح پور میں قلعہ کے متصل جنوب میں واقع ہے ہر جمعرات کو ہندو اور مسلمان زیارت کے لئے آتے جاتے ہیں اس مزار کے دائیں بائیں اور بھی دو پختہ قبریں ہیں وضع قبور سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ مستورات کی ہونگی جو پردہ خاک میں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سو رہی ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کو نواب دولت خاں سے کیا رشتہ تھا۔ نواب دولت خاں کے تین بیٹے تھے ناہر خان۔ جوبن خان۔ و بایزید خان۔ جب دولت خان نے انتقال کیا تو انکی

(بقیہ صفحہ ۵۱) ہوئے اکبر بادشاہ نے ان پر مہربانی کی اور انکی قدر و شرافت کو بڑھایا راجہ نے کوشش کی کہ میں زمینداروں کے زمرہ سے نکلکر بادشاہ کا مخصوص ہو جاؤں اس لئے بادشاہ کی نمایاں خدمت کی جب بادشاہ نے اجمیر سے مراجعت کی تو مقام سانبھر میں راجہ مع اپنے بیٹے بھگوانداس اور پوتے کنور مان سنگھ کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے تمام ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں سے راجہ اور انکے فرزند اور پوتوں کی قدر و منزلت بڑھائی اور مراتب بزرگ اور مناصب ارجمند عنایت کئے راجہ کو پنجہزاری کا منصب دیکر وطن کو رخصت کیا اور راجہ بھگوانداس اور کنور مان سنگھ بادشاہ کے ساتھ آگرہ گئے یہ بتدریج مدارج اعلیٰ پر سرفراز ہوتے راجہ بہاری مل نے آگرہ میں انتقال کیا تاریخ جے پور مولفہ صاحبزادہ محمد خان بھوپال میں درج ہے کہ بہاری مل کو ہمایوں کی جانب سے پنجہزاری اور راجہ آنبیر کا خطاب ملا تھا یہ صحیح نہیں کیونکہ واقعات مندرجہ بالا سے اسکی تردید ہوتی ہے ۱۲منہ

جگہ بڑے بیٹے ناہر خان کو ملی سمت ۱۵۲۷ مطابق ۱۴۷۰ء میں ناہرسر کا آباد ہونا بیان کیا جاتا ہے
یہ ناہرسر فتح پور سے شمال میں اپنے بانی کی یادگار میں اب تک موجود ہے نواب ناہر خاں
کے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ فدا خاں۔ دلاور خاں و بہادر خاں۔ جب ناہر خاں نے داعیٔ
اجل کو لبیک کہا تو ان کے بڑے بیٹے گدی پر بیٹھے اس نواب نے اپنی کوئی یادگار نہیں
چھوڑی۔ فدا خاں کے بھی تین ہی بیٹے تھے۔ تاج خاں۔ فیروز خاں و دریا خاں۔ نواب فدا خاں
کے انتقال کے بعد حسب دستور بڑے بیٹے تاج خان نے فتح پور کی زمام حکومت اپنے
ہاتھ میں لی اور سمت ۱۶۲۷ مطابق ۱۵۷۰ء میں بطور یادگار تاج سر آباد ہوا اس نواب کے
بیٹوں کی تعداد آٹھ تک پہنچی ہے تاج خاں کی زندگی میں انکے بڑے بیٹے محمد خان
مر چکے تھے اس وجہ سے تاج خاں کے انتقال کے بعد محمد خان کا بڑا بیٹا الف خان
انکی جگہ بیٹھا۔ نواب الف خان درحقیقت قوم قیام خانی کا آفتاب تھا۔ اس بہادر کی اولوالعزمی
شجاعت مستقل مزاجی اور فہم و فراست کا خوشنما مجسمہ ہمیشہ علمی دنیا میں قائم رہے گا۔

اس بہادر نے اپنی ساری عمر شہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں گذاری اور ہمیشہ
اپنے عیش و آرام کو ہیچ سمجھکر اپنی ضمیر کے مطابق عمل کرتا رہا۔ اور تا دم مرگ شہنشاہ جہانگیر
کی فوج کا سپہ سالار (جرنل) رہا اس بہادر کے کارناموں سے ثابت ہے کہ اس کی
انتہائی تمنائیں ہمیشہ شہنشاہ جہانگیر کی دامن مسرت سے وابستہ رہیں اور یہی سبب
ہے کہ یہ بہادر ملک کے اکثر معرکوں میں بھیجا گیا جن میں دم خم سے لڑتا رہا اور ہمیشہ فتح
کی دیوی اس بہادر کے قدم چومتی رہی اور شہنشاہ جہانگیر نے بھی اپنے اس جاں نثار
جواں مرد سپہ سالار کی خدمات کو قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا میں نے پچھلے ورقوں میں اکثر
موقعوں پر جن روایات کی اسناد میں قیام راسے کا ذکر کیا ہے وہ اسی نواب الف خاں
کے فرزند دوم نعمت خان کی ہندی تصنیف ہے اس میں شک نہیں کہ مصنف نے اس
میں اپنے جاں باز باپ کی بہت سی روایات کو محفوظ رکھ لیا۔ لیکن افسوس اس امر کا ہے۔
کہ انھوں نے آغاز سے انجام تک مورخانہ انداز کو ایسا پس پشت ڈالا کہ جس سے ان کے

---

۱ محمد خان۔ محمود خان۔ شیر خان۔ جمال خان۔ جلال خان۔ مظفر خان ہیبت خان حبیب خان ۱۲ منہ

اصلی واقعات مبالغہ کی رو میں پڑ کر اتنی دور بہ نکلے کہ اب انکو اصلی مرکز پر لانا دشوار ہے باین ہمہ
انکو مستند تاریخوں کے متن میں دکھلانے کی کوشش کرونگا جہانگیر اپنی تزک جہانگیری جلد دوم
جشن (۱۸) صفحہ ۲۶۳ ۱۰۳۲ھ ہجری میں لکھتے ہیں کہ قاسم خاں نے منصب چار ہزاری ذات
اور دو ہزار سوار سے سرفرازی پائی اور میرک معین بخش کابل کو حسب التماس مہابت خاں کے
خطاب خانی سے سربلندی بخشی الف خاں قیام خانی نے صوبہ پٹنہ سے آکر ملازمت
حاصل کی پھر میں نے ان کو واسطہ حفاظت قلعہ کانگڑہ کے مقرر فرماکر نشان عطا کیا۔

جہانگیر اپنے جہانگیر نامہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے الف خاں قیام خانی کو منصب [۵۱]
ہفت صدی ذات اور پانصد سوار سے سرفراز کیا۔ قیام راسے کے حوالہ سے شجرۃ
المسلمین میں درج ہے کہ جب میوات میں باغیوں نے غارتگری کی آگ بھڑکائی تو جہانگیر
نے انکی تنبیہ اور گوشمالی کے لئے الف خاں کو بھیجا نواب الف خاں اور باغیوں میں
لڑائی زوروں پر رہی لیکن الف خاں نے انکو قصبہ ساوان وکار ہنڈہ میں شکست دی
جس کی وجہ سے بغاوت کی آگ فرو ہوگئی اور الف خاں جہانگیر کی خدمت میں واپس آگیا
پھر جہانگیر نے ۱۰۱۷ھ میں بسر کردگی شہزادہ پرویز نواب خانخانان و نواب خانجہان و
نواب عبداللہ خاں و راجہ مان سنگھ کورم اور راجہ رائے سنگھ اور دیگر امرا کو مہم
دکن پر جانے کا حکم دیا تو نواب الف خاں کو بھی شہزادہ پرویز کے ہمراہ بھیجا جب شہزادہ پرویز
نے سرزمین دکن برہانپور میں قدم رکھا تو نواب خانخانان و نواب خانجہاں و نواب
عبداللہ خاں و راجہ مان سنگھ کورم و راجہ رائے سنگھ راٹھور کو میمنہ و میسرہ کی فوج
میں تقسیم کر دیا نواب الف خاں کو ملکاپور پر لڑنے کے لئے بھیجا اور پھر خود شہزادہ عادل آباد
کو چلا گیا۔ نواب الف خاں کی دشمنوں سے تین دن تک گھمسان کی لڑائی رہی آخر کار نواب
الف خاں کو فتح ہوئی ان واقعات کے بیان کرنیکے بعد وہ ساکت ہیں مگر شہنشاہ اپنی
تزک میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے امرائے دکن کا [۵۲] اس طرح اضافہ کیا کہ گردھر پسر راسے سل
ہشتصدی ذات سوار ممتاز گشت والف خاں قیام خانی ہمیں منصب ہشت

---

۵۱ نوروز سیوم از جلوس ہمایوں روز پنجشنبہ تاریخ دوم ذی الحجہ مطابق غرہ فروردین ۱۰۱۳ھ ۱۲ منہ
(حاشیہ ۵۲ بر صفحہ ۵۵)

صدی ذات وسوار از اصل واضافہ سربلند گردید۔"

پس یہ قیاس قوی ہے کہ اسی جنگ کی کامیابی پر یہ سرفرازی ہوئی جسکو نواب الف خان کے فرزند نعمت خاں نے لکھا ہے اب میں پھر شہنشاہ جہانگیر کی ان دوسری سرفرازیوں کا ذکر کرتا ہوں جو نواب الف خاں سے منسوب ہیں شہنشاہ لکھتے ہیں۔ کہ الف[۵۱] خاں قیام خانی نے واسطہ حراست قلعہ کانگڑہ کے دستوری پائی اور ان کا منصب اصل واضافہ ہزار و پانصد ذات وہزار سوار کے حکم دیا اور شیخ فیض اللہ خویش مرتضیٰ خاں کا بھی ان کے ساتھ مقرر ہوا کہ بالائے قلعہ کار ہوئے پھر جہانگیر لکھتے ہیں کہ الف خاں وشیخ فیض اللہ قلعہ دار کانگڑہ آکر زمین بوسی سے شرف یاب ہوئے۔ اور انکو فیل[۵۲] اور اسپ سے سرفراز کر کے قلعہ کی طرف رخصت کیا اگرچہ شجرۃ المسلمین میں قلعہ کانگڑہ کی ایک اور دھواں دھار لڑائی کا ذکر بحوالہ قیام راسا لکھا ہے جس میں نواب الف خاں کی شرکت بھی بتائی گئی ہے لیکن نہ تو اس میں کہیں کوئی سنہ ہے نہ کوئی حوالہ قابل اعتماد ہے اور نہ واقعات ہی مسلسل و مربوط ہیں اس وجہ سے مجھے اس لڑائی کے ہونے میں کچھ دنوں شک رہا لیکن جب تاریخ[۵۳] کی ورق گردانی کی۔ تو میرا وہ شک یقین سے مبدل ہو گیا اور اب میں اس جنگ کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں قلمبند کرتا ہوں۔ دوشنبہ محرم کو فتح کانگڑہ کا مژدہ بادشاہ نے سنا جس کا حال جہانگیر یوں لکھتے ہیں کہ کانگڑہ ایک قدیم قلعہ شمال رویہ لاہور کے کوہستان میں واقع ہے ابتدائے استحکام و دشوار کشائی اور محکمی میں مشہور ہے ولایت پنجاب کے زمینداروں کا اعتقاد ہے کہ یہ قلعہ کسی غیر قوم کے ہاتھ میں نہیں گیا اور کسی بیگانہ نے اس پر غلبہ نہیں پایا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اس زمانہ سے کہ ہندوستان میں صوت اسلام و آوازۂ دین مستقیم محمدی بلند ہوا سلاطین والا شکوہ میں سے کسیکو فتح کرنا نصیب نہیں ہوا سلطان فیروز شاہ اس قلعہ کی تسخیر میں مصروف

(حاشیہ صفحہ ۵۴)

---

[۵۱] تزک جہانگیری جلد اول صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبع ٹونک وجہانگیر نامہ قلمی صفحہ ۲۰۸ سنہ ۱۰۲۳ھ جلوس دہم [۵۲] تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ ٹونک جشن پندرھواں [۵۳] صفحہ ۲۲۰ جشن سولھواں تزک جہانگیری صفحہ ۲۲۴ تزک جہانگیری جلد دوم مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ [۵۳]۔ تاریخ ہندوستان جلد ۲ صفحات ۱۵۱ و ۱۶۵ - ۱۴۰ سنہ

ہوا اور مدتوں تک محاصرہ رکھا مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ قلعہ کا استحکام اس حد پر ہے کہ جب تک اہل قلعہ کے پاس قلعہ داری کا سامان اور آذوقہ ہے اس کی تسخیر میں ظفر حاصل نہیں ہو سکتی باوجود شوکت واستعداد کام ناکام فقط راجہ کی ملازمت سے خوش ہو گیا اور فیروز شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا جب میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو تمام غزاؤں میں کہ میں اپنے ذمہ لازم جانتا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی میں نے مرتضیٰ کو بہادر فوج کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا ابھی یہ مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا بعد ازاں چوہڑمل پسر راجہ بالسنو نے اس خدمت کا تعہد کیا اس کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا اس نے بدی و بغی و کافر نعمتی کی جس سے تفرقہ عظیم نے لشکر میں راہ لی لیکن وہ تھوڑی مدت میں مرگیا جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اُن دنوں شہزادہ خورم نے اس خدمت کا تعہد کیا اور اپنے ملازم سندر رائے رایان کو بہت سامان دیکر بھیجا اور بہت سے امرائے[۱] شاہی کو اسکی کمک کیلئے اجازت ملی سندر نے زمینداروں میں سے ایک پر فوج بھیجکر لڑائی شروع کی اور احتیاط کچھ نہیں کی بغیر اس کے کہ راہ برآمد کو استحکام دے اور سرکوبوں پر قبضہ کرے پہاڑوں کی تنگ نالیوں میں آنکر بے صرفہ جنگ کی جس کے سبب سے بعض نامی سرداروں کی جان گئی ۱۶ شوال سنہ ۱۰۲۹ھ کو لشکروں نے دور قلعہ کو گھیر لیا اور مورچوں کو قسمت کیا مداخل و مخارج قلعہ کو نظر احتیاط سے ملاحظہ کیا آذوقہ آمد و شد کی راہ کو مسدود کیا۔ رفتہ رفتہ اہل قلعہ کو تنگ کیا جب انکے پاس وہ غلہ جو غذا بن سکے نہ رہا تو انھوں نے اور خشک غلے نمک میں جوش دیکر کھائے جس سے انکی نوبت ہلاکت پر آئی اور کسی راہ سے امید نجات نہ رہی ناگزیر امان مانگ کر قلعہ کو خالی کیا۔ دوشنبہ غرہ محرم سنہ ۱۰۳۱ھ میں یہ فتح ایسی حاصل ہوئی کہ پہلے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہوئی تھی ۲۴ ماہ دے کو بادشاہ قلعہ کانگڑہ میں سیر کو گیا اور حکم دیا کہ قاضی اور میر عدل اور علماء اسلام ہمرکاب ہوں جو شعائر اسلام شرائط دین محمدی ہوں قلعہ مذکور میں عمل میں آئیں اس قلعہ

[۱] ان امرائے شاہی میں الف خان بھی داخل تھے میں نے اس کے اوپر بحوالہ تزک جہانگیری ظاہر کر دیا ہے کہ الف خان کو اسی قلعہ کانگڑہ کی جنگ کی کامیابیوں کے صلے میں سرفرازیاں عطا ہوئی تھیں ۱۲ منہ

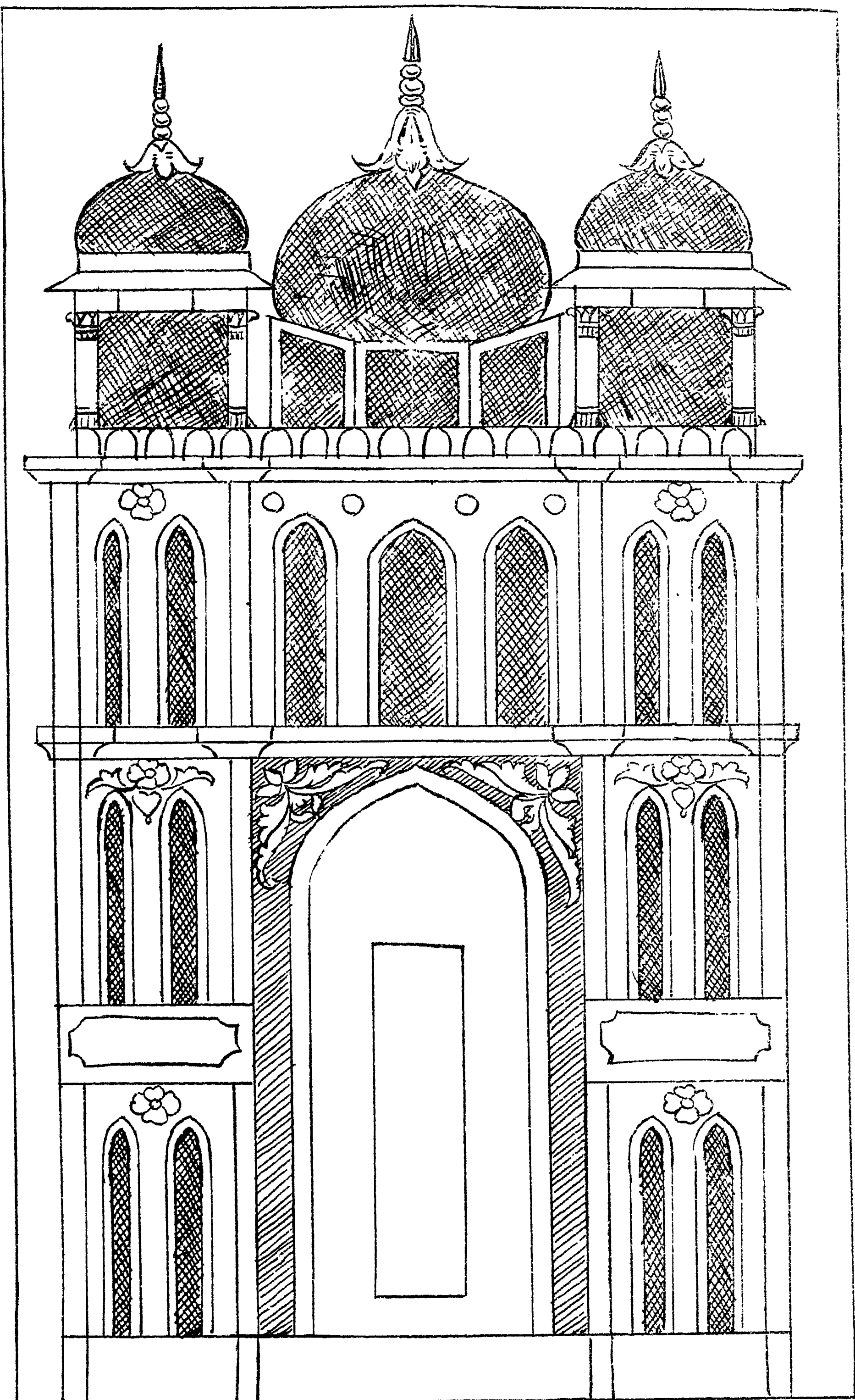
ہیں اذان دی گئی خطبہ پڑھا گیا غرض وہ اسلامی باتیں جو بنائے قلعہ سے ابتک نہ ہوئی تھیں۔ ظہور میں آئیں اور ایک مسجد عالیشان بنانے کا حکم دیا قلعہ کانگڑہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے اور استحکام اور متانت اس حد پر ہے کہ اگر آذوقہ اور لوازم قلعداری مہیا رہیں تو کسی کا ہاتھ اسکے دامن تک نہ پہنچ سکے اور کمند تدبیر اسکی تسخیر سے کوتاہ رہے اگرچہ بعض جگہ سرکوب رکھتا ہے اور وہاں توپ و تفنگ جا سکتی ہیں لیکن اس کے حصاریوں کو زیاں نہیں پہنچا سکتیں وہ نقل مکان دوسری جگہ کرکے انکے آسیب سے محفوظ رہ سکتے ہیں بعد سیر قلعہ جشن ہفت دہم دوشنبہ شہر جمادی الاول ۱۰۳۱ھ کو نوروز ہوا اور آصف خان برادر حقیقی نورجہاں کو منصب شش ہزاری ذات سوار کا مرحمت ہوا انہیں دنوں شہزادہ خسرو کی وفات ہوئی" نعمت خان قیام راسے میں اپنے جانباز باپ الف خاں کا لکھی جنگل میں جانا اور وہاں پر باغیوں سے معرکہ آرائیوں کا ہونا یوں لکھتے ہیں کہ شہنشاہ جہانگیر کے پاس خبر آئی کہ ملک پنجاب کوہستان میں جاگیرداروں اور سرداروں نے سرکشی کی ہے اور بدامنی کی آگ بھڑک اٹھی ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ نواب الف خاں و نواب صادق خاں قلعہ کانگڑہ میں تھے شہنشاہ جہانگیر نے ان کو لاہور میں طلب کیا وہ فوراً حاضر ہوئے اسوقت جہانگیر نے الف خاں کو اس بدامنی کے فرو کرنے کے لئے بھیجدیا الف خاں نواب آصف خاں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد کثیر فوج لیکر روانہ ہوا پہلا مقام قریہ منصور میں ہوا وہاں کے سرداروں نے مقابلہ نہیں کیا اور فوراً اطاعت قبول کرلی وہاں سے الف خاں راوان میں پہنچا یہاں خونخوار جنگ ہوئی آخرکار باغیوں کو شکست ہوئی اسکے بعد ڈوگرہ اور ٹھوان میں داخل ہوا ڈوگر سرداروں نے معمولی جنگ کے بعد پناہ مانگ لی پھر نواب الف خاں قصبہ کھائی میں مقیم ہوا یہاں بھی خفیف سی لڑائی ہوئی انجام کار قصبہ جیسی اور دیپالپور کے باغیوں کو مطیع و منقاد کرتا ہوا پاکپٹن پہنچا یہاں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار کی زیارت کی بہادر خان ڈنڈی جو باغیوں کا سردار تھا اسی مقام پر نواب الف خاں سے ملاقی ہوا اور پیشکش دیکر اطاعت قبول کرلی اور یہیں نواب الف خاں سے سنام بھٹنڈہ۔ عالم پور۔ فیروزہ آباد و بھیڑ

جلال آباد۔ رحیم آباد وغیرہ کے سرداروں نے ملاقات کی اسکے بعد نواب اسی گرد نواح میں مع فوج کے مقیم رہا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے الف خان کو پھر طلب کر کے قلعہ کانگڑہ کی طرف روانہ کیا۔ یہاں پہنچکر نعمت خاں چپ ہیں مگر شہنشاہ جہانگیر فرماتے ہیں۔[۵۱] "سردار خاں کے فوت ہونیکی خبر سُنکر کوہستان شمالی پنجاب کی فوجداری الف خاں کو (کہ وہاں کے کمکیوں ست تھے) سپرد کی اور انکے پسر کامگار کو ہمراہ لشکر کے رکھا" پھر اس کے بعد نعمت خان رقمطراز ہیں کہ نواب الف خان کانگڑہ پہنچا اور وہاں کی بغاوت فرو کی۔ (میرے خیال میں یہ وہی بغاوت ہے جس میں سردار خاں قلعہ دار کانگڑہ مارا گیا تھا) پھر اسی سلسلہ میں نعمت خان لکھتے ہیں کہ جب وہاں پر امن قائم ہوگیا تو نواب الف خان مع فوج کے قلعہ میں رہنے لگا تھوڑے دنوں کے بعد پھر راجہ جگت سنگھ و راجہ چندر بھان والیٔ گڈھ بھون و شام چند و جگت مل وغیرہ نے پہلے سے بغاوت کیلئے سازش کر لی تھی جب انکے پاس کافی سامان حرب جمع ہوگیا تو انھوں نے اعلان بغاوت کر دیا اس وقت نواب الف خاں تلواڑہ میں تھے اور اسی مقام پر باغیوں سے جنگ شروع ہوگئی۔ چھ روز تک متواتر خونخوار لڑائی رہی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی مارے گئے بدقسمتی سے الف خان کی فوج کا زیادہ حصہ تلوار کی نذر ہوا۔ اس وجہ سے باغیوں کا پلہ بھاری رہا مگر نواب الف خاں آخر دم تک لڑتا رہا چھ روز کی گھمسان خونخوار لڑائی میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور اسی میدان کارزار میں ۲۸ رمضان ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء میں اس بہادر سپہ سالار الف خاں نے جام شہادت نوش کیا لشکریوں کے علاوہ فوج کے نامی سردار حسب ذیل مارے گئے۔

کمال خان۔ مجاہد خاں۔ بھیکن خاں۔ بہلول خاں۔ فیروز خاں۔ لاڈ خاں۔ سکندر خاں۔ درج داس۔ معروف خاں۔ شریف خاں۔ اودے سنگھ۔ پرتاب سنگھ۔ چتر بھوج۔ جگت سنگھ۔ منوہر داس۔ گجو ہر داس۔ دریا خان۔ جمال خاں۔ دولت رائے۔ ابھی رائے۔ اور نواب الف خاں کا ایک ہاتھی چتر گنج نامی بھی اس جنگ میں مارا گیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی

---

[۵۱] تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ منہ



مقبرہ نواب الفخاں والئ فتح پور

جنگی ہاتھی تھا جو شہنشاہ جہانگیر نے مرمت فرمایا تھا جس کا ذکر قبل ازیں بحوالہ تزک جہانگیری کر چکا ہوں۔ نواب الف خان کی نعش میدان کارزار سے انکے دارالحکومت فتحپور میں لائی گئی اور قلعہ سے جانب مشرق دفنائی گئی جس پر ایک گنبد[۵۱] بھی بنوایا گیا جو ابتک موجود ہے قبر کے تعویذ پر کچھ عبارت کندہ ہے لیکن اس وقت پڑھی نہیں جا سکتی۔

ایک مورّخ کے لیے اس سے بڑھکر کوئی عیب کی بات نہیں ہے کہ وہ کسی حکمران یا قوم کی بیجا مدح سرائی میں جامہ سے باہر ہو جائے یا اُسکے اصلی حالات میں تصرف کر کے کچھ سے کچھ کر دکھائے یا محض تعصب، تنگ خیالی اور کوتاہ قلمی سے کام لے مؤلف تاریخ وقائع[۵۲] راجپوتانہ لکھتے ہیں کہ "راجگان ایڈر و بھج۔ و سندہ، سروہی۔ وچالک۔ ووالی فتحپور۔ وجھنجھنوں، جیسلمیر و ناگور۔ راجہ ابھے سنگھ جودھپور کی سلامی کے لئے حاضر ہوتے تھے" برخلاف اسکے دوسری طرف مولف تاریخ ترلی[۵۳] والئی فتحپور کی یہ شان دکھاتا ہے کہ ایک دن نواب فتحپور اپنے ملک سرحد مارواڑ پر فروکش تھا مہاراجہ جودھپور ان سے ملنے کو آئے لیکن ان کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ملی اس وجہ سے مہاراجہ نے کھڑے کھڑے گفتگو کی سب ان واقعات کی حیثیت سے جو تفصیل کے ساتھ واضح کر دیئے گئے ہیں خود ناظرین ہی فیصلہ کر سکیں گے کہ ان دونوں وقائع نویسوں کا موضوع ایک دوسرے کی بیجا برتری اور مدح سرائی ظاہر کرنا ہے یا نہیں تاریخی شہادت سے تو یہ ثابت ہے کہ فتحپور جھنجھنوں اور جودھپور کی یہ تینوں ریاستیں شاہان دہلی کے زیر اثر تھیں اور بجائے خود

---

۵۱ مولف انقلاب تاریخ قائم خانی لکھتے ہیں۔ کہ شہر کے کنارے پر نواب الف خاں کا مزار بڑے گنبددار مقبرہ کی شکل میں بنا ہوا ہے مگر ریاست کی بے توجہی سے روز بروز ٹوٹتا جاتا ہے اور غیر آباد ہونیکی وجہ سے وحشتناک مقام نظر آتا ہے اس مقبرہ کی روز بروز گرتی ہوئی حالت دیکھکر گورنر جنرل ہند لارڈ کرزن بہادر کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے کہ جنھوں نے پرانی یادگاروں کے قائم رکھنے کے لئے ہندوستان میں ہزاروں روپے جابجا عطا فرما کر انکی مرمت کا انتظام کیا مگر افسوس ہے کہ اس سے ہمارے ہندوستان کے رئیس کچھ سبق نہیں لیتے ۱۲ منہ

۵۲ جلد دوم صفحہ ۱۰۸، ۱۱۲ ۵۳ یہ کتاب راؤ ترل جی کے نام سے موسوم ہوئی ہے جو راؤ راجہ جی بہادر والئی سیکر کے مورث اعلیٰ تھے اور یہ راؤ راجہ جی بہادر سیکر کے ایک رکن رکین کی تالیف ہے لیکن ہنوز غیر مطبوعہ صورت میں ہے ۱۲

تینوں یکساں حیثیت میں آزاد تھیں کسی کو کسی سے کوئی تعلق ایسا نہ تھا کہ جس سے اطاعت کی صورت پیدا ہو۔ نواب الف خان کے پانچ بیٹے تھے۔ دولت[۱] خان۔ نعمت[۲] خان۔ ظریف[۳] خاں فخر خاں[۴]۔ شریف[۵] خاں۔ جبکہ ۱۰۳۵ھ میں نواب الف خان میدان کارزار میں کام آئے تو ان کے بڑے بیٹے دولت خاں نے حکومت فتح پور کی باگ اپنے ہاتھ میں لی دولتخاں اپنے باپ کی زندگی میں شہنشاہ[۵۱] جہانگیر کی خدمت گذاری میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اس کا پتہ تزک جہانگیری سے بھی ملتا ہے مصنف قیام راسا بیان کرتے ہیں کہ نواب دولت خان مع اپنے فرزند طاہر خان کے جہانگیر و شاہجہاں کے دربار میں لازمًا حاضر رہا کرتے تھے اور اکثر لڑائیوں میں شریک بھی رہے جب شاہجہاں نے بلخ کی تسخیر کے لئے فوج بھیجی تو اس میں نواب دولت خان مع اپنے فرزند طاہر خاں کے شریک تھے جب یہ لشکر بلخ میں پہنچا تو طاہر خاں نے وہیں انتقال کیا طاہر خان کی بے وقت موت سے نواب دولت خان کو سخت صدمہ پہنچا لیکن انھوں نے دامن استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ بلخ پر یہ فوج کشی کس سنہ میں ہوئی لیکن تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۵۶ھ میں شہزادہ مرادبخش نے بلخ اور بدخشاں تسخیر کرنے کے لئے پچاس ہزار سوار اور دس ہزار تفنگچی اور تیر انداز و باندار و پیادوں اور کثیر توپخانوں سے فوج کشی کی تھی غالب ہے کہ یہ وہی جنگ ہو۔ یہ واقعات بھی نعمت خاں ہی کے بیان کردہ ہیں کہ نواب دولت خان نے قندھار کی جنگ میں جو شاہ عباس کے مقابلے میں ہوئی تھی شریک رہ کر نمایاں خدمات انجام دیں اور قندھار ہی میں مارے گئے۔ اگرچہ انھوں نے کوئی تاریخی ثبوت بہم نہیں پہنچایا اس لئے مجھے اس میں شک رہا میں نے تاریخ سے تصدیق چاہی تو جواب یہ ملا کہ واقعی شاہ عباس فتح قندھار[۵۲] کے ارادہ سے اصفہان سے نکلا اور خونخوار لڑائی کی جسکی تفصیلات یہ ہیں کہ وہ دہم ذی الحجہ کو باغ گنج علی خان میں پہنچا دولت خاں قلعہ میں

---

۵۱ ملاحظہ ہو تزک جہانگیری جلد دوم صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ مطبع ٹونک ۱۲ منہ

۵۲ اقتباس تاریخ ہندوستان جلد ہفتم صفحہ ۱۴۴ مولفہ مولوی شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خان یہ جنگ شاہجہان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ بلخ ایک شہر کا نام ہے جو سرزمین خراسان میں واقع ہے ۱۲ منہ

متحصن ہوا اس نے تمام قلعہ کی برج اور بارہ کا استحکام کئی آدمیوں کے اہتمام میں دیا اور
بادشاہی تفنگچی اور اپنے سپاہی کو ہیچہ کابل پر مقرر کیئے. برجوں کی حفاظت اس نے کاکر خاں
کے حوالہ کی اور بالو زئی اور خواجہ خضر کے دروازوں کے نیچے کے مورچے. نور الحسن بخشی
احدیان کو اور حصار دولت آباد اور قلعہ مندوی میرک حسن کے حوالہ کیئے اور ارگ اور
سب جگہ کی خبرداری اپنے ذمہ لی مگر بڑی بد احتیاطی یہ کی کہ خلیج خاں نے جو دو دو برج
کو ہیچہ چہل زینہ کی چوٹی پر بنائی تھیں انکی حفاظت نہ کی وہاں سے قلعہ دولت آباد و مندوی
پر توپ و تفنگ کے گولے کارگر چل سکتے ہیں قزلباشوں نے اسکو غیر محفوظ دیکھکر اپنا قبضہ
کرلیا اور آتشباری اور جانستانی شروع کی دوازدہم صفر کو تمام منصبداران و احدیان و
تیراندازوں نے امان لی اور قلعہ سے باہر آئے غنیم قلعہ پر متصرف ہوا اور قلعہ دار قندھار خواص
خاں ہندوستان کو روانہ ہوا اور قلعہ خالی کردیا، اب قندھار کا وہ معرکہ بیان کیا جاتا ہے
جسمیں دولت خاں مارے گئے. نہم شوال سنہ ۱۰۶۳ھ آدا خر شب میں پانچویں دفعہ شہزادہ[۱]
داراشکوہ نے قندھار پر یورش مقرر فرمائی نیزے و بانیں و زینے تیار ہوئے اور یورش
کا سارا سامان مہیا کیا گیا ایک پہر رات باقی تھی کہ بہادروں اور جوانمردوں کو جیسی جدوجہد
کرنی چاہیئے تھی کی اور ہمت کر کے قلعہ کے اوپر چڑھ گئے اور رستم خاں و لشکر خاں و ایرج خاں
و محمد جعفر و راجپوتوں کی ایک جماعت کیساتھ جانبازی کر کے پایئں حصار دمسوں کے اوپر
سے بانوں کے پھینکنے اور خانہ بر انداز گولوں کے مارنے سے ایک قیامت برپا کردی اور
ہر طرف سے توپ و تفنگ اور زنبورک کے کئی ہزار گولے بہادروں کی یورش کی کمک کیلئے
اور محصورین کے سراسیمہ کرنے کے لیئے چھوڑے گئے. عبداللہ بیگ و محمد جعفر دونوں بھائیوں
نے سپاہیوں کی ترغیب میں اس قدر فریاد کی کہ انکی آواز ایسی پڑگئی کہ گلے سے بات نہیں
نکلتی تھی صبح نے روئے کار سے پردہ اٹھادیا اور رات کی نسبت قلعہ کے اوپر سے گولے
توپ و تفنگ سابجمہ و بارچہ آہن پل سیاہ پیسی اور چادر روغن نفط زدہ آتش گرفتہ اور بڑے
چھوٹے پتھر اولوں کی طرح آسمان سے برستے تھے سر اٹھانے کی فرصت نہ دیتے تھے

---

[۱] یہ اقتباس بھی تاریخ ہندوستان جلد ہفتم صفحہ ۴۴۵ کا ہے ۱۲ منہ

سادات بارہ ومغلوں وراجپوتوں وافغانوں کی ایک جماعت کثیر موت کا نشانہ بنی اور جو جماعت زخمی ہوئی افتاں وخیزاں جس راہ سے گئی تھی بہت جلد اُلٹی چلی آئی اور سوائے مردم غیر مشہور کے بہت سے روشناس مثل خواجہ خان ضیاء الدین بخشی احدیاں ومحمد شریف عرب و تیمور بیگ ومحمد حسین پسر میر یوسف ومحمد سعید کاشغری ودولت خان وراجہ مان سنگھ وغیرہ (۲۵) امرار راجپوت بانام ونشان کام میں آئے اور بہت سے احدی جان نثار ہوئے۔"

اس سلسلہ میں اس تاریخی واقعہ کا تذکرہ بھی نامناسب نہوگا کہ شہر فتحپور کے اندر اسی زمانہ کی ایک باؤلی قاضی کے نام سے ابتک موجود ہے جسکی عمارت قابل دید ہے اس میں کاریگروں نے اعلیٰ درجہ کی صناعی کی ہے اس حصہ ملک میں ایسی صنعت کے ساتھ کوئی دوسری یادگار نظر نہیں پڑتی کاریگروں نے اس باؤلی کے اندرونی حصہ میں اس طرز پر خانے بنائے ہیں کہ ان میں ہزاروں آدمی چھپ سکتے ہیں اور پھر انکی تعمیر میں یہ ایک عجیب کمال دکھایا ہے کہ جو آدمی انمیں چھپیں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوسکتی اس باؤلی میں ایک کتبہ بھی کندہ ہے جسکی عبارت یہ ہے ؎

بدور شاہ نور الدین جہانگیر	بایار نواب الف خان مظہر جود
باستمداد دولت خاں الف خاں	عمارت یافت چاہ شیخ مودود
چو یوسف سال تاریخش طلب کرد	خرد گفتہ (بینا ۱۰۲۴ھ شیخ مودود)

بنائے شیخ مودود مادۂ تاریخ ہے جس سے ۱۰۲۴ھ نکلتا ہے مذکورہ بالا یادگاروں سے ناظرین اس درست نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ فرمانروایان فتحپور کی شان وعظمت تہذیب وتمدن اس ریگستان میں بے مثل تھا۔ نواب دولت خان کے زمانہ حیات سمت ۱۶۸۲ مطابق ۱۶۲۵ء میں انکے نام سے دولت پورہ آباد ہوا کہتے ہیں کہ یہاں دولت خان نے ایک قلعہ تعمیر کرایا جو علاقہ جودھپور میں شامل ہوگیا ہے۔ اب یہ دولت پورہ[۵] ریاست جودھپور مارواڑ کے قبضے میں ہے

[۵] دولت پورہ وطاہر پورہ ڈیڈوانہ سے قریب ہیں یہ ہر دو مواضعات جہاڑ دپٹی کے آخری سرحد مغربی پر آباد ہیں جو اب علاقہ جودھپور میں ہیں ۱۲ منہ

اور طاہر خان کے نام سے طاہر پورہ بسایا گیا۔ یہ بھی ریاست جودھپور کی سرحد میں داخل ہوچکا ہے جو فتح پور سے جانب گوشہ مغرب و جنوب موجود ہے دولت خاں کے دو فرزند میر خان اور اسد خان باقی رہے چونکہ دولت خان کا بڑا بیٹا طاہر خاں تھا اور وہ بلیخ میں باپ کی زندگی میں فوت ہوچکا تھا اس سبب سے طاہر خان کا بڑا بیٹا سردار خان جو دولتخاں کا پوتا تھا اپنے دادا کی گدی فتحپور پر بیٹھا یہ نواب لاولد رہا جسکے سبب سے نواب سردار خاں کا چھوٹا بھائی دیندار خاں گدی نشین ہوا۔ اس نواب کے نام سے سمت ۱۷۶۰ مطابق سنہ ۱۷۰۳ء میں دیندار پورہ آباد ہوا۔ اس نواب کے دو بیٹے تھے۔ رشید خاں و مظفر خان نواب دیندار خان کے انتقال کے بعد ان کا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔ رشید خان کے دو بیٹے تھے سردار خاں دوم میر خاں۔ جب رشید خان نے اس دار فانی سے رحلت کی تو فتح پور کی گدی سردار خاں کو ملی نواب سردار خاں[1] کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لیئے انکی جگہ میر خان کا بیٹا کامیاب خان جو درحقیقت نواب کا حقیقی بھتیجا تھا گدی کا وارث ہوا یہی بدقسمت وہ کامیاب خاں ہے جسکے کمزور ہاتھوں سے ریاست فتح پور ہمیشہ کے لیئے چھن گئی۔

تذکرہ محراب خان

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بزمانہ نواب دیندار خان والی فتح پور انکے عزیزوں میں محراب خاں ایک بڑے پایہ کے سردار ہوئے ہیں جنکا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر نواب تاج خاں ثانی والی فتحپور میں جا ملتا ہے اس محراب خاں کو شاہانِ دہلی کے یہاں اچھا رسوخ حاصل رہا ہے بادشاہ عالمگیر نے مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۰۹۱ھ مطابق سنہ ۱۶۸۰ء میں ریاست جودھپور کی ضبطی کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس دوران میں محراب خان ہی جودھپور میں حاکم رہے ہیں۔ اس جگہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ والیٔ فتحپور کے بھائیوں کا شاہانِ دہلی کے دربار میں اتنا رسوخ تھا نیز کارنامہ راجپوتان میں بھی یوں درج ہے کہ سمبت ۱۷۶۳ مطابق ۱۱۱۸ ہجری میں شاہ عالمگیر کا انتقال ہوگیا تو انکے شاہزادوں میں سلطنت لینے کے لیئے جھگڑا پیدا ہوگیا۔ اور بہادر شاہ کابل سے اور اعظم شاہ دکن سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس موقع کو مہاراجہ رجیت سنگھ غنیمت جانکر جودھپور کی

[1] اسی نواب سردار خاں کو کیشر وغیرہ قائمخان ثانی بھی کہتے ہیں نواب کامیاب خاں بھی لاولد مرے تھے ۱۲ منہ

طرف بڑھا اور مہاراجہ اجیت سنگھ نے درگداس وغیرہ راٹھوروں کی مدد سے بادشاہی فوجدار ناظم قلی کو نکال کر جودھپور پر قبضہ کرلیا۔ آخرکار اس کشمکش میں بہادر شاہ بادشاہ ہوئے بہادر شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی دوسرے برس راجپوتانہ پر چڑھائی کی چتوڑ اور اجمیر کے درمیان خیمہ زن ہوئے کیونکہ اجیت سنگھ کے جودھپور دبالینے اور سوائے جیسنگھ کے شاہزادہ اعظم کی ہمراہی کرنے کے سبب یہ دونوں سے ناراض تھے۔ اس لئے بسرداری شاہزادہ عظیم ایک بہت بڑی فوج کو روانہ کیا اور ہراول میں جملۃ الملک خان خانان بہادر و صمصام الدولہ کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ راجپوتانہ پائمال ہو اور راجپوتوں کی گوشمالی کیجائے اور انکے مال و اسباب ضبط کئے جائیں بہرحال بہادر شاہ نے جودھپور اور انبیر ضبط کر کے وہاں اپنی فوج رکھدی اسکے بعد مہاراجہ اجیت سنگھ اور سوائی جے سنگھ و درگداس بادشاہ کے پاس حاضر ہوتے اور معافی مانگ لی پھر انکو جلد ہی بادشاہ کی اردلی میں دکن کی طرف کوچ کرنا پڑا۔ لیکن دونوں راجہ اپنے علاقوں کی ضبطی کے رنج سے نربدا ندی پر اپنے ڈیرے خیمے چھوڑ کر میواڑ کی طرف چلے آئے مہاراجہ امر سنگھ نے ان کو خاطر داری سے رکھا مہارانا نے جودھپور اور انبیر کی ضبطی اٹھانے کے لئے دربار بادشاہی میں بہت کوشش کی مگر بادشاہ نے دونوں راجاؤں کے حاضر ہوئے بغیر ان کا مالک دینا منظور نہ کیا تب سمت ۱۷۶۵ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ و سوائی جے سنگھ مہارانا کی مدد سے فوج جمع کرتے ہوئے مارواڑ پہنچے جہاں بادشاہی فوجدار محراب خاں جو دس گیارہ مہینے سے حاکم بنا ہوا تھا اس نے شہر جودھپور بغیر مقابلہ حوالہ کردیا۔ اور راٹھوروں نے دوبارہ اپنی راجدھانی میں داخل ہو کر خوشی کا اظہار کیا۔ وقائع راجپوتانہ[۱] بھی یوں رقمطراز ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگھ بادشاہ کی اطاعت کر کے دکن کو گیا اور کام بخش کے ماتحت نوکری کرنے لگے سمت ۱۷۶۵ بکرمی مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ کے مارواڑ میں واپس آنیکی خبر آئی محراب خاں گھبرایا اور جودھپور کے محل میں تیس ہزار راٹھور جمع ہوئے اور دروازہ کھولکر محراب خاں کو نکالدیا اور مہاراجہ اجیت سنگھ پھر مارواڑ کی دارالحکومت میں داخل ہوئے۔ علاوہ اس کے محراب خاں کے خاندانی وقائع نگار بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں

[۱] جلد دوم صفحہ ۹۳-۱۲ سنہ

کہ نواب تاج خاں ثانی والئی فتح پور کے فرزند جلال خاں اور انکے فرزند فتح خاں اور انکے فرزند بڑائی خان اور انکے فرزند محراب خاں ہوتے ہیں نگران میں کوئی بھی گدی نشین نواب نہ تھا۔ تاج خاں کی جگہ ریاست فتح پور پر نواب الف خاں گدی نشین ہوئے تھے محراب خان ریاست جودھپور میں منجانب شاہ دہلی ریاست مذکور میں بارہ سال تک حاکم رہے اور اپنے زمانہ حکمرانی نواب محراب خاں نے جو پہاڑ پر قلعہ ہے اس میں ایک مسجد بھی تیار کرائی جو اب تک موجود ہے اور قلعہ کی مرمت بھی کرائی اور انکی پوتھیوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ بمقام جودھپور سمت ۱۷۵۹ مطابق ۱۷۰۳ء میں ہمیں انعام بھی دیا تھا۔ اور وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نواب محراب خاں جودھپور ہی میں زہر کھا کر مر گئے اور انکی پختہ قبر وہاں موجود ہے وقائع نگاروں کا یہ بیان کہ وہ بارہ برس جودھپور میں صدر حاکم رہے تاریخ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگھ کے پہلے حملے میں جو جودھپور پر کیا گیا تھا اسوقت ناظم قلی وہاں کے فوجدار تھے مگر دوسرے حملے میں جو چھ برس کے بعد ہوا محراب خاں فوجدار ثابت ہوتے ہیں یہ ممکن ہے کہ اس اٹھائیس برس کی ضبطی کے عرصے میں محراب خاں کو بادشاہ کی طرف سے جودھپور میں اور کوئی خدمت سپرد ہوئی ہو اور اس عرصہ میں بھاٹوں کو انھوں نے انعام بھی دیا ہو تو ایسا ہو سکتا ہے ہمارے خیال میں تو وہ گیارہ ہی مہینے فوجدار رہے ہونگے مخفی نہ رہے کہ جودھپور پر شاہ عالمگیر نے کس لئے اور کیوں قبضہ کرلیا تھا تواریخ مغلیہ اور تاریخ راجپوتانہ اسکی گواہ ہیں کہ عالمگیر اور مہاراجہ جسونت سنگھ میں سخت عناد چلا آتا تھا جبکہ سمت ۱۷۱۴ بکرمی مطابق ۱۶۵۸ء میں شاہجہاں کے سخت بیمار ہو جانے سے بادشاہزادوں میں جو تخت کے لیے لڑائیاں ہوئیں ان میں مہاراجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کا طرفدار تھا اسی زمانہ میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو شاہجہاں نے مہاراجگی کے ساتھ سات ہزاری ذات سوار کا منصب بھی عطا کیا تھا جو صاحبزادوں کے بعد وزیروں کو ملتا تھا اور عالمگیر کے مقابلہ میں مہاراجہ جسونت سنگھ شاہی فوج کے ساتھ اُجین آئے تاکہ عالمگیر کا سدّراہ ہو کیونکہ عالمگیر دکن سے آگرے آرہے تھے یہاں خونخوار جنگ ہوئی اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو شکست فاش ہوئی شاہی فوج کے علاوہ انکے خاص آٹھ ہزار راجپوتوں میں سے

بالنو باقی رہ گئے تھے مہاراجہ جسونت سنگھ بجائے آگرے کے جودھپور چلے گئے یہ لڑائی باہ جیو گاؤں کے قریب جس کا نام بعد میں فتح آباد ہوا واقع ہوئی بعد ازاں عالمگیر نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو قصوروں کی معافی کے ساتھ دلی بلالیا جہاں سے شاہزادہ شجاع کے مقابلہ میں بادشاہ نے مہاراجہ کو الہ آباد کی طرف روانہ کیا مہاراجہ جسونت سنگھ نے وہاں پہنچکر چونکہ ہرگز عالمگیر کا فائدہ نہ چاہتا تھا شجاع کو چھاپہ مارنے کا پیغام بھیجا شاہی پچھلی فوج پر اپنے خاص ہمراہیوں کے ساتھ یکایک ایسا حملہ کر دیا کہ فوج شکست کھاکر بھاگ گئی اور اس نے تمام خزانے اور اسباب کو لوٹنا شروع کر دیا لیکن شجاع کی شکست سے مہاراجہ جسونت سنگھ لوٹ کا مال سمیٹ کر فی الفور آگرہ ہوتا ہوا اپنے ملک کو بھاگ گیا اور اس مال سے جدید فوج بھرتی کرنی شروع کر دی اور دارا شکوہ سے بھی خط و کتابت شروع کر دی ۱۶۶۰ء میں عالمگیر نے پھر مہاراجہ جسونت سنگھ کو طلب کیا قصوروں کی معافی کے بعد مہاراجہ کا سات ہزاری منصب بحال رکھکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا جہاں سے دو برس کے بعد ان کو نواب شائستہ خاں کی نیابت میں دکن جانے کا حکم ہوا وہاں جانے کے بعد مہاراجہ نے سیواجی سے سازو باز کر لی پھر سمت ۱۷۲۳ بکرمی مطابق ۱۶۶۶ء میں شاہزادے معظم کے ہمراہ مہاراجہ کو دوبارہ بھیجا گیا جہاں چار برس رہ کر انھوں نے شاہزادے کو بغاوت پر طیار کیا عالمگیر نے مہاراجہ کو وہاں سے ہٹا دیا اور وہ اپنے وطن کو چلا گیا تھوڑے ہی دنوں کے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ بادشاہی دربار میں حاضر ہوئے اور جب عالمگیر کے ساتھ بارہ برس تک مہاراجہ نقصان رسانی کے ساتھ پیش آتے رہے اور باوجود اغماض بادشاہ کے در پردہ دق کرنے کے منصوبے باندھتے رہے تو بادشاہ نے ان کو دکن کی عوض افغانستان کی طرف بھیجدیا مہاراجہ جسونت سنگھ سمت ۱۷۲۸ بکرمی مطابق ۱۶۷۲ء میں صوبہ دار کابل کے مددگار ہوکر جمرود کی تھانہ داری پر جو پشاور سے پانچ کوس مغربی طرف ہے گئے اور آٹھ برس وہاں رہ کر پوس سدی ۸ سمت ۱۷۳۵ بکرمی مطابق ۱۶۷۹ء میں مر گئے پچاس برس کی عمر پائی ان کے بھائی بند راجپوت انکی رانیوں کو ساتھ لیکر بے اذن شاہی صوبہ دار کابل سے چل کھڑے ہوئے دریائے اٹک پر مزاحمت ہوئی وہاں بھی راجپوتوں نے

خونریزی کی اور پار اتر آئے کارنامہ راجپوتانہ بحوالہ مآثر عالمگیری لکھتا ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا اس کا کوئی بیٹا نہ تھا اس کے معتبر نوکر سونگ اور رگناتھ داس بھاٹی اور رنچھوڑ اور درگداس وغیرہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے ایک ایک بیٹا پیدا ہوا نوکران مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونیکی اطلاع بادشاہ کو دی منصب اور راج کے عطا کرنے کی درخواست بھی کی بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لائیں جسوقت لڑکے سن تمیز کو پہنچینگے انکو منصب و راج عنایت ہوگا۔ راجپوتوں کا گروہ دہلی میں آیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ و الحاح کیا اس اثنا میں ایک بیٹا باپ سے جاملا (مرگیا) جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقے کا ارادہ یہ ہے کہ پسر دوم اور دونوں رانیوں کو جودھپور لے جاکر بغاوت کی جائے تو بادشاہ نے انکو مقید رکھنے کا حکم دیا راجپوت لڑے اور بہت سے مارے گئے باقی جو رہے جودھپور کو بھاگ گئے۔ بہرحال شاہ عالمگیر نے ۱۰۹۰ھ میں حکم دیا کہ جودھپور خالصے میں داخل کیا جائے فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور قریب کے علاقے سے عہدہ دار وہاں پر پہنچ گئے راٹھور بھی جودھپور پہنچے طاہر خان فوجدار جو جودھپور پر متعین تھا عہدہ برانہ ہوسکا اور ناگور کا راؤ اندر سنگھ بھی نظم و نسق نہ کرسکا پھر سربلند خان کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا سربلند خان نے جودھپور کو خالصہ میں داخل کرلیا اور حضور جودھپور اٹھائیس سال تک خالصہ میں رہا اسکے بعد مہاراجہ اجیت سنگھ نے اٹھائیس برس کی عمر میں شاہ عالمگیر کے مرنے کے اٹھائیس برس کے بعد پھر جودھپور واپس لے لیا۔

راجدھانی جھاڑوپٹی[۵۱] کے مختصر حالات

وقائع نگار اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ نواب زین الدین خان جو موٹے رائے کے بڑے

[۵۱] راجدھانی جھاڑودپٹی کے تحت (۵۷) مواضعات تھے اب وہ اکثر ریاست جودھپور کے قبضے میں آگئے ہیں اور جھاڑودپٹی ایک موضع کی صورت میں اسی گردونواح میں موجود ہے ۱۲ منہ

بیٹے تھے سمت ۱۴۱۵ مطابق ۱۳۵۸ء تک نارنول میں حکومت کرتے تھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان کا انتقال کہاں ہوا نواب زین الدین خان کے بیٹے نواب نصیر الدین خان کا سمت ۱۴۵۲ مطابق ۱۳۹۵ء تک مقام نوابیں حکومت کرنا ثابت ہوا ہے اب یہ نوا علاقہ جودھپور پرگنہ ڈیڈوانہ میں آگیا نواب نصیر الدین خان کے بیٹے نواب علاؤالدین خان نے بڑی بیری میں اپنی راجدھانی قائم کی اور ایک مٹی کا خام قلعہ سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۴ء میں تیار کرایا۔ اس نواب کا یہ پتہ چلتا ہے کہ سمت ۱۵۵۸ مطابق ۱۵۰۱ء تک بیری میں حکومت کرتے تھے نواب علاؤالدین خان کے دو بیٹے تھے ایک اصل جی۔ دوم توگا جی۔ نواب علاؤالدین کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا نواب اصل جی گدی پر بیٹھا اس نے اپنے نام پر اصل سر گاؤں آباد کیا اور ایک تالاب جس کا نام اصلاسر د سمت ۱۵۸۵ مطابق ۱۵۲۸ء میں تیار کرایا جو اسی بیری کے گرد و نواح میں موجود ہے اور کسی لڑائی میں مارا گیا اس نواب کے کوئی اولاد نہ تھی اسکے انتقال کے بعد انکے چھوٹے بھائی توگا جی گدی نشین ہوئے نواب توگا جی کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا ملک ابوالخیر خان گدی کا مالک ہوا جب انکا انتقال ہوچکا تو انکی جگہ پیران کا بیٹا نواب ملک فرید خان انکا جانشین ہوا ملک فرید خان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا نواب ملک حبیب خان نے انکی جگہ لی نواب ملک حبیب خان نے اپنی راجدھانی بیری سے سمت ۱۶۴۵ مطابق ۱۵۸۸ء میں بالنساں تبدیل کی ملک حبیب خاں کے انتقال کے بعد امیر خاں حیات خاں کا بیٹا گدی نشین ہوا معلوم ہوتا ہے کہ نواب ملک حبیب خاں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ امیر خاں فرزند حیات خان ملکان خاندان سے ضرور ہیں اور نواب امیر خان نے سمت ۱۶۸۵ مطابق ۱۶۲۸ء تک بالنساں میں راج کیا اور ظالم سنگھ میڑتیہ سے اس نواب نے جنگ کی اس جنگ میں نہایت دلیری کے ساتھ لڑ کر مرگیا۔ یہ نواب بڑا بہادر گذرا ہے اس ملک میں جہاں یہ نواب حکومت کرتا تھا اسکی بہادری کے قصے زباں زد عام ہیں نواب زین الدین خانکی اولاد بھی کئی گروہ میں منقسم ہے۔ مثلاً ملکان بھاران۔ غوران۔ جاٹنان۔ اتوان وغیرہ

ل۵ نواب زین الدین خان کے واقع نگار لکھتے ہیں کہ نواب ملک فرید خان کے فرزند ملک حبیب خان نے بیری سے اپنی راجدھانی بالنساں مقرر کی مگر یہ نہیں بتایا کہ بیری کسکے قبضہ میں رہی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ملک حبیب خاں نے حیات خان کے بیٹے امیر خان کو متبنیٰ کرلیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات خان بیری پر حکومت کرتا تھا اور ملک حبیب خاں نے بر رشتہ عزیزداری امیر خانکو متبنیٰ کرنا مناسب خیال کیا ۱۲

پانچواں باب

فرمانروایان فتح پور کی بربادی کے واقعات

شکشا درپن اور تیرتھ بلی کے مولفوں نے فتحپور کے حکمران کی تباہی اور بربادی کے جو طویل واقعات لکھے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ نواب سردار خاں نے ایک خوبصورت تیلن کو حرم سرا میں داخل کر لیا تھا اور اس کو بیگمات سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ جمیل پٹھان دیوان کو قتل کرایا اور اسکی بیٹی کو محل میں داخل کیا اور ہانسی کے بیگناہ پیرزادوں کو موت کا نشانہ بنایا یہی نہیں بلکہ رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا ان وجوہ سے بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ فتح پور کی حکومت نواب سردار خاں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر تاریخی شہادت سے ان واقعات کا اثبات ہوتا تو اس میں ذرا بھی شبہ نہ ہوتا لیکن یہ ساری داستان سُنی سنائی باتوں پر مبنی ہے اور یہ مولفوں کا کمال ہے کہ اس فرضی داستان کو سلیقہ کے ساتھ اوراق میں ترتیب دیکر عوام میں پھیلا دیا یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی قوم کی حکومت کی تاریخ اس کلیہ سے خالی نہیں کہ اس میں اچھے اور برے یعنی منصفانہ اور ظالمانہ دونوں قسم کے واقعات نہوں بایں ہمہ مورخ کا یہی فرض ہے کہ ان دونوں قسم کے واقعات پر گہری نظر ڈالے اور صحیح نتائج ترتیب دینے کے لئے انصاف اور رواداری سے کام لے کبھی تعصب اور تنگ دلی کو دخل نہ دے جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے ان امور کی تحقیق میں قدم بڑھایا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی تو یہی معلوم ہوا کہ نہ تو نواب سردار خان نے اپنے دیوان جمیل پٹھان کو قتل کرایا اور نہ اسکی بیٹی کو بیگم بنایا اور نہ ہانسی کے بیجرم پیرزادوں کو قتل کرایا البتہ ریاست جھجنوں میں ایک پیرزادے کا قتل ہونا پیرزادگان چار قطب صاحب ہانسوی کی روایات سے پایہ تحقیق کو پہنچا ہے جسکی تنقیدانہ تفصیل ریاست جھنجھنوں کے ذکر میں ملے گی پس معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف شکشا درپن[1] اور تیرتھ بلی اس واقعہ کی طرف گئے اور خواہ مخواہ اس کا پیوند نواب

---

[1] یہ ایک مطبوعہ کتاب ہے جسکو اسی خطہ کے ایک پنڈت نے ناگری میں لکھی ہے تیرتھ بلی غیر مطبوعہ کتاب ہے اور راؤ راجہ جی بہادر سیکر کے ایک خاص ملازم کے قلم سے لکھی گئی ہے ۱۲ منہ

سردار خان کی دامن سے لگا دیا اور اسی طرح جمیل بہان کے قتل پر بھی خیال جمالیا ہو ہاں یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ نواب سردار خان نے ایک حسین تیلن کو محل میں داخل کر لیا تھا اور یہ باور کرنے کیلئے تاریخی طور پر قدیم روایت زبان زد خلائق ہے ممکن ہو کہ نواب سردار خان کا طرز عمل تیلن کے تصرف میں جابرانہ ہو لیکن نواب کی وہ فرد جرم جو مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتی ہے قطعی غلط ہے سچ تو یہ ہے کہ جب کسی حکمران کا ستارہ نحوست زوال میں آتا ہے تو اس کو آنے والی نسلیں گوناگون کے الزامات سے منسوب کرتی رہتی ہیں درحقیقت یہ ایک جوانمرد نواب تھا لیکن تیلن کے محل سرائے میں داخل ہونے سے اسکی آب و تاب اور روش میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا اور اسیوجہ سے اہل برادری کے جذبات بھڑک اُٹھے تھے اور وہ لوگ نواب سے بدظن ہو گئے تھے۔

نگاہِ لطف کے کرتے ہی رنگ انجمن بگڑا
محبت میں تری ہمسے ہر ایک اہل وطن بگڑا

اسی تیلن خواص سے شر و فساد پیدا ہوا اور یہی نواب سردار خان کے زوال کا باعث ہوئی اگرچہ بادی الرائے میں یہ ایک معمولی سی بات متصور ہو لیکن صدیوں کے تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قوم قیام خانی میں قومی زندگی بسر کرنیکا یہی ایک بنیادی اصول ہے کہ قوم سے باہر شادی بیاہ کے تعلقات پیدا نہ کئے جائیں اسکی پابندی پانچ صدیوں سے ابتک شد و مد سے چلی آتی ہے جس نامور گھرانے نے جب کبھی اسکی خلاف ورزی کی وہ ضرور تباہ و برباد ہوا نواب عالم علی خاں دلاور جنگ بہادر کی تباہی کا یہی بیّن سبب ہے نواب مدن خان المخاطب رستم دل خان بہادر بھی اسی سبب سے برباد ہوئے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں لیکن اب ان پر زور دیکر بحث کرنا گویا مُردوں کی ہڈیوں کو اکھاڑنا ہے مگر یہ بتا دینا ضرور ہے کہ بیرون قوم تعلقات پیدا کرنے سے وہ اصلی زنجیر سے نکل کر جدا ہو جاتا ہی وہ خود قوم سے اور کل قوم اُس سے نفرت کرنے لگتی ہے یہاں تک کہ خاندان کے لوگ ہی اسکی ہمدردی سے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں اور وہ بھی خاندان کے لوگوں کو حقیر جاننے لگتا ہے اس باہمی کشمکش سے اسکی حالت روبہ تنزل ہو جاتی ہے۔

اب میں نواب فتح پور کے زوال کے موضوع پر نظر ڈالتا ہوں ناظرین کو واقعات یہ بتا دینگے کہ نواب سردار خان کی حکومت پر زوال وارد ہونیکی بڑی وجہ اسی تیلن فتنہ روزگار کا محل میں

داخل ہوتا ہے اگرچہ فنک شادرین اور ترلی نے بتایا ہے کہ نواب سردار خاں کے ہاتھ سے فتح پور کی ریاست گئی مگر یہ انکی غلط فہمی ہے نواب سردار خان کے مرنے کے بعد کامیاب خان گدی پر بیٹھا تھا اور اسی نواب کو فتح پور کی تباہی کے دن دیکھنے پڑے کرنل ٹاڈ ریاست جھنجھنوں کی بربادی کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ کہ جب نواب روح اللہ خان رئیس جھنجھنوں اپنی گدی سے بیدخل ہو گئے تو نواب سردار خان سادول سنگھ جی سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے سادول سنگھ بھی اس سے بیخبر نہ تھا انھوں نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا کہ وہ ان کے بھائی کو جو اس وقت مہاراجہ سوائی جے سنگھ[۵۱] کی فوج کے سپہ سالار ہیں فوج دیگر مدد کے لئے بھجوائیں نواب سردار خان نے سادول سنگھ کے مقابلے کیلئے جھنجھنوں کی طرف پیشقدمی کی یہ سنکر سادول سنگھ بھی مدافعانہ ارادہ سے جھنجھنوں سے نکلے ادھر سے راؤ شیو سنگھ جی سپہ سالار بھی کثیر فوج لیکر سادول سنگھ کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور لوٹاس[۵۲] کے مقام پر سمت ۱۷۹۷ مطابق سنہ ۱۱۵۳ھ میں خونخوار جنگ ہوئی مگر نواب سردار خان نے نقصان کثیر کے ساتھ شکست پائی اور اپنے قلعہ فتحپور میں واپس آگئے شیو سنگھ اور سادول سنگھ بھی وہیں سے لوٹ گئے معتبر روایات شاہد ہیں کہ نواب سردار خان تیلن خواص کے دام گیسو میں ایسے گرفتار ہو چکے تھے کہ اہل برادری کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور تیلن کو تمام بیگمات پر ترجیح دیتے تھے ع بجھتا ہے چراغ آج سر شام ہمارا

نواب کے اس طرز عمل سے خود نواب کا خسر داری خان عمر خانی نواب کا جانی دشمن بن گیا تھا وہ اپنی دختر کی حمایت میں جو نواب کی بیگم تھی اس قدر منہمک تھا کہ نواب کا مرجانا غنیمت جانتا تھا

۵۱۔ صاحبزادہ محمد خان بھوپال مولف تاریخ جے پور لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جے پور کی فوجی طاقت تمام ہمسایہ طاقتوں سے زبردست تھی راجہ مرزا جے سنگھ بائیس ہزار راجپوت اور بائیس سپہ سالار رکھتے تھے اور خود راجہ کو اپنی فوج پر بڑا ناز تھا اس راجہ کی چوتھی پیڑھی میں راجہ جے سنگھ مسند نشین ہوئے پادشاہ دہلی کی طرف سے جے سنگھ اول کو مرزا کا اور جے سنگھ دوم کو سوائی کا خطاب ملا تھا اس راجہ سوائی جے سنگھ کو بھی اپنی فوجی طاقت پر بہت گھمنڈ تھا اس سبب سے اسو جگ کرنیکا ارادہ کیا تھا جسکے معنی عالمگیر حکومت کر چکنے کے تھے لیکن یہ ایک خبط تھا اس راجہ نے سنہ ۱۷۴۴ء میں انتقال کیا ۱۲منہ

۵۲ اس مقام پر مظفر خانی شاخ کے اکثر نامور اشخاص کام آئے مگر افسوس ہے کہ بعد کوشش کے بعد بھی انکے ناموں کا پتہ نہ چل سکا۔ ۱۲منہ

اس کوتاہ اندیش خسر نے اندر ہی اندر ایسی چال چلی کہ جس سے نواب کے کارپردازوں کی دو تفریق ہوگئیں ایک فریق مداری خان کا ہمدرد بن گیا اور دوسرا نواب سردار خاں کی خیر خواہی میں تیلین خواص کا حامی ہوگیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگیوں کا سلسلہ پیدا ہوگیا۔ اُدھر راؤ شیو سنگھ جی کاسلی جو اسکے پہلے نواب کو سادول سنگھ کی کمک میں لوہاس کے مقام پر شکست دے چکے تھے اس موقع کی تاک میں تھے کہ فتح پور پر چھاپہ مارنے کا موقع ملے جب نواب کا خسر مداری خان باوجود ان خانہ جنگیوں کے اپنے مقصد میں ناکام رہا تو اس نے شیو سنگھ سے سازش کی اور ان کو یقین دلایا کہ اس وقت نواب کے بیجا طرز عمل سے انکے تمام کارپرداز بے دل ہیں اگر آپ فتح پور پر چڑھائی کریں تو کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اور میں بھی آپ کا ساتھ دونگا۔ اس سازش سے راؤ شیو سنگھ کو فتحپور پر چڑھنے کی جرأت ہوئی اور جے پور سے بڑی تعداد میں فوج لیکر نکلے اسوقت نواب سردار خان کو اس سازش کا حال معلوم ہوا اور وہ فوراً ہی مردانہ وار فوج لیکر راؤ شیو سنگھ کے مقابلے میں فتح پور سے نکلا اور سرحد فتحپور ہی میں مغرب کی طرف دونوں کی ہولناک ٹکر ہوئی۔ اس گھمسان کے معرکہ میں خود نواب بھی زخمی ہوا انجام کار سنہ ۱۰۸۱ھ مطابق سنہ ۱۶۷۰ء میں نواب سردار خان نے انتقال کیا۔ نواب کی موت کی نسبت دو متضاد روایتیں ہیں۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے		اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پہلی روایت یہ ہے کہ مداری خاں نے نواب کو زہر کھلوا دیا تھا جس کی وجہ سے نواب مرا۔ اور دوسری یہ ہے کہ نواب کو اس جنگ میں شدید زخم آئے تھے کہ جس سے وہ جانبر نہو سکا۔ اس وقت دونوں روایتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ متفق الخیال ہونا محال ہے مگر یہ کہنے میں تامل نہیں کہ ان دونوں میں سے ایک ضرور صحیح ہے ؎

دُنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہوں گے		چلیے یہی رہینگے افسوس ہم نہوں گے

سردار خان کے انتقال کے بعد بدنصیب کامیاب خان جو میر خان کا بیٹا اور نواب سردار خان کا بھتیجا تھا مسند نشین ہوا یہ زمانہ نہایت پُر آشوب تھا تیلن کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ اگرچہ کامیاب خان نے تا بامکان ان اختلافات کے مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ اور دن بدن فتنہ و فساد بڑھتا گیا۔ راؤ شیو سنگھ جی کو جو ایک مدت سے فتح پور پر دانت

لگائے بیٹھے تھے وقتاً فوقتاً یہ خبریں بھی بہم پہنچتی تھیں جو سراسر راؤ شیو سنگھ جی کی امید افزا تھیں بالآخر راؤ شیو سنگھ نے فتح پور پر فوج کشی کی کامیاب خان نے جس کا وجود حکومت کیلئے برائے نام تھا مقابلہ کیا اور ایک خفیف جنگ کے بعد سمت ۱۸۰۴ مطابق سنہ ۱۱۶۰ھ میں قلعہ فتحپور کو خالی کر دیا جس میں راؤ شیو سنگھ جی داخل ہو گئے اور شہر میں اپنی حکومت کا نقارہ بجوا دیا نواب کامیاب خان دہلی چلے گئے اور محمد شاہ سے راؤ شیو سنگھ کی جبر و تعدی اور اپنی بید خلی کی داستان عرض کی محمد شاہ نے کامیاب خان کے حال پر توجہ مبذول کی اور جاں نثار خاں فیروز جنگ کو فوج دیکر کامیاب خان کی مدد کے لئے بھیجا فیروز جنگ ریاست فتح پور کی سرحد پر پہنچکر خیمہ زن ہوا۔ راؤ شیو سنگھ جی نے ایک طرف تو فیروز جنگ سے مقابلہ کیا اور دوسری طرف یہ چال چلی کہ راجہ سوائی جے سنگھ کے ذریعہ سے فیروز جنگ کے نام التوائے جنگ اور واپسی کا فرمان بادشاہ سے جاری کرا دیا جب یہ فرمان فیروز جنگ کے پاس پہنچا تو وہ مع فوج کے دہلی واپس ہو گیا اب نواب کامیاب خان بیک بینی دو گوش رہ گیا افسردگی و مایوسی دامنگیر ہوئی مرتا کیا نہ کرتا اپنی ہمسایہ ریاست جودھپور میں گیا اور راجہ ابھی سنگھ جودھپور سے اقرار کیا کہ اگر وہ مدد کر کے فتح پور پر قابض کرا دیں تو وہ ان کو سرحدی مقبوضات دیدینگے اس عہد و پیمان پر راجہ ابھے سنگھ نے کامیاب خان کی حمایت میں اپنی فوج بھیجی جس کے ساتھ کامیاب خان بھی تھے اس وقت فتحپور میں راؤ شیو سنگھ جی کے فرزند راؤ نصرت سنگھ موجود تھے راؤ نصرت سنگھ کئی دن کے محاصرہ کے بعد ہر طرح سے تنگ ہو گئے اور شکست ہونے ہی والی تھی کہ اس کا حال راؤ شیو سنگھ سپہ سالار جے پور کو معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے دوسرے بیٹے راؤ چاند سنگھ کو فوج دیکر بھیجا اور ساتھ ہی والئی جودھپور سے رسل رسائل کر کے طے

۵ے کہ شاہ ارچہ بر عرصہ نام آورست۔ چوں ضعف آمد از بیدقی کمترست محمد شاہ کی حالت بعینہٖ شطرنج کے بادشاہ کی طرح تھی بنگال سے لیکر دکن تک ہلچل مچگئی تھی ہر طرف سے خبریں آرہی تھیں کہ کل بنگال کا صوبہ دار خود مختار ہو گیا اور آج دکن کا ہونیوالا ہے وغیرہ وغیرہ محمد شاہ یہ سب کچھ سنتے اور چپ رہتے اور کبھی کچھ کہتے تو اس کا مفہوم یہی ہوتا

۵ حافظ تو تابکی غم مال و جہاں خوری۔ بلب یار غم مخور کہ جہاں نیست پائیدار۔ اس موقع پر فتحپور کی ہمسایہ طاقتور ریاست جے پور کا ایک دلچسپ واقعہ مثالاً پیش کیا جاتا ہے اس محمد شاہ کے دربار کی اوٹ پٹانگ

بقیہ پر صفحہ ۷۴

کر دیا کہ جن مقبوضات کے دینے کا اقرار کامیاب خان نے کیا ہے وہ بھی ان کے دینے پر رضامند ہیں بہر حال راؤ شیو سنگھ جی اور والیٔ جودھپور میں مصالحت ہوگئی جس کی وجہ سے جودھپور کی فوج واپس چلی گئی اور کامیاب خان اپنی امیدوں کے تازہ کرنے میں ناکام رہے مورخ صولت افغانی نے تو بیکانیر کی فوج کا آنا ہی لکھا ہے ممکن ہے کہ بیکانیر کی فوج بھی آئی ہو لیکن اسکی وجہ تحریک معلوم نہ ہو سکی آخر کامیاب خان کہاں مرے کچھ پتہ نہیں لگتا ہے

بیابان مرگ ہے مجنون خاک آلودہ تن کس کا سیئے ہے سوزن خار مغیلاں تو کفن کس کا

ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ ریاست جودھپور کی طرف سے کامیاب خان کے گذارے کے لئے کچھ وظیفہ مقرر ہوگیا تھا اور وہ اسی علاقہ جودھپور بمقام میڑتہ میں رہکر بحالت گمنامی زندگی بسر کرتے تھے۔

چھٹا باب

ریاست جھنجھنوں کی بنیاد اور نواب محمدؐ خان کے واقعات

روایات معتبرہ سے ظاہر ہے کہ جب نواب قائم خاں کے فرزند اول محمد خان نے اس ملک شیخاواٹی میں فاتحانہ قدم رکھا تو انکو چندیلے اور چوہان جوڑ راجپوتوں سے مڈبھیڑ ہوئی اس وجہ سے کہ وہی اس ملک میں سربرآوردہ سمجھے جاتے تھے اگرچہ انکی کوئی حکومت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳)

کارروائیوں کا اندازہ ہوسکے گا مولف تاریخ جے پور محمد خان صاحبزادہ بھوپال لکھتے ہیں کہ راجہ سوائی جے سنگھ بحیثیت حکمران آنبیر موجود تھے باوجود اس کے آنبیر کی سند بجے سنگھ کے نام لکھی گئی اور وزرا نے جن کے ہاتھ میں محمد شاہ تھے بے دھڑک مہر و دستخط کے لئے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کردی اسوقت نواب خان دوراں خاں جو راجہ سوائی جے سنگھ کے دوست تھے دربار میں موجود تھے جب ان کو راجہ سوائی جے سنگھ کی بیدخلی کا حال معلوم ہوا تو چونکے اور فوراً ہی بادشاہ سے عرض و معروض کرکے راجہ جے سنگھ کو تباہی سے بچالیا۔ نواب کامیاب خان اور مقرب خاں دونوں حقیقی بھائی تھے مقرب خاں کے دو بیٹے الف خاں اور مظفر خاں تھے یہ دونوں شیوناتھ سنگھ والیٔ کچامن کے پاس چلے گئے شیوناتھ سنگھ نے ان کے بسر اوقات کیلئے وظیفہ مقرر کردیا تھا کہتے ہیں کہ یہ دونوں کچامن ہی میں لاولد مرگئے۔ ۱۲ منہ

باقاعدہ نہ تھی تاہم وہ اپنی قوم پر مسلط تھے اور کہتے ہیں کہ وہ جھنجھنوں سے شمال میں تھوڑے فاصلہ پر بستے تھے اور انکے اس گاؤں کا نام روپ سر تہا اور بعض اسی کو سورت پوریہی کہتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جھنجھنوں سے جانب مغرب سات کوس کے فاصلہ پر راجگڈھ قریہ آباد تھا جس میں وہ رہتے تھے لیکن نہ تو اسوقت ان مقامات پر کہنڈرات کی علامات موجود ہیں اور نہ دوسرے ایسے نشانات پائے جاتے ہیں کہ جن سے انکے وجود کی نسبت کوئی صحیح رائے قائم کی جاسکے ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو اگرچہ نواب قائم خان کو مارے جانے کے بعد نواب محمد خان کا ملک راجپوتانے میں آنا ظاہر ہے اور میں اس اجمال کی تفصیل پچھلے اوراق میں ظاہر کر آیا ہوں وقایع نگار بیان کرتے ہیں کہ جھنجھنوں ماہ بدی چودس بروز سنیچر سمت ۱۴۴۲ مطابق ۱۳۸۶ء میں آباد ہوا۔ لیکن بعض تاریخ دوست اصحاب کا بیان ہے کہ جھنجھنوں[۱] کی بنیاد ۸۹۱ھ میں پڑی اور تاریخ خانجہانی میں بھی ۸۹۱ھ میں جھنجھنوں کا آباد ہونا درج ہے مگر برخلاف اسکے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ نواب قائم خاں کی وفات ۸۲۲ھ میں ہوئی اور اس وقت محمد خاں کی عمر جو نواب قائم خاں کے بڑے بیٹے تھے تیس سال کے لگ بھگ ہوئی چاہیے اب اگر ناظرین بلحاظ مدت عمر متذکرہ صدر نواب محمد خان ۸۹۱ھ آبادی جھنجھنوں اور ۸۲۲ھ وفات نواب قائم خان کا توازن کریں تو یہی فیصلہ دینگے کہ جھنجھنوں کی آبادی کے وقت محمد خاں کی عمر ننانوے[۹۹] سال سے کم نہ تھی اور یہ فیصلہ صریح واقعات مذکورہ بالا کے خلاف ہوگا ان وجوہ سے سمت ۱۴۴۲ میں فتح پور کے چودہ سال پہلے جھنجھنوں کا آباد ہونا بدرجہ یقین ظاہر ہے۔ اب ان حالات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھنجھنوں کی بنیاد نواب محمد خاں نے بزمانہ حیات نواب قائم خاں ڈالی یا انکے بیٹے شمس خاں نے یہ نظام آبادی قائم کیا۔ اس وقت اس سوال کے حل کرنے میں ہم صرف قیاس کے گھوڑے دوڑا سکتے ہیں اور تب بھی منزل مقصود پر پہنچنے سے عاجز رہجاتے ہیں

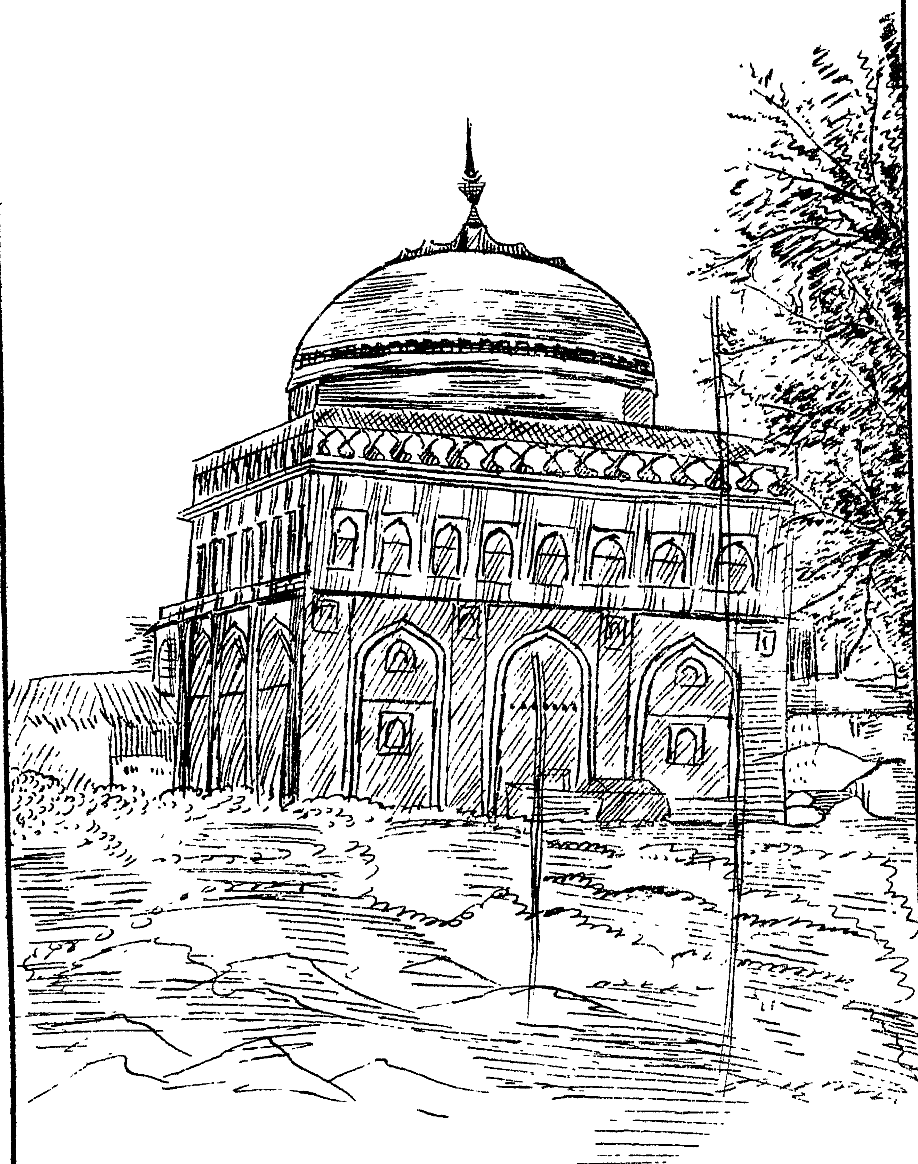
[۱] جھنجھنوں کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ جب نواب محمد خان یا انکے فرزند شمس خاں اس سرزمین میں داخل ہوئے تو جھوجھار نامی جاٹ نے جو اس نواح میں با اثر تھا ان کی مدد کرنے میں جان لڑا دی تھی پس اسکی خوشنودی اور بقائے نام کے لئے اس شہر کا نام جھنجھنوں رکھا گیا اس جاٹ کی ذات دہتروال ہی بتائی جاتی ہے ۱۲ منہ

اس لئے فطری صلاحیت کہتی ہے کہ ان مبہم اور صدیوں کے واقعات کے قطعی فیصلے کی خاطر حال کو ماضی کی تکرار میں نہ الجھاؤ بلکہ تاریخی مواد اور معقول دلائل کی تلاش کرو یہی ایک بہترین تاریخی اصول ہے اس نقطہ نظر سے جب جھنجھنوں کی موجودہ آبادی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمیں نواب شمس خان کے عہد حکومت کی تاریخ کے اندر اکثر عمارات و مفید عام اور خیر محض کے کاموں کی نمایاں یادگار نظر آتی ہے پس ان اسباب و علامات کے باعث شہر جھنجھنوں کی بنیاد رکھنے کا سہرا نواب شمس خاں کے سر ہی باندھا جاسکتا ہے میں بجد کوشش کے بعد بھی اس امر کا پتہ نہ لگا سکا کہ نواب محمد خاں کہاں مرے اور ان کا مقبرہ کہاں ہے باوجود اسکے یہ کہنا غلطی کرنا ہے۔ کہ جھنجھنوں کا سنگ بنیاد نواب محمد خان کے ہاتھوں رکھا گیا نواب محمد خان کے تین بیٹے تھے۔ اول شمس خاں۔ دوم بہرام خاں عرف بھون خاں۔ سوم عالم خاں سے

نام منظور ہے توفیض کے اسباب بنا	پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

جھنجھنوں میں جو اس وقت شمس تالاب[۱] موجود ہے وہ اسی نواب شمس خاں کے زمانہ حکومت میں تعمیر ہوا تھا یہ ایک پختہ وسیع تالاب ہے اندر اُترنے کے لئے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ایک طرف جانوروں کے پانی پینے کے لئے ایک بڑا گھاٹ بھی بنا ہوا ہے جو یہاں کی اصطلاح میں گئوگھاٹ کہلاتا ہے اسی نواب شمس خان نے سمت ۱۴۷۵ مطابق ۱۴۱۸ء میں ایک نہایت گرانقدر مفید عام کام یہ کیا کہ جھنجھنوں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک بیڑ چھڑوایا جس کا رقبہ بیس مربع میل ہے اور اس سے اس حصہ ملک کی قریب کی رعایا ابتک اس طرح مفید ہوتی چلی آتی ہے کہ جو بینہ مفت استعمال میں آتا ہے اور اس میں دور دور کے جانور بھی آکے چرتے ہیں پانی بہم پہنچنے کے لئے بہت سے پختہ کنوئیں بھی تعمیر کرائے گئے تھے جن میں سے کچھ ابتک باقی ہیں جن سے رعایا کے مویشیوں کو پانی ملسکتا ہے

[۱] شمس تالاب سے جنوب کی جانب پہاڑی پر اسی زمانہ کی ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جو غیر آباد ہے ۱۲ منہ



گنبد نواب شمس خاں اول والئ جھنجھنوں

شمس پور جو سمت ۱۴۶۵ مطابق ۱۴۰۸ئہ میں آباد ہوا جو اس وقت جھنجھنوں سے مشرق میں واقع ہے اور اسی نواب کے نام گرامی کی یادگار کہنا چاہئے اور اسی شہر جھنجھنوں کے ایک پہاڑی کے دامن میں سیٹھ نام تالاب بھی بنا ہوا ہے اب عوام میں یہ ڈوڈوانی کے نام سے مشہور ہے اور اب اسمیں شہر کا کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے نواب شمس خاں بانی جھنجھنوں نے اسی شہر میں انتقال کیا اور شہر کے اندر ہی مدفون ہوئے ان کا مزار مع ایک پختہ گنبد کے اب تک موجود ہے قبر کا بالائی حصہ سنگ مرمر کا ہے اور اب تک اچھی حالت میں ہے اور اسی قبر کے سرہانے ایک دوسری قبر ہے اس کا تعویذ بھی سنگ سفید یعنی سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے اور اس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ ہے شہر کے کہن سال افراد بیان کرتے ہیں کہ یہ قبر نواب کی والدہ ماجدہ کی ہے نواب کے پہلو میں اور دو چھوٹی چھوٹی قبور بھی ہیں جو سنگ مرمر سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ ان کے کمسن بچوں کی ہونگی اور دوسرے دو مزار اور بھی انہیں کے قریب ہیں جن میں ایک کا تعویذ سنگ سنو کا بنا ہوا ہے ع سوئے ہیں کچھ سونے والے ایسے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے۔

اس مزار کی نسبت یہ متحقق نہوا کہ یہ کس کا ہے نواب شمس خان کے گمبند کے اوپر جانے کے لئے دونوں طرف سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور بائیں گنبد کا فرش نہایت قیمتی پتھر کا ہے۔

نواب شمس خاں کے بھائی نواب بہرام خاں عرف بہون خان کا مزار بھی اسی شہر میں ایک گنبد کے اندر موجود ہے اس نواب کی اولاد بوہان کہلاتی ہے نواب شمس خاں کے تین بیٹے تھے مبارز خاں۔ احمد خاں۔ ہاشم خاں۔ بڑے بیٹے ہونیکی حیثیت سے ریاست جھنجھنوں کی حکومت مبارز خاں کو ملی وقائع نگاروں کی تحریرات شاید ہیں کہ اس نواب کے نام سے سمت ۱۵۳۲ مطابق ۱۴۷۵ئہ میں مبارز سر آباد ہوا۔ اور یہ جھنجھنوں سے مغرب کی طرف تین کوس پر ہے اور اب بگڑی ہوئی اردو میں مارگ سر کے نام سے مشہور ہے مبارز خاں نے مرتے وقت دو بیٹے چھوڑے۔ مبارک خاں عرف مبارک شاہ دوسرے فتح خاں۔ مبارز خاں کے بعد

۵؎ وقائع نگاروں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیٹ بانی نواب شمس خان کی بیگم تھی اور ایک ہندو راجپوت ہز ہائنس کی دختر تھی اب بھی اس بیگم کے خاندان میں وہی ہز ہائنس کا خطاب بدستور چلا آتا ہے نواب فتحپور کے رؤساکی بھی متعدد بیگمات راجگان خاندان سے تھیں جنکی تفصیلات جگہوں کی بہیوں میں موجود ہے لیکن میں نے سرے سے ہی ان واقعات کو اس وجہ سے نظرانداز کر دیا ہے کہ میرا اصلاحی رویہ جارحانہ صورت اختیار نکرے ۱۲ منہ

یہی مبارک شاہ گدی پر بیٹھے ان کی نسبت معتبر روایت یہ ہے کہ ان کو فتح خان نے قتل کیا اور خود گدی پر مسلط ہوا مبارک شاہ کا مزار قلعہ کی پہاڑی کے دامن میں اب تک موجود ہے اور عوام میں وہ مبارک شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ انکے مرقد پر ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اسی کے قریب اسی زمانے کی ایک پختہ مسجد بھی قائم ہے۔ مبارک شہید کی مزار کی جاروب کشی کے لئے قدرتاً ہمیشہ سے یکے بعد دیگرے ایک مجاور ہوتا چلا آتا ہے اور اس بیگناہ مقتول کا مزار ہمیشہ سرخ غلاف سے ملبوس رہتا ہے اور مجاور کی طرف سے ہر شب چراغ بتی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ مبارک شہید کے تین بیٹے۔ شہاب خاں کمال خاں اور حسین خاں باقی رہ گئے تھے جب فتح خاں نے انتقال کیا تو اسکی اولاد میں سے کسی کو گدی نہیں ملی بلکہ مبارک شہید کا بیٹا کمال خاں گدی نشین ہوا کمال خاں کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا بھیکن خاں باپ کی جگہ بیٹھا کبیر خاں کمال خاں کا چھوٹا بیٹا تھا جو اپنے گدی نشین بھائی کے زیر پرورش رہا بھیکن سر جو اس وقت جھنجھنوں سے مغرب میں واقع ہے اسی نواب کے مٹے ہوئے نام کی یاد تازہ کرتا ہے ریاست جھنجھنوں کا تعلق بھی براہ راست شاہان دہلی سے تھا[۵۱] اس وجہ سے میں نے اکثر تاریخوں کی اس غرض سے ورق گردانی کی کہ آیا فتح پور کی طرح جھنجھنوں کے حکمرانوں میں سے بھی کسی کا کبھی شاہان دہلی کے دربار میں عروج رہا یا ان میں سے کسی نے کبھی کسی جنگ و پیکار میں کوئی حصہ لیا ہو لیکن معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنا نام تاریخ کے صفحات میں نہیں چھوڑا البتہ اقبال[۵۲] نامہ جہانگیری میں چند قیام خانیوں کی معرکہ آرائیوں کا حال مذکور ہے جو بجنسہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

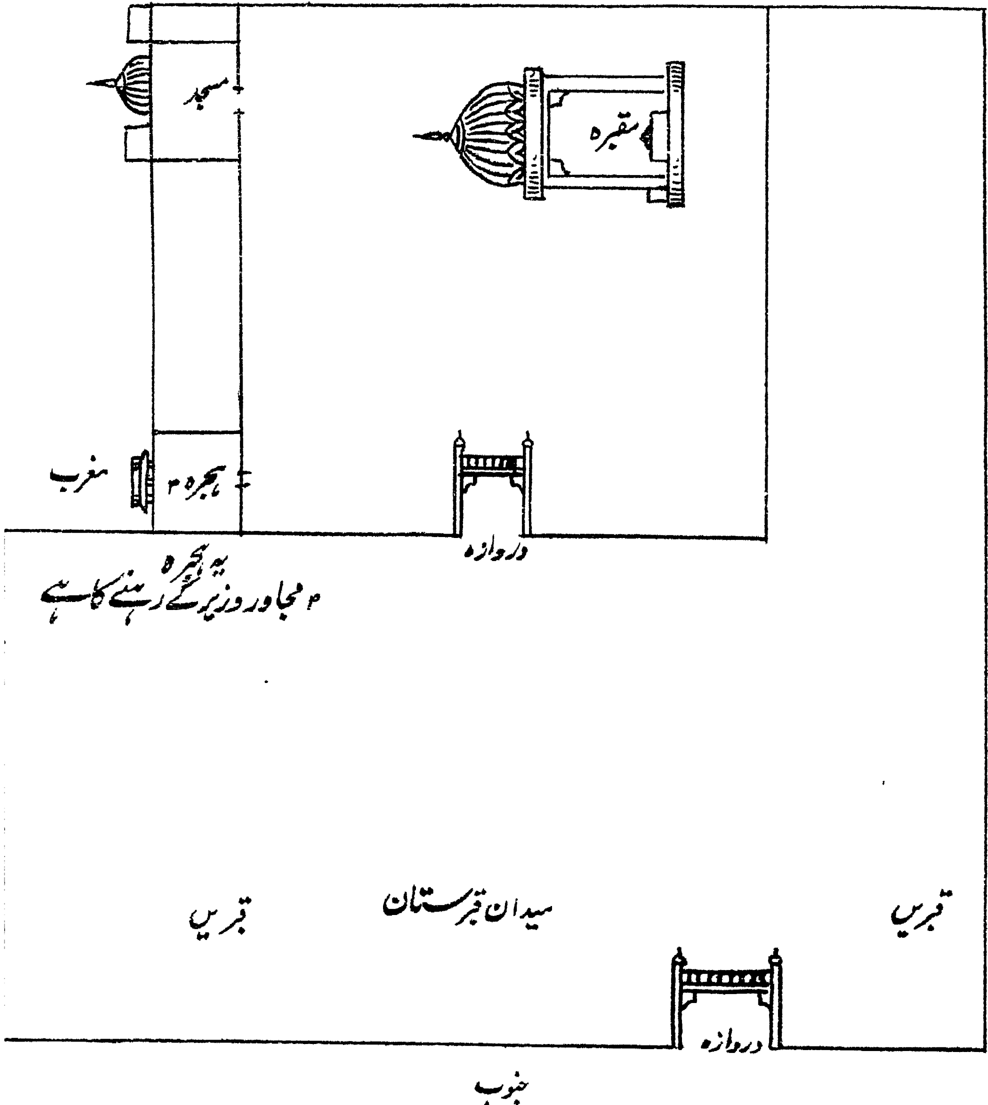
از وقائع آں سال آمدن رستم خان افغان است و مجملے ازیں سرگذشت آنکہ چوں

---

۵۱ ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۳ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲ منہ

۵۲ صفحہ ۱۲۱۔ اقبال نامہ جہانگیری مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔ اس معرکہ کا ۹۵۹ھ میں ہونا پایا جاتا ہے جو سلیم شاہ عادل اور ہمایوں میں پیش آیا تھا اب ان حالات یعنی زمانہ اور نام کے لحاظ سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ مبارک شہید کے بیٹوں میں سے یہ وہی شہاب خان ہو جو اس جنگ میں مع بجلی خان و تاج خاں اور آدم خاں کے شریک رہا ۱۲ منہ

نقشہ گنبد نواب مبارک خاں شہید



آنکه خاں و دیگر بلازمان حضرت خاقانی کہ متوجہ حصار شدند در دو کروہے حصار رستم خان وتاتار خان و احمد خان و پیر محمد رہتگی و بجلی خان و شہاب خان وتاج خان و آدم خاں قیام خانی با جمعے از افغانان بر آمدہ رزم طلب گشتند با آنکہ از افغانان قریب دو ہزار کس بودند اولیاء دولت از چہار صد کس جنگ عظیم پیوست و بتائید غیبی فتح شد و ہفتاد کس از مخالفان بقتل رسیدند۔"

جھبکین خان کی موت کی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ ان کو خضر خاں نے جوان کا چچا زاد بھائی اور شہاب خاں کا بیٹا تھا قتل کر ڈالا اور خود گدی پر بیٹھا۔ نواب جھبکین خان کا مقبرہ جھنجھنوں سے شمال میں ایک پہاڑی کی دامن میں موجود ہے اور اب تک جھبکین شہید کے نام سے مشہور ہے جس پر ایک گنبد بھی بنا ہوا ہے اور گنبد کے روبرو ایک مختصر حیثیت میں غیر آباد پختہ مسجد موجود ہے جس کے قریب میں ایک پُرآشوب چشمہ بھی ہے شہر کے لوگ فاتحہ پڑھنے جایا کرتے ہیں۔ نواب خضر خان کے نام سے سمت ۱۵۸۲ مطابق ۱۵۲۵ء میں خضر سر آباد ہوا شاہ ابوالمعالی اسی نواب خضر خان کے زمانہ حکومت میں پناہ لینے کی غرض سے جھنجھنوں آیا تھا لیکن اتنے بڑے سیاسی مجرم کو پناہ دینا نواب کی طاقت سے باہر تھا اس کے واقعات یہ ہیں۔ شاہ ابوالمعالی پسر سید میر عدل جو ہمایوں کے ہمراہ ولایت سے آیا تھا اس کا ہمایوں کے نزدیک بہت کچھ عروج تھا۔ اور وہ ملک پنجاب کا گورنر بھی مقرر ہوا تھا وہاں سے اس نے بغاوت کی اور عرصہ تک ملک کی موجودہ حکومت کو مضرت پہنچانے اور اسکے زوال اور تبدیل کی غرض سے کارروائی کرنے کے لئے صوبہ جات میں پھرتا رہا۔

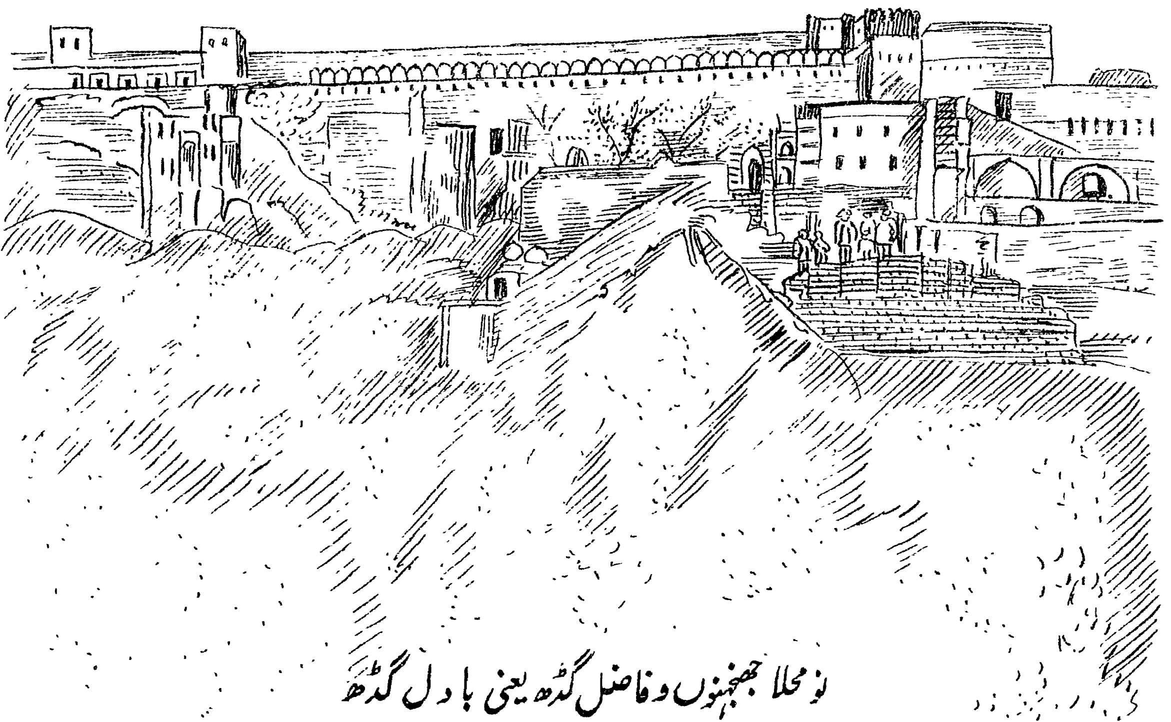
چنانچہ ۹۷۰ھ میں نارنول سے دارالسلطنت جاتے ہوئے خزانہ کو لوٹا۔ جب بادشاہ کی فوج نے تعاقب کیا تو شاہ ابوالمعالی مقابلہ پر کھڑا رہا لیکن انجام کار شاہ ابوالمعالی کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہوگیا قصبہ دہر سو سے ہوتے ہوئے پرگنہ جھنجھنوں پہنچا اور وہاں سے حصار فیروزہ کو چلا گیا۔" نواب خضر خان کے مرنیکے بعد ان کے بھائی محبت خان

لہ اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مطبع نول کشور و تاریخ ہندوستان ۱۲ منہ

نے ریاست کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور محبت سرا ہنیں کے نام سے سمت ۱۶۰۵ مطابق ۱۵۴۸ء میں آباد ہوا۔ اس نواب کے دو بیٹے تھے اسلام خان عرف بہادر خان۔ دوم احمد خان جب موت نے نواب کی حیات مستعار کا خاتمہ کر دیا تو اسلام خان ریاست جھجھنون کا وارث ہوا یہ نواب ایک ہی لخت جگر رکھتا تھا جس کا نام شمس خاں تھا باپ کے مرنے کے بعد یہی شمس خاں جھجھنوں کی گدی پر مسلط ہوا سولف شجرۃ السلین لکھتے ہیں کہ ہمارے دادا شیخ المشائخ شیخ جمال و شیخ قطب و شیخ فیروز پسران شیخ کمال الدین کے نام بطور عطائے جاگیر سو ضع باکرہ کا پٹہ ۱۰۱۴ھ میں ہوا اور اس پر نواب شمس خاں ثانی کی مہر اور دستخط ثبت ہیں مہر کا سجع یہ ہے (بندہ درگاہ رحمانی شمس خاں قائم خانی) پادری عماد الدین[۵۱] لکھتے ہیں کہ شیخ مظفر کی شادی نواب جھجھنوں یا ان کے اور کسی رشتہ دار کی بہن سے ہوئی تھی شیخ مظفر کے بیٹے محمد یوسف تھے چونکہ نواب سے انکی برادری کے لوگ عداوت رکھتے تھے اس سبب سے نواب نے محمد یوسف کو ہانسی سے بلوایا اور ریاست کا انتظام محمد یوسف کے سپرد کر دیا جس سے نواب کے رشتہ دار اور بھی برہم ہوئے جب نواب بادشاہ کی ملاقات کے لئے دہلی گئے تو دشمنوں نے محمد یوسف اور چند پٹھانوں کو قلعہ کے دروازے کے سامنے قتل کر ڈالا اور اسکے معین دراب خاں اور سرمست خاں تھے (جناب زبدۃ نبیہ صاحب بہادر ریاست جے پور نے تحقیق کر کے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ محمد یوسف، ارجب ۱۱۰۳ھ میں مارے گئے اور نواب محمد خان بھی کچھ دنوں بعد مر گئے ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں) محمد یوسف اور دیگر مقتولین کی قبریں قلعہ بادل گڈھ کے صدر دروازہ کے سامنے موجود ہیں اور اسی جگہ وہ مارے گئے تھے ان قبور کی وجہ سے قدیم دروازہ بند کر دیا گیا اور دوسری طرف بنا لیا گیا۔" مصنف سراج النسب[۵۲] نے بھی ان واقعات پر قلم فرسائی کی ہے جسکا اقتباس یہ ہے کہ نواب محمد خاں اپنے بھانجے محمد یوسف کو جھجھنوں لیگئے چونکہ نواب سن رسیدہ تھے اور ان سے انکے بھائی بند عداوت رکھتے تھے اس

---

۵۱ پادری عماد الدین نے جو حضرت قطب جمال صاحب ہانسوی کے خاندان سے تھے انتساب العماد ۱۸۸۷ء میں تصنیف کی جسکے صفحات ۱۶ و ۶۳ قابل مطالعہ ہیں ۱۲ منہ ۵۲ صفحات ۱۳ سے ۴۰ تک ملاحظہ طلب ہیں ۱۲ منہ



نو محلا جھجھنوں و فاضل گڈھ یعنی بادل گڈھ

سبب سے نواب نے محمد یوسف کو اپنا کارمختار بنا دیا تھا شیخ محمد یوسف کے اس تقرر سے نواب کے قرابت داروں کے جذبات بھڑک اُٹھے جب نواب دہلی دربار میں حاضر ہوئے تو دشمنوں نے محمد یوسف اور ان کے ہمراہیوں کو ۷ رجب ۱۱۰۳ھ میں قتل کر ڈالا انجام کار مجرموں نے محمد یوسف کے وارثوں سے صلح کی درخواست کی اور رفع ملال اس طرح کیا گیا کہ دراب خاں[۱] اور انکے بھائی سرمست خاں کی پوتیاں قائم محمد اور احمد علی سے بیاہی گئیں وغیرہ اس نظام عمل کی حقیقت سے تو انکار نہیں لیکن ان واقعات کو نواب محمد خان سے منسوب کرنے میں دونوں اصحاب نے اہم تاریخی غلطی کی ہے اس وجہ سے کہ نواب محمد خاں کا دور حیات ۱۱۰۳ھ سے تقریبًا دو سو پینتالیس سال پہلے گذر چکا ہے پھر اس نواب کے بعد اسکے نام کا کوئی دوسرا نواب ریاست جھنجھنوں پر متمکن نہیں ہوا۔ اگرچہ میں نے ان دونوں مصنفین کے بیان کردہ واقعات کو بطور اقتباس بیان کر دیا ہے لیکن ان کی تفصیل اسوقت میرے سامنے موجود ہے جس سے واضح ہے کہ دونوں اصحاب کی اظہار واقعات سے محض غرض یہی ہے کہ انکی علویت تسلیم کی جائے اس سے ناظرین اس قوم قیام خانی کے اعلیٰ وارفع اخلاق و تمدن کا اندازہ کر سکیں گے کہ اولاد چار قطب صاحب ہانسوی بھی اپنی علویت اور افضیلت کے ثبوت میں داراب خاں اور سرمست خاں کی پوتیوں کی رشتہ داریوں کو پیش کرتے ہیں میں نے اس کو اس سبب سے محسوس کیا کہ ان کا طرز اظہار ایسا بے ڈھب اور تلخ ہے کہ جس سے قوم کے ایک ممتاز اور سربرآوردہ فرد کے احساس خودداری کو صدمہ پہنچتا ہے میرے خیال میں ایسی مفاخرت ہرگز پسندیدہ نگاہوں سے نہیں

---

[۱] نواب محبت خان جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے انکے دو بیٹے تھے چھوٹے بیٹے احمد خاں کی جو اولاد ہیلی ہ داراب خانی و بھیار خانی وغیرہ کہلاتی ہے نواب داراب خاں بزمانہ نواب فاضل خاں کسی معرکہ میں جو گھوڑی وارے میں ہوا تھا مارے گئے ایک کبشیر نے اس لڑائی کا زرمیہ گیت کہا ہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ معرکہ کسی ہندو سے ہوا تھا۔ نواب دراب خان کی پختہ قبر گھوڑی شالے میں ایک چہار دیواری کے اندر اتبک موجود ہے اور اس پر ایک چھوٹا سا مقبرہ بھی اسی زمانہ کا تعمیر شدہ ہے۔ اس چار دیواری کے اندر اور بھی بہت سی پختہ قبریں ہیں ان تمام قبور کی جاروب کشی کی خدمت ایک مجاور کرتا ہے جسکے قبضہ میں کسی قدر زمین قدیم سے وقف چلی آتی ہے۔ ۱۲ منہ

دیکھی جا سکتی اگر وہ اس طرف جاتے تو مناسب ہوتا اللہ شرافۃ الانسان بالعلم والادب لا بالمال والنسب یعنی آدمی کا شرف علم و ادب سے ہے نہ مال و نسب سے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ درویش صفت افراد روسائے جھنجھنوں[۵] کے مقابلے میں نہ تو فوج لا سکتے تھے اور نہ سینہ بسینہ ہو کر کھڑے رہ سکتے تھے باوجود اسکے انھوں نے ازدواجی کے رشتہ میں منسلک کرکے انکو ٹھنڈا کیا اور یہ انکے راسخ العقائد ہونے کا بین ثبوت ہے یہی نہیں بلکہ ان کی فیاضی کا سلسلہ شاہ حمزہ صاحب دہرسوی کی اولاد تک بھی پہنچا ہے کہ ان کو تین گاؤں بطور یومیہ لکھ گئے جن کے نام یہ ہیں۔ تولا سیہی[۱]۔ بیگودنہ[۲]۔ میراج واسی[۳]۔ اگرچہ وہ نہ رہے اور نہ ان کی ریاست رہی لیکن یہ تینوں گاؤں ابتک شاہ حمزہ صاحب دہرسوی کی اولاد کے قبضے میں موجود ہیں نواب شمس خان کے چار بیٹے تھے۔

سلطان خان۔ مبارز خاں بعل[۱] خان۔ آصف خان۔ نواب شمس خان کے بعد سلطان خاں جانشین ہوا۔ سلطان خان کے بعد ان کا بیٹا واحد خاں اور واحد خاں کے بعد سعادت خاں انکے بعد فاضل خاں اور فاضل خاں کے مرنے کے بعد ان کے فرزند روح اللہ خاں گدی پر بیٹھے یہی خالی الذہن نواب روح اللہ خاں تھے جو جان بوجھکر گدی سے ہاتھ دھو بیٹھے میں انکی زندگی کی تصویر بھی زوال کے باب میں دکھاؤنگا موقع اور محل کے لحاظ سے پہلے جھنجھنوں کے آثار قدیمہ پر نظر ڈالتا ہوں گو وہ اس ٹوٹی پھوٹی صورت میں ہیں لیکن مورخانہ مذاق کا جزو اعظم ضرور ہیں کہ جن کی صدائے بازگشت افسانہ عبرت سناتی ہے۔ نواب بہرام خاں کا گنبد شہر کے اندر پیرزادوں کے محلے میں واقع ہے اس گنبد پر ایک ذی اثر پیرزادے نے ۱۸۹۶ء میں اس نیت سے قبضہ میں کر لیا تھا۔ کہ وہ چارہ گھاس ڈالنے کے کام میں آسکے لیکن حضرت الٰہی بخش شاہ صاحب سجادہ حضرت قمر الدین شاہ صاحبؒ نے انکے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ اس سے نہ صرف مزار کی توہین ہوتی ہے

---

۵ روسا جھنجھنوں کی طرف سے دلپاس کے چارن کو بھی ایک گاؤں انعام میں دیا گیا تھا جس پر اس خاندان کے لوگ ابتک قابض ہیں۔ ۱ تولا سیہی چیڑاوہ سے جانب گوشہ مشرق و شمال واقعہ ہے ۲ بیگودنہ چیڑاوہ سے ایک کوس جانب شمال میں واقع ہے ۳ میراج واسی جھنجھنوں سے بجانب مغرب ۹ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ نقشہ اس موقع کا ہے کہ جب نواب بھون خان کے گنبد پر ایک ذی اثر پیرزادہ نے اپنے کام میں لانے کے لئے قبضہ کر لیا تھا جس کا آخیر فیصلہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں کونسل عالیہ جیپور سے قائمخانیوں کے حق میں ہوا اور یہ قبرستان قدیم قائمخانیوں کے نوابی زمانہ کا ہے۔

شمال

غرب

شرق

حویلی کنی رام

دتو وغیرہ مہاجن

راستہ

حویلی منگلا رامانند ماںراج مہاجن

مکان نورالدین پیرزادہ

مکان ہمشیرگان

مولوی فرزند علی

مسجد

درخت کیکر

علامت قبر

قبر

راستہ محلہ پیرزادگان

پیپل

مقبرہ نواب بھون خاں والے

احاطہ مکان بھوم سنگھ و شیو ناتھ سنگھ وکیل

حسنو شاہ فقیر کا تکیہ

رنگریزوں کے مکان

حویلی رامانند مہاجن

مکان محمد رمضان پیرزادہ

مکان ضیاءالدین پیرزادہ

متعلق نورالدین پیرزادہ

مقبرہ نواب بھون خاں

دروازہ بند بنا ہوا

کوچہ نافذہ پیرزادگان

مکان متعلق غوث محمد پیرزادہ

مکان محب الدین محمد رمضان ثانی پیرزادہ

باڑہ محمد قصاب

حسن علی وغیرہ سیدوں کے مکان

گڈھ پہاڑ سنگھ جی

بلکہ قوم قیام خانی کے احساسات کو صریح صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے یہ مقدمہ مختلف محکمہ جات
میں ہوتا ہوا جے پور کی کونسل تک پہنچا کونسل نے فیصلہ دیا کہ شخص قابض کا قبضہ ناجائز
ہے فوراً اٹھا دیا جائے انجام کار شخص متخاصم کو ندامت ہوئی اور چار و ناچار بیدخل
ہونا پڑا نواب شمس خاں کے گنبد کے قریب اور قبرستان کے اندر سے نصیر الدین صاحب
پیرزادہ نے جبراً راستہ بنا لیا تھا جس کا مقدمہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں شروع ہو کر آخر فیصلہ
۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء میں قائم خانیوں کے موافق ہوا۔ اسی زمانہ کی ایک وسیع عیدگاہ شہر کے
متصل واقع ہے خدا مغفرت کرے اسکی مرمت سنہ ۱۳۱ھ میں حاجی محمد علی خاں ناظم جھنجھنوں
نے کرائی تھی شہر کے اندر نو محلے کے صدر دروازے کے روبرو ایک اونچی کرسی کی مسجد جو اسوقت
آباد ہے نوابی زمانہ کی ہے یہ رضیہ مسجد کے نام سے مشہور ہے قیاس کہتا ہے کہ رضیہ رؤسا
جھنجھنوں میں سے کسی کی بیگم یا محرمہ عزیز ہو اسی کے مقابل ایک اور دوسری مسجد بھی ہے
جو راجہ صاحب کھیتڑی کے محل کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے غیر آباد ہے۔

اسی زمانہ کی اور ایک تیسری مسجد شہر سے شمال میں واقع ہے اور قلعہ بادل گڈھ[۵۱] جو
شہر کے قریب ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ اسی زمانہ کا ہے بھکین شہید کے مزار سے جس کا
ذکر میں اوپر کر آیا ہوں چالیس قدم کے فاصلے پر ایک ٹوٹی ہوئی چھت کا پرانا گنبد[۵۲] بھی
دکھائی دیتا ہے اور نواب شمس خاں کے گنبد سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر جنوب
کی طرف ایک چبوترے کے اوپر سات پختہ قبریں اسی زمانہ کی ہیں جب یہاں سے گوشہ
شمال و مشرق میں نظر کو وسعت دیں تو کچھ فاصلے پر ایک اور چھوٹا سا گنبد دکھائی دیتا ہے
اور نواب بہرام خاں و نواب شمس خاں کے مزارات کے بیچ کا قبرستان نوابی زمانہ کا
ہے جو اس وقت محتاج حد بندی ہے۔

۵۱ اس قلعہ کو نواب فاضل خاں نے تیار کرایا تھا اور یہ فاضل گڈھ کے نام سے مشہور تھا اب عوام
اس کو بادل گڈھ کہتے ہیں ۱۲ منہ

۵۲ قیاس غالب ہے کہ یہ گنبد بھی رؤسا جھنجھنوں میں سے کسی نواب کا ہے اسکا تعویذ زمین میں دھنس گیا
ہے ۱۲ منہ

ساتواں باب

راجدہانی بڑواسی اور اسکے حکمرانوں و راجدہانی نرہر اور کیڈ کے حالات

وقائع نگار اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ نواب قائم کے تیسرے بیٹے موہن خاں اس ملک راجپوتانہ میں نہیں آئے وہ فتح آباد کے حاکم تھے اور وہیں انھوں نے انتقال کیا نواب موہن خاں کے پسماندوں میں صرف انکے دو بیٹے ایلم خاں و احمد خاں[۵۱] تھے اور وہ دونوں اپنے چچا زاد بھائیوں کی حمایت میں اس ملک راجپوتانے میں آئے اور جداگانہ طور پر بڑواسی کو اپنی[۵۲] راجدہانی قرار دیا وقائع نویسوں کی بھیوں سے ثابت ہے کہ بڑواسی کے ماتحت اسی موضعات تھے اور دیگر روایات معتبرہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے تاہم اسکو ریاست جھنجھنوں کا ایک ضمیمہ کہنا چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ اس بڑواسی کا نام آئین اکبری میں نہیں ملتا۔ نواب ایلام خان عرف ایلم خاں کی اولاد ایلمان کہلانے لگی۔ ایلم خاں کے چار بیٹے تھے۔ دلاور خان[۵۳] منجو خاں دولت خان محمود خاں۔ نواب ایلم خاں کے مرنے کے بعد محمود خاں بڑواسی پر متصرف ہوئے محمود خاں کے بعد ان کا بیٹا دریا خاں اور دریا خاں کے بعد مجاہد خاں انکے بعد فرزند اکبر الف خاں جانشین ہوا جب نواب الف خان بھی باغ زندگی کی سیر کرکے چل بسے تو ان کا بیٹا حمید خاں حکمراں ہوا نواب حمید خان کی اولاد حمید خانی کہلاتی ہے حمید خاں کے مرنے کے بعد

---

۵۱ احمد خان نے اپنا صدر مقام کالیا سر قرار دیا جسکے تحت وقائع نگار آٹھ مواضعات بیان کرتے ہیں اور اب وہ کالیا سر علاقہ بیکانیر میں آگیا ہے جھنجھنوں فتح پور پر جب والی وار د ہوا تو احمد خاں کی اولاد کے قبضے سے وہ مواضعات بھی ..... نکل گئے اب احمد خاں کی اولاد اپنے دادا موہن خاں کے نام سے مشہور ہے اور موہنان کہلاتی ہے اور تعداد میں بہت ہی کم ہے ۱۲

۵۲ بڑواسی میں اس خاندان کے نوابوں نے ایک قلعہ خام بھی تیار کرایا تھا کہ جسکے ابتک قدرے نشانات باقی نظر آتے ہیں

۵۳ دلاور خاں کے بیٹے سعید خاں کی اولاد سعید خانی منجو خاں کی اولاد جھوان کہلانے لگی دولت خاں کی اولاد مواضعات جیلاسی بھیگرہ وغیرہ کے نام سے پکاری جاتی ہے ۱۲ منہ

ان کا لخت جگر نظام خاں بڑودسی کا وارث ہوا نواب نظام خاں کے چھ بیٹے تھے امان اللہ خاں
مداری خاں۔ راحت خاں۔ نتو خاں[1] سعد اللہ خاں[2] و آدم خاں۔ جب نظام خاں کا چراغ زندگی
گل ہوا تو انکی جگہ نواب امان اللہ خان نے لی لیکن انکے لئے یہ نہایت منحوس زمانہ تھا
اس وجہ سے کہ نواب روح اللہ خان جھنجھنوں غیروں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی کی طرح تھے
اور وہ دل سے بھی متمنی تھے کہ اس سیاسی بوجھ کو کندھوں سے اُتار کر رکھدیں امان اللہ
خاں بحیثیت دیوان ہونے کے چاہتے تھے کہ نواب روح اللہ خاں اس بار سیاسی کو تادم
زیست اپنے دوش ہمت پر رکھیں تاکہ حق بحقدار رسد کا سلسلہ قائم رہے۔ انہیں وجوہ سے
امان اللہ خاں و نواب روح اللہ خاں اور انکے چہیتے مشیر سادول سنگھ میں رقابت پیدا ہوگئی
تھی نواب روح اللہ خاں اور سادول سنگھ کی یہی آرزو تھی کہ امان اللہ خاں بھی دوسروں
کی طرح سر تسلیم خم کردے لیکن نواب امان اللہ خاں جو طبعاً غیور اور بہادر تھا اس پر رضامند
نہ تھا اس بہادر کے کارناموں سے واضح ہے کہ اس نے خطرناک موقعوں میں بھی دامن حق کو
ہاتھ سے نہ چھوڑا ناظرین اس جوانمردکی نامور موت کو آئندہ اوراق میں پڑھینگے۔

راجدہانی کیڈ

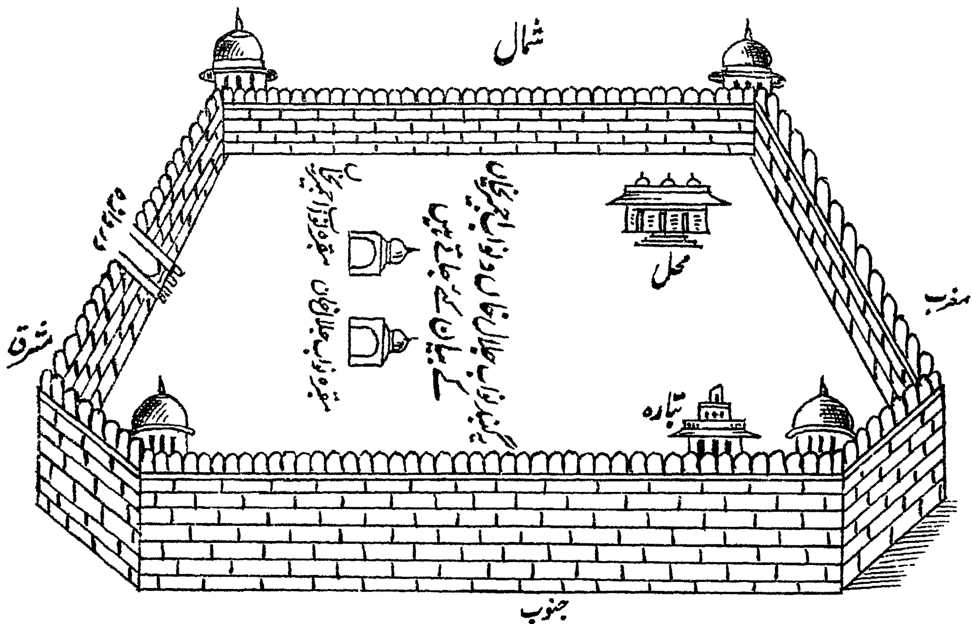
اس راجدہانی کیڈ پر نواب جبرالدین خاں کی اولاد جو نواب قائم خاں کے بڑے بھائی تھے
رؤسائے فتح پور و جھنجھنوں کی حکمرانی کے ساتھ ساتھ قابض و کارفرما رہے ان کے قدیم وقائع نگار
بیان کرتے ہیں کہ نواب جبرالدین خاں چرخی دادری و کلیان پور سمت ۴۲ مطابق ۱۳۸۳ء تک
حکومت کرتے تھے اس کے بعد یہ اپنے بھتیجوں کے پاس ناگور گئے اس لئے کہ انکے بھتیجے
محمد خاں و تاج خاں۔ کا قیام اس وقت ناگور میں تھا چندے بھتیجوں کے پاس رہے اس درمیان
میں چچا اور بھتیجوں میں کچھ رنجش ہوگئی۔ ناگور سے نواب جبرالدین خاں نے کوچ کردیا اور

[1] نتو کے معنی ارتفاع۔ ... دبرآمدگی ہر چیز کے ہیں ناواقف اسکو نتھو کہتے ہیں ۱۲ منہ [2] سعد اللہ خان کے بیٹوں کی
تعداد آٹھ تک پہنچی ہے جنکے نام یہ ہیں جار اللہ خاں، عبداللہ خاں، شکر اللہ خاں، فیض اللہ خاں، سوائی خاں، صالت خاں، سزاوار خاں
شہاب الدین خان۔ ان میں سے شکر اللہ خاں لاولد مرے باقی ان ساتوں کی اولاد مواضعات بامنواس و جھانجوت میں آباد ہے ۱۲

اب جہاں کیڈ آباد ہے یہاں آئے اور اس جنگل میں خیمہ زن ہوئے کاٹ لی ندی کے کنارے چندروز بسر کی اس نواح میں جوڑہ راجپوت حکمران تھے نواب جبرالدین خاں اور جوڑہ کی چند روز خفیف سے مقابلہ ہوتے رہے آخر جوڑ راجپوتوں کو شکست ہوئی اور تھوڑے ہی نقصان کے بعد نواب جبرالدین خان کا اس خطہ پر قبضہ ہوگیا۔ انھوں نے ایک پہاڑی کی ٹیک پرندی کے کنارے سمت ۱۴۴۴ مطابق ۱۳۸۷ء میں ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور ایک چھوٹا سا سنگ بستہ قلعہ طیار کرایا جو ابتک اچھی حالت میں موجود ہے قلعہ کے اندر دو گنبد بنے ہوئے ہیں۔ ان گنبدوں کی نسبت روایت چلی آتی ہے کہ یہ دونوں گنبد کیڈ کے حکمرانوں کے نوابوں میں سے ہیں۔ مگر کوئی یہ نہیں بتاسکتا کہ ان نوابوں کے نام کیا تھے کہ جنکی مزاروں پر یہ گنبد بنائی گئی ہیں۔ کیونکہ ہر دو گنبدوں میں سے کسی پر بھی کتبہ کا نشان نہیں ہے ان گنبدوں کے اندر کوئی نشان قبر بھی نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ ان گنبدوں میں ایک ٹھاکر کی بود و باش زمانہ دراز سے چلی آتی ہے جو اسی راجدھانی کے حصہ دار ہیں انھوں نے ہر دو قبور کو صاف دیا ہے۔ نواب جلال خاں کے خاندان کا بیان ہے کہ ان میں ایک گنبد جلال خاں کا ہے اور دوسرا نواب اجمیری خان کا۔ نواب اجمیری خاں کی نسبت یہ لوگ لکھتے ہیں کہ سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء میں جھوجھار سنگھ[۵۱] کی اور انکی جنگ ہوئی اور اجمیری خاں کام آئے اور انکو قلعہ میں مدفون کیا گیا۔ مگر یہ بات لائق اعتبار نہیں ہے کہ اجمیری خاں اور جھوجھار سنگھ میں جنگ ہوئی اسلئے کہ جھوجھار سنگھ گوپال سنگھ کے دادا تھے اور جس زمانہ میں گوپال سنگھ نے کیڈ پر قبضہ کیا۔ اس سے عرصہ دراز پہلے ہی جھوجھار سنگھ کا انتقال ہوچکا تھا۔

کچھ بھی ہو یہ مسلمہ امر ہے کہ یہ دونوں گنبد نواب جبرالدین خان کی اولاد کے نوابوں میں ضرور ہیں قلعہ سے شمال کی طرف کیڈ آباد ہے اور قائم خانیوں کی عالی شان عمارات بنی ہوئی ہیں اور جو ٹھاکر خاندان گوپال سنگھ جی کی اولاد میں یہاں کے حکمران ہیں وہ بھی یہاں آباد ہیں اور ان کے محلات بھی اسی کیڈ میں موجود ہیں قلعہ کے قریب سے یہ ندی بہتی ہے یہ منظر بہت ہی خوشنما اور دلکش معلوم ہوتا ہے قلعہ کے تھوڑے ہی فاصلہ پر حضرت ملا محمد شیروانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی درگاہ ہے اس سے اور بھی خوبصورتی بڑھ گئی ہے

۵۱ — جھوجھار سنگھ جی
جگرام سنگھ جی
ٹھکرانی اول سے | سادول سنگھ جی | سہدی سنگھ جی | ٹھکرانی دوم سے | موہن سنگھ | گوپال سنگھ | بھیکن سنگھ



قلعہ کیڈریہ وہی قلعہ ہے جو نواب جبرالدین خاں نے
تیار کرایا تھا

اس راجدھانی کو ریاست جھنجھنوں سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن آئین اکبری میں اسکا اندراج نہیں ہے اس کا تعلق ریاست نرہڑ سے تہا جسکے صدر ہی فرمارواتھے اور بمراعات خاص افغان ہی شامل کرلئے گئے تھے۔ یہ ایک نہایت پیچیدہ گتھی ہے اور اسکو سلجھانے کے لئے اس وقت ایک قدیم روایت میرے سامنے موجود ہے لیکن اس سے رقابت اور حسد کے پیدا ہونیکا احتمال ہے اور میں خواہمخواہ فضا ر تعلقات کو مکدر بنانا نہیں چاہتا اسلئے اس بحث کو نظرانداز کرتا ہوں البتہ وہ اصحاب جو حالات اور واقعات پر گہری نظر ڈالنے کے عادی ہیں اس حقیقت پر بآسانی خود پہونچ سکتے ہیں کہ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں اور اسی طرح ایک گدی پر مختلف قوم کے دو حکمران نہیں بیٹھ سکتے۔ آئین اکبری سے[۱] پتہ چلتا ہے کہ ریاست نرہڑ کا بلاواسطہ تعلق شاہان دہلی سے تھا جس پر قائم خانی اور افغان قابض تھے تقدم و تاخر لفظ قوم مدخلہ آئین اکبری سے تخیل کی یکسوئی ممکن ہے نواب جبرالدین خاں کے انتقال کے بعد اُنکے بڑے بیٹے نواب فیروز خان گدی نشین ہوئے۔ سمت ۱۴۹۸ مطابق ۱۴۴۱ء تک کیڈ پر حکومت کرتے تھے نواب فیروز خاں کے مرنے کے بعد اُنکے بیٹے داؤد خاں نے کیڈ کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ نواب ما بین سمت ۱۵۵۳ مطابق ۱۴۹۶ء تک کیڈ اور اپنے حصہ نرہڑ پر حکمران تھے نواب داؤد خاں نے بھی جب داعی اجل کو لبیک کہا تو انکے فرزند موہن خاں راج کے مالک بنے نواب موہن خاں کی نسبت یہ تحقیق ہوا ہے کہ وہ سمت ۱۵۷۷ مطابق ۱۵۲۰ء تک نرہڑ و کیڈ پر قابض و متصرف تھے نواب موہن خاں کے دو فرزند تھے مظفر خاں و جلال خاں۔ جلال خاں کی اولاد کیڈ و بلدہ حیدرآباد دکن محلہ جنگھم پیٹ میں آباد ہے اور مظفر خاں کی اولاد کیڈ میں بستی ہے نواب موہن خان کے انتقال کے بعد نواب مظفر خان کیڈ پر قابض ہوئے اور نواب جلال خاں اپنے آبائی حصہ نرہڑ پر متصرف ہوئے یہ تو اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ نرہڑ کا تعلق بلاواسطہ شاہان دہلی سے تھا اور کیڈ نرہڑ کے زیر نگیں تھی۔ مگر جلال خاں کے خاندان کو اس سے انکار ہے وہ کہتے ہیں کہ نواب موہن خان کے انتقال کے بعد کل جائیداد و ملکیت کے مالک

[۱] ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۳ مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲ منہ

و مختار نواب جلال خاں ہوئے اور راجدھانی کیڈ پر بھی جلال خاں ہی قابض تھے۔

اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جلال خاں بڑے رتبہ کے نواب تھے اس کے ثبوت میں شاہی کاغذات پیش کرتے ہیں۔ اور مظفر خاں کے خاندان کے اشخاص اس پر زور دیتے ہیں کہ آخر تک ہمارے ہی بزرگوں میں نوابی چلی آئی۔ اب اس کا تصفیہ تاریخ سے ہو سکتا ہے اسکے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

تواریخ میں تو اس خاندان کا ذکر ایک ہی جگہ آیا ہے اور وہ بھی تزہٹر کے متعلق جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

اب رہا سہا وقائع نگاروں کا ہے وہ بھی انکے یہاں مفقود ہے اس لیے کہ انکے بھی بھاٹ قدیم اور اصلی نہیں ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ سنت ۱۸۵۰ مطابق ۱۷۹۳ء میں انکے خاندان کا قدیم وقائع نگار یعنی بھی بھاٹ لچھمن جی کیڈ گئے تھے کہ کیڈ کے قائم خانی ان سے بے ادبانہ پیش آئے تو لچھمن جی نے یہ عہد کیا کہ میں اور میرے خاندان کا کوئی شخص آئندہ کیڈ میں نہ آئیگا اور نہ ان قائم خانیوں کے نام اور نہ انکے خاندانی حالات قائم خانیوں کی قومی پھیولت میں درج کرینگے۔ اور نہ ان سے کسی طرح کا انعام وغیرہ حاصل کریگا بلکہ تمام گروہ جھوان سے میرے خاندان کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسکے بعد لچھمن جی کا بیٹا سری لال جی سمت ۱۹۰۲ مطابق ۱۸۴۵ء میں بلدہ حیدرآباد دکن گیا اور وہاں کے قائم خانیوں نے اسکو انعام واکرام دیا۔ نواب مدن خاں (المخاطب رستم دل خان بہادر جو جھوان گروہ سے تھے) انکے یہاں سری لال جی نہیں گئے نواب مدن خان نے انکو اپنے یہاں بلا بھیجا اور کہا کہ آپ لوگ ہمسے کیوں الگ ہوتے ہیں۔ قصور ہے تو کیڈ کے قائم خانیوں کا ہے وہ خود تم سے معافی چاہ سکتے ہیں سب گروہ جھوان نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے آخر الامر نواب مدن خان نے سری لال جی وقائع نگار کو بہت کچھ دیا۔ اور ایک ہتھنی بھی انعام میں دی گئی کہ جسکا نام لچھمی تھا اور یہ بھی کہا کہ آپ لوگ گروہ جھوان کے قائم خانیوں کے یہاں جایا کرو اور انکے نام بھی لکھا کرو اور انعام وغیرہ بھی ان سے لو کیڈ کے قائم خانی جن سے تمکو پرخاش ہے اگر معافی چاہیں یا آپ لوگونکو کسی طرح راضی کر لیں تو ان سے رضامند ہو جانا اتنک اس قصہ لچھمن جی کو ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ برس گزر گئے نہ تو کیڈ کے قائم خانیوں نے وقائع نگاروں کو راضی کیا اور نہ وقائع نگار انکے

یہاں گئے اس لئے یہ اختلاف ان دونوں خاندانوں میں چلا آتا ہے اور موجودہ بھی بھاٹ کیڈ کے قائم خانیوں نے اس زمانہ سے مقرر کر رکھے ہیں وہ پشت ذاتی کے بھاٹ ہیں انکے پاس انکا خاندانی سلسلہ صحیح نہیں ہے اس لئے یہ نوبت پہونچی یہ بھی بھاٹ کیڈ کے قائم خانیو سے ڈرتے ہیں کسی وقت تو جلال خاں کے خاندان کو کیڈ کی نوابی سے نامزد کرتے ہیں اور جب دوسری طرف کا دباؤ پڑتا ہے تو مظفر خاں کے خاندان پر نوابی ختم کرتے ہیں بہر حال نواب مظفر خاں و نواب جلال خاں کی اولاد میں آئے دن یہی نوابی کا جھگڑا درپیش ہے جو غور طلب ہے۔

نواب جلال خاں کے خاندان کے اشخاص اس پر استدلال کرتے ہیں کہ نواب موہن خاں کے انتقال کے بعد راجدھانی کیڈ پر نواب جلال خاں ہی متمکن ہوئے تھے اور اکبر شاہ بادشاہ کی ان پر بڑی مہربانی تھی۔ جلال خاں کو بادشاہ کی طرف سے نواب خاں جہاں جلال الملک کا خطاب بھی حاصل تھا۔ اور آفتاب گیری و ماہی مراتب سے سرفراز ہوئے تھے وہ ایک موقعہ پر خلعت و شمشیر و اسپ سے بھی سرفراز ہوئے اور نواب خاں جہاں جلال الملک کو منصب پنجہزاری بھی عطا ہوا تھا یہ سب مراتب و مناصب شہنشاہ اکبر کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ اسکے ثبوت میں یہ تین کاغذات پیش کرتے ہیں ان میں دو کاغذ تو وہ ہیں جو شہنشاہ اکبر کی طرف سے جلال خاں کو بطور فرمان جاری ہوئے ہیں اور نواب خاں جہاں جلال الملک کے خطاب سے انکو ملقب کیا گیا ہے اور یہ ہر دو فرمان بادشاہ کے حکم سے فیضی نے خود لکھے ہیں ان فرمانوں پر آخیر میں تاریخ اور فیضی کا نام لکھا ہوا ہے یہ فرمان بڑی تقطیع کے کاغذ پر تیرہ تیرہ سطر میں ختم ہوئے ہیں۔ ان کی عبارت فارسی ہے ان ہر دو فرمان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ شہنشاہ اکبر آپ سے بہت خوش ہیں اور جن جن معرکوں میں آپ نے کارہائے نمایاں کئے ہیں اُس کا معاوضہ آپ کو مل چکا اور آئندہ ملتا رہے گا یعنی خلعت شمشیر اسپ ماہی مراتب و آفتاب گیری و خطاب نواب خاں جہاں جلال الملک سے آپ سرفراز ہوئے مگر منصب پنج ہزاری کا ان میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

پہلے کاغذ پر آخر میں یہ تحریر ہے فیضی ۲ رشہر رجب المرجب سنہ ہجری۔

دوسری پر بھی یہی تحریر ہے فیضی دہم ربیع الاول ۱۰۰۱ھ - تیسرے کاغذ اجازت نامہ کی عبارت بجنسہٖ درج کیجاتی ہے -

حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیرالمومنین ظلّ اللہ العالمین ابوالفتح جلال الدین اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً

اجازت یک کلیسہ در ریگستان بنابر پرستش ہنوداں بہ سفارش جاں نثار مردود جلال خاں کہ غایت ونہایت حمایت مشرکان خواہد ما بدولت بہ نگاہ کارگذاری و جان نثاری رعایت کریم تا در ہم چشماں ہم چناں ممتاز و سرفراز ارشد یازدہ ذی الحجہ الحرام ۱۰۱۱ھ - اس اجازت نامہ پر نہ کسی کے دستخط ہیں اور نہ مہر

میں نے تواریخ شاہان مغلیہ کی ورق گردانی کی مگر کسی تاریخ سے بھی یہ پتہ نہ چلسکا کہ جلال خاں قائم خانی مراتب مذکورہ بالا پر پہونچے تھے - اور نہ ان کا کسی تاریخ میں قائم خانی کے ساتھ نام ملا تعجب ہے کہ ان قائم خانیوں نے یہ اسباب کہاں سے پیدا کیئے -

فیضی کی نسبت یہ امر مسلمہ ہے کہ شہنشاہ اکبر ۱۵۶۸ء میں چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف تھے اس وقت فیضی اکبر شہنشاہ کا قدم بوس ہوا اور درباریوں میں داخل کر لیا گیا سات برس کے بعد ۱۵۷۵ء میں فیضی نے انتقال کیا - جن سنوں میں یہ فرمان جاری ہوئے - بیان کیئے جاتے ہیں یعنی ۱۰۰۵ھ و ۱۰۰۷ھ میں اسوقت ۱۵۹۸ء تھا اس سنہ سے تیئس ۲۳ سال پہلے ہی فیضی کا انتقال ہوچکا تھا اب یہ امر غور طلب ہے کہ فیضی کا نام ان فرمانوں پر کیسا اور کیوں لکھا گیا اور کوئی دوسرا فیضی تو دربار اکبری میں اس مرتبہ کا تھا ہی نہیں -

میں نے ان امور کی تصدیق انکی قدیم واقع نگاروں سے چاہی واقع نگار کہتے ہیں کہ ہماری بہیوں میں تو یہی درج ہے کہ راجدھانی کیڈ پر نواب موہن خان کے بعد نواب مظفر خان گدی پر بیٹھے اور بہیں سمت ۱۵۹۵ مطابق ۱۵۳۸ء میں دان دیا یعنی انعام نواب مظفر خان کے بعد نواب حامد خاں ہوئے انھوں نے سمت ۱۶۲۲ مطابق ۱۵۶۵ء میں انعام دیا - حامد خان کی بعد نواب فتح خاں ہوئے فتح خاں کے بعد مہابت خاں ہوئے - انھوں نے سمۃ ۱۷۶۰ مطابق ۱۷۰۳ء میں انعام دیا - اور اسی نواب کے زمانہ سمت ۱۸۸۸ مطابق ۱۸۳۱ء میں کیڈ انکے قبضہ سے

نکل گئی۔ انکے خاندان کے لوگ کہتے ہیں کہ اس نواب کا نام داراب خاں تھا اور واقع نگاروں کی پوتھیوں میں مہابت خاں درج ہے واقع نگار کہتے ہیں کہ اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں میں یہاں پر آ کر جھجک گیا اسلئے کہ بغیر آگ کے دھواں نہیں نکلتا جلال خاں کے خاندان کے لوگ ایک زمانہ سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ نوابی ہمارے خاندان میں تھی کچھ بات تو ضرور ہے۔

ایسے موقع پر مورخ کے لئے قرائن وقیاس اور روایات معتبرہ سے کام لینا ناجائز نہیں ہے بلکہ جائز وضروری ہے یہ تسلیم ہے کہ راجدھانی کیڈ پر آخر تک نواب مظفر خان کے خاندان ہی کا قبضہ رہا۔

مگر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ نواب جلال خاں کی نسل سے بھی نواب ہوتے آئے قیاس وقرائن اور روایات معتبرہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نواب موہن خاں کو اپنے فرزند جلال خاں سے بڑی محبّت تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں یا قریب المرگ پیارے فرزند جلال خاں کو نہڑ کا حصّہ دیدیا تھا۔ اور جب یہ ظاہر ہے کہ کیڈ نہڑ کے زیر نگیں تھی اور بڑا حصّہ نواب موہن خاں نے جلال خاں کو دینا پسند کیا اس لئے کہ کیڈ کے تحت چند مواضعات تھے اور حصہ نہڑ کے تحت کثیر مواضعات تھے دوسرے نہڑ کیڈ کا صدر تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ سنہ ۱۰۸۶ مطابق سنہ ۱۷۳۱ء تک نواب جبرالدین خاں کا خاندان اپنے حصّہ نہڑ پر قابض رہا یہ بھی روایت ہے کہ نواب جلال خاں و نواب مظفر خاں میں بہت ہی محبّت و میل جول تھا۔ دونوں بھائیوں میں سے کسی کا بھی یہ خیال نہ تھا کہ کس کا رتبہ بڑا ہے مظفر خان سمجھتے تھے کہ جلال خاں مجھسے بڑھکر رتبہ رکھتے ہیں۔ اور جلال خاں کا یہ خیال تھا کہ مظفر خاں مجھ سے ہر طرح سے بڑھکر ہیں بلکہ چار پشت تک ان دونوں خاندانوں کی یہی حالت رہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھائی اپنے مقبوضات سے کاروبار مل جلکر چلاتے تھے اور جلال خاں خود اور بعد میں اُنکی اولاد کیڈ میں ہی آباد رہی۔ دوسری دلیل میل جول کی یہ کہ اب جلال خاں کے خاندان کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ نواب حمید خان کی شادی نواب مظفر خان کے خاندان میں فتح خان کی دختر سے ہوئی تھی اور نواب حمید خاں کے فرزند نواب اجمیری خان کی شادی نواب فتح خان کی پوتی یعنی مراد خاں کی بیٹی سے ہونا بیان کرتے ہیں یہ اسکی بیّن دلیل ہے کہ نوابی کے وقت نواب

مظفر خاں و نواب جلال خاں کی اولاد میں بجد اتفاق اور میل ملاپ رہا۔ اس زمانہ میں اس قوم قائم خانی میں ایسے قریب کی رشتہ داری کسی جماعت میں بھی نہیں تھی جیسا کہ ان میں ہو گئی تھی۔ اب اسکے برخلاف اس روشن زمانہ میں انکی یہ حالت ہے کہ جلال خاں کے خاندان کے لوگ تو مظفر خاں کے خاندان کے لڑکوں میں اپنی بیٹی بیاہ دیتے ہیں یہانتک کہ لنگڑے اور لولوں کو بھی بیاہی گئی ہیں۔ مگر مظفر خاں کے خاندان کو اپنی لڑکیاں جلال خاں کے خاندان میں بیاہنے سے انکار ہے اور کہتے ہیں کہ ہم بڑے ہیں اور وہ چھوٹے۔ افسوس ہے ان پر جنکے ایسے خیالات ہیں انصافاً اسوقت نواب جلال خان کے خاندان کے بیشتر افراد وضع قطع طاقت و توانائی دولت و ثروت میں نواب مظفر خاں کی اولاد سے ممتاز ہیں۔ البتہ ایک گھرانا نواب مظفر خاں کے خاندان میں ضرور ایسا تھا جو حیثیت سے جیوان گروہ میں نواب مدن خاں المخاطب بہ رستم دل خاں بہادر کے گھرانے کے بعد ہر شخص کی نظر اسی گھرانے پر پڑتی تھی وہ کون حاجی قمر الدین خاں رسالدار میجر اور انکے فرزند علاؤ الدین خاں کیپٹن و انکے بھتیجے غلام غوث خاں کیپٹن مگر افسوس ہے کہ اب علاؤ الدین خاں کا خاندان گم ہو چکا ہے ان اولوالعزموں کے ذکر اسی تاریخ کے اوراق میں مفصل نظر آئینگے۔ اب میں پھر اصل کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ جب تک یہ دونوں خاندان حصہ نرہڑ و کیڈ پر قابض رہے اس وقت تک ان میں اتفاق و ہمدردی کا سلسلہ اسی قدر چلا آیا جیسا کہ ان کے بزرگوں کا خاصہ تھا۔ مگر جب کہ زمانہ کی گردش سے ان کے دونوں مقامات اور انکی مقبوضات قبضہ سے نکل گئے تو اسکے بعد نوابی کا جھگڑا انمیں شروع ہوا۔ ایک خاندان دوسرے خاندان پر برتری چاہتا ہے۔ نواب جلال خاں کے خاندان کے لوگ چوند گئے اور اپنے مرتبہ کو بھول گئے اور مبالغہ کے رو میں پڑکر دوسرے غیر مناسب ذرائع پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی اور وہ ذرائع جو پیدا کئے گئے تھے اس موقعہ پر بیکار ثابت ہوئے۔ بہر حال کچھ بھی ہو یہ مسلمہ امر ہے کہ نواب جلال خاں کا خاندان اپنے حصہ نرہڑ پر سمت ۱۷۸۸ مطابق ۱۷۳۱ء تک قابض رہا اور نواب مظفر خاں کا خاندان کیڈ پر اب نواب جلال خاں کے خاندان کو یہ فخر حاصل ہو سکتا ہے

کہ بڑا حصہ نرہڑ ہمارے ہی بزرگوں کے قبضہ میں تھا۔ اور کیڈ بھی انہی کے زیر اثر تھی جیسا کہ راجدھانی جھاڑودپٹی، ریاست فتح پور کے زیر اثر تھی اور راجدھانی بڑواسی ریاست جھنجھنوں کے زیر اثر تھی۔ اسیطرح کیڈ بھی نرہڑ کے زیر اثر تھی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ بتا دیا جاوے کہ نواب موہن خاں کے بعد اس خاندان کے نواب کون کون حصہ نرہڑ پر قابض رہے اور کون کون کیڈ پر۔

نواب موہن خاں

حصہ نرہڑ پر قابض	کیڈ پر
نواب جلال خان اُنکے بعد	نواب مظفر خان اُنکے بعد
نواب سلطان خاں انکے بعد	نواب حامد خاں اُنکے بعد
نواب حمید خاں ان کے بعد	نواب فتح خاں انکے بعد
نواب اجمیری خاں	نواب داراب خان عرف مہابت خاں

جب ریاست جھنجھنوں پر زوال وارد ہوا تو سمت ۱۷۸۷ بمطابق سنہ ۱۷۳۰ء میں نرہڑ و کیڈ بھی اس سے نہ بچ سکے نرہڑ پر سادول سنگھ جی کا قبضہ ہوگیا اور کیڈ ٹھاکر گوپال سنگھ جی کے قبضہ میں آئی بہر حال یہ دونوں مقامات اور انکی مقبوضات خاندان بگرام سنگھ جی کے قبضہ میں گئے

اب میرے لئے خطرہ ہے کہ جھاڑودپٹی و بڑواسی و کیڈ ان تینوں راجدھانیوں کے قابضوں کی اولاد اعتراض کرے گی کہ ہماری راجدھانیاں ان ریاستوں کے زیر اثر نہیں تھیں

نواب زین الدین خاں کے خاندان کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہماری راجدھانی جھاڑودپٹی ریاست فتح پور کے زیر اثر نہیں تھی اور اسکی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جھاڑودپٹی کے مالک نواب امیر خان پر ظالم سنگھ میرٹھیہ سمت ۱۸۸۵ مطابق ۱۸۲۸ء میں چڑھ آیا اور نواب امیر خاں و ظالم سنگھ میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ نواب امیر خان خود اور انکی قوم کے کثیر قائم خانی کام آئے اس واقعہ کے بعد انیس ۱۹ برس تک ریاست فتحپور قائم رہی مگر فتحپور کے حکمرانوں میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ دوسرے یہ کہ نواب امیر خان و ظالم سنگھ کے

لڑائی کے تین برس بعد نواب سردار خاں والی فتحپور معہ اپنی فوج کے نواب روح اللہ خاں والی جھنجھنوں کی کمک میں سادول سنگھ و راؤ شیو سنگھ سے لوہاس کے مقام پر مقابلہ جا کیا۔ نواب روح اللہ خاں تو نواب سردار خاں کے ہم پلہ رئیس تھے انکو تو امداد دینی ضروری خیال کیگئی۔ اور جو راجدہانی فتحپور کے زیر اثر بیان کیجاتی ہے اسکی خبر نہ لی۔ اب ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ راجدہانی جھاڑوپٹی فتحپور کے زیر اثر تھی آخر بانسا و بیری کے رؤسا نے ریاست جودھپور کا آسرا لیا اور چند روز اپنی زندگی گذاری۔

مولف! یہ سب سچ ہے اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ نواب سردار خاں بہادری میں بے مثل تھے مگر فتحپور کے زوال کا باب دیکھکر ہر ذی فہم جان لیگا اور اعتراف کریگا کہ اسوقت نواب سردار خاں کی کیا حالت تھی وہ اپنی خانہ جنگیوں میں کسقدر پھنسے ہوئے تھے اور ادھر راؤ شیو سنگھ کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس نازک حالت میں انکو اپنا ہی گھر سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ بیان کہ سادول سنگھ و راؤ شیو سنگھ جی کے مقابلے میں نواب سردار خاں لوہاس کے مقام پر نواب روح اللہ خاں کی کمک پر جا پہنچے دراصل یہ کمک نواب روح اللہ خاں کو نہیں دیجا رہی تھی بلکہ نواب سردار خاں کو اپنا بچاؤ مقصود تھا نواب سردار خاں نے یہ جان لیا تھا کہ اب کے نمبر وار ہونیوالا ہے اس لئے وہ اپنی روک تھام کر رہے تھے۔

اور ایسے ہی اعتراضات بڑواسی و کیڈ کے حکمرانوں کی اولاد بھی کرتی ہمارے پاس اسوقت اسکا کوئی کاغذی ثبوت تو نہیں ہے مگر بعض اسباب ایسے ہیں جنسے صاف عیاں ہوتا ہے کہ یہ راجدہانیاں ضرور ان ریاستوں کے زیر اثر تھیں خود بڑواسی کے رئیس نواب امان اللہ خاں اپنی زندگی تک ریاست جھنجھنوں میں عہدہ دیوانی کرتے رہے اور بڑی دلیل تو اسکی یہ ہے کہ آئین اکبری میں جھنجھنوں و فتحپور کا ذکر تو معہ قوم قائمخانی کے موجود ہے اور اسی طرح نرہڑ کا بھی ذکر معہ قوم قائمخانی کے موجود ہے۔ مگر کیڈ و بڑواسی و جھاڑوپٹی کا آئین اکبری میں کوئی ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ تینوں راجدہانیاں اپنی ہی قوم کی زیر اثر تھیں مگر مذکورہ بالا راجدہانیوں کی قابضوں کی اولاد کا دعوی ہے اور استدلال کرتی ہے کہ ہماری راجدہانیاں بالکل ہی ان ریاستوں کے ماتحت نہ تھیں مگر یہ ضرور تھا کہ ہماری راجدہانیوں کے خراج کا روپیہ بڑی ریاستوں کے وساطت سے شاہی خزانہ میں داخل ہوتا تھا کیونکہ اسمیں یہ سہولت اور آسانی تھی کہ بحفاظت روپیہ بادشاہ تک پہونچنے کا اچھا ذریعہ تھا۔ یہ بیان کہ ان راجدہانیوں کا ذکر آئین اکبری میں نہیں ہے تو اس سے یہ صادق نہیں آسکتا کہ یہ راجدہانیاں ان ریاستوں کے ماتحت تھیں آئین اکبری میں انہیں ریاستوں کا ذکر ہے جن کی طرف سے شاہی خزانہ میں روپیہ داخل ہوتا تھا علاوہ

اسکے اور بھی واقعات ایسے ہیں مثلاً چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں کا ذکر آئین اکبری میں نہیں ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسا ہوتا تھا جیسا کہ انکا بیان ہے تب بھی ایک طرح کی ماتحتی متصور ہے اب بھی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور بس

آٹھواں باب (۸)

سادول سنگھ کے عروج اور نواب روح اللہ خاں کی بربادی کے حالات

کرنل ٹاڈ صاحب[۱] نے نواب روح اللہ خاں کی بربادی کی کہانی کو یوں تاریخی جامہ پہنایا ہے کہ۔ جگرام سنگھ اپنے باپ کی گدی اودے پور پر بیٹھا جگرام سنگھ کے چھ بیٹے تھے فرزند کلاں سادول سنگھ دسہرہ کی کسی رسم پر باپ سے تکرار کرکے گھر سے نکل گئے اور روزگار کی تلاش میں پھرتے رہے اس زمانہ میں یہ ملک جس پر اب سادول سنگھ کی اولاد حکمران ہے جھنجھنوں اور فتح پور کے زیر نگین تھا اور جس پر ایک نواب قائم خانی قوم سے حکمران تھا اور اسکو یہ ملک بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا تھا سادول سنگھ اسی نواب قائم خانی کے پاس آیا اور نواب قائم خانی نے سادول سنگھ کی بڑی خاطرداری کی اور اپنے پاس رکھ لیا رفتہ رفتہ سادول سنگھ کو اپنی ریاست کا منتظم بنا دیا سادول سنگھ کی ترقی کی نسبت دو روایتیں سنی گئی ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ نواب قائم خانی لاولد تھا جس نے سادول سنگھ کو متبنیٰ کر لیا تھا۔

دوسری روایت برخلاف اسکے یہ ہے کہ جب سادول سنگھ نواب پر حاوی ہو گئے تو انھوں نے اپنے آقا یعنی نواب سے کہا کہ اب آپ ریاست کے معاملات میں دخل نہ دیں آپ کے گذارے کے لئے معقول تعداد میں وظیفہ مقرر کیا جاتا ہے جس پر آپ بسر کریں اس آخری روایت کی نسبت ٹاڈ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ زیادہ موزوں نہیں پھر اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب نواب نے اپنی حالت بیکسی پر غور کیا تو چپ چاپ

---

[۱] ٹاڈ نامہ راجستان اردو جلد دوم صفحہ (۵۱۲) سطر ۱۲

جھنجھنوں سے فتح پور چلا گیا جو ایک ضلع اسی ملک میں اسکے رشتہ دار کے قبضے میں تھا۔ والی فتح پور نے نواب کو پناہ دی اور سادول سنگھ سے لڑائی کی ٹھان لی چونکہ سادول سنگھ کا دوسرا بھائی[1] مرزا راجہ جے سنگھ جے پور کی فوج کا سپہ سالار تھا پس سادول سنگھ نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا کہ یہ وقت میری مدد کرنے کا ہے میرے بھائی کو فوج دیکر بھیجو جگرام سنگھ نے اپنے دوسرے بیٹے کو سادول سنگھ کی مدد کرنے کے لیئے لکھا جس پر اس سپہ سالار نے مرزا راجہ جے سنگھ جے پور سے ملک مقبوضہ کا سالانہ پیشکش دینے کا عہد و پیمان کرکے فوج کے لیجانے اور لڑانے کا حکم حاصل کر لیا اور فوراً چڑھائی کی نواب قائم خانی نے بھی مقابلہ کیا لیکن پسپا ہو گیا اس کے بعد سادول سنگھ نے ایک اور دوسرے علاقے سلطانہ پر قبضہ کر لیا جس پر قائم خانی خاندان سے ایک نواب حکمران تھا میں نے اس لڑائی کی تفصیل فتح پور کے زوال کے باب میں لکھی ہے جس کا ذکر اس موقع پر غیر ضروری ہے کہ کرنل ٹاڈ صاحب کے یہ بیان کردہ واقعات جزوی اختلاف کے بعد متفق علیہ ہیں بنا رتبنیت تو صحیح ہے لیکن یہ سادول سنگھ سے نہیں بلکہ ان کے بڑے بیٹے زور آور سنگھ سے متعلق ہے مصنف صولت افغانی نے ان واقعات کی اس سے بھی زیادہ تفصیل دکھائی ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے سادول سنگھ اپنے باپ سے جھگڑا کرکے گھر سے نکلے اور نواب جھنجھنوں کے پاس آ گئے ان دونوں میں پہلے سے ایک رشتہ تھا یعنی نواب اور سادول سنگھ کی شادی ناتھا سر میں ایک معزز بیکاوت راجپوت کے گھر ہوئی تھی۔ اس سبب سے نواب روح اللہ خاں سادول سنگھ سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آیا اور اپنی فوج کا سردار بنا دیا سادول سنگھ تقریباً بیس سال تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے ایک روز دربار کے وقت سادول سنگھ اور امان اللہ خان دیوان میں ایک معاملے پر بحث چھڑ گئی۔ دوران بحث میں بات چیت کا سلسلہ بڑھ گیا جب درباریوں نے نواب کو سادول سنگھ کی تقویت کی طرف مائل پایا تو سب نے سادول سنگھ کی تائید کی جس پر سادول سنگھ نے امان اللہ خاں سے

---

[1] بھائی سے مراد راؤ شیو سنگھ جی کا سلی ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ میں اس کا تصفیہ آپکی راجدھانی بڑواسی میں پہنچکر تلوار سے کرونگا۔ نواب امان اللہ خاں
نے دانائی اور بہادری سے جواب دیا کیا مضائقہ ہے تلوار کا جواب تلوار ہی ہوگا اسکے
بعد امان اللہ خان اُٹھے اور بڑواسی روانہ ہوگئے اتفاقاً راستہ میں نواب کی سواری کو
اونٹ چرتے دکھائی دیئے امان اللہ خان نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ انکو بڑواسی لے
آئیں۔ نوکروں نے ایسا ہی کیا جب اسکی اطلاع نواب روح اللہ خاں کو ملی تو وہ
سخت رنجیدہ ہوئے اور سادول سنگھ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے سادول سنگھ نے
جواب دیا کہ امان اللہ خان پر سکہ بٹھانے کا یہی مناسب وقت ہے آپ مجھے اجازت
دیں کہ میں فوج لیکر یلغار کرتا ہوا بڑواسی پہنچوں اگر اس وقت قوت سے کام نہ لیا گیا تو امان اللہ
خاں کا حوصلہ بڑھ جائیگا۔ جس سے یقیناً آپ کی ہستی معرض خطر میں پڑ جائے گی اس مشورہ
سے نواب کی دلجوئی اور سادول سنگھ کا دلی مدعا حاصل ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ
امان اللہ خاں کی وجہ سے ان کی فتوحات کی امیدوں کا دروازہ بند ہے نواب
روح اللہ خان اس مشورہ پر کاربند ہوئے۔ اور سادول سنگھ کو لڑائی کی اجازت دیدی۔
۱۱۴۲ھ مطابق سمت ۱۷۸۶ ۱۷۲۹ء میں سادول سنگھ جھنجھنوں سے مع فوج کے نکلے
یہ سنکر نواب امان اللہ خاں بھی چند جانبازوں کو لیکر تیزی سے آگے بڑھے اور جھنجھنوں
سے تھوڑے فاصلہ پر دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی نواب امان اللہ خان لڑتا ہوا سادول سنگھ
کے فرزند کلاں زورآور سنگھ کے قریب پہنچکر وار کیا چاہتا تھا کہ سادول سنگھ کے دل
میں ہول اٹھا اور للکار کر کہا امان کیا کرتا ہے دیکھتا نہیں زورآور سنگھ تو تیرا بھتیجا ہے
بھتیجے پر ہاتھ چلانا جوانمردی نہیں ہے یہ سنتے ہی امان اللہ خاں نے ہاتھ روک لیا اور
سادول سنگھ کی طرف رُخ کیا بالآخر دشمنوں کو کاٹتا ہوا شمشیر بکف سادول سنگھ تک
جا دھمکا اور حملہ کر وار کیا چونکہ سادول سنگھ زرہ بکتر زیب تن کئے ہوئے تھے جس کی وجہ
سے کاری ضرب نہ لگی اور وہ بال بال بچ گئے اسکی نسبت ایک دوسری معتبر روایت
یہ ہے کہ سادول سنگھ نواب کے ایک خاص ہاتھی پر سوار تھے باوجود اس کے نواب
امان اللہ خاں نے اپنے گھوڑے کو ہاتھی کے ہودے تک لپکا کر وار کیا لیکن وہ اسی

زرہ بکتر کے سبب سے کارگر نہ ہوا تب امان اللہ خان نے کہا کہ سادول سنگھ مقدر کا رنگ بدل گیا اب تجھ پر کوشش بے سود ہے چونکہ امان اللہ خان دشمنوں کے نرغہ میں گھر چکے تھے چاہا کہ انکا صفایا کرے تھوڑی دیر تک لڑتے رہے انجام کار دشمنوں کے ہاتھوں اسی جگہ جان بحق تسلیم ہوئے ۵ خدا کے ہاتھ ہے فتح و ظفر دے لے اسے اسپر پہ مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

اس غیور و جواں مرد کی پختہ قبر موضع ڈومرے کی سیوار میں اب تک بطور یادگار باقی ہے پھر مصنف صولت افغانی لکھتے ہیں کہ جب سادول سنگھ میدان کارزار سے جھنجھنوں واپس ہوئے اور نواب روح اللہ خاں سے امان اللہ خاں کا لڑائی میں مارا جانا بیان کیا تو نواب روح اللہ خاں نے کہا کہ آج میرے سیاسی محل کی عمارت بوسیدہ ہو گئی اور وہ یقیناً بہت جلد گر پڑیگی انجام کار اس بہادر کی موت سے نواب کو بہت صدمہ ہوا یہانتک کہ نواب نے تین روز تک کھانا نہیں کھایا لیکن یہ سب کچھ بعد از وقت تھا نواب امان اللہ خاں کی موت کے دو سال بعد ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۱ء سمت ۱۷۸۸ بکرمی میں نواب روح اللہ خان مع زور آور سنگھ کے دہلی گئے اور انکی شنیت بادشاہ سے منظور کرا کر واپس جھنجھنوں ہو گئے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ جب نواب روح اللہ خان دہلی سے جھنجھنوں واپس ہو رہے تھے تو سادول سنگھ نے جو انکی عدم موجودگی میں جھنجھنوں میں تھے۔ نواب کو راہ میں سلام و پیام بھیجا کہ آپ دہلی ہی میں رہیں وہاں آپ کو ریاست کی طرف سے معقول وظیفہ ملتا رہے گا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ نواب جھنجھنوں میں داخل ہو چکے تھے اور کچھ دنوں کے بعد نواب نے اسی شہر جھنجھنوں میں انتقال کیا ۵

ـــ۵۱ امان اللہ خان کے ساتھ صمند خان اور ایدل خان جو انکے عزیز تھے کام آئے انکے سوا اور بھی بہت سے آدمی مارے گئے ۱۲ منہ

ـــ۵۲ جھنجھنوں کی یہ بھی ایک بدقسمتی تھی کہ اس کے رؤسا میں سے نواب شمس خاں ثانی سے لیکر پانچویں پشت روح اللہ خان تک ہر ایک جانشین کا ایک ایک ہی بیٹا ہوتا آیا اور خود نواب روح اللہ خاں بے اولاد رہے بادری عماد الدین کا یہ استدلال بھی محتاج غور ہے کہ نواب جھنجھنوں نے پہلے انکے مورث اعلیٰ

(بقیہ صفحہ ۹۹ پر)

ہوئے مرکے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا ۔ نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

نواب شمس خاں کے قریب ہی ہیں سنگ مرمر کی قبور کے علاوہ جو پختہ قبر دکھائی دیتی ہے اس پر عوام کا اتفاق ہے کہ یہی نواب روح اللہ خاں کی قبر ہے۔

ماندھن[1] کی آخری لڑائی

اس تاریخ میں یہ ایک عجیب اتفاق پیش آتا ہے کہ سادول سنگھ کے مقابلے میں لڑائی کا آغاز نواب امان اللہ خاں سے ہوا اور اختتام بھی اسی شیر دل کے پسماندگان کے ہاتھوں ہوتا ہے سچ ہے کہ مردوں کا حسن شجاعت ہے گو جوانمرد مٹیں مگر ان کی جوانمردی کا آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا۔ ایک جوانمرد کا قول ہے کہ جوانمرد اور بہادر کا پتھر کے نیچے دب کر مر جانا بہتر ہے کہ وہ بدنامی اور شرمندگی کی زندگی بسر کرے۔ نواب امان اللہ خاں اور اسکے بھائی بھتیجوں وغیرہ سے جو واقعات قابل یادگار شہرت ہیں ان سے ظاہر ہے کہ وہ فطری جرأت کے ساتھ لڑے اور اپنا جاہ و جلال واپس لینے کے لئے مضطرب رہے اگرچہ وہ جانتے تھے کہ انکے دشمن کی تائید میں مختلف طاقتور ریاستیں موجود ہیں مشکل ہے کہ قسمت انکا ساتھ دے تاہم انھوں نے عزم بالجزم کرلیا تھا کہ یا تو زندگی قبر کے تختہ پر یا حکومت کے تخت پر ہوکر رہے گی۔ ماندھن کی آخری دھواں دھار لڑائی انہی بہادروں کی صحیح یادگار رہے گی یعنی وقائع نگار بیان کرتے ہیں کہ ماندھن کی لڑائی سمت ۱۸۲۲ م ۱۷۶۵ء نواب امان اللہ خاں سے ۴۲ برس بعد ہوئی یہ مدت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ امان اللہ خاں کی لڑائی سے ۱۰ سال بعد ماندھن کی لڑائی کا زمانہ ہے لیکن وقائع نگار اسکی تردید یوں کرتے ہیں کہ اس لڑائی میں تو سادول سنگھ شریک تھے نہ زورآور سنگھ تھے بلکہ نول سنگھ کے مقابلہ میں ہوئی تھی اور انکی پوتیوں میں نواب امان اللہ خاں کے عزیز تھے جنکے نام جو اس لڑائی

محمد یوسف کو اپنی ریاست جھنجھنوں سپرد کردی تھی اسی عناد کی وجہ سے ۱۱۳۰ھ میں نواب کے عزیزوں نے محمد یوسف کو قتل کرڈالا جس سے نواب کو سخت صدمہ پہنچا اور انھوں نے سادول سنگھ کو اپنی ریاست کا مالک بنا دیا۔ انتساب العماد صفحہ ۶۳۔ ۱۲ منہ

[1] ماندھن ریواڑی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر جانب گوشہ مغرب مائل بجنوب واقع ہے ۱۲ منہ

ہی کام آئی مع میں خواہ کبھی ہو ماڈھن پر ایک خونخوار لڑائی کا ہونا متحقق ہے جس کے واقعات یہ ہیں جب نواب امان اللہ خاں مارے گئے تو انکے حقیقی بھائی سعد اللہ خان مع اپنے تمام خاندان کے نواب فرخ نگر بلوچ کے پاس چلے گئے نواب نے ان کو اپنے پاس ٹھہرالیا چند روز کے بعد سعد اللہ خان کے دوستانہ تعلقات راؤ متر سین آہیر سے بھی ہو گئے تھے جس کی راجدھانی گوکل گڈھ یا ریواڑی تھی ایک مدت کے بعد سعد اللہ خاں نے نواب فرخ نگر و راؤ متر سین سے جھنجھنوں پر حملہ کرنے کی غرض سے فوج لی اور اسکے سرکردہ خود سعد اللہ خاں بنے اور جھنجھنوں کی طرف روانہ ہوئے سعد اللہ خاں کی اس حملہ آور فوج کی نقل و حرکت کی کیفیت جھنجھنوں میں بھی پہنچی یہ سنکر نول سنگھ چونک اُٹھے اور مقابلہ کی تیاری شروع کی اور ساتھ ہی یہ کارروائی بھی کی مہاراجہ جواہر مل بھرت پور سے کمک کے لئے فوج طلب کی اس زمانے میں مہاراجہ بھرت پور کی فوج بڑی جرار و کرار تھی مہاراجہ نے نول سنگھ کی کمک میں فوج بھیجی اُدھر نول سنگھ نے جے پور سے راؤ متر سین کو لکھوایا کہ تمکو فوراً اپنی فوج واپس کرلینا چاہئے اگر ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ یہاں سے کافی فوج بھیجکر تمہاری سرکوبی کیجائیگی اور وہ تمکو اور تمہاری راجدھانی کو تحس نحس کردیگی جے پور کی طرف سے یہ محض ایک دھمکی تھی لیکن راؤ متر سین اس خطرے سے کانپ گیا اور اپنی فوج کے واپس ہونے کے لئے حکم روانہ کردیا یہ حکم اس وقت پہنچا جب کہ نول سنگھ مع فوج کے تقریباً اسی میل طے کرکے ماڈھن کے قریب پہنچ گئے تھے اور معرکہ شروع ہونیوالا ہی تھا کہ متر سین کی فوج کو فوراً ہی واپس ہوجانیکا حکم پہنچا اس حکم کی بنا پر متر سین کی فوج بغیر کسی لڑائی کے ریواڑی واپس ہوگئی۔ اب سردار سعد اللہ خاں کی ماتحتی میں نواب فرخ نگر کی تھوڑی سی فوج رہگئی تھی ساندرین حالت ننکے ارادے میں جنبش نہ آئی انھوں نے استقلال سے نول سنگھ کا مقابلہ کیا اور دست بدست لڑائی ہونے لگی صبح سے شام تک خونریز لڑائی رہی طرفین کے کثیر آدمی کام آئے انجام کار خود سعد اللہ خان[ؒ] اور انکے نامی قوت بازو بھتو خاں

[ن] سعد اللہ خاں و بھتو خاں نواب امان اللہ خان کے حقیقی بھائی تھے عبد اللہ خاں سعد اللہ خاں کے بیٹے تھے۔ اعتبار خاں و فتح خاں مداری خاں کے بیٹے اور نواب امان اللہ خان کے بھتیجے ہوتے تھے مصری خاں بھی آدم خان کے بیٹے

(بقیہ بر صا۱۰۱)

وعبداللہ خاں وصالت خاں واعتبار خاں وفتح خاں ومصری خاں دشاہجو خاں عرف چھاجو خاں ورشید خاں وسہام الدین خان لعل خان وعیوض خان میداں کارزار میں کام آئے جس سے نول سنگھ کو فتح حاصل ہوئی فرخ نگر کی فوج کے سوائے انڈیا سو اپلمان جان نثار ہوئے اگرچہ نول سنگھ کو اس فتح یابی سے خوشی حاصل ہوئی تاہم نول سنگھ اپنی جوانمردی کی یہ دلیل چھوڑ گئے کہ وہ اپنے شکست خوردہ دشمنوں کے کمسن بچوں اور بیواؤں کے ساتھ اس طرح سخی بنے کہ ان کو اپنے پاس طلب کرلیا اور تسلی دینے کے بعد انکی گذر اوقات کیلئے دو دیہات بامنواس وجہانجوت دیئے اس لئے کہ ان جان بازوں کے پسماندوں کی اشک شوئی ہو اور سعد اللہ خاں کے خاندان کے لوگ ان دونوں گاؤں میں آباد ہو جائیں راحت خاں جو عبداللہ خاں کے بیٹے اور سعد اللہ خان کے پوتے تھے اس پر رضامند نہ ہوئے انھوں نے کہا کہ میری گذر اوقات اس میں نہیں ہوسکتی اور بامنواس کا چوتھائی حصہ میرے لئے ناکافی ہے دوسرے یہ کہ میرے والد بھی جنگ میں کام آئے ہیں چونکہ راحت خاں کمسن تھے اس لئے نول سنگھ نے انہیں موضع ڈھاڈوت جو بامنواس سے تین کوس کے فاصلے پر گوشہ جنوب ومشرق میں واقع ہے دے دیا اسکے علاوہ بامنواس کا چوتھا حصہ بھی قائم رکھا راحت خاں نے ڈھاڈوت میں اپنی رہائش کرلی اور اپنے ایک عزیز کو جنکا نام دولتخاں تھا نیز دولت خاں کا سلسلہ پانچویں پشت میں نواب حمید خاں سے ملتا تھا میںڈپور سے طلب کیا کیونکہ دولت خاں زمانہ کے ہاتھوں پریشان ہورہے تھے اور انکے جماؤ کی کوئی

(بقیہ صفحہ ۱۰۰)

اور نواب امان اللہ خان کے بھتیجے تھے عیوض خاں سعد اللہ خاں کے چچا تھے ۱۲ منہ

۵۲ کہتے ہیں کہ پہلے اس گاؤں میں برہمن بستے تھے اسی وجہ سے اس گاؤں کا نام بامنواس ہے ۱۲ منہ

۵۳۔ جہانجوت کے سرداروں کے پاس ہر خوشی وغمی کے موقع پر جو چٹھیاں بھیجی جاتی ہیں ان میں سے ایک چٹھی جو جی چاناوت جی صاحب کے انتقال کے موقع پر جو بھیجی گئی ہے اسکی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے :۔

جہانجوت   سری رام جی

سدھ سری راجیسری محبوب خان جی سانگو خان جی بھاؤ خاں جی سبجو خان جی۔ جو لکھم محکمہ مختاری کھیتڑی کنے جے رگھناتھ جی کی بنجیو اپر نچ بگت ایسی ہوئی کہ ماجی چاناوت جی صاحبہ سرگ باش ہوگیا۔ پرتھم جیٹھ سدی ۱۳ شکروار ایکادسو ۹۶

(بقیہ صفحہ ۱۰۲)

صورت نہ تھی اس لئے بامنواس کا چوتھا حصہ انکے سپرد کیا اشرف دولت خان کا خاندان بامنواس
میں موجود ہے جبکہ راجہ سادول سنگھ جی کے بیٹوں میں ملک کی تقسیم ہوئی تو کسی وجہ سے ڈھاڈوت
رحمت خاں کے قبضے میں سے لے لیا گیا اور اسکے معاوضہ میں نرہڑ کے تحت ایک ہزار بیگہ زمین اور
بگڑ کے حدود میں بھی اسی قدر و نیز بامنواس کی سیوا ر میں کچھ زمین عطا ہوئی اور اس طریقے
سے ڈھاڈوت کا پورا معاوضہ راحت خان کو مل گیا۔ انکے انتقال کے بعد انکے بیٹے
سہام الدین خان ریاست کھیتڑی میں اپنے باپ کی جگہ مامور ہوئے سمت ۱۸۹۹ مطابق ۱۸۴۳ء
میں جب اوائل عمر راجہ فتح سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی بزمانہ ماجی راناوت جی صاحبہ انقلاب
ہوا تو اس وقت سہام الدین خان کے قبضے سے وہ ہر سہ اراضی نکل گئیں اور اس عرصے
میں سہام الدین خاں کا بھی انتقال ہو گیا اس کے بعد انکے بیٹے نتھو خاں نے اپنے
باپ کی جگہ ملازمت اختیار کی سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء میں دانتل کے تنور راجپوتوں نے
بغاوت کی جسکے انسداد کے لیئے ریاست کی طرف سے فوج کشی ہوئی اس ہنگامہ میں
نتھو خاں زخمی ہوئے جس پر راجہ فتح سنگھ بہادر کی توجہ انکے قدیم حقوق کی نسبت دلائی گئی
گذشتہ واقعات بھی ظاہر کئے گئے اور مقبوضہ اراضیات کی واپسی کے لئے سفارش
کی گئی لیکن اس پر یہ حکم ہوا کہ فی الحال بامنواس کے حدود میں جو زمین پہلے ان کے
قبضہ میں تھی وہ دیدی جائے باقی زمینوں کے لیئے وعدہ تو کیا گیا لیکن زمانہ کی گردش
نے پورا نہ ہونے دیا اور یہ مرحمت شدہ زمین ابتک ان کے خاندان میں چلی آتی ہے
اسکے علاوہ اب بھی اتنی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ انہیں راج کی طرف سے خوشی
و غمی کے مواقع پر ریاست کھیتڑی کی طرف سے جس طرح اپنی برادری کو خطاب کیا
جاتا ہے اسی طرح ان کو بھی رقعہ[۵۱] لکھا جاتا ہے یہ کیوں کہ سعد اللہ خاں کا خاندان

(بقیہ صفحہ ۱۰۱)

سودی ۱۴ار سینچر دوا دسوجہ متی برہتم جیٹھ شدی ۵ سمت ۱۹۶ ۱۲ سنہ

[۵۱] - اب میں ذیل میں ایک چھٹی کی نقل کرتا ہوں جبکہ راجہ امر سنگھ جی بہادر والی کھیتڑی کا انتقال ۶ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوا اور راجہ
سردار سنگھ بہادر کو راج تلک ہوا اس موقع کی چھٹی درج کیجاتی ہے:۔

بامنواس   سری رام جی   (بقیہ صفحہ ۱۰۳ پر)

مطیع ہونیکے بعد بھی راج گھیتڑی کی خیر خواہی میں ہمہ تن مصروف رہا سمبت ۱۸۶۰ بکرمی میں جبکہ گورنمنٹ انگلشیہ کا مرہٹوں سے مقام چمبل ندی پر جنگ ہوا تو اس میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹانیکے لئے راج کھیتڑی کی فوج بھی شامل تھی اُنہا دی کے ساتھ لڑی اور بہت سے فوج کے سپاہی اور افسر مارے گئے اسوقت سعد اللہ خاں کے بیٹے مُنزواخاں بھی اس فوج میں شامل تھے نہایت بہادری کے ساتھ لڑے اور راج پر اپنی جان قربان کر دی اور اس خاندان کے لوگوں کو ایسے موقعے بہت درپیش آئے ہیں۔ بعد ازاں جوں جوں زمانہ گزرتا گیا واقعات دھندلے پڑتے گئے۔ اور ان مراعات کا سلسلہ ٹوٹ گیا ؎

جس سر پہ غرور راج ہے یاں تاجوری کا آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت	کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

دنیا نہایت عبرت کا مقام ہے خدا کی زمین پر کسی کو اجارہ استمراری کا حق حاصل نہیں۔ جسے چاہتا ہے اُسے دیتا ہے۔

تُؤتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ط

نواں باب (۹)

زوال کے بعد شیخاواٹی راجپوتانے سے قائم خانیوں کے حیدرآباد دکن پہنچنے اور نام آوری پیدا کرنیکے حالات

ذکر نواب اعظم خان قائمخانی

اس نواب کا خاندان گم ہو چکا اور اسکے تارک الوطنی کے واقعات پردہ خفا میں ہیں یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

جی
سد سری راجیسری محبوب خان جی و رحیم علی خان جی و وارث خان جی جوگ لکھت محکمہ مختاری کھیتڑی کین جے رگناتھ کی بنچیو اپر نچ بگت ایسی ہوئی کہ راجہ جی سری امر سنگھ جی بہادر کو سرگ واس ہو گیو متی بیساکھ سدی ۱۵ اسوموار ایکادشی جیٹھ سدی ایکے منگلوار و دوادسہ چھ متی بیساکھ سدی نومی سمت ۱۹۸۳ کا ۱۲

(یہ چٹھی اس مقام پر درج کرتا ہوں) بقلم لیاقت حسین خان

نواب راجپوتانے کے شیخاواٹی سے حیدرآباد پہنچے اور اپنی ذاتی قابلیت و بہادری سے دو ہزار جمعیت کے سپہ سالار ہوئے اور بادشاہ نظام علی خاں بہادر کے بھائی امیر الممالک آصف الدولہ نواب سید محمد خاں صلابت جنگ کے ہمرکاب خصوصیت سے رہا کرتے تھے اور دھونی کے معرکوں میں مارے گئے اور ایک بیٹا غلام محی الدین خاں فاتر العقل چھوڑا اور وہ بسبب فاتر العقل ہونیکے آبائی جمعیت و سپہ سالاری کی خدمت سے محروم رہا۔ اس لئے اعظم خاں کی جگہ انکے ہمشیرہ زادے سعد اللہ خاں احمدان شہاب خانی کو (جو محراب خاں کے بیٹے تھے) سرکار سے کل جائداد ملی ۔

پادشاہ نظام علی خاں کی نواب سعد اللہ خاں پر بہت عنایت تھی یہ بھی بادشاہ نظام علیخاں کے ہمراہ ادھونی کی لڑائیوں اور دیگر معرکہ آرائیوں میں شریک رہا کرتے تھے سعد اللہ خاں کا بیٹا منور خاں باپ کی زندگی میں مرچکا تھا نواب سعد اللہ خاں کی ڈیوڑھی۔ دودھ باؤلی کے دروازے سے جانب مشرق ملڑ کی تعلیم کے قریب تھی سعد اللہ خاں لاولد مرے انکے مرنے کے بعد انکا بھانجا لعل خاں جانشین ہوا لعل خاں کے بعد انکا بیٹا حسن محی الدین خاں مامور ہوا۔ حسن محی الدین خاں لاؤبالی زندگی بسر کرتے ہوئے مرگیا اور مرتے وقت پورن مل ساہوکار کا ایک لاکھ روپیہ قرضہ چھوڑا۔ تاریخ شان[۱] حیدری میں لعل خاں و اسد اللہ خاں کا ذکر حسب ذیل ہے۔

لعل خاں و اسد اللہ خاں سرخیل قائمخانی چہار صد جانباز ہمراہ داشتند دروازہ ہا قائم کردہ بدفع حملات سپاہ منصور مستعد گردیدند چوں از ہر دو جانب کوشش اعدا قریب بظہور میر سید ناظم حیدرآباد براین معنی وقوف یافتہ آب و خوریز خود ناگوار دانست وازدلیاران شیر بیشہ شجاعت و دلاوری و محاصرہ ادھونی ہوش و حواس خود درباختہ کار پیداز پوید ازیں معنی آگاہ ساختہ ہر دو دریں باب مشاورت کردند وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری کاغذات میں سعد اللہ خاں کا نام اسد اللہ خاں تھا نواب محمد خاں کے تاریخی حالات کے پڑھنے سے واضح ہوگا کہ جس زمانہ میں محمد خاں حیدرآباد پہنچے اس خاندان پر تباہی آچکی

[۱] صفحہ ۳۰۴ تاریخ شان حیدری ۱۲ منہ

تھی اور نواب محمدؐ خان کو پہلے پہل اسی خاندان کے سلسلہ میں ملازمت ملی تھی اور یہی انکی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ تھا۔

محمدؐ وزیر خان جو احمدان گروہ قائم خانی سے تھے ریاست فتح پور پر زوال ہونیکے بعد شیخاواٹی سے حیدرآباد دکن کو روانہ ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ شہریار دکن نظام علیخاں آصف جاہ ثانی ۱۱۷۵ھ میں مرہٹوں سے نبرد آزما تھے اور انکو اس وقت بہادروں اور جوانمردوں کی ضرورت تھی محمدؐ وزیرخاں بھی شہریار دکن کی فوج میں بھرتی ہوگئے اور اکثر معرکہ آرائیوں میں دلیرانہ حصّہ لیا رفتہ رفتہ ایک فوج کے سردار ہوگئے اور لوازم سرداری یعنی ہاتھی، میانہ، پالکی وغیرہ سے سرفراز ہوئے اس نیک نہاد سپہ سالار کے خاندان میں نواب شیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر بڑے پایہ کے سردار ہو گذرے ہیں جنکے سوانح حیات اسی آخری سلسلہ میں مذکور ہونگے۔ نواب صالح محمد خان[1] یہ بھی ایک فوج کے سپہ سالار تھے لوازم سپہ سالاری فوج ہاتھی میانہ پالکی وغیرہ کے سوا سرکار سے ایک لاکھ پچاس ہزار کی جاگیر بھی مرحمت ہوئی تھی۔ انکی نسبت مؤلف تاریخ[2] گلزار آصفیہ حسب ذیل رقمطراز ہے۔ "صالح محمدؐ خان قائمخانی از جمعداران نامور سرکار ہموارہ برائے تنبیہ مفسدان و متمردان تعلقات سرکار مامور گشتہ باسواران و پیادہ ہائے ہمراہی خود از جمعیت قلیل کارہائے فراواں بظہور آورد کہ تاحال مشہور آفاق است باینہمہ متقی عبادت گذار ہموارہ بخیر و خیرات مصروف فرزندش غلام محمدؐ خاں نیز بسیار لائق در بنولا بدربارداری مشغول و معمورات خانگی بذاتہ ماموراست۔" سرداران مرادخان و بایزید خاں کے تہورانہ کارناموں کی تصدیق تاریخ مذکورہ بالا سے ہوتی ہے یہ دونوں مورد عنایت خسروانہ تھے اور نواب اعظم الامراء ارسطوجاہ کی ان پر بڑی مہربانی تھی یہ بوبان گروہ قائمخانی سے تھے انکے بزرگوار راجپوتانہ علاقہ جھنجھنوں سے حیدرآباد پہنچے تھے مورخ[3] گلزار آصفیہ نے انکی زندگی کی تصویریوں کھینچی ہے "سردارخاں جمعدار ولد مرادخان برادر بایزید خاں اما مرادخاں و بایزید خاں ہر دو برادر از قدماء دولت اند ہموارہ بہمراہ مہاراجہ بہادر راجہ چندولعل کارہائے

[1] یہ نواب احمدان ہاتھی خانی تھے [2] صفحہ ۲۷۶-۲ سنہ [3] صفحہ ۲۷۷-۱۲ سنہ

نمایاں بظہور آوردہ مورد تحسین و آفرین شاہانہ و مصدر عنایات خسروانہ از پیشگاہ بندگان عالی حضرت غفران مآب و اعظم الامرا ارسطو جاہ مدار المہام گشتہ بنام نیک نام آورشدند خصوصاً بالائے قلعہ بادامی جنگ ہائے صعب کردہ بر سر مفسدان سرکار راسم با جمعیت قلیل کار رستمانہ نمودہ از کہیں و مہین زبان صفت و ثنا کشادند و ہموارہ در جمعداران سرکار عزیز فرمودہ مشہور روزگار شدند و در کارہائے حسنات و سلوک با مردم بجا..... و اہل کمال سرمو قصور نہ کردہ بسیارہا را بچشم توجہ خوشحال نمودند بعد رحلت مراد خاں جمعدار سردار خاں جمعدار بجمعداری و جمعیت موروثی سرافراز شدہ ہموارہ حاضر دربار جہاں مدار است بسیار آدم معقول صاحب مروت و اخلاق و رفیق پرور نجیب دان صاحب سلوک بجمیع صفات سرداری مشہور تر بشجاعت ذاتی معروف اما بایزید خاں جمعدار بجمعیت ہمراہی خود در فدویت و جان نثاری سرکار مع پسران خویش محمد عمر خاں و محمد غوث خاں حاضر و سرگرم خدمتگزاری سرکار اند و ہمہ لائق و با اخلاق؛“

گو سرداران فوجدار خاں[۱] و نامدار خاں کا خانداں خلط ملط ہو چکا ہے اور طالعمند خاں کا خاندان گم ہو چکا ہے لیکن انکی جوانمردی کے واقعات روز روشن کی طرح عیاں ہیں یہ بھی اکثر سنگین معرکوں میں شریک ہوا کرتے تھے. خاصکر نامدار[۲] خاں کو میر عالم اور امیر الامرا منیر الملک بہادر کی ہمرکابی کا خاص اعزاز حاصل تھا فوجدار خاں و طالعمند خان کے والد کا نام خواجہ خاں تھا اور یہ ملک راجپوتانہ سے حیدرآباد پہنچے تھے انکی نسبت مورخ گلزار آصفیہ لکھتے ہیں کہ فوجدار خاں و طالعمند خاں ولد خواجہ خان قائم خانی کہ او از قدیم بہمراہی میر عالم بہادر کارہائے نمایاں و خدمات شائستہ بجا آوردہ ودیعت حیات نمود بسیار انسان باسلوک و رفیق پرور بودہ بعد رحلتش ہر دو برادر مذکور در عالم شیر خوارگی بدر ماہہ ذات و جمعیت سرفراز شدہ بسعی و کوشش خانوی خود یعنی ماموئے خود محمد نامدار خاں بہادر جمعدار نشو و نما یافتہ مالوکار ربار حاضر دربار جہاں مدار گردیدند و در تمام برادری خویش مشہور تر شدند در ینولا ابجو بہائے بسیار و شجاعت ذاتی معروف و در ہر مقدمہ

---

[۱] فوجدار خاں و طالعمند خاں دلاور خانی تھے ۱۲ [۲] نامدار خاں بھی دلاور خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

مشکل کہ خواہ بزمے یا رزمے بہمیں ہر دو برادر حکم میشود بآں راستی و درستی انتظام میدہند کہ زیادہ ازاں متصور نیست سلوک با برادران و آشنایان و اہل کمال بخیاشناس مستعلیق مزاج ظاہرا جمعداری و باطناً امیری دارند محمد نامدار خان بہادر جمعدار در ابتدائی حال ہمراہی میر عالم و بعد رحلتش ملتزم رکاب امیر الامرا امیر الملک بہادر بودہ نام آور گردید عجب خوش مزاج سادہ وضع لاؤبالی طبیعت سخی عیاش مزاج با جمعیت ہمراہی خویش بعد انتقال بہادر موصوف بکمال آرزو رفیق مہاراجہ بہادر گشتہ اوقات عزیز بخوبی تمام گذرانیدہ ودیعت حیات نمود و پسر داشت یکے محمود خاں کہ در رفاقت راجہ دھراج حاضر بسیار با خلاق و عابد قرآن خواں دیگر غلام حسین خاں او در عالم ابتدائی سن تمیز ہموارہ ہمراہ فوجدار خان جمعدار حاضر دربار جہاندار بودہ چون بسن رشد رسید بذاتہ مع سواران خود سرگرم جان نثاری سرکار زود لتمدار است بسیار شجیع سخاوت شعار صاحب مروت خوش مزاج رنگین طبیعت مجمع خوبی شہوار محدثات نامدار خاں مکان عمدہ و مسجد نو احداث نمود در محلہ جلال کوچہ کہ خود ہم دراں جا مدفون است۔

قمر الدین[۱] خاں قیام خانی بھی ایک فوج کے سردار تھے اس بہادر سردار نے کئی لڑائیاں لڑیں انکو ایک ہیرا جو وزن میں چھ تولہ و پانچ ماشہ تھا کسی معرکہ میں ملا تھا جسکو خلوص نیت سے اپنے تاجدار دکن کے ملاحظہ میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی اور تاریخ گلزار آصفیہ پتہ دیتی ہے "کہ محمد قمر الدین خاں تعلقدار نلگنڈہ کہ با پنجاہ سواران ہمراہی خود ہموارہ کارہائے نمایاں کردہ زمینداران شورہ پشت را بارہا داخل سرکار نمود والماس بوزن شش تولہ پنج ماشہ از تعلقہ چینپول آوردہ چنانچہ ذکر آں خواہد آمد در قوم افغانان قائم خانی نامور تر ست با اینہمہ بسیار خوش خلق با مروت و آدمیت و رفیق پرور بصفات لائقہ موصوف و پسران او محمد عثمان خان وغیرہ نیز طابق النعل و قدم بقدم والد خویش درباب رفیق پروری و مروت وغیرہ مشہور تر اند خاں مذکور را با عاصی محبت قدیمانہ است "

---

[۱] یہ احمدان اسد خانی سے تھے انکی دیوڑھی محلہ کھوکرواڑی میں موجود ہے ۱۲ منہ

ذکر نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر

محمد خاں شیخاواٹی راجپوتانہ میں پیدا ہوئے انکے والد کا نام محمد نیاز وخاں[1] تھا۔ محمد خاں[2] کے لڑکپن کا زمانہ شیخاواٹی کے ایک قریہ دھنوری کے ٹیلوں کی بالوں میں کبھی کھیل کود میں اور کبھی طفلانہ کام کی دوادوش میں گذرا جب یہ سن شعور کے زینہ پر قدم زن ہوئے تو معیشت کے دروازہ کو کھٹکھٹایا اور ریاست کھیتڑی میں اپنے باپ کی جگہ مامور ہو کر نوکری کرنے لگے کھیتڑی کی طرف سے انکو کچھ زمین بھی بطور انعام یا بصلہ ملازمت حاصل تھی محمد خاں کچھ دنوں کھیتڑی کی ملازمت میں سرگرم رہے۔ اگرچہ اس ملازمت کی آمدنی ان کے قیام وطن اور گذر اوقات کے لئے کافی تھی۔ چونکہ ان کا ستارہ ترقی پر تھا اور عنقریب انکو اعلیٰ اور بڑی خدمت پر جلوہ افروز ہونیکی بشارت دے رہا تھا جسکی وجہ سے قیام وطن اور سلسلہ ملازمت کو قطع کرکے وہ ترقی کی تدبیریں سوچ رہے تھے اور اس تاریخی اصول پر کاربند ہونا چاہتے تھے کہ انسان کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے اور اس کچھ نہ کچھ کا نتیجہ اور مجموعہ بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ محمد خاں نے تھوڑے دنوں کے بعد اس اصول پر اعتقاد جما لیا اور اس کی پیروی میں وطن کو چھوڑ کر حیدرآباد دکن کی راہ لی وطن سے نکلتے وقت سوداگری کے خیال سے دو چار گھوڑے بھی خرید لئے تھے یہاں پہنچکر گھوڑوں کو فروخت کیا اور پھر پانچ سال تک مختلف انتخابات سے تجارت کرتے رہے اسکے بعد ریاست ناگپور میں جاکر مہاراجہ کے ملازم ہوگئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ناگپور کی ملازمت سے بھی مستعفی ہوگئے اور وہاں سے حیدرآباد

---

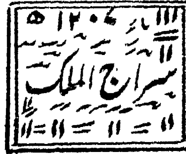
[1] محمد نیاز وخاں بھی اپنی قوم میں سربرآوردہ شخص تھے انکی عمر کا معتدبہ حصہ ریاست کھیتڑی کی ملازمت میں گذرنا ثابت ہوا ہے راجہ ابھے سنگھ بہادر والی کھیتڑی نے محمد نیاز وخاں کو دوہزار بیگہ زمین بصلہ ملازمت عطا کی تھی جو محمد خان کے بڑے بھائی حیات خاں کے خاندان میں کسیقدر رد و بدل کے ساتھ چلی آتی ہے اور یہ زمین جانب جنوب دھنوری واقع ہے محمد نیاز وخان کے دو ہی فرزند تھے۔ بڑے حیات خاں چھوٹے محمد خاں۔ محمد نیاز وخاں نے عمر طویل پائی اور انکی قبر پختہ دھنوری سے تھوڑے فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے ۱۲ منہ

[2] یہ نواب ذراب خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

روانہ ہوئے یہی وہ زمانہ تھا کہ جس میں نواب سعد اللہ خاں قائم خانی کے خاندان پر زوال آچکا تھا۔ انکی جمعیت غیروں میں تقسیم ہو رہی تھی محمد خاں بھی اسکے دعویدار ہوگئے اور سرکار کو باور کرایا کہ قائم خانی کا وارث قائم خانی ہی ہو سکتا ہے اس لیئے میں سب سے زیادہ مستحق وراثت ہوں اس زمانہ میں پورن مل[۵۱] سیٹھ مہاراجہ چندو لعل کے پیش پیش تھے اور وہ وطن ہی سے قائم خانیوں کے من وعن حالات سے واقف تھے محمد خاں کی اس کارروائی میں وسیلہ بنگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲۳۸ھ میں اسشرط پرورش پسماندگاں نواب سعد اللہ خاں مرحوم محمد خاں عہدہ جمعداری پر مامور ہوئے اور اس عہدہ جمعداری کے لوازمہ میں جمعیت پچیس[۲۵] راس اسپ پالکی یک نقارہ شتر یک زنجیر فیل یک تنخواہ جمعیت دو ہزار سات سو نود اور تنخواہ ذات تین سو روپے مقرر ہوئی۔ اس ترقی سے محمد خاں کا وہ اعتقاد درجہ یقین کو پہنچ چکا تھا کہ انسان کچھ کرسکتا ہے اور اس کچھ سے بہت کچھ ہو سکتا ہے اس سبب سے وہ رات دن ملازمت سرکار میں مستعدی اور دیانت سے سرگرم رہنے لگے اور رفتہ رفتہ ترقیوں سے سرفراز اور مالا مال ہوتے گئے جن کی تفصیلات بقید سال حسب ذیل ہیں ۱۲۴۵ھ میں (۴۷) راس اسپ مع تنخواہ ماہانہ دو ہزار دو سو پچہتر[۲۷۵] اور ۱۲۵۲ھ میں ایک سو سترہ[۱۱۷] جمعیت سواراں دو منزل پالکی ایک منزل میانہ چار زنجیر فیل سے سرفراز ہوئے جسکی ماہانہ تنخواہ چھ ہزار تین سو روپے تھی ۱۲۵۳ھ میں جمعیت سواراں دو سو اسی و جمعیت پیدل چوبیس نفر و پالکی سہ منزل و دو منزل میانہ و زنجیر فیل چار و شتر نقارہ یک ماہانہ تنخواہ میں جاگیر پندرہ ہزار تین سو چھپن روپے عطا ہوئی بالآخر ۱۲۵۷ھ تک جمعیت سواران ساڑھے سات سو جمعیت عرب یکصد جمعیت پیدل راٹھور پچیس[۲۵] نفر گیارہ منزل پالکی گیارہ زنجیر فیل یعنی ہاتھی نوبت و گڑیال معہ نقارچیان و عماری یک معہ لوازمہ آفتاب گیری و علم و بھالہ برداران و چھتر بندہ وغیرہ و دو شتر نقارہ و چار ضرب اتواب مع توپچیاں اڑتالیس نرگاوان برائے توپ کشی و جاگیر برار برائے تنخواہ افواج سالانہ چھ لاکھ اور خطاب اعزازی ۱۲۵۶ھ میں نواب دلاور نواز جنگ بہادر سے سرفراز ہوئے تفصیل جاگیرات پرگنہ چنچولی پرگنہ

سلہ ۵۱۔ یہ سیٹھ لچھمن گڈھ علاقہ راجپوتانہ شیخاواٹی کے رہنے والے تھے ۱۲ منہ

کوئل کنڈہ، پرگنہ ڈھمیڈہ پرگنہ نل رگ وتھوگاؤں وپرگنہ مکتھل۔ اس جاگیر تنخواہ افواج کے سوائے ذات جاگیر بلحاظ اعزاز و منصب پرگنہ بشتی ایک لاکھ اور برائے نوبت جاگیر پرگنہ چنچو ڑرد سٹرم بارہ ہزار اور تنخواہ ذات ماہانہ دو ہزار تین سو پچیس ۲۳۲۵ روپے مقرر ہوئی اس زمانہ میں سرفرازی جاگیرات مراتب و مناصب کے مواقع پر سرکار میں نذرانہ داخل کرنیکا بھی دستور تھا نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر نے جن تاریخوں میں سرکار میں نذرانہ داخل کیا تھا ان رسیدوں میں سے چند کے نقول درج کیجاتی ہیں۔



یادداشت

آنکہ مبلغ ہفتاد و ہفت ہزار پانصد و شش روپیہ کہ نصف آں سی و ہشت ہزار ہفت صد و پنجاہ و سہ روپیہ باشد از محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ منجملہ بابید داد وکان پستن جی و بکاجی ساہو تفصیل ذیل باستصواب رائے سوباجی پنڈت داخل سرکار گردیدہ شد کہ مبلغ مذکور از سرکار زیر بباہو مزبور خواہد رسید۔

مبلغ ہفتاد و ہفت ہزار پانصد و شش روپیہ بباہو مذکور رسانیدہ شد کہ در تواریخ رسید و بعد رسیدات سرکار واپس کردہ خواہد شد

معتمد الملک

تفصیل نذرانہ داخل سرکار

سے لک

للہا عہ

اعـــــ

۱۰ ر

دفعہ	ل‍ہا عہ لکسے	دفعہ
	عـــــ	لعـ

دفعہ	دفعہ
لماہ للعہ	مالہ لــہ
لعـ ۲ ر	لعـ ۸ ر

دفعہ سعہ رائے راجیسر رائے

ہزار

ازیں سوائ شصت وپنجہزار روپیہ وصول پرگنہ پنچولی وپرگنہ مکتقل در سنہ ۱۲۶۳ فصلی باباآن مودل کہ سرشکن آن ازسعدی کھوکر و شجاعت[1] خاں قائمخانی بدرہاندوازیں سوائے دولاکھ روپیہ محکمہ سلحداری برآید

[1] شجاعت خان نواب محمد خاں کے سالے اور نیاز و خاں سعید خانی کے بیٹے تھے ۱۲ منہ

حکم شد

کہ محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ مبلغ نود ہزار ہفتصد وچہل وپنجروپیہ دوانہ رقم ششماہی منجملہ تنخواہ ذات وسواران ہمراہی ایشاں سنہ ۱۲۵۹ فصلی درعوض پرگنہ دہندہ

وغیرہ محالات سرکار زمالہ وغیرہ صوبہ برار داخل سرکار نمایند۔

العبد المعتمد

تحریر فی التاریخ ۱۲۶۶ھ

دولتمدار خاص حضور پرنور

مبلغ یک لکھ سی ہزار روپیہ کہ نصف آں ہفت دہ ہزار روپیہ باشد
حسب الحکم امام سرور علی مرسلہ محمد خاں بہادر دلاور نواز جنگ در سنہ ۱۲۵۹ فصلی
معرفت راجہ رام بخش بہادر مع غلام علی چوبدار اہتمام بردہ اعتماد نواز خاں داخل خزانہ
سرکار گردید۔

بموجب حکم دہند بدستخط صاد۔

مہر

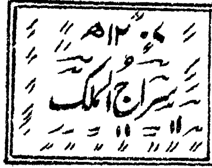
راجہ شیو پرشاد بہادر آصف جاہ
فدوی

وصول طلب

ششماہی تنخواہ ذات و سواران ہمراہی منجملہ آمدنی پرگنہ کوبلکنڈہ وغیرہ علاقہ
خود علاقہ دفتر راجہ رائے رایان بہادر راجہ رام پرشاد بہادر

وصول طلب

تحریر بتاریخ ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ



صـــــ آنکہ

باسم محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ

مبلغ نود ہزار روپیہ کہ نصف آن چہل و پنجہزار روپیہ باشد بہ در عوض دہی ہمدہ و کویل کنڈہ وغیرہ
محالات دہانیدہ شدہ باید کہ

مبلغ مذکور باستواب محمد برہان الدین خان بہادر رسانیدہ

ہمیں چٹھے واپس بگیرند

لعہ

تحریر فی التاریخ پانزدہم شوال ۱۲۶۷ھ

نواب سراج الملک بہادر

یادداشت آنکہ

مبلغ نود ہزار روپیہ کہ نصف آن چہل روپیہ باشد بابت خریدی -
نواب صاحب قبلہ! از نزد محمد خان بہادر دلاور نواز جنگ بہادر معہ سود باینجانب رسید
بنابراں اینچند کلمہ بطریق رسید نوشتہ دادہ شدہ کہ ثانی الحال سند باشد۔

لعہ

خان بہادر جنگ محمد عمر خاں

مبلغ النصف

محمد عمر خاں بہادر جنگ

تحریر بتاریخ سیزدہم صفر المظفر ۱۲۶۸ھ

مختلف اسناد اور کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ نواب محمد خان کی بظاہر اپنے بھتیجوں پر نظر شفقت تھی چنانچہ قمر الدین خان برادرزادے کا تقرر عہدہ جمعداری پر کرایا تھا جس کی تنخواہ ماہواری پانسو روپئے تھی اور لوازمہ جمعداری میں ایک چتر و یک پالکی اور ایک ہاتھی تھا اور اسی قدر جمعیت و تنخواہ و لوازم جمعداری رنجیت خاں اور حاجی بردی خاں کے نام سے تھے لیکن یہ محض سرکار میں جلب منفعت کے لئے ایک ذریعہ پیدا کیا گیا تھا چونکہ انکی آمدنی خود نواب کے مصارف میں صرف ہوتی تھی خصوصاً نواب محمد خان پادشاہ ناصر الدولہ کے بڑے مورد عنایت رہے نواب محمد خان کی اوقات کا اکثر حصہ دربار شاہی میں امور سلطنت کی مشاورت کی مصروفیتوں میں گذرتا رہا جب کبھی سلطنت میں بغاوت اور خونریزی کا خطرہ پیدا ہوتا تھا تو اس غرض سے کہ عوام میں خونریزی بھی پیدا نہ ہو اور خطرہ رفع ہو جائے نواب محمد خاں کے ذمہ کیا جاتا تھا۔ محمد خان جو قدر شناس تدبیر و فراست اور حکمت عملی کے سانچے میں ڈھلے تھے اس خطرے کو بغیر خونریزی کے رفع کر دیتے اور انکی ہمیشہ دلی تمنا یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنی سچی اور بے لوث کارروائیوں سے دربار جہاندار کو مطمئن کرتے ہیں اور رعایا کے دلوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنے میں کامیاب ہوں انہی وجوہ سے محمد خاں ہمیشہ عظیم الشان اور رفیع المرتبت نظام سلطنت میں مقبول اور ممتاز رہے اس سلسلے میں یہ واقعات بغاوت قابل ذکر اور مناسب حال ہیں کہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ میں بادشاہ سکندر جاہ آصف جاہ ثالث نے انتقال کیا۔ ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ روز یکشنبہ میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ بہادر سریر آرائے سلطنت ہوئے جس سے نواب مبارز الدولہ کو جو بادشاہ ناصر الدولہ کے بھائی تھے ناقابل برداشت صدمہ پہنچا چند سال کے بعد مرشد زادہ بہادر کے پاس مولوی سلیم کا رسوخ ہوا اور مولوی نے جو وہابی طریقے کے تھے مرشد زادہ مبارز الدولہ کو تعلیم دی کہ دنیا میں بادشاہوں کا یہ دستور رہا کہ جب انہیں سے کسی کی سلطنت ہاتھ سے نکل گئی۔ یا اس میں ضعف پیدا ہونے لگا۔ اور فوج سے کچھ کام نہ نکلا تو انھوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا اس مذہب کی تلقین و تفہیم و جوش برکات سے خلق اللہ کو اپنا معتقد بنالیا ہر ملک کے ہر مقام پر لوگ انکے مطیع ہو گئے اور وہ انکے لئے ایک جرار لشکر سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئے تاریخوں سے

بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ اس جرار فوج سے ان معزول اور کمزور بادشاہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کو
غارت اور تباہ کر کے اپنی حکومت کا نقشہ جمالیا۔ اگر آپ بھی اس طریقہ کو قبول فرمادیں تو اسوقت وہ
دو لاکھ آدمی جو دہلی پشاور، لاہور، مدراس۔ بمبئی سورت اور حیدرآباد میں اس طریقے کے پیرو ہیں آپ
کو امیر المومنین خیال کرینگے اور جاں نثاری کے لیے ہم رکاب رہیں گے پھر حضور جس ملک کو چاہینگے
مفتوح کر سکیں گے اور خلیفۃ المسلمین کا احترام ہمیشہ نام گرامی کے ساتھ رہیگا۔ مرشد زادہ
مبارز الدولہ مولوی سلیم کے اس پھندے میں آ گئے اور خود مسجد کوٹلہ عالی جاہ میں رونق افروز
ہو کر وعظ کہنے لگے ادھر نواب غلام رسول خاں والی کرنول بھی در پردہ اتواب گولہ بنادیق
باروت اور ہر صورت سے ہتھیار سامان جنگ تیار کرنے میں مصروف ہو گئے اور قریب
تھا کہ دکن اور ہندوستان میں غلبہ احساس بغاوت عامہ پھیل جاتا اور خون کی ندیاں بہنے
لگتیں مگر خدا نے اپنی مخلوق پر رحم کیا کہ اسکی اطلاع میجر اسٹوارٹ صاحب بہادر رزیڈنٹ
سرکار انگریزی کو ہوگئی۔ وہ حاضر دربار جہاندار ہوئے اور اس بغاوت و سازش کی مفصل
کیفیت بیان کی بادشاہ ناصر الدولہ کو ان واقعات بغاوت کے سننے سے سخت تعجب
ہوا اور طویل مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ سب سے پہلے بغیر خونریزی کے مرشد زادے
مبارز الدولہ قید کر لیے جائیں اور قلعہ گول کنڈہ میں ان کو نظربند کردیں مورخ خورشید[1]
جاھی لکھتے ہیں کہ سرکار نے اس کام کی انجام دہی کے لئے مدبر جنگ عبداللہ
ابن علی ابوالپنج عروب اور نواب محمد خان قائم خانی المخاطب نواب دلاور نواز جنگ بہادر
کو مامور و متعین کیا تھا۔ جب یہ عہدہ دار مبارز الدولہ کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو دروازہ دولت
سرکار بند کروا دیا اور چند لوگ گرد و پیش ہوگئے اور اندر داخل ہونے کا انتظام کر لیا آخر
کار خود نواب محمد خان سہ پہر کے وقت سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھے اور وہاں سے اندر
کودے اور دروازہ کھول دیا تب تمام عروب حبشی اور محمد خاں کی فوج قائمخانی مستعدی
سے اندر داخل ہوئی اسوقت خود نواب مبارز الدولہ فرنگ علم ہاتھ میں لئے ہوئے اور خبردار خبردار
کہتے ہوئے آگے بڑھے تب فوراً جمعدار عبداللہ بن علی مدبر جنگ نے جمعیت کو روک لیا

[1] صفحہ ۵۹۶ تاریخ رشید الدین خانی یعنی خورشید جاہی مطبوعہ مطبع خورشیدیہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء بلدہ حیدرآباد ۱۲ منہ

اور زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کی کہ آپ قلعہ گول گنڈہ میں تشریف لے چلیں جسطرح یہاں گذرتی ہے قلعہ میں اسی طرح گذرے گی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ میں مبارزالدولہ میانہ میں سوار ہوکر داخل قلعہ گول کنڈہ ہوئے اور دیگر شرکا بغاوت کو سزائیں دی گئیں"۔ ایک اور دوسرا واقعہ راے سوناجی پنڈت کا نہایت دلچسپ اور قابل تذکرہ ہے سوناجی پنڈت اوراد ضلع ناندیڑ کا باشندہ تھا علاقہ راجہ راے رایان سے ملازمت سرکار میں داخل ہو کر متصدیانہ لیاقت کی وجہ سے تقسیم تنخواہ افواج کا سر دفتر ہوگیا تھا اسکے دفتر میں دو مرہٹہ سپاہیوں کی تنخواہ پیچیدگی حساب کے باعث باقیات میں چلی آتی تھی مرہٹے پیروی کرتے کرتے تھک گئے تھے جنھوں نے مایوس ہوکر سوناجی پنڈت کے قتل کی ٹھان لی تھی ایک روز موقع پاکر ایک عمارت کے اندر سوناجی پنڈت کو تنہا روک کر دروازہ بند کرلیا عبرت اور شہرت کے ارادے اور نیز فاقو نکی ایذا اور قتل کی نیت کے قصد سے ایک ہفتہ تک تکلیف دیتے رہے سوناجی پنڈت کی مخلصی اور رہائی کے لئے فوج نے محاصرہ تو کرلیا تھا مگر یہ دشواری پیش آگئی تھی کہ جب فوج کے سردار آگے بڑہنا چاہتے تھے تو ایک مرہٹہ انکے دیکھنے کے لئے دریچہ کے پاس ٹھہر جاتا اور دوسرا برہنہ خنجر ہاتھ میں لیکر پنڈت کے سینے سے لگا دیتا تب وہ پہلا مرہٹہ محاصرہ کنان عہدہ داروں سے بآواز بلند کہتا کہ اگر وہ آگے بڑہینگے تو فوراً پنڈت قتل کردیا جائیگا سرکار کا حکم پنڈت سوناجی کے زندہ صحیح وسلامت حاضر لانے کا تھا شہر میں ہلچل مچ گئی تھی اور ہر طرف لوگوں کا انبوہ در انبوہ ہجوم تھا آٹھ روز گذر چکے تھے لیکن صرف فوج نے محاصرہ ہی رکھا مگر پنڈت کو زندہ نہ نکال سکی تب بادشاہ ناصرالدولہ کے دربار جہاںمدار سے خاص نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ کے نام فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا کہ سوناجی مابدولت کے روبرو زندہ لایا جائے موقع تو بے ڈھب تھا مگر محمد خاں کا ستارہ اوج پر تھا فوراً ہی محمد خاں تعمیل فرمان خسروی میں مصروف ہوگئے اور چار منتخب[لہ] سپاہیوں کی معیت میں مقام معرکہ پر پہنچے محاصرہ اُٹھادیا اور ہجوم کو منتشر کردیا اور ان چار سپاہیوں کے ساتھ مرہٹوں سے مخاطب ہوگئے انکی گھبراہٹ اور پریشانی کو

لہ وہ چار جاں باز یہ تھے قمرالدین خاں موچپل الیمان۔ سانگو خاں دراب خانی مختار خاں شہاب خانی زبیرالدین میر ساکن گدہ

دور کرتے رہے اور باتوں باتوں میں کچھ آگے بڑھ گئے تب بھی مرہٹے اپنی بات پر اڑے رہے آخر کار محمد خاں نے انہیں چاروں سپاہیوں کو اس سرعت اور تیزی سے سر کی ٹکر سے دروازہ توڑ دینے کا اشارہ کیا کہ مرہٹے جو سوناجی پنڈت کے سینہ پر خنجر لگائے بیٹھے تھے سوناجی کو خنجر نہ بھونک سکے ان چاروں بہادروں نے اشارہ کے ساتھ ہی دروازہ کو متفقہ ایسی ٹکر دی کہ عمارت ہل گئی اور دروازہ کے کیواڑ ٹوٹ پڑے مرہٹوں کو خنجر سنبھالنے کی مہلت نہ ملی اور ان چاروں بہادروں نے آناً فاناً میں سب کو تہ تیغ کر دیا جس کی وجہ سے سوناجی پنڈت محفوظ رہے انجام کار محمد خان نے سوناجی پنڈت کو زندہ بارگاہ خسروی میں حاضر کیا اس صلہ میں نواب کو سرکار سے بارہ ہزار کی جاگیر ملی تھی اس واقعہ پر مورخ خورشید جاہی نے بھی زور قلم دکھایا ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

کہ آخر ماہ شوال ۱۲۶۸ھ میں دو شخصوں نے وحشیانہ لباس میں آکر سوناجی پنڈت دفتر دار سرکار علاقہ راجہ رائے رایاں بہادر کو دغا سے پکڑ لیا اور ایک تنگ و تاریک حجرے میں کٹار لگا کر بیٹھ گئے اور اپنے حسب مدعا درخواست کی حضور اور سراج الملک بہادر اور جملہ ارکان دولت و عہدہ داران فوج فوج ذی عزت کو فکر پنڈت جی کی مخلصی کی ہوئی سراج الملک بہادر کی طرف سے بھی فہمائش ہوئی آٹھ روز تک اس کا چرچہ رہا مگر وہ زمانے کی سفاکی سے اپنی پناہ میں اس چار دیواری کے دلیر ہو کر جو جی میں آتا تھا وہ کہتے تھے اور بیوفائیاں ارکان دولت کی بیان کرتے تھے اہل مقدمات اور اپنی جان بخشی کے لئے اطمینان بڑے صاحب بہادر (رزیڈنٹ صاحب عالی شان) سے چاہتے تھے آخر کار یہ ہوا کہ حسب فرمان خسروی دلاور نواز جنگ محمد خاں بہادر نے پہنچکر ایسی تدبیر شائستہ کی کہ سوناجی پنڈت زندہ نکل آئے اور وہ دونوں مارے گئے خود بدولت نے سنکر فرمایا کہ خوب ہوا انکی لاشیں گور گھاٹی کے جھاڑ سے لٹکا دو تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور بار دیگر ایسا نہو۔

ایک اور تیسرے واقعہ کو بھی مصنف خورشید جاہی[۱] رشید الدین خانی نے نواب محمد خاں کی وفا شعاری اور دلیری میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ۵ جمادی الاول ۱۲۶۷ھ

[۱] صفحہ ۱۲ منہ

میں نواب سراج الملک بہادر وزیر حیدرآباد دکن کی سواری سیر و تفریح کے لئے سرور نگر پہنچی اور سیدا باغ میں فروکش ہوئی جب شہر کی مراجعت فرمائی کا قصد ہوا تو افغانان مہدوی نے جو تنخواہ کے متقاضی تھے میانہ میں سوار ہوتے وقت نواب ممدوح سے مزاحمت کی اور کشت و خون پر آمادگی ظاہر کر کے سراج الملک کو مرعوب بنانا چاہا نواب سراج الملک نے اسکی پروانہ کی اور میانہ میں سوار ہو گئے مرنفع بجنے لگا اس وقت مہدوی پٹھان باہم یکدگر کہنے لگے کہ ہمارا پیشہ سپہ گری ہے اگر ہم اس موقع پر پسپا ہوئے تو عزت ہی گئی فوراً میدان میں آ گئے اور مقابلے کے لئے قدم جمالئے اس وقت سب سے پہلے جو بیچ میں آئے وہ خود نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ اور انکی فوج تھی فریقین میں تلواریں چل گئیں عربوں نے انکو بندوقوں کا نشانہ بنالیا ان میں سے بہت سے زخمی ہو کر گر پڑے اور جو بچ رہے تھے وہ سر بکف لڑتے ہوئے نواب سراج الملک بہادر کے میانہ تک پہنچ گئے۔ اور ایک مہدوی نے نواب ممدوح الشان کو تفنچہ کا نشانہ بنایا خیر گذری کہ وہ بچ گئے صرف ایک چھرہ رخسارہ پر لگا تھوڑی دیر کے بعد بہت سے فوج کے سردار جمع ہو گئے آخر کار مہدوی مارے گئے اور خونریزی دفع ہو گئی"۔

نواب محمد خاں کی فوج کا زیادہ حصہ نواب کے ہم قوم قائم خانی افراد پر مشتمل تھا اسی وجہ سے نواب کو اپنی فوج پر کمال درجہ فخر و ناز تھا اور وہ ہمیشہ اس جاں باز فوج کو اپنی ترقی اور ناموری کا ذریعہ سمجھتے تھے اور ان کا ہر ایک ہم قوم بہادر سپاہی ہر وقت انکے قدموں پر اپنا خون بہا دینے کے واسطے تیار تھا۔ نواب محمد خاں کی فوج رات دن لڑائی کیلئے تیار رہا کرتی تھی یہ وہ زمانہ تھا کہ بڑے بڑے قطعات اور سمستان[1] کے اکثر ڈی سرکار سے باغی رہا کرتے تھے اور اہل قزاقوں کی ہزاروں کی ٹولیوں کی لوٹ مار سے ملک کی رعایا تاراج ہوتی تھی مرہٹوں کے خون آلود دھاؤوں سے ملک میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی شورہ پشت اور جرائم پیشہ قوم کے لوگ غارتگری میں لگے ہوئے تھے دیس مکھ اور دیس پانڈیے خراج گذاری کو بارگراں سمجھتے تھے اور برسرپیکار رہتے تھے ہر طرف

---

[1] ریاستیں

سے بغاوت اور سرکشی کی خبریں آتی رہتی تھیں اس پرآشوب زمانہ میں نواب محمدخان کی فوج نے اکثر ایسی لڑائیاں لڑی ہیں کہ اگر وہ تفصیل سے بیان کیجائیں تو قوم قیام خانی کا فاتحانہ جذبہ عام فاتحانہ رنگ میں نظر آئے گا اور یقیناً اس قوم کی گذشتہ بہادری کے عہد سے زیادہ دلچسپ تاریخ کا نیا دور شروع ہو جائے گا۔ لیکن افسوس وہ کل مصالحہ ہماری دسترس سے باہر رہا اس موقع پر یہ ظاہر نہ کرنا سخت ناسپاسی ہوگی کہ نظام سرکار فیض آثار کی ہمیشہ اعلیٰ قدردانی اور بیحد پرورش اس قوم کے پسماندوں کے شامل حال رہی ۱۲۶۵ھ میں خبر آئی کہ جالنہ کے نواح میں ایک ہزار روہلے جمع ہو کر ملک کو تاخت و تاراج کر رہے ہیں انکی سرکوبی کے لئے نواب محمد خاں کو حکم ہوا نواب نے انکی روک تھام اور گرفتاری کے لئے اپنی فوج روانہ کی یہ فوج جالنہ کے قریب پہنچکر روہلوں سے دوچار ہوئی اور بہت سے سپاہی مارے گئے لیکن انھوں نے بھی اکثر روہلوں کو تہ تیغ کیا اور جو باقی رہے وہ گرفتار کر لئے گئے اس کے بعد کنٹجنٹ کا رسالہ بھی مدد کے لیے پہنچ گیا جب اس دلیرانہ معرکہ کی کیفیت سرکار میں پہنچی تو سرکار نے نواب کی فوج کی نسبت خوشنودی ظاہر کی بعہد وزارت راجہ راجایان مہاراجہ چندو لعل نواب محمد خاں سے جو بکار سرکار فارسی میں مراسلت ہوا کرتی تھی اس کا عنوان (شجاعت و تہور دستگاہ نواب محمد خاں) ہوا کرتا تھا۔ مورخ گلزار آصفیہ[1] نے نواب محمد خان کے حالات کو فارسی میں یوں سپرد تاریخ کیا ہے کہ نام اصلی آں محمد خاں قائمخانی وخطاب نواب دلاور نواز جنگ بہادر است مرد قائم مزاج حاضرانہ و غائبانہ اش یک سو بزرگانش در دولت راجایاں مارواڑ بکارہائے عمدہ مامور بودہ کارہائے نمایاں بظہور آوردہ اند او وارد ناگپور شدہ در انجا نیز بکارہائے لائق فایز گردید چوں وارد بلدہ فجستہ بنیاد گشت بزور تدبیر و تقویت بازوئے تقدیر چندے در تجارت بسر بردہ ہرگاہ بملازمت مہاراجہ بہادر رسید بسیار پسند خاطر گشتہ اول بدپایہ ذات ودہ سوار بسرا سری معمولی سرکار سرفراز و ممتاز گردید رفتہ رفتہ بجاگیرات وہفت صد سواراں بیش قرار بخطاب نواب دلاور نواز جنگ و تعلقات کویل کنڈہ وغیرہ بڑا تڑ و

[1] صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ مطبع محمدی بلدہ حیدرآباد ۱۲ منہ

بعضے از صوبہ اورنگ آباد لغایات نوبت و گھڑیال و علم و نقارہ سرافراز و بلند آوازہ پیشگاہ خداوند نعمت گردیدہ مشہور آفاق گشت سہندا السبب بر آوردن کارہائے نمایاں ہمراہی صاحبان انگریز بہادر حسب الحکم سرکار مجدد آمشمول عواطف شاہانہ گشتہ مباہی و مشرف شد صاحب اخلاق تنخواہ ہمراہیاں خود را بلا تعذر رسانیدہ در نوکری سرکار سر مو قصور کردن نمید صاحب جرات سر خیل اکابر قوم خویش بنمازی درپنجگانہ تساہل ہرگز نمی نماید و باجماعت میخواند نقارچیاں خوش نواز داشتہ تمامی خاطر خود را مصروف خوشنوائی نوبت پہاریاسی دارد در خیر و خیرات و سلوک با فقرا و ارباب استحقاق بقدر ضرورات ہر وقت کہ حکم سرکار میرسد با جمعیت حاضری خود شبانہ روز حاضر است در تاریخ دانی نہایت شوق دارد راگ و رنگ بسیار مائل ہموارہ صحبت با علما صاحبان علم و فضل داشتہ در مسائل فقہ خبر دار ہمیشہ باریاب دربار۔"

درحقیقت نواب محمد خاں کو واقعات اور روایات تاریخی سے طبعًا دلچسپی تھی یہی وجہ ہے کہ انکے وقائع نگار انکے زمانہ عروج سمت ۱۸۹۴ بکرمی پھر سمت ۱۹۰۶ اور آخری مرتبہ سمت ۱۹۱۱ میں حیدر آباد پہنچے نواب محمد خاں انکی کتابوں سے اپنے اسلاف کے کارناموں کو لطف لے لے کے سنتے تھے وقائع نگاروں کو پہلے مرتبہ دو ہاتھی و زیورات و پارچہ جات قیمتی سے سرفراز کیا پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ان کو دو دو ہاتھی بطور انعام دیئے اور ہر فیاضانہ عطیہ کے وقت ہر ایک ہاتھی کا ایک ایک سال کا خرچ دیا وقائع نگاران ہاتھیوں کو لیکر اپنے وطن راجپوتانے میں واپس آئے اور انکو تھوڑے دنوں رکھکر مختلف اوقات میں دو مہاراجہ کوٹہ اور ایک ہمیر سنگھ والئ لباہو۔ اور ایک راؤ راجہ سیکر کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور ایک ٹھاکر صاحب اچرول کے ہاں اور ایک موضع گڈانیہ میں مرگیا۔ نواب محمد خاں کو فارسی یا اردو میں بالکل مہارت نہ تھی البتہ معمولی ناگری جانتے تھے وہ اپنے وطن کے کبیشروں کی کبیتائی کو کمال شوق سے سنا کرتے تھے کہتے ہیں کہ نواب نے اسی صلہ میں الیمن میر کو بھی ایک ہاتھی دیا تھا۔ نواب محمد خاں نے اپنے وقائع نگار کی بہی میں دست خاص سے ہندی میں دستخط کیئے ہیں جسکے ذیل میں کچھ اردو عبارت بھی لکھی ہوئی ہے فیاضی مذکورہ بالا سے محض نواب محمد خاں کی نیت یہی تھی کہ ان کے وطن کے پرانے جنم کے مشہور لوگ بغیر کسی تعارف اور

شناسائی کے نواب کی رفیع المرتبت شان تسلیم کرلیں لیکن حیف ہے کہ نواب نے اپنے دور حیات میں اسکے سوا اور کسی سنجیدہ طریقہ سے کوئی ایسا سلسلہ سخاوت قائم نہیں کیا کہ جس سے قوم یا وطن کے جذبات کا نشو ونما ہوتا اور نہ کبھی اپنے خاندان کے مستقبل پر کوئی بہتری کی نظر ڈالی اگر وہ چاہتے تو اپنے خاندان کے فارغ البال بنانے میں بہت کچھ حصہ لے سکتے تھے آج انکے وطن عزیز دہنوری میں انکی طرف سے کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو رفاہ عام اور کار خیر کی ادنیٰ دلیل متصور ہو معلوم ہوتا ہے کہ نواب یہ محسوس کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے کہ دنیا کی زندگانی بہت جلد فنا ہونے والی ہے ؎

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت		بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

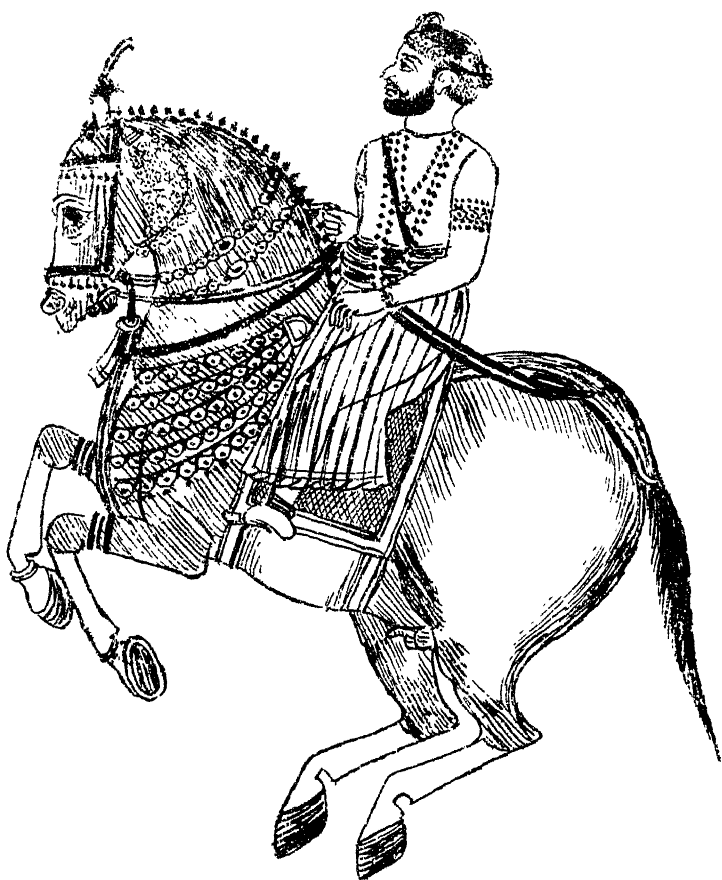
اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ قیام اور بقا ہے وہ صرف حیات عقبیٰ کو حاصل ہے نواب محمد خاں نے حیدرآباد دکن میں اپنی رہائش کے لئے ایک شاندار محل[۵۱] بھی تیار کرایا تھا جس کا خشت بنیاد ۱۲۵۵ھ میں رکھا گیا تھا اور اسکی لاگت ایک لاکھ سے اوپر بیان کیجاتی ہے نواب کا اعزاز و امتیاز اس درجہ پر تھا کہ ۱۲۶۳ھ میں انکی دختر کی شادی میں سراج الملک بہادر وزیر اعظم انکی ڈیوڑھی پر رونق افروز ہوئے تھے نواب نے دستور قدیم کے مطابق وزیر اعظم کی نشست کے لئے ایک چاندی کا چبوترہ بنایا تھا گویا یہ وزیر اعظم کے شاندار خیر مقدم یا خوش آمدید کے لئے بنایا گیا تھا ۲۹ شوال ۱۲۷۵ھ روز جمعہ مطابق ۱۸۵۸ء میں نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ کے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا اور تکیہ اکمل شاہ میں متصل مسجد عمر ابن عوض نواب برق جنگ بہادر سپرد خاک کئے گئے نواب نے مرتے وقت دو کمسن فرزند عالم علی خاں و امجد علی خاں چھوڑے نواب عالم علی خاں کا حال اسی تاریخ کے آنے والے متن میں حسرت و افسوس کے آنسو بہاتا ہوا نظر آئیگا۔

مدن خاں قائم خانی المخاطب نواب رستم دل خاں بہادر

نواب[۵۲] مدن خاں شیخاواٹی راجپوتانے کے ایک چھوٹے سے قریہ میں پیدا ہوئے ان کی

[۵۱] یہ ڈیوڑھی متصل دروازہ چار محل اور محلہ یحیی براق خستہ حالت میں اب تک موجود ہے ۱۲ منہ
[۵۲] یہ نواب جیوان گروہ سے تھے اور موضع بھاتی واڑے کے باشندہ تھے ۱۲ منہ

طفولیت اور اوائل شباب کا زمانہ اسی مرز بوم میں گذرا نواب مدن خاں کے عزیز قریب روشن خاں اس کے پہلے ۱۲۰۰ھ میں نظام حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں پہنچے اور اپنی ذاتی مساعی و سرگرمیوں سے ملازمان سرکار آصفیہ میں داخل ہو کر فوج میں ایک معزز عہدہ حاصل کیا جس کے لوازمات اعزازی یہ تھے جمعیت سواران ایک صد زنجیر فیل یک پالکی دو نقارہ شتر یک تنخواہ ذات ماہانہ ایک ہزار روشن خاں کے دو بیٹے منور خان د دلیل خاں تھے جو باپ کی زندگی میں مر چکے تھے اور روشن خان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی چھوٹی بیٹی کو مدن خاں سے بیاہیں اس سبب سے مدن خان کو راجپوتانے سے طلب کیا مگر اس زمانے میں شمال سے لیکر جنوب میں دکن تک نہ تو ریل تھی نہ کوئی آباد سڑک رستہ نہایت دشوار گذار تھا جس میں قزاقوں ٹھگوں اور لٹیروں کا خطرہ تھا قافلے کے قافلے ساتھ چلتے تھے تب بھی خوف و خطر کے ساتھ منزلیں کاٹتے ہوئے مہینوں میں حیدرآباد پہنچتے۔ الغرض اس زمانہ کا سفر نہایت ہی مصیبت ناک تھا اس سبب سے مدن خاں کے حیدرآباد پہنچنے میں دیر ہوئی اس انتظار کے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۲۳۱ھ میں روشن خاں نے انتقال کیا روشن خاں کے مرنے کے بعد انکی جائداد کے مالک انکے داماد بایزید خاں قیام خانی ہوئے ابھی بایزید خاں کی شادی کو چھ مہینے سے زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ سرکار میں راجہ کوہیر ضلع بیدر کی بغاوت اور سرکشی کی خبر آئی۔ بایزید خاں جو ابتک ملک کی اکثر لڑائیوں میں حصہ لے چکے تھے سرکار سے راجہ کوہیر کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے بایزید خاں نے کوہیر پہنچکر لڑائی شروع کر دی انجام کار وہ خود لڑائی میں مارے گئے اب صرف روشن خان کی بڑی بیٹی نہایت بانو بیوہ گھر کی وارث رہ گئی تھی اور چھوٹی بیٹی کا عقد مدن خاں کے ساتھ آنے کے بعد ہونے والا تھا۔ بہر حال روشن خاں کے خاندان کی قسمت مدن خاں سے وابستہ ہو گئی تھی ۱۲۳۲ھ میں مدن خاں بھی اپنے وطن سے حیدرآباد پہنچ گئے اس وقت روشن خان کی چھوٹی بیٹی کا نکاح مدن خان سے ہو گیا اس وجہ سے وہ روشن خان کی کل جائداد کے (جو ان کے بڑے داماد بایزید خاں تک پہنچی تھی) مالک ہو گئے جسکو سرکار نے بھی منظور کر لیا اب مدن خاں سرکار کی خدمت گذاری میں مشغول ہو گئے اور رفتہ رفتہ ان کی شجاعت اور بہادری کے بے بہا جوہر چھپے



نواب محمد مدن خان صاحب المخاطب رستم دل خان بہادر مرحوم جیوان سپہ سالار افواج سرکار نظام

پڑے تھے ظاہر ہونے لگے جس کی وجہ سے سرکار کی قدردانی بھی روز افزوں ہوتی رہی اور وہ بتدریج جمعیت سواران دو صد و جمعیت پیدل و عرب دو ہزار دیڑھ سو زنجیر فیل دو پالکی دو میانہ دو چتر و توپ خانہ دو مع لوازمہ بلم و بھالہ برداران سے سرفراز ہوئے اور دو لاکھ کی جاگیر مرحمت ہوئی جس میں حسب ذیل مشہور مواضعات شامل تھے۔ ہلسور۔ اچولہ ناندگاؤں تعلقہ بیدر۔ مکڑی میلور عرف اعظم پیٹھ۔ مدہول و کام سان پلی مع بارہ گاؤں اس کے سوا ۱۲۵۵ھ میں مدن خان کو خطاب سرکار سے نواب رستم دل خان بہادر مرحمت ہوا شروع زمانہ ہی میں نواب رستم دل خان بہادر نے چند ایسی لڑائیاں لڑی تھیں کہ جن سے انکی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی خصوصًا انکی ذاتی شجاعت اور بہادری کی دھاک رڈیوں دیسمکھ دیپانڈیوں اور شورہ پشت راجاؤں کے دلوں پر بیٹھ گئی تھی اور اسی وجہ سے سرکار سے بھی اہم معرکوں میں نواب مدن خان کا انتخاب ہوا کرتا تھا نواب مدن خاں یکا لڑنے[۵۱] کے بہت شائق اور دلدادہ تھے وہ جب کسی لڑائی میں جاتے تو پہلے اس فوج کے سردار کے پاس یکا لڑنے کا پیام بھیجتے تھے فی الحقیقت نواب مدن خاں میں بہادری کے سارے اوصاف موجود تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی اوصاف میں شجاعت ہی ایک اعلیٰ درجہ کا وصف ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ انسانی زندگی کی ضروریات میں شجاعت ہی ایک ایسا جوہر ہے جسکو انسانی اوصاف میں سب سے بڑھکر شہرت اور ناموری حاصل ہے عوام میں خونخواری بہادری کے معنی میں لے لی گئی ہے مگر یہ غلط ہے خونخواری کا نام بہادری اور شجاعت نہیں ہے کوئی خونخوار ڈاکو ظالم یا خودکشی کرنے والا یا قصاب بہادر کہلانے کا حق نہیں رکھتا بلکہ تکمیل اخلاق کا نتیجہ شجاعت اور بہادری ہے بہادری کیلئے انسان میں خیال قوت حیا اور

---

[۵۱] زمانہ قدیم میں یورپ میں بھی ڈیول یعنی یکا لڑنے کا رواج تھا اور عرب کی زمانہ اسلام کی لڑائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑائی چھڑنے سے پہلے فارسی فوجوں میں سے تفاول یا شگون کی نیت سے کوئی ایک بہادر سردار یا سپاہی آگے بڑھکر عرب فوجوں کے سامنے آتا اور یکا لڑنے کی خواہش کرتا عرب فوجوں میں سے بھی اسکے مقابلے کے لئے کوئی بہادر نکلتا۔ اور دست بدست لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ انکی لڑائی ختم ہونے کے بعد فوجوں کی مڈبھیڑ ہوتی ۱۲ منہ

حمیت کا ہونا ضرور ہے اور یہی بہادری کا جزو اعظم ہے سیر چشمی۔ خود داری۔ راست بازی عالی حوصلگی بہادری کا جوہر ہے۔ اگر اس پر قوت جسمانی ہو تو پھر وہ سونے پر سہاگہ ہے جس قوم اور انسان میں یہ اوصاف ہوں گے وہی انسان اور قوم بہادر کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے۔ نواب مدن خان بہادر کی لڑائیوں کی تفصیلات ہمیں معقول ذرائع سے بہم نہ پہنچ سکیں جس کا بہت افسوس ہے تاہم جو کچھ واقعات ملے وہ بلا مبالغہ درج ذیل ہیں۔

بھوپال رڈی جو گوڑمٹکال کا راجہ تھا سرکار سے ہمیشہ باغی رہا کرتا تھا اور دو تین مرتبہ سرکاری فوج کو شکست بھی دیچکا تھا جسکے باعث اسکی جرأت بڑھ گئی تھی عامۃ الناس کے دلوں پر اسکی دہشت بیٹھ گئی تھی انجام کار سرکار سے اسکی گوشمالی کے لئے نواب مدن خاں کا انتخاب ہوا نواب مدن خاں نے سرحد گوڑمٹکال پر پہنچکر راجہ کے نام پیغام بھیجا کہ بغاوت با سرکار بہادری نہیں ہے بلکہ عین نمک حرامی ہے ہر وقت فوج کی خونریزی بھی داخل جوانمردی نہیں ہے تم اپنے آپ کو بہادر سمجھتے ہو تو گڑھی سے باہر آؤ میں بھی میدان میں آتا ہوں دو بدو مقابلے میں دونوں کی جوانمردی کی حقیقت کھل جائیگی اور ہمیشہ کی خونریزی کا خاتمہ بھی ہو جائیگا راجہ اس پیام کو پڑھ کر ہچکچایا اور دل میں پیچ و تاب کھانے لگا مگر خود مقابلے کے لئے نہیں آیا بلکہ اپنے دیوان وینکٹ راؤ اور شیخ امام کو مع فوج کے لڑنے کے لئے روانہ کیا نواب مدن خاں نے بھی اپنی فوج کو محاذات پر بڑھنے کا حکم دیا لڑائی نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ یکایک نواب مدن خاں پیچھے سے بجلی کی طرح چمکا اور راجہ کی فوج پر جا پڑا دست بدست لڑتا ہوا وینکٹ راؤ دیوان اور شیخ امام افسر فوج تک پہنچ گیا وینکٹ راؤ اور شیخ امام دونوں مارے گئے گوپال راؤ اور بشونت راؤ گرفتار ہوگئے یہ دونوں راجہ کے قریب کے رشتہ دار تھے اور فوج بھاگ گئی تب بھوپال رڈی کو خود کثیر فوج کے ساتھ میدان کارزار میں نواب مدن خاں سے لڑنے کے لئے آنا پڑا دونوں میں پرجوش لڑائی ہوتی رہی طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے انجام کار بھوپال رڈی شکست کھا کر بھاگا نواب مدن خاں نے گوڑمٹکال تک تعاقب کیا اور اس کی گڑھی کو مسمار کردیا

نواب مدن خاں کی جوانمردی کی فرد میں یہ واقعہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ چند

روہیلوں کی ایک امیر سے لین دین کے بارے میں سخت مخالفت پیدا ہوگئی تھی جس کے باعث روہیلوں نے خوں ریزی پر کمر باندھ لی تھی مہاراجہ چندو لعل نے معاملہ تنازعہ فیہ کو اس خیال سے نواب مدن خان کے سپرد کر دیا کہ وہ روہیلوں سے مرعوب نہ ہونگے۔
اور بلا رو رعایت فیصلہ کر دینگے جس کی یکسوئی کے لئے روہیلے نواب مدن خاں کی ڈیوڑھی پر آئے اور ان سے کہا کہ اگر اس معاملہ کا تصفیہ جلد اور ہمارے موافق نہ ہوگا تو وہ ڈیوڑھی کو خون سے رنگ دینگے نواب مدن خاں نے جواب دیا کہ فیصلہ تو انصاف کے ساتھ ہی ہوگا اور وہ ضرور تمہارے اس رعب و داب کے اثر سے خالی رہے گا ڈیوڑھی کو خون کے رنگ سے رنگ دینے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ تم میں سے ایک ایک یکے بعد دیگرے مجھ سے تلوار کے ساتھ آزمائش کے لئے آ جائے اور دیکھئے کہ کس کی تلوار کیا فیصلہ کرتی ہے جب روہیلوں نے نواب مدن خاں کو اس منصوبے میں مضبوط پایا تو وہ طرح دے گئے اور دھوکہ سے نواب مدن خاں کے مارنے کے موقع کی تاک میں رہنے لگے۔
ایک دن عید کے روز جبکہ ڈیوڑھی میں ملاقاتیوں کا ہجوم تھا یہ اعلیٰ جاں باز اور سورما سپہ سالار ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے زنانہ محل کے دروازہ سے باہر برآمد ہو رہا تھا کہ انہیں روہیلوں میں سے ایک روہیلے نے جو پہلے سے تاک میں کھڑا تھا دفعتہً نواب مدن خاں کے بائیں رخسارہ پر اس زور سے خنجر مارا کہ وہ رخسارہ کو چھیدتا ہوا دہی طرف وار پار نکل گیا افغان نے چاہا کہ پھر دوسرا وار کرے اس زور سے خنجر کھینچا کہ اس کا قبضہ ٹوٹ کر افغان کے ہاتھ میں رہ گیا اور پھل نواب مدن خاں کے رخسارہ میں اٹک گیا خون کی دھاریں بہنے لگیں اس خطرناک زخم کے باوجود نواب مدن خان نے روہیلے پر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے وہیں دو ٹکڑے ہو گئے۔ جب یہ خبر دربار بادشاہ ناصر الدولہ میں پہنچی تو انھوں نے اپنے سپہ سالار کو آفرین کہا مگر ساتھ ہی انکا دل بھر آیا اور اپنے خاص جراحوں کو خنجر نکالنے اور علاج کرنے کے لئے حکم دیا لیکن جراح اس خنجر کے نکالنے سے عاجز رہے تب الوال کی انگریزی فوج کے جرنل کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی فوج کے ڈاکٹروں سے انکے اس سپہ سالار کا علاج کرائیں الغرض چھ روز تک وہ فولادی

خنجر نواب مدن خاں کے جبڑوں میں رہا اسکے بعد ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر نکالا اور صاحب بہادر جرنل فوج انگریزی نے اس جوانمرد سپہ سالار کے استقلال اور شجاعت کی کیفیت اس طرح لندن تک پہنچائی کہ انسانی تاریخ میں یہ واقعہ حیرت اور استحسان کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے۔ ان واقعات کو مصنف تاریخ گلزار آصفیہ نے بھی شاہد ہونیکی حیثیت سے فارسی میں یوں ضبط تاریخ کیا ہے"

کہ "محمد مدن خاں المخاطب نواب رستم دل خان بہادر از قوم قیام خانی بجمعیت سواران و پیادہ ہائے عرب از پیشگاہ حضور پرنور سر فراز و در ۱۲۵۷ھ سنہ یک ہزار دو صد و پنجاہ و ہفت ہجری از خداوند نعمت بخطاب رستم دل خاں بہادر منصب و علم و نقارہ ممتاز شجاعت ذاتی آں رستم وقت را حدے نیست چنانچہ روزے از افغانان بہ قضیہ دیگر معاملہ شخصے دیگر کہ فیصلہ آں بخان مذکور از سرکار حکم شدہ بود از تاخیر شدن چند روز خیال دیگر بدور دل خود آوردہ دانست کہ بہادر مذکور تائید مخالف میکند دفعتاً برائے ملاقات عید آمدہ قریب دروازہ زنانہ کارد ولایتی بالائے رخسارہ بہادر مذکور چناں بزور رو قوت زد کہ تا فک اسفل تیغش درآمد و قبضہ او شکستہ بدست او برآمد با وجود رسیدن ہمچوں زخم کارے درآویختن تیغ کارد اندرون دندان آن بہادر تیغے کہ بدست خویش داشت بہ یک ضربش دو حصہ اش نمود کہ فرصت دم کشیدن نہ داد چوں جراحان بلدہ حسب الحکم حاضر آمدند صاف جواب دادند کہ از ما ایں کارد برآوردن تیغ و باقی ماندن جان بسلامت معلوم نمی شود پس ناچار مہاراجہ بہادر بجرنل صاحب لشکر حسین ساگر نوشتہ فرستاد آن تمامی سرداران و ڈاکٹران کلان لشکر مذکور جمع شدہ چناں مقرر نمودند کہ اول تیزاب باید انداخت تا مضبوطی کارد را مضمحل کند بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت خواہد بود بعمل خواہم آورد پس سہ روز و سہ شب خان مغز با زخم کارد در لشکر ماند و بیشتر دو روز در بلدہ جملہ پنج شش روز پس انصاف شرط است کہ حال زخمی بکدام احوال بودہ باشد خصوصاً از اکل و شرب و عموماً از خواب استراحت و حرکات لابدی شبانہ روزے وغیرہ چہ حالت صعب آناً فاناً میگذشتہ باشد وقتیکہ ہمہ اہل لشکر جمع شدہ سہ چار دندان و

استخواں فک اعلیٰ و اسفل از آرہا چناں بریدند کہ گسے چوب خشک را باین سختی نمی برید بہادر مذکور حرفے از درد بر زبان نہ آورد و بغیر خندہ و گفتگوے مردانہ کہ ہمیشہ صاحبان انگریز تحسین و آفرین نمودند و این کیفیت شجاعت ذاتی خان مذکور تا بہ لندن رسید الغرض خان سطور ازین زیادہ تر اوصاف ہا دارد و ہموارہ بعبادت الٰہی و فدویت و جاں نثاری خداوند نعمت مصروف ست۵

چمن میں صبح جو اس جنگجو کا نام لیا		صبا نے تیغ کا موج رواں سے کام لیا

مصنف نظام اردو نے بھی اس واقعہ کو مختصر پیرائے میں اس طرح لکھا ہے :-

نواب مدن خان کو ۱۲۵۷ھ میں بادشاہ ناصر الدولہ بہادر کی پیشگاہ سے رستم دل خاں کا خطاب ملا رسالہ سواران و پیادگان و جمعیت عرب کے سردار تھے بڑے زبردست جری سپاہی واقعی رستم دل تھے ایک افغان نے انکے چہرہ پر اس زور سے خنجر مارا کہ اسکا دستہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں اور پھل انکے رخسارہ کے اندر گھسکر رہ گیا انھوں نے اسی وقت ایک ہی تلوار میں اس کا کام تمام کر دیا یہ خنجر ایسی بری طرح رخسارہ اور دانتوں میں گھس گیا تھا کہ شاہی جراح عاجز آگئے تھے اور اسکے نکالنے سے انکار کر دیا تھا آخر کار ڈاکٹروں نے تیزاب ڈال کر لوہے کو گلایا اور پھر چار دانت اوپر تلے کے کاٹے تب وہ ٹوٹا ہوا خنجر نکلا چھ روز تک یہ خنجر رخسارہ میں رہا اور اس بہادر کو سوائے ہنسنے کے اور کوئی رنج و غم نہ تھا۔ سُبحان اللہ جرأت خداداد ہوتی ہے بنانے سے نہیں بنتی انکی بہادری کا چرچا لندن تک پہنچا"۔

اگر یہ واقعہ مورخ گلزار آصفیہ کی چشمدید شہادت سے ثابت نہوتا تو اس کے وقوع کو عقل مشکل سے باور کرتی۔ یہ واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ ایک روز راجہ چندو لعل کے دربار میں مختلف سرداران افواج مثل عرب و قائم خانی و سندھی و افغان مہدوی و ناغرو مندزئی و روہلہ و بلوچ و دکنی و سکھ و راٹھور وغیرہ سب حاضر تھے

۵ کیونکہ نواب مدن خان بہادر کا بایاں ہاتھ کسی لڑائی میں بیکار ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے نواب صاحب نے مصنوعی ہاتھ چڑھوالیا تھا اور بوقت سواری گھوڑے کی باگ داہنے ہاتھ میں پکڑتے تھے۔ ۱۲ منہ

مہاراجہ چندو لعل نے کسی وقتی کامیابی کے لحاظ سے نواب مدن خاں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ سرکار کو قائم خانیوں کی فوج کی جوانمردی وقدامت اور وفاشعاری پر ہمیشہ سے اعتماد رہا ہے ایک مہدوی سردار فوج کو یہ تعریف ناگوار خاطر گذری اور کہا کہ قائم خانیوں کی وفاداری تو پانی کے بلبلے کی سی ہے اور جوانمردی کی یہ حالت ہے کہ اگر ان سے مقابلۃً ہم میں سے کسی کا نام لے دیا جائے تو لڑکھڑا جائیں گے مہاراجہ بہادر نے اسکے اس گستاخانہ کلام پر خاموشی سے نفرت ظاہر کی تاہم نواب مدن خان بغیر جواب دیئے نہ رہ سکے اور کہا کہ یہ تو ایک بزدلانہ حملہ ہے میں اس وقت یہ نہیں چاہتا کہ آداب دربار کا احترام زائل ہو مگر یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ قائم خانیوں میں سے ایک میں ہی ہوں تم میں سے میری تلوار کی تاب لانیوا آج تک مجھے کوئی نظر ہی نہیں آیا اور اب میں یہ کھلم کھلا چتاتا ہوں کہ اس کا امتحان اس وقت ہوگا جبکہ میں اور تم دونوں کسی ایک میدان کارزار میں دشمن کے مقابل ہونگے۔ چند دنوں کے بعد ایک ایسا ہی موقع پیش آیا اس وقت نواب مدن خاں نے اِنکو دلیرانہ للکار سے پیغام دیا کہ آج امتحان کا دن ہے تن تنہا فوج سے باہر آجاؤ جس طرح میں آچکا ہوں مہدوی سردار پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ خاموشی سے معافی مانگنی پڑی جب چندو لعل بہادر نے یہ سُنا تو فرمایا کہ وہ تو اس کی جاہلانہ مداخلت تھی تمہاری طرف سے ایسا نہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ اس میں خونریزی کا احتمال اور دشمن کا مفاد تھا نواب مدن خان نے ادب سے جواب دیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو دعویٰ بے دلیل رہجاتا اور وہ میری تاریخ میں بڑا داغ لگتا۔ نواب مدن خاں سیر چشم اور تاریخی یادگاروں کے قائم کرنے کے بہت شائق تھے انھوں نے اپنی سیر و تفریح کے لئے جہاں نما میں ایک باغ تیار کرایا اور اسکے بیرونی دروازہ کے روبرو غریب مسافرین کے ٹھیرنے کے لئے دو رویہ سنگ بستہ پلیٹھ حجرے تیار کرائے اور اندرون احاطہ باغ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جس پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

شکر صد شکر بفضل خداوند ایں عہد ہمایوں فرجام	خوش بنا ساختہ رستم دل خاں مسجد با شرف و اکرام
برلب چشمہ و در بی بی گنج	شدہ ایں سجدہ گہ خاص و عام ۱۲۷۵ھ

مذکورہ بالا احاطہ باغ کے اندر اسی وقت کی بنی ہوئی ایک باؤلی اور رہنے کے لئے

ایک پختہ عمارت اب تک موجود ہے اور باؤلی پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے ؎

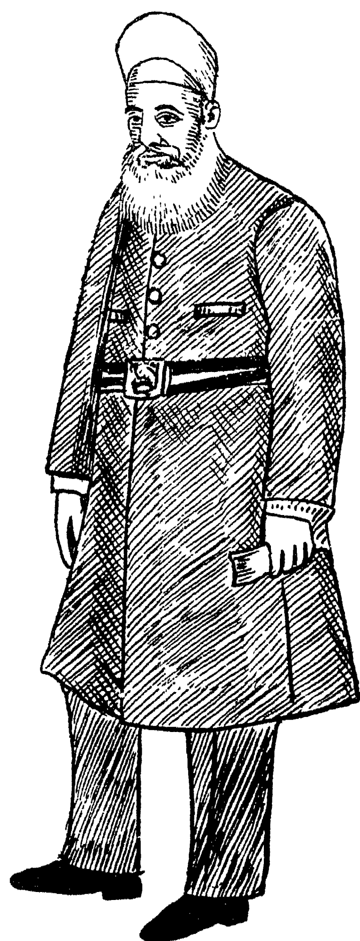
ساختہ ایں چاہ چو رستم دل خاں چشمۂ فیض ازل شد تاریخ	شد عیاں چشمۂ فیض باری باد ایں فیض چشمۂ جاری

نواب مدن خاں نہ صرف پرجوش محب وطن بلکہ مخلص فرزند وطن تھے ابتک انکے وطن شیخاواٹی راجپوتانے میں ان کی کئی یادگاریں نظر آتی ہیں حضرت ملا محمد شہرانی ؒ کی خانقاہ کے قریب کیڈ میں پختہ عمارات باؤلی کی تعمیر نواب مدن خاں کی سچی یادگار ہے اور سنہ ۱۲۷۶ھ میں جھنجھنوں میں ایک مسجد پیرزادوں کے محلے میں تیار کرائی اور اپنے وطن بھائی واڑ میں ایک وسیع پختہ سرائے بنوائی بامنواس میں بھی تعمیر مسجد کے لئے رقم بھجوائی تھی موجودہ مسجد کا سنگ بنیاد انہیں کی رقم سے رکھا گیا تھا اگر ان کی بھیجی ہوئی رقم پوری طرح صرف ہوتی تو اسی وقت مسجد کی تعمیر تمام ہو جاتی مگر تصرف رقم کی وجہ سے کچھ تعمیر ناتمام رہ گئی تھی نواب مدن خاں اپنے وطن کے راجاؤں کو ہمیشہ تحائف بھی بھیجتے رہے چنانچہ ایک ہاتھی راجہ شیونا تھ سنگھ والی کھیتڑی کو اور پھر سنہ ۱۸۶۲ء میں ایک ہاتھی ایک گھوڑا اور ایک مادیان و پارچہ جات قیمتی اور چند ہتھیار راجہ فتح سنگھ بہادر والی ریاست کھیتڑی کی خدمت میں بھیجے اور ایک ہاتھی ٹھاکر رتن سنگھ ٹھکانہ اودے پور کو بھیجا ہر ایک نے ان تحفوں کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا نواب مدن خاں کی فیاضی کا یہ واقعہ بھی نہایت دلچسپ ہے کہ ان کے وطن سے ایک جاٹ جوان کا بچپن کا دوست تھا حیدرآباد پہنچا اور ڈیوڑھی پر پہنچکر نواب کو اطلاع کرائی نواب مدن خاں ایک عالیشان عمارت میں اپنے دوستوں سے ضیافت طبع کے لئے ہمکلامی کے شغل میں تھے۔ جب خدمتگاروں نے اسکی اطلاع پہنچائی تو مسکراتے اور دوستوں سے کہا کہ آج میرا ایک دلی دوست بڑی منزلیں طے کرکے آیا ہے دوستوں نے بھی اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی نواب مدن خان نے خدمتگاروں کو حکم دیا کہ فوراً اسکو نہلاؤ پگڑی اور شال وغیرہ نئے کپڑے پہناکر یہاں لاؤ اسی طرح حمام اور

تبدیل لباس کے بعد وہ مدن خان کے روبرو لایا گیا۔ نواب مدن خاں ملکر بہت خوش ہوئے اور اپنے دوستوں سے تعارف کرایا کہ یہ میرے وطن کا چودھری ہے خصوصاً بچپن میں ہم اور یہ دونوں ٹیلوں میں کھیلا کرتے تھے وغیرہ چند روز کے بعد چودھری نے وطن جانے کی اجازت مانگی مدن خاں نے اس سے کہا کہ دوست تو مجھ سے کھُلے دل سے کہدے کہ کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ نواب مجھے دو ہزار روپے دیدیئے جائیں تو بہت کافی ہیں نواب مدن خان نے ہنسکر جواب دیا کہ بہت بیچارہ ہے بہرکیف اسکو اسکی خواہش سے زیادہ سرفراز کرکے وطن کو روانہ کیا اس بہادر اور فیاض نواب کو ۱۲ محرم ۱۲۸۳ھ میں ملک الموت نے بغلگیر کیا اور وہ اپنے ذاتی باغ جہاں نما میں مدفون ہوئے

اے اجل گرتن بے جان نہ کشش سیری	نہ توانی کہ نکونامیش ازیاد بری

اے کاش کہ اس وقت کوئی ایسا بھی خواہ قوم ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ نواب مدن خان کے روبرو قوم کی فلاح وصلاح کا نقشہ کھینچکر پیش کرتا اس میں شک نہیں کہ وہ بہادر اسکو عملی جامہ پہناتا جو آج اسکی یادگاروں میں نمایاں شان سے نظر آتا۔ نواب مدن خاں کے خانگی کاغذات میں درج ہے کہ ان کے اکلوتے فرزند کمال خاں بھی خطاب خانی وبہادری اور منصب یکہزاری سے سرفراز تھے جنھوں نے ۱۲۷۲ھ میں اپنے باپ کی زندگی ہی میں انتقال کیا نواب مدن خاں کے بعد جاگیر وغیرہ تمام داخل سرکار ہوگئی بعد ازاں صرف نواب کے بھتیجے قمرالدین خاں بمشاہرہ ایک سو بیس ۱۲۰ روپئے جمعداری پر مامور ہوئے اور باقی جائداد و دیوڑھی پر بھی قمرالدین خاں ہی قابض ومتصرف رہے قمرالدین خاں نے عمر طویل پائی اور ۱۳۴۳ھ میں انتقال کیا انکی قبر نواب مدن خاں کے قریب پختہ موجود ہے قمرالدین خاں جمعدار کے انتقال کے بعد انکے بھتیجے اور نواسوں میں وراثت کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا دیوڑھی پر تو نواسے پہلے ہی سے قابض تھے۔ اور قمرالدین خاں کی جمعداری پر بھی پنجہ مارنا چاہتے تھے مگر سرکار نے



عالی جناب نواب بشیر نواز جنگ معین یار الدولہ بہادر صوبہ دار مرحوم
(گورنر) سرکار نظام دکن ۔ حیاتی خانی

پنج ورثار کی رو سے قمر الدین خان کے بھتیجے محمود علی خاں کو ہی جمعداری کا حقدار ٹھہرایا
اور اس وقت محمود علی خاں جمعدار بہادر خاں کے بیٹے موجود ہیں افسوس ہے کہ نواب مدن خاں
کی ٹوٹی پھوٹی یادگار کو جو شکل عمارت موجود تھی قمر الدین خاں کے نواسوں نے حصے بخرے
کر کے اس عالی شان دیوڑھی کو جو متصل شکر کوٹھا تھی فروخت کر ڈالا اور اب اس دیوڑھی
پر خریدار قابض ہیں۔

ذکر غلام بہاؤ الدین خاں قائم خانی ملقب بہ نواب معین یار الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر

میں! اس نواب کے جد اعلیٰ محمد وزیر خاں بہادر کا ذکر اسی تاریخ کے پچھلے ورقوں
میں کر آیا ہوں وہ نظام سرکار عالی کی فوج کے معزز رسالدار تھے انکی تنخواہ ذات پانصد روپیہ
اور لوازمہ رسالداری میں زنجیر فیل ایک و نقارہ شتر ایک منزل میانہ مع چتر ایک و
جمعیت سواران یکصد تھی محمد وزیر خان نے علاوہ دیگر لڑائیوں کے کھرلہ کی جنگ میں
شریک ہو کر نمایاں حصہ لیا تھا محمد وزیر خان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند محمد مدن
خاں اسی عہدہ رسالداری پر مع لوازمات مذکورہ بالا مامور ہوئے محمد مدن خان بھی
اکثر لڑائیوں میں شریک رہے اور ہمیشہ سرکار آصفیہ کی خدمت گذاری میں ناموری
سے عمر بسر کی محمد مدن خان کی وفات کے بعد انکے فرزند محمد سوائی خاں آبائی
عہدہ رسالداری پر مامور ہوئے اور وہی اصلی لوازمات فیل میانہ چتر وغیرہ بدستور قدیم باقی
رہے محمد سوائی خاں بہادر نے بھی سلطنت کی اکثر مدافعتی لڑائیوں میں دلیرانہ حصہ لیا
خصوصاً انکی مرہٹوں اور پنڈاروں کے مقابلے کی معرکہ آرائیاں اہمیت رکھتی ہیں محمد سوائی
خان بہادر کی فوج کا مستقر خاص ضلع اورنگ آباد میں تھا اور خود بھی اورنگ آباد
ہی میں رہتے تھے انکی دیوڑھی[2] عالی شان محلہ قطب پورہ میں موجود ہے جس میں زنانے او

---

[1] یہ نواب احسان ہاتھی خانی گروہ سے تھے ۱۲ منہ

[2] یہ دیوڑھی نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے فرزند نواب غلام محی الدین خان کے قبضے میں ہے ۱۲ منہ

مردانے مکانات قدیم وضع پر بنے ہوئے ہیں ڈیوڑھی کا صدر دروازہ جانب شمال ہے
دروازہ میں جاتے وقت سیدھی طرف اوپر کی منزل پر چھوٹی سی مسجد بھی بنی ہوئی ہے
جو اس نیک نواب محمد سوائی خان نے تیار کرائی تھی انکے تمام مکانات کی وسعت جس
کے اندر گھوڑوں کا طویلہ بھی تھا۔ اندازاً پانچ بھیگہ یہ تمام زمین ہوگی انکے اندر مکان بنے
ہوئے تھے ان کے دھندلے نشانات کچھ معلوم ہوتے ہیں دروازے سے تیس گز کے
فاصلے پر مغرب رخ ایک باروت کا کوٹھا بنا ہوا تھا مگر اب منہدم ہوگیا ہے ایک پیتلی
توپ[لے] اور دو زنبورے اور اسی قسم کے ہتھیار ایک کوٹھے میں پڑے ہوئے ہیں۔ چند
سال پہلے دو لوہے کی توپ بھی یہاں موجود تھیں اب بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۹۱۴ء میں وہ
چوری گئیں ڈیوڑھی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد سوائی خاں بہادر کی بہت زیادہ
جائداد تھی۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ محمد سوائی خاں کے خاندان میں پہلے سے جاگیر بھی چلی آتی
تھی جو محمد سوائی خاں کے مرنے کے بعد صالح محمد خان ہاتھی خانی کے خاندان میں
چلی گئی اور انھوں نے غاصبانہ قبضہ کرلیا اس لئے کہ محمد سوائی خاں بہادر کے فرزند
کمسن رہ گئے تھے صالح محمد خاں کے خاندان کی جاگیر میں وہ بھی شامل ہوگئی محمد سوائی
خاں کی ڈیوڑھی سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر محمد سوائی خاں بہادر کے مرشد کا مزار ہے
مزار کے اطراف جالی بنی ہوئی ہے اور جالی کے دروازہ پر یہ قطعہ تحریر ہے ؎

حضرت شاہ کمال آں پیشوائے اہل حال — باحضور قلب گرداز حکم ایزد انتقال
سال تاریخ وفات اقدس او شد رقم — جنت الفردوس آمد موقف اہل کمال
۱۲۲۳ ہجری

حضرت کے مزار سے مشرق کی جانب محمد سوائی خان بہادر کا مزار ہے انکے
مزار پر بھی ایسی ہی جالی بنی ہوئی ہے جیسا کہ حضرت قبلہ مرشد شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے
مزار پر ہے جالی کے دروازہ پر یہ قطعہ تحریر ہے ؎

چوں سوائی خاں مرید شاہ کمال — رفت از دنیا سوئے باغ جناں

لے قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائی خان بہادر کے خاندان میں توپخانہ اور جتنے امیری لوازمات تھے
وہ سب موجود تھے مگر انکے دفتر سے کسی تاریخ و سنہ کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ لوازمات انکو کس زمانہ میں حاصل تھے ۱۲ منہ

گفت تاریخ وفات او خرد		مومن نادر زماں رفت از جہاں ۱۲۳۶ ہجری

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت قبلہ شاہ کمال علیہ الرحمۃ کا مزار اور جالی نواب محمد سوائی خان بہادر نے تیار کرائی تھی محمد سوائی خان بہادر کی جالی کے بازو سنگ بستہ چبوترہ پر دو زنانی قبریں ہیں، اور ایک مردانی چھوٹی قبر ہے اس میں سے ایک قبر نواب محمد سوائی خان بہادر کی صاحبزادی کی ہے جنکا انتقال ۱۲۷۰ھ میں ہوا اور دوسری قبر نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کی بڑی والدہ کی ہے جنھوں نے ۱۲۶۵ھ میں رحلت پائی تیسری مردانی قبر نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے صاحبزادے کی ہے جن کا نام معین الدین خاں تھا اس صاحبزادے نے دو سال کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں انتقال کیا جب نواب محمد سوائی خاں بہادر نے اس دار فانی سے رحلت کی تو انکے فرزند غلام قادر خاں و غلام محی الدین خاں کمسنی کے باعث ڈیوڑہی کی چار دیواری کے اندر ہی رہے جسکے باعث پریشان کن فضا پیدا ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں اس موروثی خدمت سے محروم ہوگئے جب وہ عالم شعور میں آئے تو ان میں اپنے آباؤ اجداد کی خدمات کا جذبہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس گئی ہوئی شاندار خدمت اور عظمت کے نشانات کی تلاش میں مشغول ہوگئے اور مہاراجہ چندو لعل بہادر کو آشنا کرایا کہ کیوں انکے لئے ان کی آبائی خدمات اور جد وجہد اور قدیم وفاداری پر مہر لگ گئی انجام کار مہاراجہ چندو لعل نے ان پر اپنی توجہ مبذول کی اور عہدہ رسالداری قدیم سے سرفراز کیا۔ لیکن سوء اتفاق سے وہ تخفیف کیفیت میں ملا یعنی جمعیت سواران چالیس زنجیر فیل یک نقارہ شتر یک چتر ومیانہ یک اور تنخواہ ذات تین سو روپے تاہم یہ انکی ترقی کی جدید تمہید اور سرفرازی کا نیا عنوان تھا جو غنیمت سمجھا گیا۔ غلام محی الدین خاں کے کوئی اولاد نہ تھی البتہ غلام قادر خان نے انتقال کے وقت نونہال اکلوتے فرزند غلام بہاؤ الدین خان کو اپنا جانشین چھوڑا غلام بہاؤ الدین خاں بھی اسی عہدہ رسالداری پر مامور رہوئے اب یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطنت نظام کے خارجی

---

۵۱ سوائے خان بہادر کے مقبرہ کی طرف یعنی مغرب میں سوائی خان کی صاحبزادی کی قبر ہے ۱۲ منہ

۵۲ . اور مشرقی رخ کی قبر نواب بشیر نواز جنگ کی بڑی والدہ کی ہے ۱۲ منہ

دشمن فنا ہو چکے تھے اور ملک کے اندرونی سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں تھیں جس سے عام طور پر خونخوار یورشوں اور فتنہ انگیز سورشوں کا خاتمہ ہوچکا تھا اور اب ان بہادروں کی نسلوں کو لئے جورات دن کمر بستہ اور بر سرپیکار رہا کرتے تھے امن و عافیت سے زندگی بسر کرنیکا موقع مل گیا تھا بایں ہمہ نظام سرکار عالی کا مقصد یہ تھا کہ ان جان بازوں کی اولاد تعلیم پائے اور بعد ازاں جلیل القدر خدمات پر ماموں ہوں اور انتظام سلطنت میں سرکار کا ہاتھ بٹائیں پس سرکار فیض آثار نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور خاصکر اس مدرسہ میں سرکار نے ان جانبازوں کے فرزندوں کو تعلیم پانے کا حکم صادر فرمایا اس حکم کی بنا پر غلام بہاؤالدین خان مدرسہ دار العلوم میں فارسی کی تعلیم پانے لگے جب وہ فارغ التحصیل ہوئے تو ان کو ۱۲۸۰ سنہ فصلی میں نواب میر تراب علی خاں مختار الملک سالار جنگ بہادر وزیر اعظم نے عہدہ دوم تعلقداری سے سرفراز فرمایا غلام بہاؤالدین خاں خدمت دوم تعلقداری کو تین سال تک انجام دیتے رہے اسکے بعد خدمت اول تعلقداری ضلع پر ترقی ملی ۱۳۰۵ سنہ ھ میں بعہد وزارت سر آسمانجاہ بہادر جشن سالگرہ مبارک حضور پر نور کی تقریب پر غلام بہاؤالدین خاں خطاب خانی وبہادری بشیر نواز جنگ اور منصب دو ہزاری ایک ہزار سوار و علم سے ممتاز ہوئے بعد ازاں ۱۳۰۸ سنہ ہجری میں نواب بشیر نواز جنگ بہادر ایک جلیل القدر عہدہ صوبہ داری ورنگل پر مشاہرہ ایک ہزار آٹھ سو روپے مامور ہوئے تاریخ بیجانگر سے واضح ہے کہ نواب ممدوح الشان نے ورنگل میں ایک وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے سرکار سے کثیر رقم کی منظوری حاصل کی اور اپنے زمانہ کارگذاری میں ہی مسجد کی تعمیر کرائی اور ایک بازار بھی آپ ہی کے زمانہ میں ہنٹوارے میں بسایا گیا جس کو بشیر بازار کہتے ہیں ۱۳۱۲ سنہ ھ میں ورنگل سے صوبیداری اورنگ آباد پر تبادلہ ہوا اور تقریباً بارہ سال تک خدمت صوبیداری اورنگ آباد کو لیاقت اور دیانتداری سے انجام دیتے رہے نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے ۱۳۱۵ سنہ ہجری مطابق ۱۳۰۷ سنہ فصلی سے پہلے ہی مکانات قلعہ ارک کی تعمیر و ترمیم کی تکمیل نہایت توجہ سے کرائی یہ عالمگیر اورنگ زیب کے محلات قدیم تھے جو بوسیدہ حالت میں پڑے ہوئے تھے اور انکی ترمیم کے لئے مختلف اوقات

میں مختلف تعداد کی رقوم کی سرکار سے منظوریاں حاصل کی گئیں جن کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار
سے زیادہ تھی قطع نظر اس کے نواب ممدوح الشان نے اورنگ آباد کی قدیم شکستہ
مساجد و منہدمہ باؤلیوں اور نہروں کی درستی میں اپنی مساعی جمیلہ کو پوری طرح صرف
کیا اولاً کالی مسجد کی جو ایک قدیم اور نہایت وسیع مسجد ہے ترمیم کرائی پھر قلعہ ارک کی مسجد
اور بعد ازاں مسجد مقبرہ رابعہ دورانی کی تعمیر و ترمیم میں دلچسپی سے حصہ لیا اورنگ آباد میں
بلیستی کے نام سے ایک قدیم نہر ہے جسکے استحکام مضبوطی و اجرا سے نصف رعایا اورنگ آباد
کی قسمت وابستہ چلی آتی ہے بہت عرصہ سے بے مرمت اور ابتر حالت میں پڑی تھی۔
نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے بلحاظ آرام و آسائش رعایا شہر اورنگ آباد ۱۳۰۵ فصلی
میں اس کی مرمت کا حکم دیا اور سرکار سے مختلف اوقات میں کئی ہزار رقوم کی منظوریاں حاصل
کیں یہ تمام ترمیمات بیدار مغز نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے عہد معدلت عہد کی دیرپا یادگار
رہینگی نواب غلام بہاؤ الدین خاں بہادر نہایت رحمدل اور غربا پرور تھے وہ جہاں کہیں
کارگذار رہے وہاں اپنی تدابیر مستحسن کے ذرائع سے رعایا کے واجبی اور ضروری حقوق
کی فراخدلی سے حفاظت کی آپ کے زمانہ قیام اورنگ آباد میں سخت قحط پڑا تھا جس کا
انتظام آپ نے بڑی لیاقت سے کیا سرکاری امداد کے علاوہ چندے سے بھی ایک بڑا
محتاج خانہ قائم کیا جس سے ہزاروں محتاجوں کو قحط کی آفت سے نجات ملی تھی نظام سرکار
عالی میں خاصکر صوبیداری اورنگ آباد کو دیگر تینوں اسمات کی صوبیداریوں سے زیادہ
امتیاز تھا اس وجہ سے کہ اورنگ آباد زمانہ گذشتہ میں شہنشاہ اورنگ زیب کا پایہ تخت
رہ چکا ہے یہاں کے افسر اعلیٰ صوبیدار کی شان و تجمل کے لوازمات میں چوبدار نقیب
وغیرہ شاہان مغلیہ کے دربار کی طرح متعین و مامور تھے نواب غلام بہاؤ الدین خان بہادر
بحکم آبان ۱۳۱۶ فصلی میں اورنگ آباد ہی سے وظیفہ پر علحدہ ہوئے اور سرکار سے بصلہ
حسن خدمت آٹھ سو پچاس روپے ماہانہ وظیفہ جاری ہوا اسکے بعد ۱۳۲۳ھ م ۱۳۱۳ فصلی میں
دربار جہاندار سے جشن چہل سالہ کی تقریب پر معین یاور الدولہ بہادر کا دوسرا خطاب
مع منصب سہ ہزاری دو ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے اگرچہ اُس وقت نواب

معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر عالم پیری میں تھے اور تقریباً (۳۵) سال تک مختلف
خدمات انجام دے چکے تھے باوجود اس کے انکی مستعدی میں سرمو فرق نہ آیا تھا آپ کو
۱۵ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹ آبان ۱۳۲۴ف فصلی میں اعلیٰ حضرت حضور پرنور میر عثمان علیخاں
جواں بخت تاجدار دکن نے کنگ کوٹھی میں باریاب دربار کر کے خلعت فاخرہ سے ممتاز
فرمایا اور دوسرے روز فرمان واجب الاذعان شرف نفاذ پایا کہ نواب غلام بہاؤ الدین
خان خزانہ صرف خاص کے افسر بنائے گئے وہ علاوہ وظیفہ آٹھ سو پچاس روپے ماہانہ
کے ہر ماہ سات سو روپے تنخواہ پاتے رہیں گے۔ اسکے بعد ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ
مطابق ۲ شہر یور ۱۳۲۵ف فصلی میں بتقریب جشن پنجسالہ حضور پرنور شاہ دکن میر عثمان علی خان
بہادر۔ نواب غلام بہاؤ الدین خان باریاب دربار جہانمدار ہوئے اور پیشگاہ خسروی سے
شہزادگان بلند اقبال حضور پرنور کے اتالیق ہونے کی خدمت سے سربلند ہوئے اور نواب
ممدوح الشان اس خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہوگئے پھر ۲ بہمن ۱۳۲۶ف فصلی
مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں پیشگاہ خسروی سے فرمان عطوفت نشان صادر ہوا کہ
نواب معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر محلات شاہی کے معتمد کئے گئے لیکن افسوس کہ
ان دنوں میں نواب غلام بہاؤ الدین خان بستر علالت پر تھے انجام کار ۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ
ہجری مطابق یکم فروری ۱۳۲۶ف فصلی میں نواب معین یاور الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر نے
بعمر ۶۵ سال جان جان آفرین کو سپرد کی آپ حضرت شاہ یوسف صاحب وحضرت شاہ
شریف صاحب کے احاطہ خانقاہ میں خاص گنبد سے جانب جنوب مدفون ہوئے تاریخ
دبدبہ نظام حصہ اول نمبر ۶ صوبیداران سرکار نظام میں آپ کے حالات حسب ذیل درج
ہیں۔

غلام بہاؤ الدین خان بشیر نواز جنگ بہادر اورنگ آباد کی ولادت ۱۲۷۰ھ میں ہوئی
آپ کا سلسلہ نسب نواب قائم خان بہادر وزیر اعظم محمد تغلق شہنشاہ دہلی تک پہنچتا ہے
آپ ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۲ خورداد کو اپنی موروثی خدمت رسالداری سے مع معاش وجاگیر
سرفراز ہوئے ۱۲۹۰ھ سے مختلف خدمات سرکار عالی کو نہایت خیر خواہی اور دیانتداری

سے انجام دیتے رہے ہیں ۱۳۰۷ھ سے صوبیداری اورنگ آباد کی معزز خدمت سے بشاہرہ یکہزار آٹھ سو حالی سرفراز ہیں"

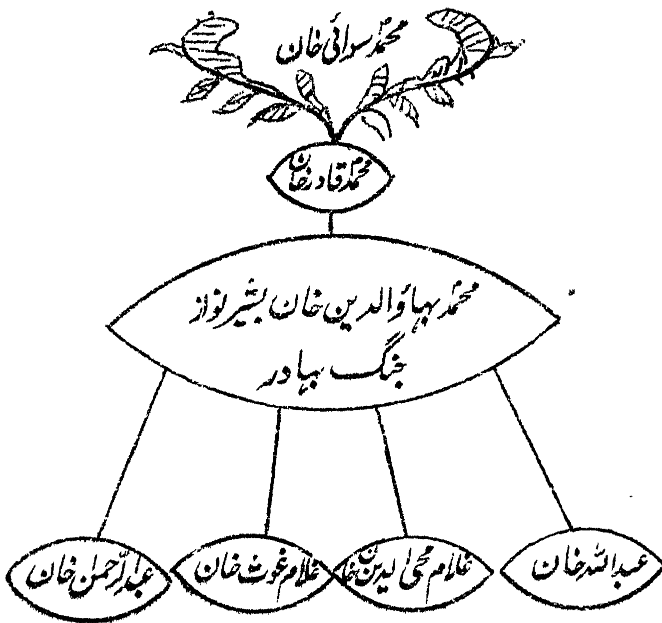
تزک محبوبیہ جلد دوم میں بھی آپ کے حالات حسب ذیل مذکور ہیں۔

بشیر نواز جنگ محمد بہاؤالدین خان بہادر

آپ کا اصلی نام غلام بہاؤالدین خان ہے آپ کے جد اعلیٰ محمد سوائی خان بہادر رسالدار (بعہد وزارت راجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر) جاگیرات منصب مع جمعیت سواران ڈنکہ نشان۔ نقارہ وغیرہ سے سرفراز تھے اور سلحداری کی خدمت تفویض تھی۔ آپ عربی اور فارسی میں لائق سیاق و سباق سے واقف ہیں ابتدائی ملازمت ۳ صفر ۱۲۹۰ھ سے مختلف عہدہائے سرکار عالی پر مامور تھے اب ۱۳ شعبان ۱۳۰۷ھ سے خدمت صوبیداری اورنگ آباد خجستہ بنیاد (جسکا جائزہ ۱۰ شوال ۱۳۱۲ھ) کو لیا گیا خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں سترہ سو روپیہ تنخواہ ملتی ہے گو اس وقت عمر ۵۲ سال کی ہے مگر نہایت مستعدی کے ساتھ خدمت مفوضہ ادا کرتے ہیں آپ ۱۳۰۵ھ میں (بعہد وزارت نواب سر آسمانجاہ مغفور) بتقریب جشن سالگرہ مبارک خطاب خانی و بہادری بشیر نواز جنگ بہادر اور منصب ۲ ہزاری ایک ہزار سوار و علم سے ممتاز و مفتخر ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے عبداللہ خاں غلام محی الدین خاں۔ غلام غوث خاں۔ عبدالرحمن خاں ہیں۔

آپ تعلیم عربی و فارسی کے ماہر ہیں اور نیک خلق پرہیزگار، فقیر دوست غریب پرور ہیں آپ کا دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہتا ہے آپکے ہاں جناب پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز شریف خصوصیت کے ساتھ پرتکلف ہوتی ہے۔ جس میں پوری ایک ماہ کی تنخواہ صرف ہوتی ہے۔ دوسرے نیازات بھی نہایت عمدگی سے ادا کرتے ہیں یہ آپ کے حسن اعتقاد کی بین دلیل ہے۔

۱؎ ۱۳۰۷ہجری میں آپ ورنگل میں صوبہ دار تھے ۱۲ منہ



اس کے بعد نواب سعین یار الدولہ بشیر نواز جنگ بہادر کے خصائل حمیدہ کی خوبصورت تصویر ہمارے سامنے آتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اسے آنیوالی نسلیں بھی دیکھ سکیں اور اس سے سبق حاصل کریں آپ کی طبیعت عقل و دانش سے معمور اور فہم و ادراک سے مالا مال تھی آپ طبعاً سخی اور مخیر تھے مہمان نوازی اور انسانی دلجوئی میں بے مثل تھے خاصان حق اور بزرگان دین کے کشف و کرامات کے بڑے معتقد تھے علماء اور شیوخ سے محبت رکھتے پنجگانہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہتے درویش صفت و کلاہ تتری دار کے مصداق تھے وضع کے پابند حلم و بردباری متانت و سنجیدگی کے ستون۔ خوش بیان عجیب شان کے جوان تھے۔ حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کے سینکڑوں اشعار زبانی انہیں یاد تھے کہ انکو بحث و تمحیص و پند و نصائح کے وقت برجستہ بولتے رہتے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلا مبالغہ آپ کی زندگی کا انحصار شیخ کے ان اشعار پر تھا ؎

کہ احسان کند کند دندان تیز		عدو را بجائے خسک زر بریز

دشمن کے راستہ میں کانٹے اور گوکھرو کی جگہ روپیہ بچھاؤ کیونکہ احسان ہی تیز دانتوں کو کند کردیتا ہے



جناب نواب عالم علی خان دلاور نواز جنگ بہادر دوارب خانی سپہ سالار افواج سرکار نظام

چو دستی نشاید گزیدن ببوس	بتدبیر شاید جہاں خورد ولوس
ترجمہ تدبیر اور خوشامد سے جہاں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے: جب (دشمن کا) ہاتھ تو دانت سے نہ کاٹ سکے تو اسکو) چوم لے ۵	
کہ اسفندیارش نجست از کمند	بتدبیر رستم درآید بہ بند
جیسے اسفندیار اس کی کمند سے نہ نکل سکا	ترجمہ۔ تدبیر سے رستم قید میں آجاتا ہے

آپ قوم کے مسن افراد سے نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ ملتے تھے اور ان سے حسب ونسب کی داستانیں سنا کرتے تھے قومی تعلقات کے برقرار رکھنے کے اصول کے دل سے پابند تھے قوم اور خاندان کے غریب آدمی سے بھی مساوات سے ملا کرتے تھے ملاقات کے وقت اپنی شان اور امارت کا مطلق خیال نہ لاتے تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اور ہیں دونوں ایک ہی صدف کے دو موتی ہیں آپ کے دسترخوان پر ہر وقت پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ آدمیوں سے کم نہوتے تھے الغرض آپ کی ذات ہر طرح مجموعہ صفات تھی:

ذکر نواب عالم علی خان قائم خانی المخاطب دلاور نواز جنگ بہادر ثانی

نواب محمد خان دلاور نواز جنگ اول نے جنکا ذکر صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے انتقال کے وقت دو فرزند عالم علی خاں وامجد علی خاں چھوڑے۔ نواب عالم علی خاں ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۷ھ اور امجد علی خاں[۵۱] ۱۶ رجمادی الاول سنہ ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے نواب محمد خاں کی وفات کے وقت عالم علی خاں کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۸ھ میں دربار گوہر بار افضل الدولہ بہادر تاجدار دکن سے فرمان واجب الاحترام صادر ہوا کہ جاگیر جو محمد خاں کی تنخواہ میں ہے داخل سرکاری جاوے اور بعوض جاگیر تنخواہ جمعیت ماہانا اکیس ہزار سات سو بانوے روپے مقرر کر دیئے جائیں اور ذاتی جاگیر پرگنہ ششتی

۵۱ انھوں نے ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۰ھ میں انتقال کیا اور رخانہ باغ میں مدفون ہوئے انکی شادی اپنے ماموں محمد بخش خاں جمعدار رسالہ خانی کی دختر سے ہوئی تھی اور یہ لاولد مرے ۵۲ جاگیر نواب عالم علی خان بعنوان انعام التمغا تھی ۱۲ منہ

مع بارہ دیہات کے جس کا محاصل ایک لاکھ روپے اور پچیس ہزار کی جاگیر پرگنہ جھنجوڑ عالم علی خاں کے تفویض ہو جو نسلاً بعد نسل عالم علی خاں کے خاندان میں منتقل ہوتی رہیگی علاوہ اسکے نواب عالم علی خاں ماہ بماہ دو ہزار تین۲ سو چھپیس روپے تنخواہ پاتے رہینگے مگر خطاب آبائی کی نسبت فرمان میں کوئی صراحت نہ تھی نواب عالم علی خان کے زمانہ طفولیت میں فوج جاگیر وغیرہ کا انتظام۔ انکی والدہ[۱] ماجدہ کے ہاتھ میں رہا انھوں نے باحسن الوجوہ حسب سابق انتظام کو برقرار رکھا اور چند نیک کاموں میں بھی حصہ لیا۔ چنانچہ جھنجھنوں میں حضرت قمر الدین شاہ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ پر سنہری کلس چھڑائے اور دالان[۲] کی عمارت جنوب رویہ خانقاہ کے دروازہ کے قریب بنوائی اور حیدرآباد میں اپنے محل کے روبرو ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا مادہ تاریخ یہ ہے۔

اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ لَارَیْبَ فِیْهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۱۲۸۶ھ

اب نواب عالم علی خاں[۳] عالم شباب میں آئے اور لاکھوں کی جائداد یعنی جاگیر و جمعیت و لوازمات نوبت عماری پالکی و میانہ جات و توپخانہ جات وغیرہ وغیرہ پر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہوئے اور خطاب کا شوق بھی دل میں پیدا ہوا جس کی کیفیت نقل حکم سر سالار جنگ نواب مختار الملک بہادر وزیر اعظم دکن سے واضح ہوتی ہے۔

مہربان شجاعت نشان عالم علی خان بہادر

حسب معروضہ آن مہربان برائے خطاب وقتیکہ بدیگر تجویز خطاب خواہد شد لحاظ ایشان ہم خواہد ماند و شد موضع متن چڑ عرف جھنجوڑ پرگنہ جھجولی کہ بنام آیدار خان[۱۲] است و تصفیہ ایشان بقرار داد سہ صد و پنجاہ روپیہ ماہوار گردیدہ بنام فرزند ایشان ہم دستخط خواہد شد و رسید ہشت لک روپیہ جہاندرام پورن مل ساہوکی ایشان ویروزہ بالمشافہ حوالہ ایشان شد زیادہ چہ بقلم آید المرقوم ششم ماہ ربیع الاول ۱۲۸۸ھ نواب محمد خان کے انتقال کے تقریباً

---

[۱] انکا نام مہتاب بیگم تھا اور جمعدار شہامت خاں ہاتھی خانی کی دختر تھیں انھوں نے ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور اپنے خانہ باغ میں مدفون ہوئیں ۱۲ منہ

[۲] یہ دالان گوشہ مشرق و جنوب میں ہے اور اسکے تینوں دروازے شمال میں ہیں ۱۲ منہ

[۳] یہ نواب محمد خاں کے بڑے فرزند تھے مگر خاندان کی بیوی سے نہ تھے اسی لئے عالم علی خاں جانشین ہوئے ۱۲ منہ

پندرہ سال بعد سرکار سے ۱۲۹۱ھ میں عالم علی خاں کو نواب دلاور نواز جنگ بہادر کا خطاب مرحمت ہوا تزک محبوبیہ جلد اول سے واضح ہے کہ نواب عالم علی خاں کو یہ خطاب بتقریب جلوس سواری پادشاہ میر محبوب علی خاں بہادر مرحمت ہوا تھا مصنف تزک محبوبیہ جلد اول نے اس سواری جلوس شاہی کی کیفیت کو یوں سپرد قلم کیا ہے۔

بادشاہ میر محبوب علیخان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک مظفر الممالک آصف جاہ کی سواری جلوس ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ئہ میں بڑی شان اور تجمل شاہانہ کے ساتھ خلوت مبارک سے آصف نگر کے باغ میں رونق افروز ہوئی جلوس میں تمام فوج رواں تھی اور پیادوں کی کثرت سے راستہ ملنا دشوار تھا دو رویہ سڑکوں اور بنگلوں پر تماش بینوں کا ہجوم تھا تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ ہجوم میں سے ایک پر ایک گرا جاتا تھا ارکان دربار شاہی کے جمگھٹ اعلیحضرت کی زرد عماری تھی خواصی میں نواب مختار الملک اور نواب عمدۃ الملک بہادر بیٹھے ہوئے تھے روپیہ اور اشرفیاں غربا کو خیرات دی جارہی تھی نہایت تزک طمطراق شاہی کے ساتھ ہمارے آقائے ولی نعمت اعلیٰ حضرت عماری میں رونق افروز تھے سواری شاہانہ کا پورا پورا سماں بندھا تھا پچھلے شاہان دہلی وغیرہ کی سواری کے حالات جو تواریخ میں دیکھے اور سُنے تھے وہ نمونہ آج پیش نظر تھا جسوقت سواری مبارک گوشہ محل کے قریب آئی تھی تمام فوجیں باقاعدہ سلامی کے لئے دو رویہ اِستادہ تھیں میر عسکر سلطانی نے آئین فوجی کے ساتھ سلامی ادا کی (۲۱) ضرب اتواپ توپخانہ شاہی سے سلامی سر ہوئیں سب کی زبانوں پر از دیاد دولت اور اقبال کی دعائیں بلند تھیں قریب شام کے سواری مبارک مراجعت فرمائے بلدہ ہوئی اسی سال ہر ربیع الثانی کو محمد عنایت حسین خان بہادر پیشگاہ اعلحضرت سے کوتوالی بلدہ کے عہدہ پر مامور ہوئے اور جشن سالگرہ کی مبارک تقریب میں امراء کو حسب ذیل خطاب سے سرفراز کیا گیا محمد فضل الدین خان بہادر کو سکندر جنگ اقبال الدولہ۔ محمد حفیظ الدین خاں کو ظفر جنگ بہادر اور فیض الدین خاں کو امام جنگ بہادر محمد عالم علیخان کو دلاور نواز جنگ بہادر اسیطرح

چھبیس[۲۶] امرا کو خطابات عطا ہوتے تھے اس سرفرازی خطاب کے بعد جبکہ نواب عالم علیخاں نے خود مختاری کے ساتھ زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو خاندان اور قوم نے اس دور جدیدہ کے آغاز کو خوش آیند سمجھا اور امید بندھ گئی تھی کہ باپ کی جائداد اور ناموری کو جو بمنزلہ ایک ریاست اور رئیس کے ہے مستقل بنیاد کے ساتھ قائم کرینگے اس دور جدید کا آغاز ایسے مبارک وقت میں ہوا کہ ملک میں اس سرے سے اس سرے تک امن و امان کی لہریں موجیں مار ہی تھیں غارتگروں اور باغیوں کے نقارے اوندھے ہو گئے تھے جہاں بندوقیں اور تلواریں چلتی تھیں وہاں حکّام عدالت کے اجلاس ہوتے تھے جدال و قتال کی معرکہ آرائیاں محض داستانیں اور افسانہ بنکر رہ گئی تھیں تیر و تفنگ کے بجائے قانونی تازیانے چلنے لگے تھے حاکم و محکوم ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر انصاف کے خواہاں ہوتے تھے شجاعت اور جوانمردی کے جوہر عجز و انکساری سے مبدل ہو گئے تھے بہرحال سرکار عالی کے ملک اور دار السلطنت میں رزمیہ مرقع یکسر بدل گیا اور اس میں انقلاب عظیم اور بعید تغیر ہو چکا تھا۔ اس پر امن زمانہ میں بھی نواب عالم علیخاں اس نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہے کہ انکے باپ کس جانفشانی سے اس مرتبے پر پہنچے تھے جو انکو ملا تھا اور وہ کس قوم کے تھے اہل خاندان اور قوم کے حقوق ان پر کیا تھے بعضوں نے ہزاروں جانوںکی قربانی کی تھی باوجودیکہ اس راز کے معلوم کرنے کے لیے ان کی شادی بھی انہی کے خاندان میں عمزاد بھائی رنجبت خاں کی دختر[۵] سے راجپوتانہ میں کی گئی تھی مدبروں کا قول ہے کہ ہر امیر و غریب کے لئے اس کا گھر اسکی سلطنت ہے اس کے کاروبار چلانے کے لئے میاں بادشاہ اور بیوی وزیر ہوتی ہے۔ سچ ہے ؎

زن خوب فرمان بر پارسا	کند مرد درویش را بادشا

(اچھی فرمانبردار نیک بیوی فقیر مرد کو بھی بادشاہ بنا دیتی ہے)

[۵] اس زیب النسا بیگم نے اٹھتر سال کی عمر میں نواب عالم علیخاں کے مرنے کے تیس[۳۰] برس بعد ۲ھ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں انتقال کیا اور اپنے خانہ باغ میں نواب عالم علیخاں کے برابر مغرب کی سمت مدفون ہوئیں۔ ان بیگم صاحبہ نے دو حج بھی کئے تھے اور انکے نام تحتہ صد روپیہ وظیفہ ماہانہ سرکار سے جاری تھا۔ ۱۲ منہ

پس لاکھوں کی دولت کا گھر تو ریاست ہی ہے نواب عالم علی خاں نے سب سے پہلے جو کام کئے وہ مسرت وشادمانی اور عیش وطرب کے سامان تھے راگ ورنگ میں پڑ گئے انکی محفل گویوں قوّالوں بھانڈو مسخروں اور خود غرضوں سے گرم رہنے لگی۔ اس میں لاکھوں کی دولت صرف ہوئی۔ نواب کو قوم کے بہادروں سے نفرت ہونے لگی۔ اس سبب سے کہ وہ انکی برائیوں کا خاکہ کھینچتے اور ان کو نصیحت کرتے تھے اور وہ اپنے آپ کو پائیداری کی دیوار آہنی بتلاتے تھے نواب نے چاہا کہ اس دیوار کو مسمار کر دوں تاکہ کھلے بندوں جدھر چاہوں پھروں اور جو چاہوں کروں کوئی انگشت نمائی اور روک ٹوک کرنیوالا نہ رہے رفتہ رفتہ قوم کے بہی خواں لوگ علیحدہ ہو گئے اور نواب سے نفرت کرنے لگے۔ بتاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ میں خاتون خاندان کے بطن سے فرزند تولد ہوا جنکا نام تہور علی خاں رکھا گیا۔ ۲۹ شعبان ۱۲۸۸ھ میں بسم اللہ خوانی کی تقریب اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی نواب مختار الملک بہادر وزیر دکن بھی شریک جلسہ ہوئے تھے اسی تاریخ میں چھ ہزار سالانہ کی جاگیر بنام موجوده تہور علی خاں کو سرکار سے عطا ہوئی تھی ۱۳۰۱ھ ہجری میں نواب کے دل میں یہ مسئلہ زیر غور ہوا کہ تہور علی خاں کی شادی خاندان میں ہو یا امراء حیدرآباد میں ستارہ گردش میں تھا کہ نواب کو خاندان اور قوم سے نفرت تو پہلے ہی سے ہو چکی تھی اور بربادی اس کی منتظر تھی کہ خاندان سے قطع تعلق ہو اور وہ اپنا تسلط کرے آخرکار تاریخ ۲۶ شعبان ۱۳۰۱ھ میں تہور علی خاں کی شادی[۱] نواب نصیر جنگ بہادر اولیٰ کے خاندان میں ہوئی اور یہ قومی پابندی کی خلاف ورزی کی ایک نادر مثال تھی اور اب نواب قوم سے اتنی دور ہو گئے تھے کہ گویا وہ بجائے کرہ زمین کے چاند میں رہتے تھے سب سے بڑا یہی واقعہ ہے جو ان کی بربادی کا باعث ہوا شادی میں نواب عماد السلطنۃ میر لائق علیخاں بہادر وزیر دکن بھی شریک ہوئے تھے شادی کی

---

[۱] نواب تہور علیخاں کی بیگم صاحبہ کا خاندانی سلسلہ حضرت سید حسن رسول نما علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے جو ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں حضرت کا مزار دہلی میں ہے ۱۲ منہ

تیسرے روز ہی نواب تہور علی خاں بستر علالت پر پڑ گئے اور نویں مہینے ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور خانہ باغ میں مدفون ہوئے اسکے بعد نواب نصیر جنگ بہادر کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ نواب لاولد رہ گیا ہے انکے مرنیکے بعد تمام جائداد ان ہی کے قبضہ میں آجائیگی نواب کو اپنا ہمراز کرلیا اور نواب ان ہی کے راگ گانے لگے انھوں نے جو چاہا کرایا اور نواب بیٹے کے رنج و غم کو بھول گئے تھے اور اپنی ہی شادیوں کے انتظام میں پڑ گئے تھے تہور علی خاں لخت جگر کے مرنے کے بعد نواب نے اپنی دس شادیاں کیں اور ان جدید شغلوں کا اثر نواب پر یہ بھی پڑا کہ وہ حُسن پرست بن گئے تھے بیگمات کے مہر میں ہزاروں روپیہ باندھے گئے کسی کے مہر میں ڈیوڑھی اور کسی کے عقد نامہ میں مکانات لکھے گئے یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ طرح

۵ رات دن چکر میں ہیں سات آسماں	ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

مرنے سے پہلے ہی نواب اپنی شادی کی تیاری میں منہمک تھے اور جہیز تیار ہو رہا تھا۔ حسن پرست نواب کی یہ شادی نواب کرنول کے خاندان میں ہونے والی تھی مگر قضائے عجلت کی اور شادی کی تکمیل ناتمام رہی آخر کار عالم علی خاں ۲، ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۸۹۸ء روز چہارشنبہ کو راہی ملک بقا ہوئے اور پسماندوں کے لئے سات لاکھ کا قرض چھوڑ گئے یہ سب دنیا بے وفا کے لئے ہوا آسمان نے دیکھا اور زمین نے سُنا کسی شاعر نے نواب کی وفات کی تاریخ اشعار ذیل میں نکالی ہے۔ ۵

افلاک نے کہاں کے ستم ہم پہ ڈھائے اب	بیٹھے بٹھائے بہنتوں کو کیسے لائے اب
دُنیا سے جاکے آج دلاور نواز جنگ	دیکھو نثار حلقہ بخشش میں آئے اب ۱۳۱۶

ماہ شوال ۱۲۹۵ ہجری میں نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ نے حج کے ارادہ سے عرب کا سفر کیا اس حج میں انکے ساتھ انکی بیگم زیب النساء صاحبہ بھی ہمراہ تھیں اور دوسرے بیس آدمی اور بھی ہمراہی گئے تھے مگر مردوں میں قائم خانی ایک بھی نہ تھا۔ اسی سفر میں آپ مصر بھی تشریف لے گئے تھے سمت ۱۹۳۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۸ء

لہ اندرون شہر اپنے خانہ باغ میں جو متصل تکیہ اکمل شاہ ہے مدفون ہوئے اور ایک سنگ بستہ چبوترہ پر پختہ قبر بنی ہوئی ہے اسی چبوترہ کے اوپر مشرق رُخ دو قبور اور ہیں ایک نواب کی ہمشیرہ ہمت بانو کی دوسری فیض محمد خاں کی ہے جو نواب کے عزیزوں میں اسمٰعیل خاں کے فرزند تھے جنکا انتقال ۱۳ محرم ۱۳۱۷ھ میں ہوا ۱۲ منہ

[illegible]

میں بغرض زیارت اجمیر بھی گئے تھے اجمیر شریف کے دوران سفر میں نواب کا جے پور[۵]
تک بھی سفر ہوا تھا وہاں کے اکثر سرداران شیخاواٹی راجپوتانہ سے ملاقات ہوئی اور
خصوصاً راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی سے نہایت دوستانہ ملاقات رہی بعد
معاودت نواب نے تین کیپ نسل کی قیمتی گھوڑیاں راجہ اجیت سنگھ بہادر کو بھجوائی
تھیں ۱۳۱۳ھ میں نواب صاحب پھر دوبارہ بغرض زیارت اجمیر شریف گئے اور خانقاہ
والا جاہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ میں ایک دیگ بھی تیار کرائی خانقاہ کی موجودہ نصب
شدہ دیگوں میں سے بڑی دیگ نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر کے لطف ارادت اور دوسری دیگ
نواب عالم علیخاں کے حسن عقیدت کا نتیجہ ہے جس پر نواب دلاور نواز جنگ امیر دکن کندہ ہے ۹ محرم ۱۳۱۴ھ مطابق
سمت ۱۹۵۲ بکرمی راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی بھی حیدر آباد آئے وہز ہائنس مہاراجہ دھراج
ناہر سنگھ بہادر والی شاہ پور میواڑ و مہاراجہ دھراج بہادر کے دونوں مہاراج کنوار بڑے
مہاراج کنوار امید سنگھ بہادر کی شادی اسوقت راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی
کی بائی صاحبہ سے ہوگئی تھی یہ بھی حیدر آباد آئے اور نواب عالم علی خاں دلاور نواز
جنگ بہادر کے مہمان رہے اور دس روز قیام رہا اور حیدر آباد کے مشہور مقامات
کی سیر و تفریح فرمائی جس طرح بعہدہ وزارت راجہ چندو لال بہادر نواب محمد خاں کو
بکار سرکار فارسی میں شجاعت و تہور دستگاہ القاب لکھا جاتا تھا اور نواب عالم علیخاں سے
بھی جو پُر خانہ مراسلات ہوتی تھی اسکے سرنامہ پر مختار الملک بہادر بدستخط خاص مہربان شجاعت
نشان لکھا جاتا تھا اور دیگر اعزاز و مراتب و مناصب بدستور سابق بحال رہے دعوت
وضیافت کے موقع پر جو رقعے مطبوعہ آیا کرتے تھے ان میں سے ایک رقعہ کی نقل بھی
درج ذیل کیجاتی ہے۔

از طرف سرکار عالی

راجہ نریندر و میر لائق علی خاں امید دارند
کہ در جلسہ دعوت صاحب عالی شان مسٹر کارڈری صاحب بہادر دام اشفاقہ،

---

[۵] جے پور میں نواب صاحب صفدر خان رسالدار کی حویلی میں مقیم رہے ۱۲ منہ

عالم علی خان بہادر

بروز چہارشنبہ ہشتم شہر رجب المرجب ۱۳۳۱ھ مقام باغ عامہ ساعت ہشت شام شریک خواہند شد

تزک محبوبیہ جلد دوم صفحہ (۱۸۹) دفتر اول ردیف (د) کا اقتباس حسب ذیل ہے۔
دلاور نواز جنگ محمد عالم علی خان بہادر۔ آپ کا اصلی نام محمد عالم علیخاں تھا۔ آپ محمد خاں قائم خانی[1] المخاطب دلاور نواز جنگ اولی کے خلف ارجمند تھے ابتداً محمد خاں قائم خانی ملک راجپوتانہ میں علاقہ جے پور شیخاواٹی قصبہ جھنجھنوں سے وارد ناگپور ہوئے وہاں چند روز نہایت عزت و آبرو سے بسر کر کے بلدہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد آئے بقول صاحب گلزار آصفیہ یہاں انھوں نے چند دن تجارت میں گذارے بعد ازاں بعہد نواب سکندر جاہ بہادر حیدرآباد دکن تشریف لائے وہ زمانہ مہاراجہ چندو لال بہادر کی وزارت کا تھا جہاں انھوں نے رسائی پیدا کر کے اولاً تنخواہ ذات اور دس سوار

[1] یہ قوم دراصل چوہان راجپوت ہے جس کا سلسلہ نسب مہاراجہ پرتھی راج راجہ دہلی و اجمیر سے ملتا ہے اسی قوم کے مورث اعلی نواب قائم خان خلف موٹے رائے فرمانروائے ددریرہ ہیں۔ اور نواب قائم خاں فیروز شاہ بادشاہ کے اعلیٰ اور ممتاز اراکین میں سے تھے ۷۶۰ھ ہجری میں منجانب شاہ دہلی مع خطاب خان جہانی صوبہ حصار فیروزہ کی حکومت ان کے سپرد ہوئی پھر بزمانہ محمود شاہ تغلق خضر خاں کے مقابلہ میں تاریخ ۲۰ رجادی الاول میں کام آئے نواب قائم خاں خان جہاں کی وفات کے بعد ان کے فرزندان محمد خاں و تاج خاں نے جھنجھنوں و فتح پور میں خودمختار ریاستیں قائم کیں بادشاہان مغلیہ سے ہمیشہ ان کا ربط و ضبط و اتحاد رہا جھنجھنوں اور فتح پور کی ریاستیں قائم خانیوں کے ہاتھ سے نکلکر شیخاوٹ راجپوتوں کے قبضہ میں آئیں جو اب تک حکمران ہیں اب بھی زیادہ تر اس ملک شیخاواٹی میں قائم خانی آباد ہیں جہاں انکی جاگیرات بھی ہیں اور انکے حکمرانوں کی نظروں میں انکی بہت عزت و وقعت ہے اور بیاہ شادی کا راہ و رسم جاری ہیں نواب محمد خاں نواب قائم خان آنجہانی کی سولھویں پشت میں ہوتے ہیں ۱۲ منہ

ہمراہی کے ساتھ سراسری میں ملازم ہوئے چونکہ یہ ایک لائق اور تجربہ کار ہوشیار
شخص تھے تھوڑے ہی دنوں میں ترقی کر گئے محمد خاں کو پہلے پہل نواب سعد اللہ خاں
قائم خانی کا کارخانہ بوجہ لاوارث ہونے کے تفویض کیا گیا اور بزمانہ بادشاہ ناصر الدولہ بہادر
درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے آخیر تک سات سو پچاس جمعیت سواران سوعرب
سوا کھور گیارہ زنجیر فیل گیارہ منزل پالکی چار ضرب توپ دو نقارہ و دو نقارہ شتر
نوبت و عماری لوازمہ بھالا برداران و چھتر و آفتاب گیری و گھڑیال و علم تنخواہ ذات
دو ہزار تین سو پچیس جاگیر ذات محاصل سالانہ ایک لاکھ روپیہ جاگیر نوبت بارہ ہزار
خطاب نواب دلاور نواز جنگ سے مباہی و مفتخر ہوئے آپ پولیٹکل معاملات میں
بھی مدبران سلطنت کے ہمیشہ ہم صلاح و ہم مشورہ رہتے تھے آپ کی صاحبزادی
کی شادی ۱۲۶۳ھ میں ہوئی اس وقت نواب سراج الملک بہادر آپ کے یہاں
تشریف لائے تھے آپ کی فوج نے اضلاع میں اکثر کارہائے نمایاں کئے
ہیں چنانچہ ۱۲۶۹ھ ہجری میں بمقام جالنہ ہزاروں روہیل جمع ہو کر ملک کو تاخت و
تاراج کر رہے تھے جس کی سرکوبی آپ ہی کے ماتحت قوم کے ہاتھوں ہوئی اور
آپ شجاعت و سخاوت میں بے مثل تھے چونکہ آپ اپنے خویش و اقارب پر نظر عنایت
رکھتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے آپ کے برادرزادگان مسمیان قمرالدین خان بڑے میاں
رنجیت خاں کے نام چھوٹے چھوٹے کارخانہ جو اسی جمعیت میں شامل تھے کرادیئے
گئے تھے دیوانی فوج میں آپ کا جلوس سب سے اول رہتا تھا آپ کے
فرزند خلف اکبر محمد عالم علی خاں (جنکا نام زیب دہ عنوان ہے) دوسرے
فرزند امجد علی خاں تھے جنھوں نے ۱۲۸۸ھ میں لاولد انتقال کیا نواب عالم علیخاں
کے ایک ہی صاحبزادہ تھا جنکا نام تہور علی خاں رکھا گیا۔ جن کی بسم اللہ خوانی
۱۲۸۹ھ میں ہوئی بسم اللہ خوانی کے موقع پر نواب مختار الملک بہادر وزیر دکن
تشریف لائے اور پانچ ہزار کی جاگیر تہور علی خان کو عطا فرمائی آپ نے اپنے
اکلوتے فرزند کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی جسمیں نواب میر لائق علیخاں بہادر

عماد السلطنة مدار المہام وقت نے تشریف لاکر آپ کی عزت افزائی فرمائی ۱۳۰۵ھ میں آپ کو اپنی جاگیرات میں دیوانی پانچ ہزار روپئے اور مقدمات فوجداری مجسٹریٹ درجہ اول کے اقتدارات بھی سرکار سے عطا ہوئے تھے آپ انتہا درجہ کے سخی و شجاع و دلیر تھے آپ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اکثر گھوڑ دوڑ کے موقعوں پر انگریزوں سے شرطیں لگایا کرتے تھے محنت وجفاکشی میں بھی آپ اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اس کے ساتھ کسی قدر عیش پسند بھی تھے۔ اور اب مرحوم کی جائداد و جاگیرات و کارخانہ زیر نگرانی سرکار رہے"

نواب کو اپنی جاگیر میں[۵۱] مقدمات فوجداری و دیوانی کے فیصل کرنے کے لئے مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات بھی حاصل تھے بہرکیف نواب عالم علی خاں کے آبائی حقوق سرکار کے پیش نظر تھے اگر نواب اپنی زندگی میں چاہتے تو یہ فیاض[۵۲] سرکار عالی نواب کے خاندان سے کسی قریب کے یحدی وارث کو جانشین بنا دیتی اور یہ

---

[۵۱] تفصیل جاگیر حسب ذیل ہے۔ (۱) ستی (۲) موضع پالودہ نصف (۳) موضع کھاندوی (۴) موضع دیولا (۵) موضع پاپے گاؤں (۶) موضع رانی وائی گاؤں واقع تعلقہ پاتری ضلع پربھنی صوبہ اورنگ آباد (۷) موضع واہی گاؤں (۸) موضع سنگولہ (۹) موضع جیڑ گاؤں (۱۰) موضع ڈوبھارہ (۱۱) موضع ناندرہ (۱۲) موضع ڈگرس بزرگ (۱۳) موضع ڈگرس خورد (۱۴) موضع کنولہ علاقہ تعلقہ اورنگ آباد (۱۵) موضع اڑگاؤں علاقہ تعلقہ اورنگ آباد (۱۶) موضع چمن چور واقع تعلقہ گلبرگہ اس چمن چور کی سند تہور علی خاں کے نام ہوئی۔ (۱۷) موضع مگنود علاقہ تعلقہ سیڑم ضلع گلبرگہ (۱۸) موضع ترن پلی علاقہ تعلقہ سیڑم ضلع گلبرگہ (۱۹) موضع روہنا ضلع پربھنی (۲۰) موضع کندہاری ضلع پربھنی (۲۱) موضع سکونہ ضلع اورنگ آباد (۲۲) موضع ولولہ تعلقہ سیڑم (۲۳) موضع رامچندر پور مقطعہ تعلقہ و ضلع محبوب نگر

[۵۲] جب جاگیر وغیرہ زیر نگرانی سرکار کورٹ آف وارڈ رہی اور ماہ خورداد ۱۳۰۹ف فصلی مطابق ۱۳۱۸ھ میں بیگمات کی تنخواہ مبلغ ایکہزار تین سو سات روپے ماہانہ مقرر ہوئی اور ۱۳۱۷ف فصلی میں جاگیر شریک ۱۳۱۲ھ کی گئی اور کارخانہ گھوڑے وغیرہ سب داخل سرکار ہو گئے۔ ذیل میں مہروں کی نقول اور نشان دیا جاتا ہے جو جاگیرات و کارخانہ نواب عالم علیخاں دلاور نواز جنگ بہادر سے متعلق ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۴۹ پر ملاحظہ ہو)

تمام جاگیر و مناصب علی حالہ قائم رکھتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے یہ خیال کر لیا تھا کہ انکے مرنے کے بعد وارثوں کی خوشی اسکے مصداق ہوگی۔ ع

معشوق بنام من و کار دیگراں است   چوں غرہ شوال کہ عید رمضان است

اگرچہ کچھ دنوں بعد ورثا میں سے ایک شخصیت بنام محمد فرید خاں جیسی موجود تھی کہ اگر نواب چاہتے تو اپنا جانشین کر سکتے تھے اور کارخانہ و جائداد وغیرہ کی اجرائی بحین حیات ہو سکتی تھی اور جو مضرت انگیز نتائج نواب کے پس از مرگ منتج ہوئے وہ واقع نہ ہوتے چونکہ ستارہ نحوست میں تھا اس لئے بخت نامساعد نے اس سے باز رکھا جبکہ سنہ ۱۳۱۴ھ میں راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی حیدرآباد دکن رونق افروز ہو کر نواب کے یہاں فروکش ہوئے تو ممدوح الشان نے دوران ملاقات میں یہ تذکرہ بھی کیا کہ اگر آپ فرید خاں کو جو آپ کے عزیز و اقارب میں ہیں اپنا جانشین فرماویں یا کم از کم آپ اپنے پاس رکھیں تو بہتر اور مناسب ہے کیونکہ خود ہمارے یہاں یہ آئین و دستور ہے کہ لاولدی کی صورت میں اپنے قریب کے وارثوں میں سے کسی ایک کو متبنیٰ کر لیا جاتا ہے اس کا جواب

(بقیہ صفحہ ۴۸)

سنہ ۱۳۱۳ھ
نواب دلاور نواز جنگ بہادر
نائب بخشی علاقہ
مہر کچہری

سنہ ۱۳۱۳ھ
دلاور نواز جنگ بہادر
نواب عالم علی خاں
مہر صدر محکمہ جاگیرات علاقہ

سنہ ۱۳۰۶ھ
نواب دلاور نواز جنگ
بہادر
مہر کارخانہ

ع ۵
جاگیر نواب دلاور نواز جنگ بہادر
ناظم عدالت بخشی
مہر کچہری مددگار

ع ۵ مہر کا سنہ نہیں معلوم ہوتا مراسلہ کا سنہ دیا جاتا ہے ۱۳۱۵ھ م ۱۳۰۶ف فصلی نواب عالم علیخاں کا جلوس دیوانی فوج میں سب سے اول رہتا تھا ۱۲ سنہ

مخفی نہ رہے کہ نواب محمد خاں کی نسل میں صرف ایک نواسہ اعظم علیخاں باقی رہے اور انھوں نے نواب عالم علیخاں کے مقابلہ میں ترکہ کی بابت دعویٰ کیا اور انکے مرنیکے بعد بھی اسکے مدعی رہے مگر بر موقع پر ناکامیابی رہی عمر طویل پائی سنہ ۱۳۴۳ ہجری میں لاولد فوت ہوئے ۱۲ سنہ

نواب نے اثبات میں دیا اور کہا کہ خود میرا خیال ایسا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ وعدہ ایفا نہوا اور رشتہ داروں کے آبائی و موروثی حقوق ضائع ہوگئے اور وہ جائداد جو بہ مشقت حاصل کی گئی تھی اور جس کے لئے نواب کے پدر بزرگوار نے خون جگر پیا تھا ذاتی آسائش و زیبائش میں صرف ہوگئی باوجودیکہ نواب اشرف خان فرزند رنجیت خاں جو نواب کے عمزاد بھتیجے تھے محمد فرید خاں کو ان کا متبنی کر دیا تھا اس لئے کہ نواب ان پر نظر شفقت رکھیں نواب کے رشتہ داروں کو اس میں بھی کوئی کامیابی حاصل ہوئی اور نواب کے خیالات اپنی لاؤبالی عادت سے باز نہ آئے اس میں شک نہیں کہ اگر نواب عالم علی خاں محمد فرید خاں کے نام اپنی مملوکہ جائداد منتقل کرا دیتے تو صاحب موصوف حسن و خوبی کے ساتھ تمام معاملات متعلقہ انجام دیتے جس کی خدا داد اہلیت آپ میں موجود ہے اب بھی بحالت موجودہ جو کچھ جائداد اشرف[۵] خاں نے چھوڑی ہے اس کا انتظام بذات خود فرماتے ہیں چنانچہ ایک وسیع مسجد بھی اشرف خاں نے اپنے مسکن دھنوری میں تعمیر کرائی تھی جس کی تاریخ کسی شاعر نے حسب ذیل قطعہ میں نکالی ہے ؎

واہ نواب اشرف خاں نے	مسجد عمدہ کی بنا ہے یہ
یاد تازہ قاسم خانی	معبد کبریا ہے یہ
بہر تاریخ یہہ ندا آئی	تاج لکھ (خانۂ خدا ہے یہ) ۱۲۹۲ھ

نواب محمد فرید خاں کی طبعی خوبیاں بھی کچھ کم نہیں آپ کا دم اس قوم میں بسا غنیمت ہے آپ طبعًا صاحب اخلاق بہی خواہ قوم ذی علم سلیم الطبع علم دوست اور مورخانہ خیال رکھنے والے شخص ہیں علاوہ ازیں آپ اس قوم میں ایک درسگاہ کے قیام کے متمنی بھی ہیں جسکے فقدان سے قومی مقاصد کو سخت صدمہ پہنچ رہا ہے اور اس قومی درسگاہ کی ہر طرح اعانت اور اسکے لئے جد و جہد کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کیلئے

۵؎ انھوں نے تاریخ ۲۰ شعبان ۱۳۰۴ھ ہجری میں انتقال کیا اور بمقام حیدرآباد دکن خانہ باغ میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر وہاں پر موجود ہے ۱۲ منہ



۱؎ جناب نواب محمد فرید خاں صاحب عزیز ترین نواب عالم علی خاں دلاور
نواز جنگ بہادر مرحوم داراب خانی

۲؎ محمد اکبر علیخاں صاحب یہ محمد فرید خانصاحب کے فرزند ہیں
جو بی اے میں تعلیم پا رہے ہیں

ہر طرح سے آمادہ ہیں آپ علم کے بڑے دلدادہ ہیں یہی اسباب ہیں کہ مقام حیدرآباد
دکن میں اپنے دونوں فرزندوں کو اچھی تعلیم دلائی بڑے فرزند محمد حسین خاں اردو
فارسی انگریزی میں اچھی مہارت رکھتے ہیں چھوٹے محمد اکبر علی خاں کی ابھی پڑھائی
جاری ہے پنجاب میٹرک میں تو وہ کامیاب ہو چکے ہیں اب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے
کی ڈگری حاصل کرکے بی۔ اے میں داخل ہیں اور لا کلاس میں بھی شریک ہیں
محمد فرید خاں شرع محمدی کے بھی دل سے پابند ہیں اور جو اس قوم میں شادی بیاہ
میں بری رسمیں جاری ہیں انکی بیخ کنی کے ہمیشہ درپے رہتے ہیں جب آپکے
بڑے لڑکے کی شادی تاریخ ۱۲ رجب ۱۳۴۲ھ میں مقام جھونپہ علیم الدین خاں کی
دختر سے ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ نے خلاف شرع رسومات سے پرہیز کرنے
کی بے حد کوشش کی مگر اس میدان میں تو سرے ہی سے بدعات کا اکھاڑا تھا
یہ خاموش رہے اور انکی مرادیں دل ہی میں رہ گئی افسوس ہے کہ محمد حسین خاں
کی اہلیہ کا انتقال[1] چند روز کے بعد ۱۹ شوال ۱۳۴۳ ہجری میں حیدرآباد دکن میں
ہوا۔ اس کے بعد دوسری شادی کی نوبت آئی محمد حسین خاں اور ان کے چھوٹے
برادر محمد اکبر علی خاں کی شادی مورخہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۶ ہجری میں موضع کھیمسر
فتح محمد خاں مظفر خانی کی دختروں سے ہوئیں اس موقع پر بھی محمد فرید خاں نے
بری رسموں سے بہت گریز کیا اور کسیقدر انکو کامیابی ہوئی اس لئے کہ فتح محمد خاں
کے چچیرے بھائی علیم بخش خاں بہت ہی نیک اور تہذیب یافتہ ہیں اور وہ بری
اور بھدی رسموں کے توڑنے کے ہمیشہ دل سے متمنی ہیں محمد فرید خاں عالی ہمت
اور مستقل مزاج شخص ہیں نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر کے انتقال
کے بعد نواب عالم علی خاں کے رشتہ داروں میں سے دو چار شخص حیدرآباد آگئے
اور یہ چاہا کہ ہمیں بھی نواب کے گھوڑوں و جاگیر میں سے کچھ ملجاتے۔ مگر وہاں کے
اخراجات کو برداشت نہ کرسکے اور بعض انہیں سے واپس اپنے وطن کو آگئے نواب
محمد فرید خاں اور ان کے چھوٹے برادر سعادت علی خاں نے وہیں پر ڈنڈا ڈیرہ

[1] حضرت کلیم صاحب علیہ الرحمۃ کے درگاہ میں مدفون ہوئیں ۱۲ منہ

ڈال دیا اور وہاں کے حکام سے ملنا جلنا شروع کیا اور انھوں نے اپنے حقوق جتلائے آخر کار چوبیس برس کے بعد حکام کی توجہ سے بنام محمد فرید خاں و سعادت علیخاں ایک مقطعہ جسکا نام رامچندر اپور ہے بتاریخ یکم امرداد ۱۳۳۱ فصلی مطابق ۹ رشوال ۱۳۴۰ھ میں اجرا ہوا یہ موضع نواب محمد خاں کا استمراری و زرخرید ہے اور ضلع محبوب نگر سے گوشہ مغرب وجنوب میں تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے نواب محمد فرید خاں کی توصیف میں کسی شاعر نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں[۵]

ہے مجھ کو مدنظر ایک فرد کی تعریف	جھکا ہوا ہے مدحت پہ کلک حسن طراز
ہے جو کہ نیر چرخ محاسن و اکرام	ہے جو کہ ایک عرصہ اخلاق خوش کا یکہ تاز
فرید خاں ہے نام اور ہیں فرید الدہر	اٹھائے انکے نہ کیوں فطرت ملائکہ ناز
نواب ابن نواب اور خاندانی رئیس	ہیں آپ قائمخانی معزز و ممتاز
خدا گواہ ہے کہ ہمنے تو آپ سے بڑھکر	کوئی زمانہ میں دیکھا نہیں جہاں نواز
ہیں آپ شرع وطریقت کو دل سے عاشق زار	زہے نصیب کہ بخشا ہے حق نے ذوق نماز
حضور شاہ میں اے تاج ہو جو عرض کوئی	خدا کرے کہ وہی سابقہ ہوں پھر اعزاز

ذکر محمد علی خان بہادر

آپ غلام احمد خاں صاحب مغفور کے فرزند اور نواب صالح محمد خاں مرحوم کے پوتے ہیں آپ کے بزرگوں کا وطن فتح پور مضافات ہندوستان ہے اور نواب محمد قائم خاں بہادر وزیر اعظم محمد تغلق شاہ شاہ دہلی سے سلسلہ ملتا ہے ابتداً نواب صالح محمد خاں فوج کنٹنجنٹ میں عہدہ رسالداری سے ممتاز تھے ۱۲۵۰ھ میں ترک ملازمت کرکے حیدرآباد دکن آئے یہ زمانہ بادشاہ ناصر الدولہ کی حکمرانی کا تھا۔ چنانچہ

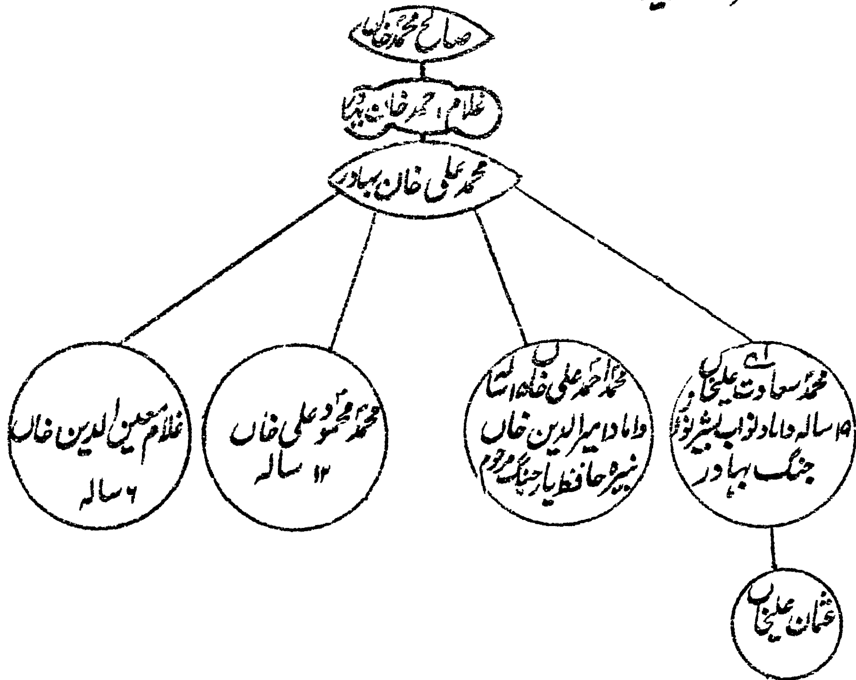
[۵] فرید خاں و سعادتخاں ابن اختیار خاں بن قمر الدین خاں بن محمد حیات خاں۔ اختیار خاں نے ۱۳۰۶ھ میں انتقال کیا اور خانہ باغ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

مہاراجہ چندولعل مدارالمہام وقت نے چار لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر کارخانہ جمعیت دوسو بیس سوار۔ پچاس عرب پچیس جوانان علی غول۔ دو امتیازیاں پیش واجب سو روپیہ زنجیر فیل و پالکی ماہوار ذات جمعداری ایک ہزار جملہ ماہوار دس ہزار دو سو بیس روپے سے سرفراز فرمایا۔ بعدازاں جس وقت سرکار انگریزی سے تنخواہ کنٹنجنٹ کا مطالبہ ہوا تو نواب صلابت محمد خاں نے حسب الحکم مہاراجہ بہادر پانچ لاکھ ایک ہزار روپئے نذرانہ داخل کیا اس حسن خدمت کے معاوضہ میں سرکار سے تعلقہ سڈومرک پیری وغیرہ مواضعات سرکار ماہور وباسم صوبہ برار بالاگھاٹ محاصل چہل و ایکہزار روپیہ ہشتاد و ہفت سالانہ ذات جاگیر مرحمت ہوئی اور بزمانہ وزارت راجہ رام بخش بہادر آپ نے تیس ہزار روپیہ نذرانہ داخل کیا جس میں بحالی برطرفی کا اختیار عطا ہوا جب نواب سراج الملک بہادر کی وزارت کا زمانہ آیا تو آپ نے پانچ لاکھ پچاس ہزار روپیہ نذرانہ پیش کیا اس کا معاوضہ اس طرح کہ جمعیت میں اضافہ ہوا یعنی تین سو تیس سوار۔ ایک سو پچاس عرب پچاس جوانان علی غول معہ ماہوار ذات و امتیازیاں دلوازمہ فیل و پالکی و چھتر و آفتاب گیری کا اعزاز حاصل ہوا اور سرکار عالی کی جانب جو قرضہ سودی یکروپیہ نو لاکھ تیس ہزار پانسو اکاون روپے تھا اسکے معاوضہ میں تعلقہ ڈونگر گاؤں محاصلی چالیس ہزار روپیہ کلدار سالانہ ذات جاگیر میں عطا ہوا بہرحال آپ نے اپنی زندگی نہایت ہی آب و تاب اور ثروت و حشمت سے گذاری اور کارہائے نمایاں بھی سرزد ہوئے چنانچہ سنگولی و تعلقہ نرسی کے زمینداروں سے مقابلہ کرکے بھوجلہ کی گڑہی فتح کی اور زمینداران سرکش کو گرفتار کیا اس جنگ میں آپ کے داماد محمد فاضل خاں جمعدار کام آئے۔ آپکے دو فرزند تھے اول غلام محمد خاں دوم غلام احمد خاں نمبر دوم تو لاولد فوت ہوئے اب رہے غلام محمد خاں سو کل آبائی مناصب و اعزاز سے سرفراز ہوئے لیکن جب ملک برار سرکار انگریزی میں گیا تو آپ کی جاگیرات بھی اسی میں شامل ہوگئیں اسکے معاوضہ میں قصبہ سیدا پور عطا ہوا اور بزمانہ وزارت سر سالار جنگ اعظم جب جمعیت میں تخفیف شروع ہوئی تو بتدریج آپ کی جمعیت میں بھی تخفیف ہوگئی نو دو سوار دس برقنداز و لوازمہ معہ فیل و میانہ و چھتر و ذات

جمعداری و امتیازیاں باقی رہ گئے بعدازاں جب تھرڈ لانسرز کا رسالہ بنایا گیا تو آپ کے
سواروں میں سے اڑسٹھ سوار اور لئے گئے ۱۲۷۴ھ میں جبکہ مفسدوں نے ہنگامہ کرنے کی
غرض سے ایک محضر تیار کیا تھا آپ نے اُسکو بزور شمشیر چھین کر نواب مختار الملک کی پیشگاہ
میں داخل کیا اس معرکہ میں آپ کے دو عزیز محمد خاں و مہدی خاں کام آئے اس کے
صلہ میں سرکار نے خطاب و نوبت وغیرہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا مگر زمانہ کے انقلاب نے
پورا نہ ہونے دیا آپ کے اکلوتے خلف محمد علی خان بہادر ۱۰ رجب ۱۲۸۲ھ میں
پیدا ہوئے ابتداً گھر پر تعلیم پاتے رہے بعدازاں مدرسہ اعزہ میں شریک ہوئے فارسی
میں فارغ التحصیل۔ انگریزی حسب ضرورت جانتے ہیں بعد انتقال اپنے والد بزرگوار کے
جاگیر سیداپور وغیرہ اور خدمت جمعداری سے سرفراز ہوئے اور بعہد وزارت
سر آسماں جاہ بہادر آپ کے جد کا قرضہ جو سرکار پر نو لاکھ کئی ہزار روپیہ کا باقی تھا
اس کا دعوی آپ سے لے لیا گیا اور ڈونگر گاؤں ذات جاگیر شریک خالصہ کر لیا گیا صرف
سیداپور آپ کے قبضہ میں باقی رہا۔ گو اس جاگیر کی آمدنی قلیل تھی مگر آپ نے اپنے
حسن انتظام کے باعث بہت کچھ محاصل میں توفیر و ترقی کی آپ کو اپنے جاگیرات میں
اقتدارات دیوانی ایک ہزار روپیہ اور فوجداری میں مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات حاصل ہیں
علاوہ بریں آپ مددگار ناظم نظم جمعیت و مہتمم تقسیم بھی ہیں اس خدمت کا صلہ تین سو روپے
پاتے ہیں۔ آپ نے اپنی حیات میں ہی اپنی خدمت جمعداری اپنے فرزند دوم احمد علی خان
صاحب کے نام منتقل فرمادی ہے انہیں احمد علی خاں صاحب کی شادی میں بلحاظ
اعزاز خاندانی و قدر پروری عالی جناب یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار
مدار المہام سرکار عالی نے ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ کو بوقت شب آپ کے مکان[1] پر تشریف
لاکر آپ کی عزت دوبالا فرمائی کچھ مدار المہام حال پر ہی موقوف نہیں اکثر مدار المہامان
وقت اپنے اپنے زمانوں میں آپ کے مکان پر رونق افروز ہوئے ہیں۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر
آپ کے عم بزرگوار ہوتے ہیں۔ آپ کو حضرت آغا داؤد صاحب قبلہ مدظلہم سے شرف بیعت ہے

[1] یہ ڈیوڑھی محلہ چیلہ پورہ میں واقع ہے ۱۲ منہ

آپ خلق مجسم سخی حلیم الطبع ۔ غریب پرور پابند صوم و صلوٰۃ شاغل ۔ ذاکر، راغب علم تصوف ہیں اولیا کرام سے آپ کو کامل اعتقاد ہے ہمیشہ نیازات و ایصال ثواب حسن عقیدت سے فرماتے ہیں آپ کے چار صاحبزادے ہیں جو تعلیم یافتہ لائق ہوشیار صاحب اخلاق و مروت ہیں :۔



[1] یہاں پر یہ امر محتاج تصحیح ہے کہ آیا محمد سعادت علی خاں نواب بشیر نواز جنگ کے داماد تھے جہاں تک ہم نے نواب صاحب کے سوانح حیات پر نظر ڈالی یہ بات مبالغہ آمیز معلوم ہوئی کیونکہ واقعات کی رفتار یہ بتلاتی ہے کہ نواب صاحب ممدوح کی پہلی شادی اسی قوم میں بمقام فرخ نگر ہوئی تھی اور اس رفیقہ حیات کے انتقال کے بعد دوسری نسبت اسی خاندان میں نواب اعظم علی خاں فرخ نگری کی برادر زادی سے ہونا ثابت ہے آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے دو صاحبزادیاں ہوئیں تھیں جو یکے بعد دیگرے محبوب علی خاں داراب خانی سے منسوب ہوئیں دوسری اہلیہ سے ایک صاحبزادہ جنکا نام غلام محی الدین خاں ہے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک صاحبزادی تو علیم الدین خاں[2] سے منسوب

[2] یہ دونوں حقیقی چچا زاد بھائی موضع چھپکہ کے باشندے اور دام خانی گروہ سے ہیں علیم الدین خاں کے والد کا نام محمد حسین خان تھا ۱۲ منہ

ہوئیں جو عبداللہ خاں صاحب کے فرزند ہیں دوسری عبداللہ خاں صاحب کے پوتے عظیم الدین خاں سے بیاہی گئی تیسری صاحبزادی صفدر خاں ہاتھی خانی کے لخت جگر عبدالرحیم خاں سے منسوب ہوئیں ان شادیوں کے علاوہ نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر نے ایک بیوی غیر برادری کی بھی کی تھی جسکے بطن سے صرف تین لڑکے تولد ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں عبداللہ خاں غلام غوث خاں ۔ عبدالرحمن خاں ۔ نواب صاحب ممدوح اپنے دامادوں پر نظر شفقت رکھتے تھے اور انہیں مملکت دکن میں ممتاز عہدوں پر مامور کرایا محبوب[۵۱] علی خاں کو عہدہ تحصیلداری پر ملازم کرایا اور علیم الدین خاں کو محکمہ آبکاری میں عہدہ انسپکٹری پر رکھایا عظیم الدین[۵۲] خاں کو فوج باقاعدہ میں لفٹنٹ سے بھرتی کرایا نیز اپنے دامادوں کے خویش و اقارب سے بھی ہر طرح کا سلوک فرماتے تھے اسی لیے عظیم الدین خاں کے والد محمد حسین[۵۳] خاں کو اضلاع کی پولیس میں امینی سے بھرتی کرایا

نواب محمد علی خاں بہادر کے حالات زندگی پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب موصوف کی شادی محمد بخش[۵۴] خاں جمعدار ہاتھی خانی کی صاحبزادی سے ۱۳۰۲ھ میں ہوئی تھی جو چند ہی سال کے بعد عالم بقا کو سدھار گئیں اور ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی بعد ازاں نواب محمد علی خاں[۵۵] بہادر کی قوم قائم خانی میں کوئی عقد ہونا ثابت نہیں ہے ۔

---

۵۱ ان کے فرزند کا نام غلام قادر خاں ہے پولیس اضلاع میں امین ، محبوب علی خاں تحصیلدار نے ۱۵ رجمادی الثانی ۱۳۲۹ھ میں انتقال کیا ۱۲ منہ ۵۲ عظیم الدین خاں نے یکم جمادی الاول ۱۳۳۵ھ میں انتقال کیا ۱۲

۵۳ انکا انتقال ۱۰ ر صفر ۱۳۳۶ ہجری مقام زیورگی ضلع گلبرگہ شریف میں ہوا صاحب موصوف ریاست حیدرآباد اضلاع کی پولیس میں سرکل انسپکٹر تھے ۱۲ منہ ۵۴ آپ نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر ثانی کے ماموں ہوتے تھے ان کے دو فرزند اب موجود ہیں بڑے محمد فاضل خاں جو باپ کی آبائی خدمت جمعداری پر مامور ہیں اور چھوٹے محبوب علی خاں ان کا مکان دلاور نواز جنگ بہادر کی دیوڑھی کے روبرو واقع ہے ۱۲

۵۵ ان کا انتقال ۱۳ خورداد ۱۳۲۷ فصلی مطابق ۲۷ رجب ۱۳۳۶ ہجری میں ہوا حضرت آغا داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابو العلائی سے بیعت تھے آپ نے عمر (۵۷) سال کی پائی درگاہ حضرت محمد حسین صاحب حسینی رحمۃ اللہ علیہ میں مدفون ہوئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا مقبرہ بنا لیا تھا آپکا مقبرہ جانب مغرب درگاہ سے واقع ہے ۱۲ منہ



جناب نواب اعظم علی خاں فستیح خانی فرخ نگری علاقہ سرکار نظام

چونکہ اس قوم کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ قوم سے باہر بیاہ شادی کے تعلقات پیدا نہ کیئے جائیں ورنہ قوم سے علحدگی متصور ہو جاتی ہے یہی نہیں بلکہ خود قوم میں ہی باہمی منافرت کا سلسلہ جاری ہے اس بنار پر مصنف تاریخ ہٰذا نے ایک جداگانہ کتاب حیات الاسلام تالیف کی ہے جس سے قوم کے ان خیالات کی تردید اچھی طرح ہوتی ہے۔

ذکر نواب اعظم علی خاں احمدان فتح خانی

ان کے والد کا نام مصری خاں اور دادا کا نام سردار خاں تھا سردار خاں ملک راجپوتانہ شیخاواٹی سے آئے تھے یہ موضع کرڈولی کے رہنے والے تھے سردار خاں کا چند سال بعد انتقال ہوگیا اور سردار خاں کے بیٹے مصری خاں دو گھوڑوں کی سلحداری سے ملازم تھے مصری خاں کی تعیناتی پیشکار صاحب بہادر کی جاگیر فرخ نگر میں تھی اور فرخ نگر پایہ تخت حیدرآباد سے گوشہ مغرب وجنوب میں پندرہ کوس کے فاصلے پر ضلع محبوب نگر کے متعلق ہے یہ مصری خاں تھے تو دو ہی گھوڑوں کے سلحدار مگر ضلع محبوب نگر میں وہاں کے راجاؤں تک انکی رسائی تھی اور ردیس مکھوں سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے یہ دیس مکھ قوم سے رڈی ہیں اور انکی بہادری اس ملک میں بے مثل ہے مصری خاں کے دو بیٹے تھے بڑے احمد علی خاں چھوٹے اعظم علی خاں مصری خاں کا پیمانہ حیات جب لبریز ہوگیا تو ان دونوں بھائیوں میں گھوڑوں کی تقسیم پر نزاع پیدا ہوا اعظم علی خاں یہ چاہتے تھے کہ ایک گھوڑے کی آسامی مجھے ملنی چاہیئے اور احمد علی خاں دینا نہیں چاہتے تھے اعظم علی خاں نے تقدیر پر بھروسہ کرکے گھوڑے سے دستبرداری حاصل کی احمد علی خاں کی یہ غیر منصفانہ کیفیت چند ہی روز میں ان دیسمکھ لوگوں کو جو مصری خاں کے ساتھ نشست برخاست رکھتے تھے معلوم ہوگئی اعظم علی خاں سے اکثر دیس مکھوں نے کہا کہ تمہارے لیئے ہم ہر طرح سے حاضر ہیں اعظم علی خاں ملازمت کرنا نہیں چاہتے تھے اس زمانہ میں ملک سرکار عالی کے راجاؤں اور دیسمکھوں میں آپس کے جنگ وجدل کا بازار گرم تھا ڈاکوؤں کی یہ نوبت تھی کہ سو سو دو دو سو کی ٹکڑیاں گشت لگاتی تھیں

اعظم علی خاں کی عمر تھی تو کم ہی مگر ایسی اولوالعزم اور بہادر واقع ہوئی تھی کہ اس زمانہ کو انھوں نے غنیمت سمجھا کچھ زمینیں انکے قبضے میں آگئیں اور کئی بہادر آدمی بطور سپاہیوں کے نوکر رکھ لئے جب یہ خبر دیسمکھوں تک پہنچی تو اکثر موقعوں میں اعظم علی خاں سے ان لوگوں نے مدد چاہی اور جہاں کہیں گئے کامیاب ہوئے رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ہر دیسمکھ ان سے اپنی اعانت چاہتا تھا چند ہی سالوں میں انکے قبضے میں کئی قطعات آگئی اور ہزاروں کی جائدا دپیدا کر لی گئی گاؤں خرید لئے اور بہت سے گاؤں آباد کئے اس ضلع میں روہیلوں کی لوٹ مار سب سے زیادہ تھی اعظم علی خاں سے جب ان روہیلوں کا جہاں کہیں مقابلہ ہوا تو روہیلوں نے شکست کھائی اکثر تہ تیغ ہوئے اور اعظم علی خاں اپنے چند ہی ہمراہیوں سے اکثر انکی کثیر جماعت پر غالب آتے رہے آخر ان کی یہاں تک دھاک بندھی کہ کوئی رہزن اور ڈاکو ان کے حدود میں قدم تک نہ رکھتا تھا ڈاکوؤں سے چھینے ہوئے اسلحہ انکے مسکن پر عبرت کے لئے ایک اونچے درخت پر لٹکا دیئے جاتے تھے بہرحال اس نواب کا سرکار عالی سے ملازمانہ تعلق نہ تھا صرف اپنی قوت بازو سے کئی لاکھ کی جائدا دپیدا کی اور علاقہ سرکار عالی میں ان کو نواب اعظم علیخاں فرخ نگری کے نام سے پکارا جاتا تھا انکے ملازمین میں روہیلے عرب سکھ راٹھور بھی رہتے تھے نواب اعظم علی خاں نے ایک وسیع باغ متصل فرخ نگر کے تیار کرایا تھا جس کو شاہی باغوں کا مقابل کہنا چاہیے باغ کے صدر دروازہ پر باقاعدہ پہرا رہتا تھا بغیر اطلاع اندر جانے کی اجازت نہ تھی باغ کے اندر بہت سی عالیشان عمارتیں اور بنگلے تیار کرائے اور بہت سی باؤلیاں کھدوائیں ان باؤلیوں سے پنجابی طریقے پر پانی نکالا جاتا تھا باغ کے اندر ہر طرح کی میوہ کے درخت موجود تھے باغ کے اطراف بانس کے گھنے درخت اُگے ہوئے تھے اور بعض بعض جگہ برج بھی بنے ہوئے تھے اُن میں ہر قسم کے ہتھیار کھونٹیوں سے لٹکے رہتے تھے ان کے باغ کا میوہ اور دھان منڈیوں کے چاول سرکار عالی کی ریاست میں مشہور تھے ان کا ایک مکان بلدہ حیدرآباد تاڑبن میں موجود ہے انکو گھوڑوں کا بہت شوق تھا ان کا اصطبل عربی ترکی اسٹریلیا کیپ

سلہ ۱۵ انکی ایک کوٹھی عالی شان محلہ بہادر پورہ میں اور دوسری محلہ زنست پورہ میں موجود ہے ۱۲ منہ

اور دیسی گھوڑوں سے پُر رہتا تھا انھی کے گھوڑوں کی جوڑیاں بھی بیش قیمت رکھتے تھے گجراتی
اور ضلع حصار کی گائیں سینکڑوں کی تعداد میں پھرتی ہوئی نظر آتی تھیں گھوڑوں کی نسل
بڑھانے کا بھی انتظام کر رکھا تھا اپنے باغ کے قریب ہی ایک بازار قائم کیا تھا جس کا نام
سردار نگر ہے وہاں پر بہت سی جائداد اور مکانات تیار کرائے اور دور دور سے تاجر
آتے تھے اور مال کی خرید و فروخت ہوتی تھی بلدہ حیدر آباد میں بڑے بڑے امراء
سے ان کے گہرے تعلقات تھے ان کے یہاں وہ امراء ہمیشہ دعوت و مدارات میں
آتے تھے مدار المہامان وقت سے انکی رسائی تھی یہ بزمانہ سر سالار جنگ بہادر لندن بھی
تشریف لے گئے تھے ان کا رسوخ ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر بڑودہ اور ہز ہائنس مہاراجہ
صاحب بہادر گوالیار سے بھی گہرا تھا اور اکثر راجاؤں اور نوابوں سے دوستانہ تعلقات تھے
لارڈ رابرٹ اور لارڈ کرزن وائسرائے ہند سے یہ ربط ضبط گہرے رکھتے تھے سرکار عالی
کی ریاست میں انکی بہادری کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں نواب اعظم علی خاں کی
دو بیویاں تھیں ایک شادی تو اس نواب نے اپنی قوم میں نواب سالم خاں دراب خانی کی
دختر سے کی تھی اور دوسرا عقد غیر برادری میں کیا تھا سالم خاں کی بیٹی سے کوئی اولاد نہیں
ہوئی نواب اعظم علی خاں نے مرنے سے چند سال پہلے ایک لڑکا جو فتح خانی شاخ سے
اور انکا جدی تھا موضع کرڑولی سے بذریعہ بہادر خاں رسالدار میجر ہاتھی خانی طلب کیا تھا
ان کی اس سے یہ غرض تھی کہ میرا قومی سلسلہ قائم رہے مگر بعد میں اس لڑکے بھورے خاں کا دادا[۵۱] یہاں
آیا اور اس کو واپس اپنے وطن لے گیا اس اولو العزم اور بہادر نواب نے ۱۳۲۹ھ ہجری میں
انتقال کیا اور عمر طویل پائی اور مقام فرخ نگر اپنے باغ کے قریب جو پہلے ہی سے ایک
احاطہ بنا رکھا تھا اس کے اندر وہ مدفون ہوئے اور انکی پختہ قبر وہاں موجود ہے مرتے وقت
اس نواب نے ایک فرزند چھوڑا جنکا نام بہادر دل خاں تھا بہادر دل خاں نے علیگڈھ میں
بھی تعلیم پائی ۱۸۹۹ء میں علیگڈھ میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں انٹرنس پاس کر کے
اٹھارہ برس کی عمر میں فرخ نگر واپس آئے نواب اعظم علی خاں کے مرنے کے بعد تمام جائداد

[۵۱] چند ہی روز کے بعد بھورے خاں کا انتقال ہو گیا پھر ۱۹۱۰ء میں اسکے چھوٹے بھائی بخشو خاں کو طلب کیا یہ بھی چند روز نواب کے پاس رہا
مگر اس کم نصیب کو کچھ نہ ملا ان دونوں کے والد کا نام محراب خاں تھا ۱۲ منہ

وجاگیرات کے قبضے میں آئیں یہ بہادر دل خاں کچھ ایسی طبیعت کے شخص تھے کہ باپ کے مرنے کے بعد کسی طرح سے تجارت شروع کی مگر ہر موقع میں ان کو نقصان اٹھانا پڑا اور بہت سے مواضعات پر دوسروں کا قبضہ ہوگیا بہر حال یہ بہادر دل خاں اعظم علی خاں کے عشر عشیر بھی نہ ثابت ہوئے جاگیرات بھی ان کے قبضہ میں تھوڑی ہی رہ گئیں بہادر دل خاں نے ۱۳۴۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے باپ کے قریب مقام فرخ نگر میں دفن ہوئے بہادر دل خاں نے مرتے وقت تین فرزند چھوڑے۔

ذکر فرزندان نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر

نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کا تذکرہ پچھلے اوراق میں کیا جا چکا ہے نواب صاحب موصوف نے انتقال کے وقت چار فرزند چھوڑے۔ محمد عبد اللہ خاں غلام محی الدین خاں۔ محمد غلام غوث خاں۔ محمد عبد الرحمن خان۔ غلام محی الدین خاں قوم کی بیوی سے ہیں اور دوسرے تین فرزند غیر برادری کی بیوی سے ہیں محمد عبد اللہ خاں عربی وفارسی میں لائق وفائق تھے انکا تقرر ابتداً سوم تعلقداری ضلع نظام آباد پر ہوا اور انکی شادی نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر نے اپنی زندگی میں ہی نواب غلام تقی خاں المخاطب نواب لشکر جنگ بہادر جاگیردار اول تعلقدار کی صاحبزادی سے بتاریخ ۲۶ محرم ۱۳۲۵ھ ہجری مطابق ۱۳۱۶ فصلی میں کر دی تھی مگر افسوس ہے کہ محمد عبد اللہ خاں تعلقدار نے عین عنفوان شباب میں اپنے والد کے انتقال کے ایک سال کے بعد ۱۳۳۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے والد کے قبرستان ڈھڈواڑہ میں درگاہ حضرت شاہ یوسف صاحب وحضرت شاہ شریف رحمۃ اللہ علیہما کے احاطہ میں مدفون ہوئے انھوں نے مرتے وقت ایک فرزند اور ایک دختر[1] چھوڑی فرزند کا نام محمد عبد الرزاق خاں ہے انکے والد کی جائداد جو نظم جمعیت میں امتیازی آسامی تھی انکو ملی اور نانا کی جائداد میں سے بھی انکو کچھ ترکہ ملا ہے یہ ہوشیار اور نیک اطوار وسمجھدار ہیں اسوقت مدراس میں ایف اے

[1] اس صاحبزادی کی شادی محمد عیسے خاں جمعدار سے ہوئی جو نظم جمعیت کے ایک معزز جمعدار ہیں ۱۲ منہ

یا بی اے میں تعلیم پا رہے ہیں ؎

دوسرے فرزند نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے نواب غلام محی الدین خاں ہیں۔ نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے ان کو کم سنی ہی میں اپنی آبائی خدمت جمعداری پر (ادی ۱۳۰۹ فصلی میں جس کی تین سو روپے ماہانہ تنخواہ ہے) مقرر کرادیا تھا اسوقت نواب غلام محی الدین خاں کی عمر تقریباً چار سال کی تھی اسکے بعد تعلیمی سلسلہ جاری ہوا اور وہ بھی بہت ہی اچھے طریقے سے زمانہ دراز تک عربی کی تعلیم پاتے رہے آخر میں انگریزی شروع کی عربی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہوئی اور انگریزی میں بھی اب مہارت رکھتے ہیں اس کے بعد آپنے حیدرآباد کی سول سروس کا امتحان بھی دیا آپ نے فارغ التحصیل ہوکر شادی کرنیکا ارادہ کیا۔ چنانچہ پہلے ہی سے نواب بشیر نواز جنگ بہادر نے اپنی قوم میں انکی شادی کی نسبت طے کر رکھا تھا کہ آپ موضع جھونپہ ضلع حصار گئے اور آپ کی شادی یکم ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ میں محمد حسین خاں دائم خانی کی دختر سے ہوئی افسوس ہے کہ سات سال کے بعد آپ کی اہلیہ نے ۷ رجب ۱۳۴۵ھ میں اس دار فانی سے انتقال کیا اور حضرت کلیمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ کے احاطہ میں مدفون ہوئیں مرحوم نے مرتے وقت دو کمسن[1] دختر چھوڑیں، تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے دوسری شادی کا ارادہ کیا اور اپنی سسرال میں حیدر[2] خاں و علیم الدین خاں سے سلسلہ خط و کتابت جاری کیا اور کئی مرتبہ تار بھی دیئے گئے مگر بہت دنوں تک انکی طرف سے جواب نہیں ملا۔ انکی غرض یہ تھی کہ شادی تو نواب صاحب ہمارے ہی قوم میں کرینگے چندروز خاموشی اختیار کی جائے تو بہتر ہے جیساکہ اس گروہ کا دستور ہے۔ اس عرصہ میں نواب صاحب کے ملنے جلنے والوں نے اور نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے ہم نشینوں نے غلام محی الدین خاں کو کہاکہ جب ایسا ہی ہے تو بلدہ حیدرآباد کے خاندان امرا میں شادی

---

[1] بڑی دختر نے ماہ شعبان ۱۳۴۶ ہجری میں انتقال کیا اور اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئی چھوٹی دختر موجود ہے ۱۲ منہ

[2] حیدر خان نواب صاحب کے پہلے خسر کے چھوٹے بھائی ہیں اور علیم الدین خان حیدر خاں سے چھوٹے ہیں ۱۲ منہ

کیوں نہیں کرتے بہت سی جگہ سے سلسلہ پیغام شروع ہوا۔ پھر بھی نواب صاحب نے
یہی دھیان رکھا کہ میری شادی اسی خاندان میں ہو تو بہتر ہے جہانتک پہلے ہوئی تھی آخر کا
بلدہ حیدرآباد میں نواب اکرام الدین خاں جاگیردار و تعلقدار کی صاحبزادی سے پیغام ٹھہرا
یہ سنتے ہی چھونپہ سے علیم الدین خان حیدرآباد آپہونچے اور نواب صاحب سے بہت
کچھ کہا اور کئی قسم کے دباؤ ڈالے نواب صاحب نے جواب دیا کہ یہ شرافت کے خلاف ہے
کہ میں کسی شریف سے وعدہ کرلوں اور پھر اس کو ایفا نہ کروں اگر انہی کی طرف سے کوئی
بات پیدا ہو جائے تو میں آپ کے یہاں شادی کرنے کے لئے تیار ہوں اگرچہ یہ
شادی تو ہوگئی مگر اسکے بعد نواب صاحب بھی مضمحل رہے ؎

آب بقا نے گرچہ بہت روک تھام کی آگے کے دن پاچلے گیو ہر سے کیا بہت	پیری چلی نہ کچھ خضر علیہ السلام کی اب پچھتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

علیم الدین خان اپنے وطن کو واپس چلے آئے اور نواب صاحب کی شادی کی تاریخ
قرار پائی اور رسومات کا سلسلہ جاری ہوا چار روز پہلے تھے بیٹھے کو زرد لباس پہنایا گیا
اور تیل بان بھی ہوا بہر حال سب رسومات پوری طرح ادا ہوئیں اور بتاریخ ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ
یوم جمعہ آپ کا عقد ہوا اور آپ کے عقد میں سوا لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ واکیس اشرفی مہر
باندھا گیا اور قومی پابندی کی پختہ و مستحکم دیوار جو ساڑھے پانسو برس سے بدستور انکے
خاندان میں قائم چلی آتی تھی وہ آناً فاناً دھڑام سے گر گئی اب قوم قائم خانی کے
سربرآوردہ اشخاص کا یہ خیال ہے کہ غلام محی الدین خاں کے خیالات اب ایسے نہیں
رہینگے جیسے کہ پہلے تھے نواب صاحب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ میں علاقہ شیخاواٹی کا
دورہ کروں گا اور قائم خانیوں کے بڑے بڑے مواضعات میں دو دو روز میرا
قیام رہے گا تعلیم کی تحریک کی جائیگی اور موقع مناسب پر مدارس قائم کئے جائینگے
اس کے صرفہ کے لئے میں خود مدد کروں گا اور قوم کے سربرآوردہ اشخاص سے
چندہ لونگا۔ اور قوم قائم خانی میں جو فضول خرچی کی رسومات جاری ہیں اسکے متعلق وہاں
کے قائم خانیوں کو مشورہ دیا جائے گا اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلائی جائیگی

نواب صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنی آمدنی میں سے چھ سو روپے سالانہ قوم کے نیک کاموں کے لئے وقف کر دیا ہے قوم کے سربرآوردہ لوگوں کو اس لئے ملال ہے کہ نواب صاحب نے قوم سے باہر شادی کیوں کی ان کی وجہ سے فائدہ پہنچنے کی امید تھی اور اب نہیں ہے ان خیالات میں قوم کے تین طرح کے اشخاص شامل ہیں پہلی قسم کے تو یہ کہتے ہیں کہ نواب صاحب اگر قوم میں بھی شادی کرتے تو اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتے تھے اسلئے کہ انکی آمد و رفت اس طرف سات سال تک رہی اور یہ ارادہ انھوں نے اپنی شادی کے وقت سے ہی نہیں بلکہ بہت پہلے سے ہی ظاہر کر رکھا تھا مگر پورا نہ کر سکے۔

دوسری[1] قسم کے صاحبان یہ کہتے ہیں کہ نہیں نواب صاحب اپنے قول کے سچے ہیں۔ انکو قومی محبت اور قومی روایات کے ساتھ دلبستگی ہے اس لئے اب بھی وہ اپنا وعدہ پورا کرینگے۔

تیسری قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ نواب صاحب کے وہ ارادے سب مصنوعی تھے قائم خانیوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے اگر قوم میں سے ایک شخص علحدہ ہو گیا تو قوم میں کمی نہیں آ سکتی ہاں تمام ہی قوم ایسا عمل کرنے لگ جائے تو ضرور قوم کا نام و نشان مٹ سکتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ نواب غلام محی الدین[2] خانصاحب اسوقت عہدۂ دوم تعلقداری پر فائز ہیں اور معتمد صاحب مال کے مددگار ہیں آپ کے خصائل پسندیدہ ہیں بزرگانِ دین کے آپ بہت معتقد ہیں آپ کو حضرت قبلہ احمد شاہ صاحب[3] کلیمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل ہے آپ نے وظائف کے

[1] مصنف دوسری قسم کے اصحاب کے ساتھ متفق الرائے ہے ۱۲ منہ [2] انکی زیورجی متصل جہندی محبوب شاہ واقع ہے ۱۲

[3] حضرت احمد شاہ صاحب کلیمیؒ۔ حضرت خواجہ مرزا غلام حسین احمد الملقب مرزا سردار بیگ صاحب قبلہؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت سردار بیگ صاحب قبلہ کو حضرت محمد علی شاہ صاحب قبلہ خیر آبادی سے خلافت حاصل تھی حضرت کلیمی شاہ صاحب کی درگاہ متصل درگاہ حضرت سردار بیگ صاحب قبلہؒ واقع ہوئی ہے حضرت کلیمی شاہ صاحبؒ نے ۱۵ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ ہجری کو رحلت فرمائی آپ کا عرس شریف (بقیہ صفحہ ۱۶۴)

کے بڑے پابند ہیں آپ کی تحریر اعلیٰ درجہ کی ہے آپ بلاتکلف عربی میں باتیں کرسکتے ہیں آپ کا خیال ہے کہ میں اس قوم قائم خانی میں اس بات کی تحریک بہت جلد کرنے والا ہوں اور پہلے عملاً میں خود کرکے دکھلاؤنگا۔

کہ "دختروں کو والدین کی جائداد میں سے ترکہ دیا جائے کیونکہ خاصکر ہماری قوم راجپوتانہ میں یہ شرعی عمل مفقود ہے"۔

تیسرے فرزند نواب بشیر نواز جنگ بہادر کے محمد غلام غوث خان ہیں یہ بھی نیک خصائل سلیم الطبع سردار ہیں ان کے والد کے انتقال کے بعد بوجہ ضعف بصارت انکا سرکار نظام سے پچاس روپئے ماہانہ وظیفہ جاری ہوگیا تھا جو اب تک ملتا ہے نظم جمعیت میں آپکی ایک سلیداری بھی ہے ان کی شادی بھی نواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر نے ۱۳۳۳ء ہجری مطابق ۱۳۲۴ء فصلی میں نواب محمد ابراہیم علیخاں جاگیردار جو نواب انور خان والئی کرنول کے برادر زادہ ہوتے ہیں انکی بیوی کی آغوشی دختر جو ان کے قریب ترین عزیز کی بیٹی تھیں کردی تھی اس بیوی کے مرنے کے بعد نواب غلام غوث خاں کی شادی ایک شریف منصبدار کی لڑکی سے ہوئی جن کا نام محمد شریف الدین خان ہے آپکا مکان متصل بغلپورہ ہے نواب محمد غلام غوث خان متقی صوم وصلوٰۃ کے پابند اور صبح وشام وظائف میں مصروف رہتے ہیں نواب محمد غلام غوث خاں و نواب غلام محی الدین خاں ولنواب محمد عبدالرحمن خاں کو حضرت قبلہ احمد شاہ کلیمی صاحبؒ سے بیعت حاصل ہے نواب محمد غلام غوث خان کو ان کے مرشد نے اچھا رنگ دیا ہے یہ نواب بہت ہی خلیق و سکین طبیعت و ملنسار و درویش خصلت سردار ہیں قومی نیک کاموں میں حصہ لینے کے لئے پیشقدمی کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۳) تاریخ مقررہ پر خوبی کے ساتھ انجام پاتا ہے اور اس نیک کام کا انتظام نواب غلام محی الدین خاں کے ذمہ رہتا ہے اس میں شک نہیں کہ حضرت قبلہ کے مریدین بھی اس کار خیر میں حصہ لیتے ہیں مگر نواب غلام محی الدین خان اس صرفہ کے ہر طرح سے کفیل رہتے ہیں عرس کے روز غربا و مساکین کو کھانا بھی کھلایا جاتا ہے ۱۲ منہ

نواب لشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر کے سب سے چھوٹے صاحبزادے نواب محمد عبدالرحمن خاں ہیں بعینہ اپنے والد کے نمونہ ہیں۔ صورت شکل چال ڈھال، عادات و اطوار انکے اندر کل کے کل اپنے والد مرحوم کے پائے جاتے ہیں۔

باپ پر پوت پتا پر گھوڑا	بہت ہی نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا

نواب لشیر نواز جنگ معین یار والدولہ بہادر کے انتقال کے وقت نواب محمد عبدالرحمن خاں کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی انہیں علم کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ یہ اپنی ذاتی محنت اور لگاتار کوششوں سے فارغ التحصیل ہوئے علوم مشرقیہ کا آپ نے امتحان دیا فارسی و عربی میں آپ کافی مہارت رکھتے ہیں انگریزی میں انٹرنس کی سند حاصل کی ہے عہدہ داران مالگذاری و امتحان جوڈیشل عدالت العالیہ میں بھی آپ پاس ہیں مدارس گورنمنٹ میں چھ ماہ تک سرکاری طور سے سررشتہ آبکاری کی تعلیم حاصل کی اور فی الوقت سررشتہ آبکاری میں انسپکٹر ہیں۔ نواب محمد عبدالرحمن خاں کو ملازم ہونے تک پچاس روپئے وظیفہ سرکار سے ملتا رہا۔ ان کی شادی ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ میں شاہی خاندان میں ہوئی آپ کے خسر صاحبزادے نواب میر نجابت علی خاں نبیرہ نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم ہیں نواب محمد عبدالرحمن خاں کے محل میں صاحبزادگی کی تنخواہ محکمہ صرف خاص مبارک سے بطور منصب ملتی ہے جیسا کہ شاہی خاندان کی صاحبزادیوں کو ملا کرتی ہے قوم قائم خانی میں یہ نواب پہلے شخص ہیں جنکی شادی شاہی خاندان میں ہوئی شاہی خاندان کا سرکار آصفیہ اتنا لحاظ رکھتی ہے کہ بغیر حکم اعلیٰ حضرت کے ان کے مکان پر کوئی ڈگری وغیرہ نہیں آسکتی اور نہ کوئی عدالت و کوتوالی دست اندازی بلا حکم حضور پُرنور کے کرسکتی ہے نواب محمد عبدالرحمن خان فی نفسہ نیک سردار ہیں اور جو کچھ ان کے مرشد نے فرمایا ہے اس کے پابند ہیں اور نیک قومی کاموں کے بھی دلدادہ ہیں۔

ذکر فوجدار خاں وطالعمند خاں لاڈخانی

فوجدار خاں وطالعمند خان کے والد کا نام محمد خواجہ خاں تھا ان کا ذکر صفحات گزشتہ

میں بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ لکھا گیا ہے فوجدار خاں و طالعمند خاں بڑے پایے کے سردار گزرے ہیں یہ ہر معرکہ اور ہر مہم پر سرکار کی طرف سے بھیجے جایا کرتے تھے اور ان دونوں برادروں نے ہمیشہ نمایاں کام کئے جنکی تواریخ گواہ ہیں ان دونوں بھائیوں کا دربار شاہی میں بڑا رسوخ تھا خواجہ خاں جمعدار کے انتقال کے بعد فوجدار خاں و طالعمند خاں بسلسلۂ قدامت و وراثت بہ عہدہ جمعداری و جمعیت ہمراہی مع لوازمہ امیری سرفراز ہوئے اور ہر دو برادروں کی جمعداریاں و فوج وغیرہ علحدہ علحدہ تقسیم ہوئیں اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر طالعمند خاں کا خاندانی و نسلی ذکر بتایا جائے۔

طالعمند خاں جمعدار نے ۱۰ رجمادی الاول ۱۲۷۷ھ میں انتقال کیا انکی جمعداری و جمعیت ہمراہی مع لوازمہ زنجیر فیل و منزل میانہ و کل جائداد انکے فرزند غلام رسول خاں کے نام بحال ہوئی غلام رسول خاں جمعدار نہایت ہی خدارسیدہ غربا پرور نیک نفس شخص تھے اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے انھوں نے حج بیت اللہ شریف بھی کیا۔ حاجی غلام رسول خاں جمعداری کے علاوہ نظم جمعیت کے منتظم بھی ایک زمانہ تک رہے اور باحسن و خوبی و ہردلعزیزی اس عہدہ کو انجام دیتے رہے انکی پہلی شادی حسین خاں سلیم خانی کی دختر سے ہوئی تھی اس بی بی سے ایک زمانہ تک اولاد نہ ہونے کی وجہ سے غلام احمد خاں مجاہد خانی کو جوان کے رشتہ میں بھانجے تھے متبنیٰ کر لیا تھا اس نیک سردار نے غلام احمد خاں کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی اچھے پیمانہ پر کیا اور ایک کم آباد موضع بنام مَلّارم واقع ضلع کریم نگر بعنوان سی سالہ غلام احمد خاں کے نام اجرا کرا دیا حاجی غلام رسول خاں جمعدار کی بیوی کا جب انتقال ہوگیا تو بعد میں دوسری شادی صفدر خاں ہاتھی خانی کی دختر سے ہوئی اس شادی کے دوسرے برس بتاریخ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ میں بمقام بلدہ[51] انکا انتقال ہوا[52]

---

[51] حاجی غلام رسول خاں جمعدار کی دیوڑھی محلہ سرائے بوا ہیر میں تھی ۱۲ منہ

[52] یہ جمعدار تکیہ کھوکرواڑی میں جو وارث علیخان کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے ۱۲ منہ

حاجی غلام رسول خاں کی لاولدی کی وجہ سے ان کا کارخانہ داخل سرکار ہوگیا اور انکی بیوہ کے نام پچاس روپے ماہانہ بطور پرورش اور چار سلحداریاں اسپ جاری ہوئیں ہزار روپے کے مکانات اور دیگر سامان بھی برباد ہوگیا غلام احمد خاں فرزند آغوشی کو غلام رسول خاں کی جائداد میں سے سوائے ایک مقطعے کے کچھ نہ ملا وہ بھی اس لئے ملا کہ غلام رسول خاں جمعدار نے اپنی زندگی ہی میں مقطعہ انکے نام کرادیا تھا اب غلام احمد خاں کے لئے سوائے اس کے کچھ چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے کسی دوسرے عزیز کا سہارا پکڑیں۔

محمد وارث علی خاں جمعدار طاہر خانی نے غلام احمد خاں کو اپنے پاس رکھا کیونکہ محمد وارث علی خاں جمعدار اور غلام احمد خاں کا رشتہ قریب کا تھا وارث علی خاں کو دلاور خانی خاندان سے برشتہ قریبی معقول جائداد مل چکی تھی۔

مخفی نہ رہے کہ خواجہ خاں جمعدار کے فرزند اکبر فوجدار خاں کا قومی سلسلہ ابتک جاری ہے فوجدار خاں جمعدار بڑے پایہ کے سردار ہوگذرے ہیں ان کا ذکر بھی بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ اوپر ہوچکا ہے فوجدار خاں جمعدار کے ایک ہی فرزند تھے جن کا نام وزارت علی خاں تھا اور ایک دختر تھی جس کی شادی کامدار خاں طاہر خانی سے ہوئی تھی اور اپنی حین حیات ہی میں کل جائداد یعنی جمعداری وغیرہ اپنے فرزند وزارت علی خاں کے نام اجرا کرادی تھی اس لئے کہ ۱۲۶۵ فصلی میں سرکار نے سب جمعداروں سے سابقہ اسناد لیکر نئے طریقے پر اجرا عمل فرمایا بہرحال مع لوازمہ امیری و ہاتھی سیانہ وغیرہ وزارت علی خاں کے نام اجرا ہوگئے وزارت علی خاں جمعدار کو اپنے ماموں غلام غوث خاں کی جائداد بھی مل چکی تھی اسلیئے کہ غلام غوث خاں جمعدار لاولد فوت ہوئے۔

لہ غلام غوث خاں اور انکے والد محمد خاں اور انکی برادری کے دوسرے سردار یعنی فوجدار خاں و طالعمند خاں و غلام رسول خان و وزارت علی خان و انورالدین خاں و محمود خاں وغیرہ وغیرہ یہ سب سردار نواب قائم خانی دلاور خانی شاخ سے تھے اور انکی دیوڑھیاں و محلات محلہ کھوکرواڑی اور اس کے قریب قریب تھیں مگراب کوئی نہیں بتا سکتا کہ ڈیوڑھیاں کس کس جگہ تھیں اور نہ اب انکے نشانات باقی ہیں افسوس کا مقام ہے کہ کیا سے کیا ہوگیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس دنیا نا پائدار نے نہ تو کسی کا ابدی ساتھ دیا ہے اور نہ دیگی ۱۲ منہ

محمد وزارت علی خاں جمعدار کا کوئی لڑکا نہ تھا ایک دختر تھی جو انھوں نے اپنے بھانجے وارث علیخاں طاہر خانی سے منسوب کردی تھی افسوس ہے کہ محمد وزارت علی خاں جمعدار کے لاولد ہونے سے انکا خاندانی سلسلہ یہاں سے ٹوٹ گیا مگر قومی سلسلہ باقی ہے یہ جمعدار نیک طبیعت وغریب نواز سردار تھے اس نیک بندے نے بتاریخ ۱۰ شوال ۱۲۸۹ھ میں مقام گلبرگہ شریف انتقال کیا اور انکی جمعداری منزل ومیانہ وتمام جائداد انکے داماد محمد وارث علیخاں طاہر خانی پر اجرا ہوئی محمد وارث علی خاں بھی بہت ہی نیک نیت شخص تھے محمد وزارت علی خاں[۵۱] کی ایک بیوی زمانہ حال تک زندہ تھیں پچاس روپئے ماہانہ تنخواہ انکی زندگی بھر دیتے رہے۔ حتیٰ کہ محمد وزارت علی خاں جمعدار کی کنیزوں کی بھی تنخواہ جاری کررکھی تھی۔ محمد وارث علی خاں کے اولاد نرینہ نہ تھی اس سردار نے اپنی زندگی میں ایک کام ایسا کیا کہ جو انکی دانائی کی بیّن دلیل ہے وہ یہ کہ غلام احمد خاں ولد حاجی غلام قادر خاں[۵۲] مجاہد خانی شاخ سے ہیں اور محمد وارث علیخاں کے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے ہیں اپنی زندگی ہی میں تمام جائداد وجمعداری نظم جمعیت وغیرہ سے غلام احمد خاں کو بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ میں مع لوازمہ منزل میانہ سات نفر سات راس اسپ تین سو سینتالیس ۳۴۷ روپئے سرفراز کرایا اور یہی نہیں بلکہ اپنی سرپرستی میں غلام احمد خاں کی شادی بھی محمد وارث علی خاں جمعدار نے محمد علیخاں جمعدار سعید خانی کی دختر سے کرادی تھی بہر حال محمد وارث علی خاں جمعدار نے اپنی زندگی بہت ہی استقلال واطمینان کے ساتھ گذاری یہ جمعدار وضع کے بہت ہی پابند تھے اس نیک سردار نے ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ میں اس دار فانی سے رحلت[۵۳] کی۔ غلام احمد خاں جمعدار بھی محمد وارث علی خاں کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کررہے ہیں مگر افسوس ہے کہ یہ بھی ابتک لاولد ہیں غلام احمد خاں جمعدار نے سب سے

---

۵۱ وزارت علی خاں کی شادی طالعمند خان جمعدار کی دختر سے ہوئی تھی اور دوسری شادی غلام غوث خاں جمعدار کی صاحبزادی سے ہوئی ۱۲ منہ ۵۲ حاجی غلام قادر خاں کی بیوی نے جسوقت انتقال کیا انکے فرزند غلام احمد خاں کی عمر اڑھائی سال کی تھی حاجی غلام قادر خاں اپنے فرزند کو چھوڑ کر حج بیت اللہ شریف وزیارت مدینہ منورہ کی غرض سے ملک حجاز میں مقیم رہے اور حج کرتے رہے مدت دراز کے بعد حیدرآباد واپس ہوئے اور تاریخ ۱۴ محرم ۱۳۳۰ھ میں حاجی غلام قادر خاں نے انتقال کیا حاجی غلام قادر خاں کی ایک ہمشیرہ بھی تھی جو عمر خاں دار اب خانی سے منسوب ہوئی تھی ۱۲ منہ ۵۳ وارث علی خاں تکیہ کھوکرواڑی میں مدفون ہوئے اب یہ تکیہ انہیں کے نام سے موسوم ہے ۱۲ منہ

پہلے اپنا نیک ارادہ حج بیت اللہ شریف کا کیا اور وہ ۱۳۴۵ھ میں مع اپنی اہلیہ کے روانہ ہو گئے اور حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے شرف حاصل کر کے تاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں واپس تشریف فرما ہوئے حاجی غلام احمد خاں عہدہ جمعداری کے علاوہ موضع ملارم کے مقطعہ دار بھی ہیں اولاً یہ موضع قلیل تعداد میں آباد تھا انھوں نے اپنی بلیغ سعی و صرف کثیر سے اس موضع کو نہایت ہی درجہ آباد اور زرخیز بنا دیا ہے۔ اس موضع کا محاصل تخمیناً سات ہزار روپے ہوگا۔ اس موضع کو آباد کرنے کے صلہ میں سرکار عالی سے اراضی موضع کا پٹہ بعنوان بالمقطعہ[لہ] والعطا دان مقدمی مالی دکوتوالی سے منظور ہوئے اور تا حال بحال و اجرا ہیں حاجی غلام احمد خاں عربی میں قدرے اور فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں انکو شعر و سخن کا بھی شوق ہے اور نہایت نیک نفس قبیلہ پرور صوم و صلوٰۃ کے پابند فقیر دوست آشنا پرست شخص ہیں۔ ان سب خوبیوں کے ہوتے ہوئے آپ میں ایک بات ایسی پائی جاتی ہے کہ شاید ہی کم اشخاص میں پائے جائے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے مخالف کی چھوٹی شکایت آپ سے روبرو بیان کر دے تو اس کا اثر آپ قبول کر لیتے ہیں۔

حالانکہ شکایت کرنے والے شخص کو آپ چھوٹا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں جس کی شکایت کیگئی ہے اگر وہ شخص آپ کے روبرو قاطع دلیل پیش کرے تو آپ کا دل صاف ہو جاتا ہے اسی طرح ہمیشہ آپ قومی نیک کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ یہ خوبیاں خاص ہی لوگوں میں ہوتی ہیں جو آپ میں بوجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ذکر محمد نامدار خاں بہادر دلاور خانی

محمد نامدار خاں کے والد کا نام دیندار خاں تھا یہ ملک راجپوتانہ علاقہ فتح پور سے آئے تھے اس وقت ریاست فتح پور پر زوال آچکا تھا۔ محمد نامدار خاں بہادر کے حالات بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ پچھلے اوراق میں لکھے جا چکے ہیں محمد نامدار خاں بہادر کو میر عالم اور امیر الامرا منیر الملک بہادر کی ہمراہی کا خاص اعزاز حاصل تھا۔ مؤلف گلزار آصفیہ نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ محمد نامدار خاں

[لہ] یہ وہی مقطعہ ہے جو حاجی غلام رسول خاں جمعدار نے انکے نام پر اجرا کرا دیا تھا ۱۲ منہ

بہا اکثر معرکوں میں شریک رہا کرتے تھے اور وہ ہمیشہ بہادر ثابت ہوئے۔"
محمد نامدار خاں بہادر سرکار نظام کے فوج کے سپہ سالار اور اپنی قوم قائم خانی کے آفتاب و سرپرست تھے جب خواجہ خاں جمعدار دلاورخانی کا انتقال ہوگیا تو ان کے فرزند فوجدار خاں و طالعمند خاں کمسن رہ گئے تھے محمد نامدار خاں بہادر نے ہی انکی پرورش کی اور انکے نگران حال تھے۔ گلزار آصفیہ میں انکی نسبت لکھا ہے کہ دربار شاہی و دربار وزارت میں فوجدار خاں و طالعمند خاں دونوں محمد نامدار خاں بہادر کے ہمراہ رہا کرتے تھے انکے خاندان کے خانگی کاغذات میں درج ہے کہ محمد نامدار خاں راجہ چندو لعل بہادر کے وزارت کے زمانہ میں تاریخ ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۳ ہجری میں بحکم شاہی جمعیت سواران و لوازمات امیری و خطاب بہادری سے ممتاز ہوئے تھے اور آٹھ سو چھتیس روپے ماہانہ انکی تنخواہ مقرر ہوئی محمد نامدار خاں بہادر دلیر اور جوشیلے و سلیم العقل سردار تھے علاوہ اسکے مذہبی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے چنانچہ محمد نامدار خاں بہادر نے شاہ گنج کے متصل محلہ جلال کوچہ میں ایک مسجد تیار کرائی اور اپنے اہل و عیال کے آسائش کے لیے ایک عالی شان ڈیوڑہی بنوائی اور محمد نامدار خاں بہادر اسی بناکردہ مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر وہاں پر موجود ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْہُ محمد نامدار خاں بہادر نے تین فرزند چھوڑے (۱) محمود خاں (۲) غلام حسین خاں (۳) انورالدین خاں۔ محمود خاں راجہ دھرج بہادر کی اکثر ہمراہی میں رہا کرتے تھے۔ محمود خاں بالکل اپنے والد کا نمونہ تھے۔ انکی نسبت مولف گلزار آصفیہ لکھتا ہے کہ محمود خاں عابد و قرآن خواں تھے محمود خاں نے لاولد انتقال کیا چھوٹے فرزند انورالدین خان کی بہادری کے واقعات بلدہ حیدرآباد میں مسلمہ ہیں یہ وجیہ جوان اپنے بزرگوں کا نمونہ تھے قرابین چلانے اور اسکا نشانہ لگانے میں بےمثل تھے انکی بھی جمعداری ابتک علیحدہ تھی انھوں نے اپنے کسی ملازم کا لڑکا متبنی کرلیا تھا جنکا نام رحمت اللہ خاں تھا انورالدین خاں جمعدار کا انتقال مابین سنہ ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ ہجری کے ہوا انورالدین خاں جمعدار کسی معاملہ میں سر سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی سے اڑ بیٹھے تھے نواب سر سالار

سلہ فوجدار خاں و طالعمند خاں محمد نامدار خاں بہادر کے ہمشیرہ زادے تھے ۱۲ منہ

جنگ مختار الملک بہادر نے چند روز کے بعد حکم دیا کہ انوار الدین خاں جمعدار شہر میں نہ رہ سکیں اس لئے وہ شہر پناہ کے باہر بیگم بازار میں رہتے تھے اب جہاں مسلم پل بنا ہوا ہے اس کے قریب سامنے ہی انکا مکان تھا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نواب سر سالار جنگ بہادر نے ان کا قصور معاف کر دیا اور یہ ہمیشہ نواب صاحب کے سلام کو حاضر ہوا کرتے تھے۔

نواب سر آسماں جاہ بہادر کی مدار المہامی میں بھی انکا اچھا رسوخ رہا نامدار خاں بہادر کے دوسرے فرزند غلام حسین خاں اپنے آبائی عہدہ جمعداری پر مامور تھے لوازمہ ایک زنجیر فیل و منزل میانہ و فرد چھتر سے سرفراز ہوئے تھے مورخ گلزار آصفیہ انکی نسبت لکھتا ہے کہ یہ دربار شاہی و دربار وزارت میں فوجدار خاں جمعدار دلاورخانی کی ہمراہ رہا کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ نامدار خاں بہادر کے انتقال کے وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی غلام حسین خاں جمعدار بھی اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم چلتے تھے۔ ان کی اوقات کا حصہ شبانہ روز مثل اپنے والد کے دربار وزارت میں گذرتا تھا اس سردار نے یکم ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت شاہ یوسف صاحب شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے احاطہ درگاہ میں دفن کئے گئے انہوں نے دو لخت جگر چھوڑے۔

محمد نصیر الدین خاں و غلام قادر خاں نواب سر سالار جنگ مختار الملک بہادر نے باظہار افسوس حسب رسم ان دونوں فرزندوں کو طلب فرماکر دوشالہ تعزیت مرحمت فرمایا محمد نصیر خاں تو پہلے ہی سے ملازم تھے مگر چھوٹے فرزند غلام قادر خاں، ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ میں عہدہ جمعداری پر مامور ہوئے۔ یہ دونوں برادر خوش اخلاق اور ہر دلعزیز تھے غلام قادر خاں جمعدار نے ۴ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ ہجری میں لاولد انتقال کیا انکی جمعداری پر محمد نصیر خاں کے فرزند محمد خواجہ خاں کا تقرر ہوا محمد نصیر خاں جمعدار نے بھی ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا اور عمر طویل پائی محمد نصیر خاں کی جمعداری پر غلام قادر خاں محمد خواجہ خاں کے فرزند ۱۳۳۰ھ

فصلی میں ملازم ہوئے۔

محمد خواجہ خاں جمعدار ذی علم مرد صالح ہیں اور لیاقت کے اعتبار سے انہیں منشی عالم اور زبان ملکی کی سند حاصل ہے اور شبانہ روز انکا مشغلہ نیک رہتا ہے اور علم دوست دہر دلعزیز ہیں۔ بہر حال محمد نامدار خاں بہادر کا نسلی سلسلہ برقرار و جاری ہے اور خدا کی بڑی نعمت ہے کہ اس خاندان میں ہمیشہ مرد صالح ہوتے آئے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

ذکر مراد خاں و بایزید خاں

یہ دونوں سردار بھوان گروہ سے تھے انکے والد کا نام احمد خاں تھا انکے خاندان کا سلسلہ روسا جھنجھنوں سے ملتا ہے مراد خاں و بایزید خاں کا ذکر بحوالہ تاریخ گلزار آصفیہ صفحات گذشتہ میں لکھا جا چکا ہے بزمانہ حکمرانی شہریار دکن بادشاہ ناصر الدولہ بہادر ان دونوں بھائیوں کا اچھا رسوخ رہا تھا مولف گلزار آصفیہ نے انکی بہادری کے متعلق زور قلم دکھایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مدار المہام اعظم الامرا ارسطو جاہ بہادر کی ان پر خاص توجہ تھی اور یہ دونوں بھائی بہادر اور سرکاری فوج میں رسوخ یافتہ سردار تھے قلعہ بادامی وغیرہ کی جنگ میں بہت سے کارنمایاں کئے سرکار عالی کو انکی فوج اور ذاتی شجاعت پر بجید اعتبار تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکے خاندان کا ذکر بیان کیا جائے کہ یہ خاندان ہس ملک میں کب اور کس سنہ میں آیا یہ ظاہر ہے کہ ان کا خاندان نواب بہرام خاں عرف بھون خان سے منسوب ہے بھون خاں کے بڑے بھائی نواب شمس خاں ریاست جھنجھنوں پر گدی نشین تھے اور نواب بھون خاں کو کچھ مواضعات دیدیئے گئے تھے۔ جس کا صدر مقام بجاوہ[1] تھا بھون خاں کی اولاد نواب روح اللہ خاں تک بجاوے میں رہی بھون خان کے خاندان کا جھگڑا گروہ شہاب خانی سے کسی معاملہ کی بنا پر ہو گیا تھا اور خونریزی کی نوبت پہونچی شہاب خانی گروہ کے سردار نواب روح اللہ خاں کے

[1] بجاوہ۔ جھنجھنوں کے گرد و نواح میں واقع ہے ۱۲ منہ

پاس فریادی گئے اس پر نواب صاحب نے بھون خان کے خاندان کے سرآوردہ اشخاص کو اپنے پاس طلب کیا انھوں نے نواب صاحب کے پاس آنے سے انکار کیا اس پر نواب روح اللہ خاں برانگیختہ ہوئے اور فوجی دھمکی دی بھون خان کے خاندان کے لوگوں نے امان اللہ خان دیوان سے امداد چاہی اور کہا کہ آپ ہمیں نواب کی زد سے بچائیں امان اللہ خان نے اس خاندان کے سرداروں سے کہا کہ آپ ایک دفعہ بجاوہ خالی کردو چند روز کے بعد نواب صاحب ٹھنڈے ہو جائینگے اور میں آپ لوگوں کو پھر بلالوں گا اس خاندان نے سمت ۱۷۸۳ بکرمی مطابق ۱۷۲۶ء میں بجاوہ خالی کردیا جنکے سرکردہ زور آور خاں و حسین خاں وغیرہ تھے یہ تمام سردار نواب فرخ نگر بلوچ کے پاس آئے اور اپنی سرگذشت بیان کی اور نواب صاحب نے انکو موضع جھولری میں آباد ہونے کی اجازت دیدی اور یہ بھی کہدیا کہ ہم آپ کے خاندان کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ رکھیں گے۔ مگر جھولری کے گرد و نواح میں قوم جاٹ و آہیر کثرت سے آباد ہیں وہ لوگ وہاں پر کسی دوسری قوم کو مشکل سے آباد ہونے دیتے ہیں آپ لوگ جھولری میں استقلال کے ساتھ قدم جمالیں اگر کسی موقع پر سرکار سے مدد چاہی ہوگی تو ضرور مل سکے گی اس عرصہ میں۔ امان اللہ خان سادول سنگھ کے مقابلہ میں کام آچکے تھے اور امان اللہ خاں کے دو سال بعد نواب روح اللہ خاں کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا بہر حال نواب بھون خان کے خاندان کے لوگ موضع جھولری میں آباد ہو گئے چند ہی روز گذرے تھے کہ موضع گوریا و خان پور کے جاٹوں نے جھولری پر حملہ کیا مگر قائم خانیوں نے جاٹوں کو مار بھگایا۔ اور خانپور تک انکا پیچھا کیا جاٹوں کے کئی آدمی مارے گئے اور قائم خانیوں کو بھی نقصان پہنچا پھر دوسری دفعہ جھولری پر موضع لوہ[۱] کے آہیروں نے حملہ کیا مگر فتح قائم خانیوں کو ہوئی آہیروں کے چند آدمی مارے گئے اور قائم خانیوں کو بھی نقصان پہنچا انکے ایک بڑے سردار سعادت خاں بہادری کے ساتھ لڑے اور بہت سے آہیروں کو مار کر خود بھی جان بحق ہوئے انکی قبر جھولری سے جنوب کی طرف جہاں پر

[۱] یہ موضع جھولری سے گوشہ مغرب و جنوب میں دو تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

یہ کام آئے تھے تھوڑے ہی فاصلہ پر شکستہ حالت میں موجود ہے یہ سعادت خاں شہید کے
نام سے مشہور ہیں جمعرات کے روز اکثر اشخاص انکے مزار پر فاتحہ کے لئے جایا کرتے ہیں
اسکے بعد یہ خاندان جھولری میں مستقل طور سے آباد ہوگیا اسی دوران میں چند اشخاص یہاں سے
اُکھڑ گئے جبکہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء میں نظام الملک آصف جاہ بہادر اول محمد شاہ بادشاہ
دہلی کی تائید میں گجرات کی طرف مرہٹوں سے نبرد آزما تھے یہ سردار بھی ان فوجوں میں جا ملے
اور ملازمت حاصل کی اور بڑے بڑے عہدوں پر انھوں نے ترقیاں پائیں ان ہی فوجوں
کے ساتھ اس خاندان کے لوگ برہان پور آئے ان کے عزیزوں میں سے چند لوگ پیچھے رہ گئے
تھے وہ اہل و عیال کو لیکر برہان پور پہنچے اور چند روز ان کا قیام برہان پور میں رہا اس کے بعد
یہ سب خاندان آصفجاہ ہی فوجوں کے ساتھ بلدہ حیدرآباد میں داخل ہوا زور آور خان عرف
غازی خاں نے اپنی بود و باش فرخ نگر میں اختیار کی جو پایہ تخت حیدرآباد سے پندرہ کوس
کے فاصلہ پر ضلع محبوب نگر میں واقع ہے ان میں سے چند لوگ ضلع نلگنڈہ میں آباد ہو گئے
جہاں سرکاری فوجوں کا قیام تھا اور اکثر اصحاب خاص بلدہ میں بس گئے بہرحال یہ خاندان
دکن میں آباد ہوگیا۔ خاندان کا ذکر کرتے ہوئے مضمون کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔
مطلب یہ ہے کہ مراد خاں و بایزید خاں کا عروج بزمانہ مدارالمہامی مہاراجہ چندو لعل بہادر
زیادہ رہا۔ مراد خاں کے انتقال کے بعد انکے فرزند سردار خاں کو تمام جائداد مل گئی اور
سردار خاں اپنے باپ کی زندگی میں بھی ملازم تھے سردار خاں کے انتقال کے بعد انکے
فرزند مہتاب خاں عرف مالی خاں پر وہی لوازمات امیری بحال رہے مہتاب خاں جمعدار
نے لاولد انتقال کیا اور انکی جائداد و جمعداری مراد خاں کے چھوٹے بھائی
بایزید خاں کی جائداد میں شامل ہو گئی بایزید خاں جمعدار کے دو فرزند تھے محمد عمر خاں
و محمد غوث خاں۔

محمد غوث خاں نے لاولد انتقال کیا اور بایزید خاں جمعدار کے انتقال کے بعد
ان کے بڑے فرزند محمد عمر خاں مع لوازمات قدیمی کے سرفراز ہوئے محمد عمر خاں جمعدار
کے تین فرزند تھے ایک کا نام مراد خاں اور دوسرے کا نام بایزید خاں رکھا گیا اور تیسرے

قمرالدین خان جو اب موجود ہیں مراد خاں و بایزید خاں ثانی تک اُنکے خاندان میں دو جمعداریاں چلی آتی تھیں اور مراد خاں ثانی کے انتقال کے بعد بایزید خاں ثانی کے فرزند محمد نیاز علی خاں مراد خاں کی جگہ پر مامور ہوئے محمد نیاز علی خاں نے عالم شباب میں تاریخ ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ میں انتقال کیا اب نیاز علی خاں کی جمعداری شکست ہوئی مگر اُنکے والد بایزید خاں کی تنخواہ میں کچھ اضافہ ہوگیا بایزید خاں جمعدار نے بھی اپنے فرزند کے ۳ سال بعد ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ میں انتقال کیا بایزید خاں کی جمعداری اُنکے برادر قمرالدین خاں پر اجرا ہوئی جمعدار قمرالدین خاں اسوقت موجود ہیں اور بہت ہی نیک پُرانی وضع کے سردار ہیں یہ سردار بالکل اپنے بزرگوں کا نمونہ ہیں افسوس ہے کہ دکن میں اس بھوان خاندان پر ایسا زوال وارد ہوا کہ ان میں چند ہی اشخاص باقی رہ گئے قمرالدین خاں جمعدار کے ایک ہی فرزند ہے جنکا نام محمد عمر خاں ہے۔

مولوی غلام قادر خاں بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جنکے والد کا نام سوائی خاں اور دادا کا نام محمد خاں اور محمد خاں کے والد کا نام جار اللہ خاں تھا۔ جار اللہ خاں اور احمد خاں کا سلسلہ النسب بہت قریب ہی جا ملتا ہے مولوی غلام قادر خاں خاص ضلع اورنگ آباد میں ایک زمانہ سے آباد ہیں اور محکمہ مال میں ملازم ہیں۔ غلام قادر خاں کی رسائی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر صدر اعظم یمین السلطنت تک ہے وہ ان سے بلا تکلف ملتے جلتے ہیں۔ غلام قادر خاں ذی علم ہونے کے علاوہ مورخانہ خیال بھی رکھتے ہیں انھوں نے قوم قائم خانی کے رسم و رواج و طرز معاشرت کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے جسکا نام ابھی تجویز نہیں ہوا اور غیر مطبوعہ ہے۔ آپکا دل قومی ہمدردی سے لبریز ہے آپ ہمیشہ قوم قائم خانی کی ترقی کی دُھن میں لگے رہتے ہیں اپنے وقت کا اکثر حصہ قومی

---

۵۱ قمرالدین خاں مراد خاں و بایزید خاں کے سوتیلے برادر ہیں ۱۲ ۵۲ نیاز علی خاں تکیہ کھوکرواڑی میں مدفون ہوئے ان کی قبر اسی تکیہ میں پختہ موجود ہے ۱۲ منہ ۵۳ جمعدار بایزید خاں بھی اپنے فرزند کے قریب تکیہ کھوکرواڑی وارث علی خاں میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ ۵۴ ایسی کتابوں کی اشاعت کی قوم میں ضرورت ہے کہ جن سے قومی فلاح و بہبود ہو اور قوم ترقی کر سکے ۱۲ منہ

کاموں میں صرف کرتے ہیں آپ علم کے شائق ہیں اپنے فرزند کو جنکا نام عبدالحمید خاں ہے انھوں نے اچھی تعلیم دلائی وہ اس وقت جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کی تعلیم پاچکے ہیں اب کی سال بی اے میں شریک ہونگے آپ شرع شریف کے بہت ہی پابند ہیں آپ میں مہماں نوازی کا مادہ خدا نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے آپ نے پانچ پشت کے بعد ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں اپنے قدیم وطن کا دورہ بھی کیا جھولری آئے اور گڑہی بھی گئے اور اپنے خاندان کے اشخاص سے ملاقات کی اور نیک امور میں مشورہ دیا۔ مولوی غلام قادر خاں قوم کے سچے لیڈر ہیں اگر دو چار اصحاب انکے ہمخیال و ہمعصر دکن میں اور ہوتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ ہر برس ایک دفعہ ریاست حیدرآباد میں جہاں جہاں قائم خانی کثرت سے آباد ہیں دورہ بھی کرتے ہیں نیز خاص بلدہ میں بھی ان کا قیام کئی روز رہتا ہے بلدہ حیدرآباد کے رہنے والے قائم خانیوں کو نیک مشورہ سے مستفیض کرتے ہیں انکے خاندان کے کچھ لوگ ضلع نلگنڈہ میں بھی آباد ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ بوہان گروہ نے ملک دکن میں آنیکے بعد بھی ابتک اپنی نسل کی نہایت سختی کے ساتھ حفاظت کی ہے اس گروہ کا آجتک خاندانی اور نسلی سلسلہ آب و تاب کے ساتھ جاری ہے مولوی غلام قادر خان بھی قوم قائم خانی کو ایسے امور میں ہمیشہ اچھا مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ بہر حال مولوی غلام قادر خاں کی زندگی کا انحصار بلامبالغہ ان اشعار پر ہے۔ ؎

وطن کی نہیں جس کے دل میں محبت ــ کیا طرز اسلاف کو اس نے غارت
جسے ملک کی اپنے الفت نہیں ہے ــ تو دنیا میں کچھ اسکی عزت نہیں ہے
اسی سے ہے انسان کی آدمیت ــ یہی دین و ایماں یہی ہے شریعت
میری جاں تجھے صد ہزار آفریں ہے ــ کہ حب وطن ترا ایمان و دین ہے
دیا الفت و قوم کو چھوڑ جس نے ــ لیا اس طریقت سے منہ موڑ جس نے
تو اس سے نہیں ہے کوئی بڑھ کے کافر ــ ذلیل اور رسوا رہے گا وہ آخر

خدا دے تو ہمکو وطن کی محبت	بھری ہو ہر اک دل میں قومی اخوت
نفاق اور عداوت کو دل سے مٹا دے	مروت محبت کی عادت بڑھا دے
ہے حب قومی سے مخمور ہو دل	وطن کی محبت سے معمور ہو دل

ذکر محمد غازی خاں اسد خانی

محمد غازی خاں کے والد کا نام محمد بہادر خاں تھا ان کا سلسلہ نسب نواب فتح خاں والیٔ فتحپور سے ملتا ہے انکے خاندان کا دعویٰ ہے کہ محمد غازی خاں ۱۱۳۵ ہجری میں محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ میں دہلی سے نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ اول کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔

یہ تو تاریخوں سے بھی ثابت ہے کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں صوبہ دار گجرات نے بغاوت کی تھی اور آصف جاہ نظام الملک بہادر اس کی تنبیہ کے لئے دکن سے دہلی بلائے گئے تھے اس زمانہ میں قائم خانیوں کی ریاست فتح پور برقرار تھی ممکن ہے کہ ریاستوں سے چیدہ چیدہ سپاہی اور افسر طلب کئے گئے ہوں اور محمد غازی خاں بھی نواب فتح پور کی طرف سے کچھ جمعیت لیکر محمد شاہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور اس کے بعد آصفجاہ نظام الملک بہادر کی ہمراہی میں گجرات آئے ہوں اور آصفجاہ نظام الملک بہادر تک غازی خاں کی رسائی ہوئی ہو اس زمانہ میں ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی محمد غازیخاں آصفجاہ نظام الملک کی ہمراہی میں رہکر بہت سی لڑائیوں میں شریک رہے تسخیر ملک کرناٹک و ملک ارکاٹ و فتح قلعہ ترچناپلی وغیرہ میں محمد غازی خان بہادر نے کارنمایاں کئے ان کے خانگی کاغذات میں لکھا ہے کہ یہ بڑے عہدوں پر بھی رہے ضلع نلگنڈہ انکی فوج کا مستقر تھا اور اس ضلع کے مالی نظم و نسق کے بھی یہ مختار تھے اور سرکار میں ہزاروں روپئے انھوں نے نذرانہ کے طور پر پیش کئے آخر ۱۱۶۵ھ میں بمقام نلگنڈہ اس سپہ سالار نے داعی اجل کو لبیک کہا زیر دامن کوہ مقبرہ حضرت خواجہ امین اللہ حسینی قدس سرہ مرشد خود میں مدفون ہوئے اس سپہ سالار نے ایک فرزند محبوب خاں وارث

چھوڑا محبوب خاں نے بزمانہ نواب صلابت جنگ بہادر ۱۱۶۵ھ ہجری میں خدمت آبائی کا جائزہ حاصل کیا اور بادشاہ نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے ہمراہ رہ کر احمد آباد و ایلچپور و ناگپور و ملک خاندیس و ملک کرناٹک کی لڑائیوں میں نمایاں کارگذاری کی محمد محبوب خاں ذات معاش و لوازمات اعزازی و جمعیت ہمراہی حسب ذیل سے سرفراز ہوئے تھے۔ [illegible] ۳ منزل پالکی ۲ زنجیر فیل ۴ مہار شتر ~~دو تومن نفر ۱ منزل پالکی ایک زنجیر فیل~~ سات سو جوانان بار۔ توپخانہ جنسی علی غول فرد چھتر۔ فرد آفتاب گیری مع تنخواہ ذات ~~پانسو~~ ~~چالیس~~ روپئے تھے۔ محبوب خاں علاوہ خدمت فوجی کے ضلع نلگنڈہ کے تعلقدار بھی تھے اور جو ان کے والد کے اختیارات تھے وہ سب ان کو حاصل تھے محبوب خاں نے اپنی تمام عمر وفاداری و خدمت گذاری سرکار میں صرف کی محبوب خاں جمعدار نے ۱۲۲۴ھ ہجری میں مقام نلگنڈہ انتقال کیا اور اپنے والد کے قریب مدفون ہوئے محمد محبوب خاں نے ایک فرزند چھوڑا۔ جن کا نام محمد قمر الدین خاں تھا۔ محمد قمر الدین خاں کا بھی آبائی خدمت پر ۱۲۳۵ھ ہجری میں تقرر ہوا۔ جمعداری و لوازمات اعزازی و جمعیت ہمراہی و پرگنہ جات سے حسب مراتب اپنے والد کے سرفراز ہوئے یہ بھی علاوہ فوجی خدمت کے ضلع نلگنڈہ کے تعلقدار رہے محمد قمر الدین خاں نے اپنی زندگی میں بہت سے کارنمایاں کئے جسکی تاریخ گواہ ہے راؤ رام گماشتہ راجہ گوپال راؤ پرگنہ اتکور جو سرکار عالی سے غایت درجہ باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ آپ نے حسب الحکم سرکار مورخہ ۲۷ رمضان ۱۲۴۶ھ میں گماشتہ باغی کو شکست دی اور گرفتار کرکے داخل سرکار کیا اس لڑائی میں آپ بہت ہی بہادر ثابت ہوئے ۱۲۶۳ھ ہجری میں بہت سے روہیل جمع ہو کر سرکار عالی کے ملک میں لوٹ مار کررہے تھے جمعدار محمد قمر الدین خاں کو سرکار عالی کی طرف سے حکم ہوا کہ انکا انسداد کیا جائے محمد قمر الدین خاں ان ڈاکوؤں کی گرفتاری اور تنبیہ کیلئے روانہ ہوئے اکثر کو تہ تیغ کیا اور جو بچے ان کو گرفتار کرکے مورخہ ۱۸ جون ۱۸۴۷ء میں انگریزی تحویل میں دیدیا قمر الدین خاں جمعدار نے بھی سرکار میں ہزاروں روپئے نذرانہ داخل کیا ہے اس معاملہ میں مہاراجہ چندو لعل سے بگاڑ بھی ہوگیا تھا اور جمعیت و لوازمات میں مہاراجہ نے کچھ تخفیف بھی کردی تھی

بہرحال قمرالدین خاں جمعدار بڑے زبردست اور امانت دار و بہادر سردار ہو گذرے ہیں انکا ذکر بحوالہ گلزار آصفیہ صفحات ماقبل میں لکھا گیا ہے اس لئے یہاں طوالت کی ضرورت نہیں اس سپہ سالار نے ۱۱ رجب ۱۲ھ ہجری میں انتقال کیا اور قریب کار روان درگاہ حضرت میران خدا نما حسینی قدس سرہ کمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے قمرالدین خاں جمعدار کے دو فرزند تھے محمد عثمان علی خاں دوسرے محمد روشن علی خاں قمرالدین خاں کے انتقال کے بعد جائداد دو حصوں میں تقسیم کی گئی آدھی روشن علی خان کو اور آدھی غلام محبوب خاں کو ملی جو عثمان علی خان کے بیٹے اور محمد قمرالدین خان کے پوتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان علی خاں اپنے باپ کی زندگی میں مر چکے تھے محمد روشن علی خاں جمعدار نے علاقہ پائیگاہ سر آسمانجاہ میں سوار کلور تعلقہ شمس آباد ضلع اطراف بلدہ میں ایک مقطعہ موسومہ حبیب اللہ گڑھ خرید لیا تھا جو اب تک انکے خاندان میں موجود ہے۔

حضور ناصر الدولہ بہادر شاہ دکن کے زمانہ میں روشن علی خاں کے ذمہ یہ کام بھی دیا گیا تھا کہ علاقہ برٹش انڈیا سے چاندی خرید کرلائی جائے اس وقت سکہ چلنی کا رواج تھا جس کی تبدیل سکہ حالی سے ہونا مقصود سرکار تھا بہ تعمیل حکم سرکار آپ نے اپنی جمعیت ہمراہی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اور ایسے ہی کام اکثر انکے ذمہ ہوا کرتے تھے

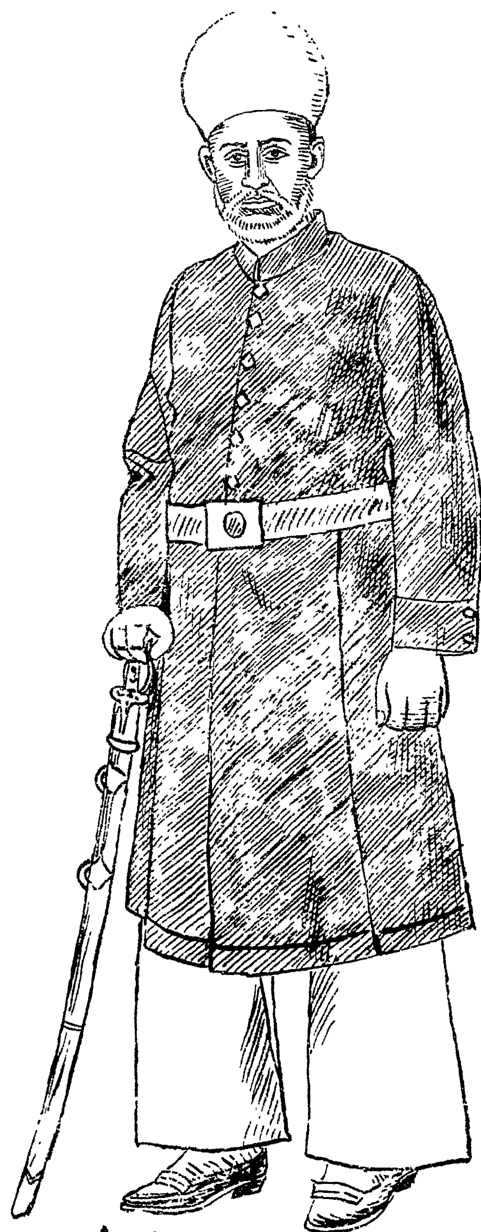
بہرحال روشن علی خاں جمعدار ایک مشہور سردار تھے روشن علی خاں نے ۱۲۸۱ھ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے والد کے قریب مدفون ہوئے دو فرزند وارث چھوڑے غلام قادر خاں و محمد اسمٰعیل خاں۔

۱۲۸۱ھ ہجری میں غلام قادر خاں اپنے والد کی جگہ جمعداری سے سرفراز ہوئے اب غلام قادر خاں جمعدار کے قبضے میں تھوڑی ہی جائداد رہ گئی تھی اس پر بھی غلام قادر خاں جمعدار کو پانسو چودہ روپے تنخواہ ملتی تھی لوازمہ منزل پالکی و چھتر وغیرہ سے سرفراز تھے غلام محبوب خاں جو غلام قادر خاں کے چچا زاد بھائی اور عثمان علی خان کے بیٹے تھے انھوں نے ۱۳۱۷ھ ہجری میں انتقال کیا اور کمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے محمد اسمٰعیل خاں کے نام ماہوار امتیازی غرہ محرم ۱۲۹۹ھ ہجری میں باستحقاق قدامت سرکار نے

علیحدہ سرفراز فرمائی تھی محمد اسمٰعیل خاں[۵] نے ۲ محرم ۱۳۲۹ھ ہجری میں لاولد انتقال کیا یہ بھی کمرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون ہوئے اور ان کی جائداد میں کچھ کمی کی گئی بقیہ جائداد کا مختصر منصب حسب فرمان اعلیٰ حضرت حضور پرنور کے محکمہ خاص سے ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ میں غلام قادر خاں جمعدار کے نام اجرا ہوا آپ مقطعہ حبیب اللہ گوڑہ کے مقطعہ دار بھی تھے جب کہ اصلاح مصارف افواج کا مسئلہ پیش ہوا تو سرکار نے اس غرض کے لئے ایک کمیٹی منعقد فرمائی اور اس کمیٹی کا رکن ان کو بھی بنایا جس میں غلام قادر خاں جمعدار نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے کام انجام دیا سرکار نے انکی لیاقت علمی کو مدنظر رکھکر مجلس فصل خصومات افواج بے قاعدہ نظم جمعیت سرکار عالی کا جمعدار موصوف کو مستقل رکن بنادیا تھا اس خدمت کو مدت العمر انجام دیتے رہے جمعدار غلام قادر خاں کو دربار شاہی کی باریابی کا فخر بھی حاصل تھا بطور خاص غفران مکان آصفجاہ سادس علیہ الرحمۃ نے طلب فرماکر شرفیابی عطا فرمائی اعلٰحضرت میر محبوب علی خاں بادشاہ دکن نے غلام قادر خاں جمعدار سے ایک عمل بھی سیکھا تھا جمعدار موصوف بہت ہی نیک نیت سردار تھے اپنے خاندان کی بیوگاں وغیرہ کی کفالت و پرورش کو اپنا فرض عین سمجھتے تھے انکی شادی خواجہ خاں ہیبت خانی کی دختر سے مقام فرخ نگر میں ہوئی تھی اس بیگم کے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کی شادی محمد نیاز علی خاں جمعدار ایلمان سعید خانی سے ہوئی جب اس بیوی کا انتقال ہوگیا تو غلام قادر خاں جمعدار نے ایک دوسرا عقد غیر برادری میں بھی کیا تھا جن کے بطن سے ۱۳۱۱ھ ہجری میں ایک فرزند پیدا ہوا جنکا نام غلام یٰسین خاں ہے غلام قادر خاں جمعدار[۶] کے انتقال کے بعد جمعداری و کل جائداد غلام یٰسین خاں کے نام پر ۱۳۳۴ھ ہجری میں اجرا ہوئی و دیگر غلام محبوب خاں کی جمعداری کی تنخواہ بھی ان ہی پر اجرا ہوئی اور انکے چچا محمد اسمٰعیل خاں کی امتیازی اسامی بھی ان ہی کے قبضے میں آئی مقطعہ حبیب اللہ گوڑہ

[۵] محمد اسمٰعیل خاں صاحب کی شادی نہیں ہوئی تھی بذات خود نہایت خلیق اور ملنسار تھے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ۱۲ منہ

[۶] تاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ ہجری بلدہ حیدرآباد میں انتقال کیا اور کمرخی گنبد کے احاطہ میں اپنے اجداد کے قریب مدفون ہوئے ۱۲



جناب غلام یٰسین خانصاحب اسد خانی جمعدار رکن فصل خصومات کمیٹی

نظم جمیعت سرکار عالی

توان کے دادا کا زرخرید تھا ہی علاوہ و منصب وغیرہ کے جمعدار غلام یٰسین خاں نظم جمعیت سرکار
عالی میں صاحب آبرو بھی ہیں ان کو اس وقت ۲۸ ٹھ سو چھتیس روپے ماہانہ کی آمدنی ہے
مستقلہ اس کے علاوہ ہے اور منزل پالکی و چھتر وغیرہ برقرار ہیں جمعدار موصوف نظم جمعیت
میں نفس حضوبات کمیٹی کے رکن بھی ہیں اس کام کو گیارہ سال سے انجام دے رہے
ہیں ۔ یہ انجمن خزینہ اقتصادی امداد باہمی سرکار عالی کے معتمد بھی ہیں مثل اپنے والد کے
اپنے عزیز و اقارب سے سلوک کرتے رہتے ہیں غلام یٰسین خاں کی شادی نواب
محمد علی خاں جاگیردار کی دختر سے ہوئی تھی اس بی بی کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا
اُس کا نام غلام محی الدین خاں ہے اس بی بی کا انتقال ہونے کے بعد دوسری شادی
بھی نواب محمد علی خاں کی دختر سے ہوئی جو اب موجود ہیں ۔ اِنکے بطن سے دو فرزند
پیدا ہوئے۔ غلام یٰسین خاں جمعدار کو اپنے خسر نواب محمد علی خاں مرحوم کی جاگیر
سے اپنے ہر دو محلات کے حصص شرعی میں چھ ہزار سالانہ کی جاگیر حاصل ہوئی
ہے ۔ غلام یٰسین خاں جمعدار نے اپنی موجودگی ہی میں اس جائداد کو تقسیم کر دیا ہے
فرزند غلام محی الدین خاں کے نام اور اپنی بی بی معین النساء بیگم کے نام خود سرکار سے جاری
کرا دیا ہے ۔ غلام یٰسین خاں جمعدار نے عربی کی اچھی تعلیم حاصل کی ہے علم فارسی
میں کامل اور علم عروض میں پورا دخل ہے قانون میں بھی دخل رکھتے ہیں اس لیے کہ
لا کلاس میں ایک زمانہ تک شریک رہ چکے ہیں آپ سید کلیم الحق شاہ صاحب
قادری عرف آزاد شاہ علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں ۔ اس لئے تصوف میں بھی لاثانی کمال
رکھتے ہیں منشی عالم کی سند بھی حاصل ہے جمعدار صاحب موصوف امتحانات
عہدہ داران مال و جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ سرکار عالی میں کامیاب ہوئے ہیں الغرض
کہ آپ جامع العلوم ہیں آپ کو دینی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق ہے حدیث

لہ غلام دستگیر خاں و غلام محبوب خاں جو اس وقت طالب علم ہیں اس بیگم سے ایک لڑکی بھی ہے ۱۲ مسنہ ۔

ٰٰ غلام محی الدین خاں کی شادی بھی احمد علی خاں کی دختر سے ہوئی ہے جو نواب محمد علی خاں کے بڑے فرزند تھے
اور غلام محی الدین خاں کا ایک لڑکا بھی ہے جس کا نام محمد قمر الدین خاں ہے ۱۲ منہ

(فقہ و تفسیر و سیر و تاریخ میں زیادہ دخل رکھتے ہیں ان کو شعر و سخن میں مذاق ہی نہیں بلکہ اگر انکا دیوان جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنجائے آپ ایک کتاب موسومہ منہاج الدارین فی زیارت حرمین لکھہ رہے جس میں ہر مقام کی کیفیت و حالات لکھے جائیں گے اور وہ حاجیوں کے لیئے نہایت ہی مفید ہوگی اس کا حجم اڈہائی سو صفحے تک پہنچ چکا ہے اور زیادہ حالات لکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے آپ عزم ہجرت بھی رکھتے ہیں آپ کا ارادہ ہے کہ اپنی کل جائداد اپنے ورثا میں تقسیم کرکے خود حج بیت اللہ شریف کو چلے جائیں اور وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر اقامت گزیں ہو جائیں اور اپنی بقیہ عمر جاروب کشی روضہ مطہرہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ختم کرکے آخر کار پیوند خاک مدینہ ہو جائیں آپ کی شاعری مختلف رنگ میں ہوا کرتی ہے اس سے کچھ کلام آپ کا ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو نظم مدحیہ شاہی لکھی ہے وہ بہت طویل ہے مگر ہم یہاں پر صرف چند اشعار ہی پر اکتفا کرتے ہیں ؎

یارب تو سخن میں میرے اعجاز اثر دے
دے حکمت بقراط و فلاطون کے ہنر دے
کچھ رنگ دگر دے مجھے کچھ بوے دگر دے
ممتاز مضامین کے نایاب گہر دے

تسنیم کی ہو روشنی طوبے کا قلم ہو
جو مدح رقم ہو وہ اعجاز رقم ہو

رک رک کے جدہر اُٹھتی ہیں عالم کی نگاہیں
کٹ کٹ کے جدہر ملتی ہیں مخلوق کی راہیں
تھم تھم کے جدہر چلتی ہیں ارماں کی ہوائیں
دب دب کے جدہر آرزوئیں سب کی برآئیں

وہ شاہ کہ دریائے کرم جس کا رواں ہے
مخلوق خدا جس کی طرف تشنہ دواں ہے

اے سُن میں بتاؤں تجھے اب نام گرامی
عثمان علی خان جسے کہتے ہیں تمامی
عالم میں وہی ایک ہے جو ہستی سامی
سلطان دکن مرجع کل رومی و شامی

ہے ایک یہی ہستی جو فخر جہاں ہے
ہے ایک یہی ہستی جو فیض رساں ہے

لیسین کی ہے عرض کہ اے خالق اسباب
پتھر سے بنائے تری قدرت نے بہت آب

اور آپ سے پیدا کیئے لاکھوں درنایاب	بس کھول دے اب فتح و ظفر کے سبھی ابواب	
	آصف کو تو شاہنشہ اقلیم بنا دے اب تک اسے جو تو نے دیا اس سے سوا دے	

غلام لیسین خانصاحب جمعدار کا مضمون ختم ہونیکے بعد یہ لکھدینا بیجا نہوگا کہ آپ نہایت ہی خلیق اور قومی نیک کاموں میں حصہ لینے والی ہستی ہیں

ذکر جیون خاں المان سعید خانی

جیون خاں کے والد کا نام دلیل خاں تھا ان کے خاندان کا دعوی ہے کہ جیون خاں جھنجھنوں[1] و فتحپور کی طرف سے آئے اور سلطنت قلعہ گولکنڈہ بعہدہ سلطان قلی قطب شاہ ۹۲۰ھ ہجری میں جیون خان نے ملازمت قطب شاہی میں داخل ہو کر عہدہ افسری فوج حاصل کی اور بموجب سند مہری سلطان قطب شاہ ۹۲۰ھ میں پانچ مواضعات بالمقطعہ موضع بودور، موضع ملکاپور، جمال پور زمین مقطعہ ملکا باولی درسیوار کوبلیکنڈہ، زمین مقطعہ درسیوار گرمٹکال سے سرفراز ہوئے اور اپنی مدت العمر جاں نثاری شاہی میں ثابت قدم رہے ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند دلاور خاں عہدہ فوجی و مواضعات موروثی سے سرفراز ہوئے ان کے انتقال کے بعد انکے فرزند محمد بجلی خاں مناصب مذکورہ پر فایز ہوئے ۱۱۰۰ھ ہجری میں شہنشاہ اورنگزیب کا اس ملک پر تسلط ہوا اس وقت انکے مواضعات موروثی کی بموجب سند قطب شاہی ۱۱۰۰ھ میں تجدید فرمائی انکے بعد ان کے فرزند خواجہ خاں کو یہ سب جائداد بعہد بادشاہ نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی عطا ہوئی انکے بعد انکے فرزند محمد نیاز و خاں بعہد سلطنت بادشاہ سکندر جاہ بہادر عہدہ فوجی و مواضعات موروثی سے سرفراز ہوئے اور اعلی خدمت بجالائے انکی حسن کارگزاری مشہور عالم ہے چنانچہ ضلع ناگر کرنول و

[1] جیون خاں کا ملک دکن میں آنا انکے خاندان کے کاغذات سے ۹۲۰ھ ہجری میں ثابت ہے جیون خاں جھنجھنوں کی ریاست آباد ہونیکے (۱۳) برس بعد دکن میں آئے جیوں خاں قائم خانیوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دکن میں آکر ملازمت حاصل کی ۱۲ سنہ

گرمٹکال کی تعلقداری پر فائز ہوئے اور انکے زمانہ تعلقداری کے عطا کردہ اراضیات
انعامی مساجد و معابد وغیرہ کثیر تعداد میں پرگنہ اوچپہ و کوڑنگل و کوبلکنڈہ و گرمٹکال وغیرہ
میں ہنوز بحال و جاری ہیں۔

محمد نیاز و خاں کے پانچ فرزند اور دو دختر تھیں[1] محبوب خاں۔ شجاعت خاں۔
قمر الدین خاں۔ نامدار خاں۔ محمد خاں۔ ان پانچوں کو سرکار عالی سے انکی قدامت
و جانثاری و حسن خدمات کے صلہ میں علیحدہ علیحدہ دو دو سو روپئے ماہوار عطا فرمائے
گئے تھے محمد نیاز و خاں سپہ سالار کے انتقال کے بعد جمعداری انکے فرزند اکبر
محبوب خاں کو ملی اور موروثی جائداد سے بھی سرفراز ہوئے محبوب خاں نے لاولد
انتقال کیا انکی جگہ پر ان کے برادر شجاعت خاں عہدہ جمعداری و فوج و معاش پر
قابض ہوئے۔ ایک زمانہ تک خدمت سرکار بجا لاکر بتاریخ ۱۰ جمادی الثانی ۱۲۸۷ھ
میں بمقام تحصیل کوبلکنڈہ فوت ہوئے درگاہ حضرت سید شاہ عبد الرحمن صاحب قدس
سرہ میں مدفون ہوئے انکی جمعداری اور تمام جائداد انکے فرزند محمد علی خاں پر اجراء
ہوئی محمد علی خاں جمعدار کا انتقال ۲۴ صفر ۱۳۲۳ھ میں ہوا اور بلدہ حیدرآباد میں مقبرہ
وارث علی خاں میں دفن ہوئے محمد علی خاں[2] جمعدار کے بعد ان کے فرزند محمد نیاز علی
خاں عہدہ جمعداری پر سرفراز ہوئے اراضیات وغیرہ تو محمد علی خاں جمعدار
نے اپنی زندگی ہی میں تمام فروخت کردی تھیں اس لئے کہ یہ بہت ہی کاہل و سست
جمعدار تھے مگر محمد نیاز علی خاں بہت ہی ہشیار اور جفاکش واقع ہوئے ان کا
ایک موضع بودور جو ان کے خاندان میں چلا آتا تھا وہ بھی سرکار میں دب گیا تھا
محمد نیاز علی خاں نے کوشش بلیغ کرکے ایک زمانہ کے بعد اس موضع پر
قبضہ کیا یہ موضع بودور واقع قصبہ گرمٹکال تعلقہ یادگیر ضلع گلبرگہ شریف میں واقع
ہے محمد نیاز علی خاں جاگیردار بروئے احکام سرکاری نشان ۲۹۴ مورخہ ۱۴ صفر

---

[1] یہ دونوں دختریکے بعد دیگرے نواب محمد خاں دلاور خانی المخاطب دلاور نواز جنگ کو منسوب ہوئیں ۱۲ منہ

[2] محمد علی خاں جمعدار کے ایک فرزند اور تھے جنکا نام غلام غوث تھا وہ کمسنی ہی میں انتقال کرگئے ۱۲ منہ

۱۳۲۴ھ ہجری میں اور وہ جمعیت عہدہ جمعداری نظم جمعیت سرکار عالی اپنے والد کی کل جائداد نظم جمعیت وغیرہ پر سرفراز ہوئے اور خدمت سرکار میں حاضر و سرگرم ہیں انکی ایک حویلی گرمشکال میں بھی ہے جوان کے بزرگوں نے تیار کرائی تھی محمد نیاز علی خاں[۵] جمعدار کو فارسی میں علمی لیاقت اچھی ہے نوجوان اعلیٰ ہمت بلند حوصلہ شخص اور وجیہ جوان بھی ہیں جمعدار موصوف نے دو شادیاں کی ہیں پہلی شادی غلام قادر خاں جمعدار اسد خانی کی صاحب زادی سے کی تھی پھر اولاد نہ ہونے کے باعث دوسری شادی غلام غوث خاں احداں ہیبت خانی کی لڑکی سے ہوئی ہے جو فرخ نگر میں رہتے ہیں۔

ذکر شہامت خاں و محمد غازی خاں جمعداران ہاتھی خانی

انکے والد کا نام اختیار خاں تھا یہ ملک راجپوتانہ شیخاواٹی موضع چوڑی بیوہ سے وارد ہوئے تھے شہامت خاں نظم جمعیت میں جمعدار تھے میانہ و چھترا ور لوازمہ جمعداری سے سرفراز ہوئے اور جمعداری واسی قدر لوازمہ سے محمد غازی خاں بھی سرفراز تھے۔

شہامت خاں نے ایک فرزند چھوڑا جنکا نام محمد بخش خاں تھا اور ایک دختر بھی تھی دختر نواب محمد خاں وارابِ خانی ولاور نواز جنگ بہادر سے منسوب ہوئی تھی محمد بخش خاں جمعدار کے دو فرزند اس وقت موجود ہیں محمد فاضل خاں و محبوب علی خاں محمد فاضل خاں اپنی آبائی خدمت جمعداری پر سرفراز ہیں اور محبوب علی خاں کے نام بھی محمد بخش خاں جمعدار نے اپنی زندگی ہی میں معقول جائداد کر دی تھی ایک مقطعہ اور تقریباً دس ہزار روپئے نقد انکے نام پر لکھدیئے تھے محبوب علی خاں نے اپنا کل سرمایہ تھوڑے ہی عرصہ میں بے ترتیبی سے خرچ کر دیا اور اسوقت خالی ہاتھ ہیں محمد فاضل خاں جمعدار

[۵] یہ وحشت اثر خبر ہمیں اسوقت معلوم ہوئی کہ مسودہ کتاب ہذا مکمل تیار ہو چکا تھا کہ جمعدار محمد نیاز علی خاں نے ۱۰ ارشوال ۱۳۴۷ھ بروز جمعہ انتقال کیا اور رکرخی گنبد کے احاطہ میں مدفون کئے گئے افسوس اور صد افسوس ہے کہ یہ جمعدار صاحب عین عالم شباب میں لاولد انتقال کر گئے انکی دوسری شادی سال بھر پہلے ہی ہوئی تھی انکے خاندان کا دکن میں قطب شاہی زمانہ سے قومی اور نسلی سلسلہ آج تک آتا ہے چلا آتا تھا جمعدار صاحب بہت ہی وجیہ جوان تھے خدا تعالےٰ انکو غریق رحمت کرے

اس وقت برقرار اور موجود ہیں محمد فاضل خاں کی شادی بہادر خاں جیوان کی دختر سے ہوئی اور دوسرا عقد انہوں نے غیر برادری میں بھی کیا ہے جس کے بطن[1] سے تین لڑکے اسوقت موجود ہیں۔ محمد غازی خاں جمعدار کی بیوی کا جب انتقال ہوگیا تو جمعدار صاحب موصوف نے غیر برادری میں ایک عقد کیا جس کی کے بطن سے دو فرزند تولد ہوئے محمد عنایت اللہ خان و محمد عبداللہ خاں محمد غازی خاں کے انتقال کے بعد بہت ہی کم کے ساتھ جمعداری پر محمد عنایت اللہ خاں بحال ہوئے اور محمد عبداللہ خاں نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد پولیس میں بعہدہ اپنی ملازمت حاصل کی محمد عنایت اللہ خاں نے لاولد انتقال کیا محمد غازی خاں جمعدار بڑے اولوالعزم شخص تھے بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے واقع نگاروں کو جمعدار موصوف نے انعام میں ایک ہاتھی بھی دیا تھا جو کوئی شخص ان کے وطن سے آتا تھا اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے موافق سلوک کرتے تھے یہ جمعدار سخی اور بہادر تھے اب محمد غازی خاں جمعدار کے فرزند محمد عبداللہ خاں کا بھی انتقال ہوچکا ہے اور فارسی کی تعلیم انھوں نے اچھی پائی تھی محمد عبداللہ خاں نے اپنے فرزند کو جنکا نام حبیب اللہ خاں ہے اعلیٰ تعلیم دلائی حبیب اللہ خاں نے جامعہ عثمانیہ سے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کی ہے اوراس وقت اخبار نظام گزٹ کے ایڈیٹر ہیں حبیب اللہ خاں وجیہہ جوان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونیکے علاوہ سلیم الطبع اور صاحب اخلاق بھی ہیں آئندہ ان سے قوم کو فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔

حیدرآباد کا باب ختم کرتے ہوئے یہ نامناسب نہوگا کہ ان اشخاص کی بھی فہرست دے دیجائے جو متفرق طور پر علاوہ امپیریل سروس ٹروپس کے باقاعدہ رسالوں و پولیس اضلاع سرکار عالی میں ملازم تھے اور ہیں اور وہ قائم خانی جنھوں نے موجودہ دور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے ان کا بھی تذکرہ کردیا جائے۔ لہذا فہرست حسب ذیل ہے

(۱) مولوی محمد بہاؤالدین خاں ولد مختار خاں الیمان حمید خانی ساکن موضع بامنواس ہیں۔ مولوی بہاؤالدین خاں صاحب نے علوم مشرقیہ میں اعلیٰ تعلیم پائی ہے یعنی منشی

---

[1] معین الدین خاں عظمت اللہ خاں۔ رحمت اللہ خاں ۱۲منہ

ومنشی عالم ومنشی فاضل اور مولوی ومولوی عالم ومولوی فاضل کی ڈگریاں درجہ اعلیٰ میں حاصل کی ہیں اور کامیاب ہیں اور یہ بھی طرفہ ہے کہ آپ کسی امتحان میں فیل نہیں ہوئے ہر امتحان میں درجہ اعلیٰ کامیاب ہوتے رہے آپ عربی کے شاعر بھی ہیں آپ نے بندگان عالی حضور پرنور میر عثمان علیخاں بہادر جوان بخت شہریار دکن کی تخت نشینی کی تقریب میں قصیدہ عربی بصنعت غیر منقوط لکھا تھا جس کی بناء پر اعلیٰ حضرت حضور پر نور بادشاہ دکن سے فرمان ہوا کہ انکو تعلیمات میں انکی اہلیت کے مطابق جگہ دی جائے اس وقت مولوی بہاؤ الدین خانصاحب مدرسہ گورنمنٹ ہائی سکول چادر گھاٹ میں عربی کے پروفیسر ہیں اور ابتک آپ کے شاگرد عربی میں بدرجہ اعلیٰ بہت سے کامیاب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

(۲) مولوی حبیب اللہ خاں ولد عبداللہ خاں احمداں ہاتھی خانی جنکا وطن قدیم جوڑی بیسوہ علاقہ سیکر ہے آپ نے جامعہ عثمانیہ سے ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ہے اور اسوقت اخبار نظام گزٹ کے اڈیٹر ہیں۔ آپ کے حالات آپ کے خاندانی ذکر میں بھی اوپر لکھے گئے ہیں۔

(۳) مولوی محمد رضا خاں ولد ولی محمد خاں[ف] آپ خانداں جبوان سے ہیں آپکا وطن موضع کیڈ علاقہ راجپوتانہ ہے آپ نے بھی جامعہ عثمانیہ سے بی اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی ہے اور اس وقت دفتر انگریزی ہائی کورٹ حیدرآباد کے منتظم ہیں آپ منصفی کے امیدوار ہیں جس کی سردست پانسو روپئے تنخواہ ہوتی ہے اور کئی دفعہ اس عہدے پر منصرمانہ طور پر آپ کام بھی کر چکے ہیں۔

اس قوم قائم خانی کے لیئے یہ بڑی فخر کی بات ہے کہ اس قوم کے اصحاب نے اس درجہ تعلیم حاصل کی ہے اس سے قوم کو امید ہوتی ہے کہ ایسے لائق اصحاب اس ڈگمگاتی ہوئی قوم کو اپنے علم کے ذریعہ سے ضرور سنبھال لینگے اور جہاں اس قوم کا معدن ہے یعنی شیخاواٹی راجپوتانہ وہاں پر یہ صاحبین دورہ کرینگے اور قوم

[ف] ولی محمد خانصاحب اپنی قوم میں سر بر آوردہ شخص تھے اور انکا قیام ہمیشہ بلدہ میں رہا سرکار سے تنخواہ منصب بھی پاتے تھے

کو ہر طرح سے نیک مشورے دینگے اور علمی اشاعت کرینگے اور اس قوم میں جو ناقص رسوم فضول خرچی وغیرہ کی ہیں اس کو مٹانے کی کوشش بھی کرینگے ان حضرات کی تحریر و تقریر کا اثر اس قوم پر ضرور اچھا پڑے گا اور قوم انکی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیگی مقام جھجھوں جو شیخاواٹی کے وسط میں ہے اور وہاں تک ریل بھی جاری ہے جھنجھنوں میں حضرت قبلہ قمرالدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی وسیع خانقاہ ہے جو اسی قوم کے ایک بڑے بزرگ ہو گذرے ہیں اور ۱۱ ربیع الاول کو ہر سال آپ کا عرس ہوا کرتا ہے عرس کے موقع پر ہر گروہ اور ہر خاندان کے قائم خانی جمع ہوتے ہیں یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور بلدہ حیدرآباد کے ذی علم قائم خانی اصحاب اس موقع پر یہاں آئیں اور تقریریں کریں تو بہت ہی مناسب ہے جب کوئی شخص ہنر یا علم سیکھتا ہے تو اس دوران میں اس دل میں تین طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ اس کے ذریعہ سے دولت جمع کرونگا اور تا زندگی کرتا رہونگا اور مرتے وقت کسی عزیز کے حوالہ کر جاؤنگا۔ دوسرے یہ خیال کہ میں اس دولت سے عیش و عشرت کر جاؤنگا یہی نہیں بلکہ آمدنی سے زیادہ خرچ رکھونگا۔ تیسرے خیال یہ کہ میں اس دولت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو حتی الامکان اور خاصکر اپنی قوم کو فائدہ پہنچاؤنگا اور فنا فی القوم ہونے کی کوشش کرونگا۔ یہ تیسرا خیال جو دل میں بندھ رہا تھا اس پر عمل پیرا ہوا تو وہ انسان کامل انسان کہلانے کا حقدار ہے اس لیئے کہ اس نے حکم خدا اور اپنا فرض ادا کیا کیونکہ سب کا الحاصل آخر موت ہے!!

رسالہ تھرڈ لانسرز حیدرآباد دکن جبرالدین خان رسائیدار۔ بایزید خان جمعدار بہادر خان رسائیدار۔

یہ تینوں افسر نواب مدن خاں کے بھتیجے تھے جب نواب مدن خان کے رہے سہے گھوڑے انکے انتقال کے بعد تھرڈ لانسرز میں داخل ہوئے تو ان افسروں کی امتیازی آسامیاں بھی اسی رسالہ میں داخل ہو گئیں اور یہ وہاں پر عہدوں سے بھرتی ہوئے اور ایک مدت دراز تک ملازمت کر کے فوت ہو گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ نواب مدن خاں کے کارخانہ میں بہت سی امتیازی آسامیاں تھیں ابتک ان کے نشانات پائے جاتے ہیں حیدر خاں بھی نواب مدن خاں کے برادر زادہ تھے اور ایک امتیازی آسامی پر مامور تھے۔ اس وقت حیدر خاں کے فرزند خورشید علی خاں اس امتیازی آسامی پر ملازم ہیں اور نظم جمعیت سے تنخواہ پاتے ہیں۔

(۵) بہادر خاں رسالدار میجر احمدان ہاتھی خانی موضع چوڑی کے رہنے والے تھے انکا انتقال ہو چکا ہے

(۶) رحمن خاں رسالدار میجر جیوان گروہ سے ہیں اور اسوقت پنشن پاتے ہیں۔ جب نواب صالح محمد خان بہادر قائم خانی کے کارخانہ میں سے اڑسٹھ گھوڑے رسالہ تھرڈ لانسرز میں شامل ہوئے تو اس وقت یہ دونوں افسر بھی اسی رسالہ میں داخل ہو گئے اور ترقیاں پائیں۔

(۷) دولیخاں جمعدار احمدان دولت خانی بساہو کے باشندے تھے ان کا انتقال ہو چکا ہے

(۸) شاہ محمد خاں رسالدار احمدان ہاتھی خانی موضع جبیوہ کے تھے ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

رسالہ گولکنڈہ لانسرز حیدرآباد دکن

(۱) محمد خاں رسالدار احمدان فتح خانی موضع کڑولی کے باشندے ہیں اور اسوقت پنشن پاتے ہیں اور قلعہ گولکنڈہ میں مقیم ہیں۔

(۲) احمد علیخاں جمعدار داراب خانی موضع اسیسر کے باشندے تھے ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

پرنس باڈی گارڈ

(۱) مراد خاں جمعدار دلاور خانی موضع ہانسیتم سر علاقہ سیکر کے رہنے والے تھے انکا انتقال ہو چکا ہے۔

علاقہ پائیگاہ نواب اقبال الدولہ وقار الامراء بہادر

(۱) امام علی خاں رسالہ باقاعدہ۔ نواب وقار الامراء بہادر میں کمانڈنگ افسر تھے اور نواب سلطان الملک بہادر کے ایڈی کانگ بھی تھے انکا انتقال ہوچکا ہے انکے فرزند

(۲) محبوب علیخاں اب اسی رسالہ میں اجیٹن ہیں۔

(۳) بشارت علی خاں اسی رسالہ میں رسائیدار تھے اور انتقال ہوچکا ہے۔

(۴) علاؤالدین خاں اسی رسالہ میں جمعدار تھے اور انتقال ہوچکا ہے۔

(۵) غلام علی خاں رسائیدار اسی رسالہ میں موجود ہیں۔

(۶) حیات محمد خاں رسائیدار اسی رسالہ میں موجود ہیں یہ تمام افسر موضع کیڈ کے رہنے والے تھے اور ہیں انکا سلسلہ نسب نواب جبر الدین خاں میں ملتا ہے اسی لیئے اس گروہ کو جیوان کہا جاتا ہے متصل فلک نما محلہ جنگم مٹہ میں ان سب کا قیام ہے۔

علاقہ پائیگاہ نواب سر آسمان جاہ بہادر

(۱) علاؤالدین خاں کپتان اسی علاقہ کی باقاعدہ فوج میں ملازم تھے ان کے حالات قمر الدین خاں رسالدار میجر کے فوجی باب کے ذکر میں لکھے جائیں گے۔

(۲) غلام غوث خاں کپتن بھی اسی علاقہ میں ملازم تھے انکی بھی مفصل کیفیت قمر الدین خاں رسالدار میجر کے ذکر میں لکھی جائیگی انکے فرزند۔

(۳) غلام دستگیر خاں اسی علاقہ کی باقاعدہ فوج میں لفٹنٹ ہیں۔

فہرست امناء پولیس اضلاع سرکار عالی

(۱) ابراہیم علی خاں جیوان گروہ سے تھے اور اندرون بلدہ میں امین تھے کیڈ کے باشندے تھے۔ ان کا انتقال ہوچکا ہے۔

(۲) مختار خاں الیمان حمید خانی موضع بامنواس کے باشندے تھے پولیس اضلاع

میں امین تھے ان کا انتقال ۲۳/ شوال ۱۳۳۵ھ ہجری میں ہوا یہ اس سے پہلے نواب عالم علیخاں دلاور نواز جنگ بہادر کی فوج میں جمعدار رہے اور ضلع گلبرگہ شریف میں انکی تعیناتی تھی جب ۱۳۰۵ھ میں سنٹرل جیل ضلع گلبرگہ کے قیدیوں نے ہنگامہ کیا اور پندرہ قیدی پہرہ داروں کو زد و کوب کرکے جیل سے باہر نکل گئے تو ان قیدیوں کا تعاقب سب سے پہلے نواب عالم علی خاں کی فوج نے کیا مختار خاں جمعدار اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ گلبرگہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر موضع کملاپور کے قریب پہنچے اور ان قیدیوں سے مقابلہ ہوا سات قیدی زخمی ہوئے اور باقی گرفتار کر لیے گئے مختار خاں بھی شدید زخمی ہوئے ان تمام قیدیوں کو صوبہ دار اکرام اللہ خانصاحب کے روبرو پیش کیا گیا مولوی اکرام اللہ خانصاحب صوبیدار نے مختار خاں کو آفرین کہا اور نواب سر سالار جنگ بہادر مدار المہام کو اس واقعہ کی اطلاع کی اس پر یہ حکم ہوا کہ مختار خاں جمعدار کو سردست امینی کا عہدہ پولیس اضلاع میں دیا جائے یا کافی انعام دیا جائے مختار خاں نے نہ امینی لینے کی کوشش کی اور نہ انعام کی مگر اس حکم کی نقل لے لی جو محکمہ مدار المہامی سے جاری ہوا تھا جب نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر کے کارخانہ کے ۱۳۱۰ھ ہجری میں امپیریل میں شامل ہونیکا حکم ہوا تو مختار خاں کو امینی کی جستجو ہوئی یہ ناظم کوتوالی اضلاع پولیس لڈلو صاحب بہادر کی پیشی میں حاضر ہوئے اور اس حکم کی بنا پر انکو عہدہ امینی دیا گیا مختار خاں کو پڑھنے لکھنے میں معمولی دخل تھا۔ مگر تیرہ سال تک انھوں نے عہدہ امینی کو باحسن وجوہ انجام دیا اسکے بعد ان کا وظیفہ ہوگیا تھا۔

(۳) محمد حسین خان احمدان وائم خانی پولیس اضلاع میں سرکل انسپکٹر تھے اور موضع جھونپہ ضلع حصار کے باشندے تھے ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

(۴) عبداللہ خاں احمداں ہاشمی خانی پولیس اضلاع میں امین تھے ابھی حال

ف نواب دلاور نواز جنگ بہادر قائم خانی کے کارخانہ میں سے دوسو گھوڑوں کی تعیناتی ضلع گلبرگہ میں تھی جس میں تمام قائم خانی ملازم تھے ۱۲

ہی ہیں ماہ رجب ۱۳۴۹ھ ہجری میں انکا انتقال ہوا ہے۔

(۵) امیر علی خاں داراب خانی امین تھے دھنوری کے باشندہ ہیں اور اسوقت وظیفہ پاتے ہیں اورنگ آباد میں مقیم ہیں اور کئی ہزار روپئے کی زمینیں انھوں نے خریدلی ہیں اور اس وقت درویشانہ خیالات کے پیرو ہیں یہ منچلے بہادر افسر ہیں خان بہادر میر مبارک علی خاں مہتمم کے ہمراہ رہ کر انھوں نے نمایاں کام کئے ہیں اور ان کی جملہ خدمات اور کار لائقہ کا ثبوت دفتر سررشتہ کوتوال اضلاع سے ملتا ہے۔

(۶) محمد یسین خاں داراب خانی امین تھے۔ اور دھنوری کے باشندے ہیں اب نوکری سے علحدہ ہو گئے۔

(۷) غلام قادر خاں داراب خانی موضع دھنوری کے ہیں اس وقت علاقہ صرف خاص میں امین ہیں اور نوکری کر رہے ہیں یہ امین صاحب نواب بشیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر کے نواسے ہیں یہ بہت ہی فیض رساں شخص ہیں اکثر انکے عزیز و اقارب انکے وطن سے آتے ہیں اور ان سے یہ ہر طرح کا سلوک کرتے ہیں۔

(۸) عبدالرحیم خاں احمدان ہاشمی خانی موضع بیرہ کے باشندے ہیں علاقہ صرف خاص میں امین ہیں اور نوکری کر رہے ہیں یہ صاحب نواب بشیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر کے داماد ہیں۔

(۹) اسمٰعیل خاں ساکن گولکنڈہ بھی امین تھے اور اس وقت وظیفہ پاتے ہیں۔

(۱۰) بخش اللہ خاں نشوان امین تھے اب پرتور میں رہتے ہیں۔

(۱۱) محمد علیخاں داراب خانی موضع دھنوری کے خاص اندرون بلدہ اورنگ آباد پولیس میں امین کچہری کے محرر ہیں عظیم الدین خان احمدان دائم خانی موضع چھونپہ ضلع حصار کے باشندے تھے اور پلٹن باقاعدہ نمبر ۳ میں لفٹنٹ تھے ۱۳۳۵ھ ہجری میں انھوں نے انتقال کیا یہ لفٹنٹ صاحب بشیر نواز جنگ معین یاورالدولہ بہادر کے داماد تھے اور بہت ہی نیک طبیعت اور اولوالعزم شخص تھے۔ علاوہ اس کے چھوٹے چھوٹے عہدوں پر اور سپاہیوں میں اضلاع پولیس سرکار عالی میں اور اسپریلیوں و باقاعدہ فوج میں و محکمہ

حال محکمہ نظامت میں اکثر قائم خانی ملازم ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔

دسواں باب (۱۰)

پیشنس انڈیا کے فوجی قائم خانی سپاہی اور انڈین افسرونکے حالات

ذکر رسالدار میجر صفدر خان مظفر خانی

صفدر خاں کا مولد قصبہ جھنجھنوں کے گرد و نواح میں واقع ہے یہ بہادر اور دلاور انسان نوجوانی سے دکن کی طرف روانہ ہوکر حیدرآباد پہنچا ابتداً نواب محمد خان ولادر جنگ بہادر کی جمعیت میں ملازمت کی اس زمانہ میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں روہیلوں کی لوٹ مار اور غارت گری کی بڑی دھوم مچی ہوئی تھی روہیلوں کی ایک کثیر جماعت نے نواب مظفر خان کی جاگیر سلطان پیٹھ میں ڈاکہ ڈالا یہاں پر نواب محمد خان ولادر جنگ بہادر کی طرف سے دس سوار تعین تھے اس قلیل جماعت نے ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا اور مظفر خان جو صفدر خان کے ایک حقیقی بھائی ہوتے تھے مارے گئے جب صفدر خان کو اس واقعہ کی خبر بلدہ حیدرآباد میں پہنچی تو بے قرار ہوگئے اور اسی وقت نواب کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے انتقام کے لئے اس جگہ پر جہاں روہیلے لوٹ مار کرتے پھر رہے تھے مع چند ساتھیوں کے صفدر خان پہنچے بالآخر نانڈگاؤں کے قریب روہیلوں سے مقابلہ ہوا روہیلوں کو صفدر خان نے شکست دی اور پانچ روہیلے گرفتار کر لئے اب صفدر خان نے یہ عزم کیا کہ ان گرفتار شدہ روہیلوں کو اس مقام پر لے چلنا چاہئے جہاں مظفر خان مارا گیا ہے وہاں پہنچکر ان روہیلوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ لوگ میری جوانمردی کی داد دیں اسی باعث صفدر خان مقام کرتا ہوا آخیر ملوج پہنچا جہاں نواب مدن خان الخاطب رستم دل خان بہادر قائم خانی کی جاگیر تھی گاؤں سے باہر ایک باؤلی پر قیام کیا اس جاگیر میں نواب مدن خان کی جانب سے

اعظم خاںؔ ایلمان حمید خانی ساکن بامنواس بطریق نائب کے رہا کرتا تھا صفدر خاں کو اپنے یہاں مدعو ہونے کے لئے دعوت دی صفدر خاں نے دعوت کی قبولیت سے انکار کیا اور اس کے وجوہات بیان کئے لیکن نائب اعظم خاں نے اصرار کیا جسکی بناء پر صفدر خاں کو دعوت قبول کرنی پڑی صفدر خاں مع اپنے ہمراہیوں کے گڑھی کی طرف روانہ ہوئے اور چند آدمیوں کو روہیلے قیدیوں کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا اس جاگیر میں نواب مدن خاں کی طرف سے روہیلوں کی ایک جماعت اعظم خاں کی ماتحتی میں رہا کرتی تھی یہ نواب کے ملازمین روہیلے اپنے ہمقوم لوگوں کو مقید اور محبوس دیکھکر آمادہ فساد ہوگئے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ ان اسیر روہیلوں کو صفدر خاں کے قبضے سے چھڑا لیا جائے اس عزم کی بناء پر یہ روہیلے ان قائم خانی محافظوں پر ٹوٹ پڑے اور کشت و خون کے بعد اسیر شدہ روہیلوں کو چھڑا لیا۔

جب صفدر خاں کو اس ہنگامہ کی خبر پہنچی تو فی الفور گڑھی سے باہر نکلا اور مفسدوں کے مد مقابل پہنچکر جمال خاں روہیلے کو جو بختو خاں کا قاتل تھا تہ تیغ کیا اس کشمکش میں صفدر خاں کے ساتھیوں میں سے میر و خاں ہاتھی خانی اور بختو خاں ایلمان حمید خانی سکنہ بامنواس تو زخمی ہوئے اور محی الدین خان چھوہان سکنہ کیڈ معرکہ میں کام آیا۔ اس واقعہ کی کیفیت اطراف و اکناف میں پھیل گئی جس کی وجہ سے صفدر خاں نے اپنی سابقہ ملازمت پر جو نواب محمد خاں کی جمعیت میں تھی حاضر ہونے سے پہلو تہی کی اس عرصے میں صفدر خاں سے چند امور ایسے ظہور پذیر ہوئے جس سے عہدہ داران ضلع کو نقض امن کا اندیشہ ہوا اور جس ضلع میں یہ پھرتے تھے وہاں رعایا کے اضطراب و تشویش کا موجب ہوئے اسی بناء پر سرکار میں رپورٹ ہوئی کہ صفدر خاں کی وجہ سے اس نواح میں بد امنی پھیلنے کا خطرہ ہے اور ان کے ساتھ آئندہ ایک کثیر جماعت کے شامل ہونے کا اندیشہ ہے اس کا انسداد کیا جائے اس تحریک پر ان کی تنبیہ کے لئے نواب

لہ نواب رستم دل خاں بہادر کی جاگیر میں ایک موضع اعظم پچھیرہ ہے یہ ان ہی اعظم خاں کے نام سے آباد ہوا ہے ۱۲ منہ

غلام یٰسین خاں بہادر کو سر سالار جنگ بہادر مدارالمہام سرکار عالی کیجانب سے حکم ہوا
کہ اس کا انسداد کیا جائے نواب ممدوح الشان کافی جمعیت لیکر روانہ ہوئے تاکہ
صفدر خاں کو گرفتار کرکے بموجب حکم کے مدارالمہام وقت کے پیش کریں چندروز
تعاقب کے بعد صفدر خاں کی گرفتاری سے نواب صاحب نے مایوسی ظاہر کی اور
بڑی ایکلی میں مقام کیا راز دار خاں ہتھیار خانی جو نواب صاحب کی جمعیت میں جمعدار
اور نواب ممدوح کے اول درجہ کے مشیر تھے عرض کی کہ اگر آپ صفدر خاں کی
گذشتہ خطاؤں اور غلطیوں کو معاف فرمادیں اور ان سے کشادہ پیشانی کے ساتھ
ملیں تو میں انہیں آپ کے پاس حاضر کرسکتا ہوں چونکہ وہ میرا ہمقوم ہے مجھ سے
خائف نہ ہوگا نواب صاحب نے وعدہ کیا کہ میں صفدر خاں کے ساتھ شریفانہ
برتاؤ کروں گا۔ بعدازاں راز دار خاں وہاں پر گئے جہاں صفدر خاں روپوش تھا
اور ان سے ملکر سمجھایا کہ تم کب تک آوارہ پھرتے رہوگے میرے ساتھ چلو میں تمہاری
خطاؤں کو نواب صاحب سے عفو کراؤنگا اور سرکار عالی کے عتاب سے بھی مطمئن
ہوجاؤگے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی اذیت نہ پہونچے گی اس اقرار کی بناء
پر صفدر خاں جریدہ (تن تنہا) راز دار خاں کے ہمراہ بڑی ایکلی نواب غلام یٰسین خاں بہادر سپہ سالار
کی خدمت میں حاضر ہوا اور نواب صاحب ممدوح نے حسب وعدہ مہربانی فرمائی اور صفدر خاں نے تمکہ گذرانی
نواب صاحب نے صفدر خاں کو اطمینان دلایا کہ بلدہ چل کر مدارالمہام بہادر سے
تمہاری تقصیرات پر خط نسخ کھنچوا دونگا اس کے بعد نواب صاحب نے مع
صفدر خاں کے بلدہ کو مراجعت فرمائی اور سر سالار جنگ بہادر کی خدمت

ؔ۵ا نواب غلام یٰسین خان بہادر کے تین فرزند ہیں نواب غلام محمود خان انکا انتقال ہوچکا ہے و نواب غلام امام خاں
و نواب غلام مصطفےٰ خاں موجود ہیں انکے خاندان میں تقریباً اسی ہزار کی جاگیر بھی آصفجاہ نظام الملک بہادر کے
زمانہ سے چلی آرہی ہے اور انکی برادری کے کئی اشخاص اس میں حصہ دار ہیں انکے خاندان کا ایک زمانہ
میں بہت بڑا اعزاز تھا اور اب بھی نواب غلام یٰسین خاں بہادر کے صاحبزادوں کی رشتہ داریاں
شاہی خاندان میں ہوتی ہیں ۱۲ منہ

میں حاضر ہو کر صفدر خاں کو پیش کیا اور عرض کی کہ صفدر خاں کی نسبت جو واقعات مشہور
تھے ان میں سے اکثر قابل اعتماد نہیں ہیں جو میری تحقیقات کی ضمن میں واضح
ہوئے اس میں شک نہیں کہ صفدر خاں سے چند وجوہ کی بناء پر ایک شورش
ہو گئی تھی جسکی معافی کے لئے یہ خواستگار ہے اور آئندہ امن پسند زندگی بسر کرنے کا
اقرار کرتا ہے اسی وجہ سے میں انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں اور ایسے بہادر و
دلاور سپاہیوں کی ضرورت بھی اکثر سرکار میں رہا کرتی ہے اس معروضہ کے اختتام
کے بعد نواب صاحب نے صفدر خاں کی نذر مدار المہام بہادر کی خدمت میں گذرانی
نذر گذرانے کے بعد مدار المہام بہادر نے نواب صاحب کی سفارش کی بناء پر
صفدر خاں کو تمام الزامات سے بری کر دیا اس کے بعد نواب غلام یسین خاں
بہادر نے صفدر خاں کو اپنے زمرہ فوج میں رکھ لیا اور ایک امتیازی آسامی پر مقرر
فرمایا اور نواب صاحب کی روز افزوں عنایات و توجہات صفدر خاں پر ہوتی رہیں
۱۸۵۸ء میں سرکار عظمت مدار کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بہادر اور جرار
سپاہیوں کی جستجو ہوئی۔ اور ایک رسالہ بیٹسن ہارس بسر کردگی جرنل ولیم بیٹسن
صاحب بہادر بمقام بلارم حیدر آباد دکن بھرتی کیا جا رہا تھا نواب غلام یسین خاں
بہادر نے جرنل صاحب مذکور سے صفدر خاں کی پر زور سفارش کی اور انہیں رسالداری
سے مامور کرنے کے لئے فرمایا جرنل صاحب نے اسکو بخوشی منظور کیا اور ۴ مارچ
۱۸۵۸ء میں صفدر خاں کو نائب رسالداری سے رسالہ دوم بیٹسن ہارس میں مامور
کیا گیا۔ نواب غلام یسین خاں بہادر نے صفدر خاں کی روانگی کے وقت نہایت
فیاضانہ سلوک کیا وہ یہ کہ پینتیس ۳۵ گھوڑے ایک بڑا ڈیرہ اور کل آسائش کا سامان جسقدر
ان کو ضرورت تھی بخشا اور بتاریخ ۵ مارچ ۱۸۵۸ء صفدر خاں مع ۳۵ راس
اسپ کے سلحدار ہوئے چند دنوں کے بعد یہ رسالہ دکن سے ہندوستان کی طرف
روانہ ہوا مقام جالنہ ۱۲ جون ۱۸۵۸ء میں صفدر خاں نائب رسالداری سے رسالدار
ہوئے اور دوران ملازمت میں صفدر خاں ہر معرکہ اور ہر مہم پر افسران بالادست کو

اپنی کارگذاری سے متاثر کرتے رہے اور سرکار انگلشیہ سے وقتاً فوقتاً سرٹیفکیٹ حاصل
کرتے رہے سنہ ۱۸۵۸ء جبکہ ہندوستان میں کلیتہً امن ہوگیا تو رسالہ جمعیت اس
تخفیف میں آگیا اور صفدر خاں کو پانسو اسپ کی قیمت پندرہ ہزار روپیہ
دیکر حسب خواہش فارغ کردیا ریاست جے پور سے نام رسالداری پر مامور
کرنے کے لئے سفارش کی مہاراجہ رام سنگھ بہادر والئ جے پور نے صفدر خاں
کو عہدہ رسالداری سے سرفراز فرمایا اور دس سوار سلحداری پر رکھنے کا
حکم دیا گیا اور علاوہ تنخواہ ایک گاؤں سلیم پورہ جاگیر میں عطا فرمایا جبکہ رزیڈنٹ
صاحب بہادر اور ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ تشریف فرما ہوتے تو صفدر خاں انکی
سلامی کے لئے بطور اعزازی دستہ کے مقرر کئے جاتے تھے اور نیز مہاراجہ
صاحب بہادر کے مع سواران ہمرکاب بھی رہا کرتے تھے اور مہاراجہ بہادر تک انکی
رسائی تھی اس ریاست میں بھی صفدر خاں نے اکثر نمایاں کام کئے چنانچہ جب
سمت ۱۹۲۳ م سنہ ۱۸۶۶ء ٹھکانہ الیسرہ میں کنور قائم سنگھ اور انکے بھائی میں آپس کی
رنجیدگی کے سبب ایک فساد برپا ہوا اس وجہ سے مہاراجہ رام سنگھ نے صفدر خاں
اور میر احمد علی ناظم کو حکم دیا کہ کنور قائم سنگھ کو ہمارے پاس حاضر کریں کوئی
جھگڑا اور خونریزی نہ ہونے پائے صفدر خاں اور میر احمد علی ناظم جمعیت لیکر الیسرہ
پہنچے سرکاری رعب وداب اور حکمت عملی کو کام میں لاکر کنور قائم سنگھ کو مہاراجہ
کے پاس حاضر کیا یہی کنور قائم سنگھ مہاراجہ رام سنگھ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۸۸۰ء
میں سوائی مادھو سنگھ بہادر کے نام سے راج کا مالک بنایا گیا اس صلے میں
صفدر خاں کو مہاراجہ رام سنگھ بہادر نے اندرون چاند پول دروازہ ایک قیمتی مکان
عطا فرمایا جو اب تک صفدر خاں کی حویلی کے نام سے موسوم ہے صفدر خاں آخری
عمر میں نابینا ہوگئے تھے اسی وجہ سے اپنے فرزند محمد عالم علی خاں کو بہ حین حیات
اپنی جائداد اور رسالداری پر مامور کرادیا تھا نابینا ہونیکے بعد سنہ ۱۳۰۲ھ
میں صفدر خاں بلدہ حیدرآباد بھی آگئے تھے اور نواب غلام یٰسین[۱۵۱] خان بہادر

۱۵۱ انکی ڈیوڑھی متصل شاہ علی بنڈہ واقع ہے۔ مولف

کے خلف الرشید نواب غلام محمودؒ خاں بہادر کے یہاں دو ہفتے قیام کیا نواب صاحب اور نیز نواب صاحب کے اعزہ نے صفدر خاں کی ہر طرح خاطر و تواضع کی اور اپنے دیرینہ تعلقات کا خیال پیش نظر رکھا بتاریخ ۴ شوال ۱۳۰۶ھ میں ۲ بجے پوراہی میں صفدر خاں نے انتقال کیا اور بیرون دروازہ چاندپول مدفون ہوئے ان کے فرزند محمد عالم علیؒ خاں نے لاؤ بالی میں اپنی زندگی بسر کی اگر وہ چاہتے تو اس روشن زمانہ میں بہت کچھ فائدہ اُٹھا لیتے لیکن انھوں نے تو اپنے اولوالعزم باپ کی جائداد کی نگہداشت سے بھی اغماض کیا اور بتاریخ ۷ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ روز شنبہ مقام جھنجھنوں گھوڑے پرسے گر کر انتقال کیا اور احاطہ درگاہ حضرت قمرالدین شاہؒ میں مدفون ہوئے محمد عالم علیؒ خاں کی جگہ پر انکے انتقال کے بعد ان کے فرزند کلاں محبوب علی خاں کا رسالداری پر تقرر ہوا۔

ذیل میں ان چٹھیوں کی نقل کی جاتی ہے جو رسالدار صفدر خاں کو ان کے یورپین افسران بالا دست سے وقتاً فوقتاً عطا ہوتی رہیں۔

(۱) کلیڈات ہوٹل بمبئی۔ رسالدار صاحب

آج مجھے آپ کا خط ملا نہایت خوشی ہوئی مگر دوسرے خطوں کے بارے میں آپ نے جو لکھا ہے وہ شاید کہیں گم ہو گئے کیونکہ جب میں نے آپ کو بمبئی میں رخصت کیا تھا اس وقت سے مجھے آپ کا کوئی خط نہیں ملا مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ اپنے کمانڈنگ افسر کو خوش رکھتے ہیں جس کا ثبوت اس طرح سے ہوا کہ انھوں نے آپ کو رسالداری بھری کی معزز خدمت پر جس کے لئے آپ بہت موزوں ہیں مقرر کیا ہے امید ہے کہ آپ ہمیشہ اپنا کام عمدگی سے انجام دیتے رہینگے اور نیز اپنے ماتحتوں کو بھی کام کی طرف متوجہ کرتے رہینگے اور اس طریقے سے آپ اپنے کمانڈنگ پر اعتبار قائم رکھینگے جس کی بنا پر انھوں نے آپ کو اس اعلیٰ عہدہ پر سرفراز

لہ نواب غلام محمود خاں بھی سنہ ۱۳۲۴ھ یا محرم ۱۹۰۶ء میں جنت کو تشریف لیگئے تھے رسالدار صفدر خاں کے فرزند عالم علیخاں کے جہاں رہنے کا شرف بزرگانہ کیا گیا ۱۲ مصنف۔

فرمایا ہے اور جس کی خبر سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے میری بیوی اور بیٹیاں آپکو سلام کہتی ہیں۔ فقط آپ کا دائمی دوست ڈبلیو ایف ہیٹین ۷ ار نومبر ۱۸۶۰ء

(۲) از مقام گونڈہ

میں نے بحیثیت ایک افسر کے صفدر خاں رسالدار ہیٹین ہورس حال منصرم رسالدار میجر رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس کو ان کے عمدہ چال چلن کے اظہار میں ایک بندوق اور برچھا دیا ہے اور اس غرض سے میں ولایت سے ایک جوڑی پستول دو ضربی لایا تھا جو میں نے نہایت خوشی سے عطا کیا اب وہ رسالدار میجر مقرر کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ اپنے کمانڈنگ افسر کو خوش رکھتے ہیں فقط ڈبلیو ہیٹین سابق کمانڈنگ ہیٹین ہورس ۳۰ ر دسمبر ۱۸۶۰ء

(۳) صفدر خاں عنقریب رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا کے ہمراہ یہاں سے جانیوالے ہیں لہذا میں اس خیال سے کہ شاید آئندہ مجھے انکی سفارش کا موقع نہ ملے یہ خط خوشی سے ان کو دیتا ہوں میں صفدر خاں کو کم و بیش ایک سال سے جانتا ہوں میری رائے ہمیشہ ان کی نسبت اچھی رہی ہے وہ گذشتہ چھ مہینے بحیثیت منصرم رسالدار میجر رجمنٹ نمبر ۳ میں نہایت تندھی اور عمدگی سے اپنے فرائض ادا کرتے رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ ہر رجمنٹ کے واسطے مفید ہیں فقط۔

اسے جی ہیں لفٹنٹ سٹاف افسر سنٹرل انڈیا ہورس ۲۰ ر جون ۱۸۶۱ء

(۴) از مقام گونڈہ

صفدر خاں رسالدار بوجہ چار سال ملازم ہونیکے ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء کو بحکم جی۔ او جی ملازمت سے علیحدہ کردیئے گئے انھوں نے چھ مہینے رجمنٹ نمبر ۳ میں رسالدار میجری کا کام بہت عمدگی سے انجام دیا اب وہ رجمنٹ ٹوٹ گئی ہے ان کی روانگی کے وقت میں بار بار وہی کلمے دہراتا ہوں جو میں پہلے کہہ چکا ہوں

کر وہ بہت ہی دلیر اور جوانمرد دیسی افسر ہیں غالباً بریگیڈ کا ہر ایک افسر انکی جدائی
کا دل سے افسوس کرتا ہوگا۔ وہ بہت خوش ہوتے اگر رسالدار صاحب موصوف
چندے اور فوج میں ٹھہر سکتے مگر افسوس کہ اب وہ جانیوالے ہیں فقط

اے جی مین لفٹنٹ شافت افسر سنٹرل انڈیا ہورس ۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء

(۵) نقل [illegible]

یہ خط لیکر صفدر خان سابق رسالدار رجمنٹ نمبر ۳ آپ کے پاس آتے ہیں
وہ پنشن سے چار سال کے بعد بموجب حکم گورنمنٹ انعام و یکمشت خدمت سے
علیحدہ کر دیئے گئے ہیں اول جنرل بیٹسن نے ان کو رجمنٹ نمبر ۲ میں رسالدار
مقرر کیا تھا جو جولائی سنہ ۱۸۶۱ء کو رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس میں ضم ہونیکے
باعث ٹوٹ گئی اور صفدر خان کو مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا
ہے کہ مہاراجہ صاحب الور تقریب شادی پر یہاں آنیوالے ہیں اور انکا ارادہ
اپنے رسالہ میں کچھ معزز آدمی بھرتی کرنے کا ہے اگر واقعی یہ سچ ہے تو انکو
صفدر خان سے بہتر کوئی شخص نہیں ملے گا۔ یہ ایک اعلی درجہ کے راستباز
دلیر مستعد اور عمدہ دیسی افسر ہیں اور اپنے فرائض اور فوجی تعلیم سے بخوبی
واقف ہیں اور اپنی متعلقہ فوج کو عمدہ انتظام سے رکھتے ہیں اگر آپ انکے
واسطے کچھ کر سکتے ہیں تو صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ بریگیڈ کے تمام افسروں پر بڑی مہربانی
ہوگی کیونکہ رسالدار صاحب ایک بڑے اچھے آدمی ہیں فقط

آپ کا مخلص اے شسٹن جورج میت

(۶) صفدر خاں رسالدار نے مجھ سے اپنے چال چلن کا سرٹیفکیٹ مانگا ہے اور
مجھے یہ ایک غیر مفید سی بات معلوم ہوتی ہے جب میں خیال کرتا ہوں کہ کرنل ہیٹن
اور کرنل ٹریورس کے اعلی صداقت ناموں کے ساتھ میرے سرٹیفکیٹ کی
کچھ وقعت ہوگی لہذا میں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ سنٹرل انڈیا ہورس میں
صفدر خاں ایک اعلی درجہ کے سپاہی اور افسر ہیں اور اگر ممکن ہوتا تو میں کسی دوسر

دیسی افسر کو علحدہ کر کے ان کو اپنی رجمنٹ نمبر ۲ میں رکھ لیتا۔ فقط
سی مارٹن لفٹننٹ کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس

(۷) جب سے یہ رجمنٹ قائم ہوئی ہے صفدر خاں رسالدار اس میں ملازم ہیں اس سے قبل وہ بیٹن ہورس میں رسالدار تھے یہ ایک ہوشیار چالاک منچلے اور محنتی دیسی افسر ہیں جتنی کہ ایک باقاعدہ فوج میں ضرورت ہوتی ہے چند عرصے تک یہ رسالداری میجری کی خدمت اپنے حکام کے پورے اطمینان کی ساتھ ادا کرتے رہے ہیں یہ ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کے سپاہی اور بہت بانکے گھوڑے کے سوار ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ اگر کوئی موقع پڑے تو وہ پورے بہادر ثابت ہونگے یہ اپنی فوج کو بہت عمدہ انتظام سے رکھتے ہیں فقط
سی۔ بے فنچر الڈ لفٹننٹ ڈی۔ ڈی رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس
از مقام گونہ ۸ ۲ جون ۱۸۶۱ء

(۸) میں اس امر کو نہایت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ صفدر خاں رسالدار رجمنٹ نمبر ۳ میڑ ہورس سابق رسالدار سکینڈ بیٹن ہورس ایک نہایت ہی عمدہ دیسی افسر ہیں وہ نہ صرف اپنے ہی عہدہ کی اعلیٰ قابلیت رکھتے ہیں بلکہ وہ رسالدار میجری کے لئے بھی بہت موزوں ہیں میں نے بہت غور سے صفدر خاں کی قابلیتوں پر نظر ڈالی تو یہ نتیجہ نکلا کہ وہ بحیثیت سپاہی اور کیا بحیثیت ایک شریف دیسی افسر ایک قابل شخص ہیں ان کا اپنے ماتحتوں پر بہت رعب ہے اور رجمنٹ کا ہر ایک افسران کو نہایت ہی آبرو کی نظر سے دیکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی عمدہ دیسی افسر ہیں صفدر خاں متعدد جگہ میرے ہمراہ گئے ہیں میں نے ان کو بہت ہی ہوشیار لائق فرمانبردار اور نیک رو یہ پایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ صفدر خاں مدت تک اپنی خدمت پر قائم رہیں گے جس کے لئے میں ان کو بہت ہی موزوں لائق قابل اور اہل سمجھتا ہوں فقط سی کیمبل کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ میڑ ہورس۔

(۹) از مقام گونہ۔

۲۳ ستمبر ۱۸۶۱ء۔

میں نہایت خوشی سے صفدر خاں کے صداقت ناموں میں یہ تھوڑا سا اضافہ کرتا ہوں میری ہمیشہ سے یہ آرزو ہے کہ وہ جہاں کہیں جائیں خوش قسمت اور با اقبال رہیں یہ ایک عمدہ آدمی ہیں اور اب گونہ سے جانیوالے ہیں جس کا ان تمام افسروں کو بہت رنج ہے جنکو بحیثیت افسر یا سپاہی ان سے کبھی کسی قسم کا سابقہ پڑا ہے فقط

جی بیڈن لفٹنٹ و ایجیٹن رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۰) گونہ

صفدر خاں رسالدار رجمنٹ نمبر ۲ سنٹرل انڈیا ہورس و منصرم رسالدار میجر چار سالہ ملازم ہونے کے باعث بموجب حکم جی۔او۔ مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۶۱ء گذشتہ خدمت سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں ان کے اعزاز اور حقوق کی نسبت تو میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اب مجھے سخت افسوس ہے کہ میں ان کو ہٹا دینے پر مجبور کر دیا گیا ہوں میں ہر قسم کے اطمینان کے ساتھ انکی سفارش کر سکتا ہوں۔ فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۶۱ء۔

جیمس ٹریورس کرنل کمانڈنگ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۱) از شملہ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۶۱ء

منجانب کرنل ڈبلیو ایف بیٹسن ایچ۔ایم انڈین آرمی سابق کمانڈر سٹبین ہورس

بخدمت عالی معتمد صاحب افواج محکمہ سرکار کلکتہ

چونکہ سنٹرل انڈیا ہورس گورنر جنرل کے ماتحت ہے اس لئے میں بجائے وساطت کمانڈر انچیف بالراست آپ سے تحریک کرتا ہوں اس خیال سے کہ ان احکام کی رو سے جو رجمنٹ نمبر ۲ میں تخفیف کے متعلق جاری ہوئے ہیں صفدر خاں رسالدار جنکو کمانڈنگ افسر نے ان کی اعلیٰ خوبیوں کی وجہ سے

رسالداریجری کے واسطے منتخب کیا تھا اور اس خدمت کو وہ کچھ عرصہ تک
نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے ہیں اب بارہ ماہ کا انعام دیکر
علحدہ کردیئے جائیں گے بحیثیت افسر اور نیز اس لحاظ سے کہ میں نے
ہی اول ان کو انگریزی ملازمت میں لیا تھا اس امر کے اظہار کو اپنا فرض
سمجھتا ہوں کہ مجھے گورنمنٹ کے احکام کی منشار اچھی طرح سے معلوم ہے
کہ صفدر خاں جیسا قابل آدمی ان احکام کی روسے علحدہ نہیں کیا جاسکتا
اب میں اس وجہ سے صفدر خاں کے حقوق اور اعلیٰ صفاتوں کو ظاہر کرتا ہوں
کہ سرکار صفدر خاں اور انکے مانند آدمیوں کے حق میں ایسی کارروائی کرے
کہ جس سے سرکاری عام خدمات کو نقصان نہ پہونچے جوکہ ایسے آدمیوں کی
علحدگی کی وجہ سے ضرور ہونیوالا ہے اور ضرورت کے وقت ایسے آدمی
ملنے محالات سے ہیں۔
۱۸۵۸ء کے شروع میں جبکہ بہت سے دیسی لوگوں نے ہماری مخالفت
کی تھی۔ اس وقت صفدر خاں نے ایسی سرگرمی اور جوانمردی سے ہمارا ساتھ
دیا کہ جس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے اور اسی وقت سے وہ اپنی عمدہ قابلیتوں
کی وجہ سے رسالداری کی خدمت پر مامور کئے گئے جس کی میں نے سفارش
کی تھی اور گورنمنٹ نے منظور کی صفدر خاں ایک اعلیٰ خاندان کے شخص
ہیں اور اپنے ہموطنوں میں بہت بارسوخ اور عقلمند آدمی ہیں اگر مجھے کسی
مشکل مہم کے واسطے ایک دیسی افسر کے انتخاب کی ضرورت پڑتی تو صفدر خاں
ہی ایک ایسے شخص ہیں جنکو میں منتخب کرتا میں نے تو اپنی طرف سے صفدر خاں
کے حقوق گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں اور امید کرتا ہوں کہ
جب میں اسکی نقل کرنل ٹریورس حال کمانڈنگ افسر برگیڈ اور کپتان
کونولی کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ کی خدمت میں بھیجوں گا تو وہ بھی اس معاملہ
میں میرے ساتھ اتفاق کرینگے فقط۔

(۱۲) صفدر خاں رسالدار میجری سفارش پر منصرم رسالدار میجر مقرر کئے گئے تھے وہ نو مہینے تک جبکہ میں رجمنٹ کا کمانڈنگ افسر تھا اپنے فرائض منصبی نہایت سرگرمی اور تندہی سے انجام دیتے رہے یہ ایک مضبوط مستعد عمدہ سوار واقف فرائض اعلیٰ خاندان کے ایک بارسوخ شخص ہیں صفدر خاں علاوہ رسالدار میجری کے تیسرے دستہ فوج کے کمانڈنگ بھی تھے اور اپنے ماتحتوں اور گھوڑوں کو بہت اچھی حالت میں رکھتے تھے اپنے فرائض اور سرکاری احکام کی تعمیل میں بہت مستعد تھے ان کا اس رتبہ کو پہنچنا اور انکے بہت سے لوگوں کا ہماری ملازمت میں داخل ہونا ہی ان کے لئے کافی ثبوت ہے کیونکہ ۱۸۵۸ء میں ہر ایک شخص ہماری ملازمت میں داخل ہونے سے پرہیز کرتا تھا ان کو موجودہ ترقی محض ان کی متواتر کوششوں اور محنتوں کے باعث حاصل ہوئی ہے بالآخر میں اس امر کے اظہار کی جرات کرتا ہوں کہ ایک ایسے دیسی افسر کی کارگذاریوں اور حقوق پر پانی پھیر دینا گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ سے بعید ہے فقط

ڈبلیو پی کوڈلی لفٹنٹ کمانڈنگ رجمنٹ نمبر ۳ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۳) مجھکو تمام رسالہ میں صفدر خاں سے کوئی اچھا سوار نظر نہیں آتا کیونکہ وہ ہر وقت ہر قسم کے کام و خدمت کے واسطے موجود ہیں اور ایک اعلیٰ درجہ کے مضبوط جوشیلے دلیر بہادر سوار ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں ان کو اپنی قوم قائم خانی اور قوم ناغڑ میں بہت رسوخ و عزت حاصل ہے۔ فقط

جے کرنیل ٹریورس کمانڈنگ سنٹرل انڈیا ہورس

(۱۴) از گورنر

مندرجہ بالا سرٹیفکٹ صفدر خاں کی طرف سے ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا کی خدمت میں پیش کئے گئے مگر چونکہ گورنمنٹ کا حکم چار رسالہ ملازم کی علیحدہ گی

کیواسطے قطعی تھا لہذا صاحب موصوف صفدر خاں کی بحالی میں مجبور ہیں صفدر خاں بارہ ماہ کا انعام دیکر علٰحدہ کردیئے گئے ان جیسا دیسی افسر ملنا بہت دشوار ہے اب ان کو رجمنٹ نمبر ۳ میں بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ وہ تو بالکل ٹوٹ چکی ہے اس لئے وہ کسی رئیس کی ملازمت چاہتے ہیں صفدر خاں اپنے فرائض کی انجام دہی اعلیٰ چال چلن اور دیانتداری میں یکتا ہونے کے باعث ہر دیسی رئیس کے واسطے بہت ہی مفید ثابت ہونگے فقط

اگست ۱۸۷۱ء ڈبلیو پی کونولی کپتان سنٹرل انڈیا ہورس

علاوہ ان اسناد کے صفدر خاں کو مندرجہ ذیل عطیات یورپین افسروں کی طرف سے ملے ہیں۔

۱ منجانب کرنیل سٹین صاحب۔

ایک جوڑی پستول۔ ایک بھالا۔ ایک بندوق۔ ایک گھڑی۔ ایک شامیانہ۔

۲ منجانب ڈی کیسنڈو صاحب۔

ایک خیمہ۔ ایک پیش قبض۔ ایک گھڑی

۳ منجانب کپتان کونولی صاحب۔

پیش قبض ایک۔ زین ایک۔

۴ منجانب لفٹنٹ ہین صاحب۔

شیر کی کھال کا زین پوش۔ ایک

۵ منجانب کرنیل بریٹ صاحب . . . ایک زین

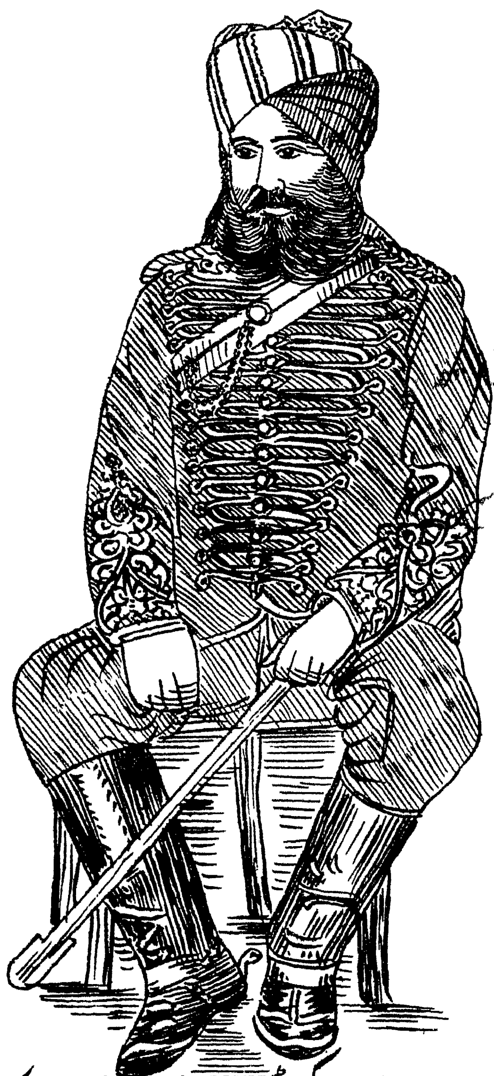
۶ منجانب ایجوٹنٹ کلارک صاحب . . . گھوڑا ایک راس

۷ منجانب کپتان مارین صاحب ۸ عدد بھالے

ذکر قمر الدین خاں رسالدار میجر جاوان

قمر الدین خان کا مولد کیڈ ہے ان کے والد کا نام سام خاں تھا یہ سام خاں اپنی

قوم میں ایک سربرآوردہ شخص تھے اس زمانہ میں گھوڑوں کی سوداگری سے متمتع ہونا موقر سمجھا جاتا تھا اس لیئے قمرالدین خاں بھی ۳۰ راس اسپ لیکر دکن کی طرف روانہ ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کو باغیوں کے انسداد کے لیئے دلیر اور جری سپاہیوں کی ضرورت تھی اور رسالہ بیٹسن ہارس بسرکردگی جنرل ولیم بیٹسن صاحب بہادر مقام بلارم حیدرآباد دکن بھرتی کیا جا رہا تھا اس موقع کو غنیمت جان کر قمرالدین خاں بھی اسی رسالہ میں بیس راس اسپ سلحداری کے عہدے رسالداری سے مامور ہوئے چند دنوں کے بعد یہ فوج حیدرآباد دکن سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوگئی رسالدار قمرالدین خاں دو سال تک اس رسالہ میں نیک نامی اور مستعدی و دیانتداری کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتے رہے ان کے پاس یورپین افسران کی عطا شدہ چٹھیاں جوان کی کارگذاری کے متعلق تھیں وہ زمانہ کے انقلابات کی وجہ سے بہم نہ پہنچ سکیں کیونکہ اب اس خاندان پر ایسا زوال وارد ہوا کہ صرف ایک کمسن لڑکا باقی رہ گیا مگر افسوس کہ یہ غنچۂ امید بھی مرجھا گیا اور حال ہی میں اس صغیرسن لڑکے نے انتقال کیا ۱۸۶۰ء میں جبکہ ہندوستان کے اندر امن و امان کی لہر دوڑ گئی تو رسالہ بیٹسن ہارس برخاست کردیا گیا اور رسالدار قمرالدین خاں کو آسامیوں کی رقم دے دی گئی اس کے علاوہ مملکت نظام میں نواب مختارالملک سرسالارجنگ بہادر مدارالمہام وقت کے نام ایک سفارشی چٹھی دی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قمرالدین خاں رسالہ فسٹ لانسر سرکار عالی میں رسالداری میجری سے مامور کیئے گئے فسٹ لانسر میں بھی رسالدار میجر قمرالدین خاں نے اپنے پچیس ۲۵ گھوڑے سلحداری بھرتی کرائیے تھے اس وقت ایک گھوڑے کی آسامی گیارہ سو روپے میں قائم ہوتی تھی قمرالدین خاں اپنے عزیزواقارب پر خصوصیت کے ساتھ نظر مشفقانہ رکھتے تھے اور انہیں موقع بموقع ترقیاں بھی دلائیں چنانچہ اپنے عمزاد بھائی کے پوتے غلام غوث خاں کو رسالہ فسٹ لانسر میں لفٹنٹی سے بھرتی کرایا ۱۳۰۵ھ ہجری میں رسالدار میجر قمرالدین خاں بغرض حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے



جناب علاؤالدین خاں صاحب کپتان مرحوم افواج باقاعدہ سرکار عالی نظام
علاقہ پائیگاہ سر آسماں جاہ بہادر

بعد ادائیگی حج کے مدینہ منورہ بھی روضہ اقدس محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اثنائے راہ میں لٹیرے بدوؤں کے ہاتھوں زخمی بھی ہوئے مگر چند ہی روز میں زخم کا اندمال ہوگیا حرمین الشریفین سے واپسی کے وقت مقام بمبئی سنہ ۱۳۰۵ھ میں بعارضہ اسہال انتقال کیا حاجی قمرالدین خان رسالدار میجر وجیہ جوان نیک سیرت اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے ان کا دسترخوان ہمیشہ مہمان نوازی سے معمور رہتا تھا خویش واقارب کے علاوہ کئی اشخاص تناول طعام سے فیضیاب ہوتے تھے رسالدار صاحب موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جائداد پر غلام غوث خاں کی نگرانی رہی اسی عرصہ میں سرکار عالی میں امپیریل کے قائم کرنے کا حکم ہوا جو فسٹ لانسر سیکنڈ لانسر کے نام سے مابین ۹۳-۱۸۹۲ء میں موسوم ہوئی امپیریل مکمل ہونیکے بعد گھوڑوں کی آسامیوں کی قیمت میں تخفیف ہوگئی سنہ ۱۳۰۸ھ میں حاجی قمرالدین خاں رسالدار میجر مرحوم کے بیٹے علاؤالدین خاں اپنے وطن کیڈتے سے روانہ ہوکر بلدہ حیدرآباد پہنچے اور انہیں اپنے جانباز باپ کی طرح یہ اشتیاق ہوا کہ میں بھی کوئی اور نئی جائداد پیدا کروں لہذا علاقہ پائیگاہ نواب سرآسماں جاہ بہادر میں ایک باڈی گارڈ جو سو گھوڑوں پر مشتمل تھا قائم کیا اس باڈی گارڈ کو خاص نواب سرآسماں جاہ بہادر مدارالمہام سرکار عالی کے اسٹاف میں رہنے کا اعزاز حاصل تھا اور علاؤالدین خاں اسی علاقہ پائیگاہ میں عہدہ کپتانی سے مامور ہوئے نواب خورشید جاہ بہادر کی فوج میں بھی ایک باقاعدہ رسالہ قائم ہو رہا تھا اس میں بھی علاؤالدین خان کپتان نے پینتالیس ۴۵ گھوڑے بھرتی کرائے اور آسامیاں قائم کیں۔ ان گھوڑوں کی بھرتی کے وقت یہ بھی حکم تھا کہ ایک جمعداری کی جائداد بھی دی جائیگی اسی لئے علاؤالدین خاں نے اپنے بھانجے امداد علی خاں کو یہ پینتالیس ۴۵ گھوڑے تفویض کئے اور امداد علی خاں[۱] سے یہ بھی کہدیا کہ میں تمہیں جمعداری سے ترقی دلا دونگا۔ افسوس کہ امداد علی خاں کا پیمانہ حیات لبریز ہوچکا تھا سنہ ۱۳۱۲ھ میں

---

[۱] یہ موضع پامنواس کے حمید خانی تھے اور علاؤالدین خاں کپتان کے داماد بھی تھے امداد علی خاں حضرت شاہ نورالدین صاحب رح کے احاطہ درگاہ میں مدفون ہوئے صدر دروازہ سے اندر جاتے ہی سامنے ہی انکی قبر پختہ موجود ہے ۱۲

ان کا انتقال ہوگیا کپتان علاؤالدین خاں اس سانحہ ہائلہ سے بیحد مغموم ہوئے اسکے علاوہ علاؤالدین خاں کو اور کئی مصائب نے گھیر رکھا تھا وہ یہ کہ عبیر چند منشی لال ساہوکار سکنہ برٹش کنٹونمنٹ سکندرآباد نے اپنے قرضہ کے متعلق دعویٰ دائر کیا تھا چونکہ رقم قرضہ کثیر تھی اس لئے بحالت موجودہ اس کی ادائگی دشوار معلوم ہوتی تھی اسی الجھنوں کے باعث وہ سینتالیس گھوڑے بھی عدم توجہی کی وجہ سے قبضے سے نکل گئے ان ہی تفکرات کی بنا پر کپتان علاؤالدین خاں نے اپنے بھتیجے و داماد غلام غوث خاں کو اسپیریل سے اپنے پاس طلب کرلیا غلام غوث خاں اسپیریل کی لفٹنٹ سے سبکدوش ہوکر علاقہ پائیگاہ سرآسمانجاہ بہادر میں کپتنی سے بھرتی ہوئے اور علاؤالدین خاں کی مملوکہ جائداد کے انتظام و انصرام میں مزید تقویت کا باعث ہوئے علاؤالدین خاں کپتان ایک اولوالعزم شخص تھے زرکثیر یعنی ایک لاکھ روپیہ صرف کرکے باڈی گارڈ وغیرہ قائم کیا اور قدیم رسم و رواج کے بھی بے حد پابند تھے ملک شیخاواٹی میں بھی اکثر رؤسا سے گہرے تعلقات رکھتے تھے چنانچہ جب ۱۳۱۴ھ ہجری م سمت ۱۹۵۳ بکرمی میں راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی بغرض سیاحت وارد حیدرآباد دکن ہوکر نواب دلاور نواز جنگ بہادر ثانی کے مہمان ہونے کے علاوہ کپتان علاؤالدین کو بھی میزبان بنایا تھا اوران کو راجہ صاحب بہادر سے قدیم تعارف بھی حاصل تھا اس موقع پر یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ بوقت رونق افروزی سواری راجہ اجیت سنگھ بہادر اسٹیشن پر پیشوائی کے لئے نواب دلاور نواز جنگ ثانی کے سو سوار قائم خانی اور کپتان علاؤالدین خاں کے سو سوار افغان زرق برق وردی سے حاضر تھے الغرض اس پیشوائی سے شہر حیدرآباد کی اس سڑک پر جہاں سے جلوس گذرتا تھا تماشائیوں کا دورویہ ہجوم نظر آتا تھا کپتان علاؤالدین خاں نے ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ ہجری میں اپنے وطن موضع کیڈ ہی میں انتقال کیا اسی جگہ انکی پختہ قبر موجود ہے چونکہ علاؤالدین خاں

لے موضع کیڈ میں بھی راجہ جی بہادر دو دفعہ علاؤالدین خاں کے مکان پر تشریف فرماں ہوئے تھے اور علاؤالدین خاں ایک عرصہ تک راجہ صاحب بہادر کے اسٹاف میں مقام کھیتڑی میں رہ چکے ہیں ۱۲ منہ



جناب غلام غوث خاں صاحب کپتان مرحوم افواج باقاعدہ سرکار عالی نظام
علاقہ پائیگاہ سر آسماں جاہ بہادر

کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے انھوں نے اپنے نواسے غلام محبوب خاں کو تبنی[1] کر لیا
تھا جو کپتان غلام غوث خاں کے بیٹے تھے علاؤ الدین خاں کے مرنے کے بعد انکی
جائداد کے نگران کاران کے بھتیجے غلام غوث خاں ہوئے اور بنسی لال عبیر چند کا مقدمہ
بھی جاری رہا کپتان غلام غوث خاں حلیم الطبع تعلیم یافتہ اور مدبر شخص تھے علاوہ ازیں
فنا فی القوم ہونیکی تمنا بھی اپنے دل میں رکھتے تھے انکی یہ بھی آرزو تھی کہ جھنجنوں میں
اس قوم کی ایک درسگاہ قائم ہو لیکن افسوس کہ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ میں انھوں نے
انتقال کیا اور متصل[2] باغ مدن خاں المخاطب رستم دل خاں بہادر مدفون ہوئے۔
کپتان غلام غوث خاں نے دو بیٹے چھوڑے بڑے غلام محبوب خاں جو اپنے نانا
علاؤ الدین خاں کپتان کے تبنی تھے دوسرے غلام دستگیر خاں یہ دوسری بیوی[3] سے ہیں
غلام غوث خاں کی جو کچھ جائداد تھی اس پر غلام دستگیر خاں قابض و متصرف ہوئے
اور علاؤ[4] الدین خاں کے باڈی گارڈ پر سرکاری نگرانی موجود تھی رائے بہادر عبیر چند بنسی لال
ساہوکار کا مقدمہ جو قرضہ کے متعلق تھا پائیگاہ اور عدالتہائے سرکار نظام و ہائیکورٹ
انگریزی میں ہوتا ہوا پریوی کونسل لندن تک پہنچا جس کا فیصلہ[5] ۱۳۳۵ فصلی م ۱۳۴۵ھ
میں غلام محبوب خاں کے موافق ہوا مگر افسوس کہ غلام محبوب خاں کی زندگی نے بھی
وفا نہ کی اور ستائیس سال کی عمر میں بتاریخ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ہجری میں رحلت
کی اور اپنے باپ غلام غوث خاں کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے غلام محبوب خان
نے ایک صغیر سن لڑکا غلام محی الدین خاں چھوڑا تھا لیکن اس معصوم لڑکے نے بھی
۲۱ رمضان ۱۳۴۶ھ میں انتقال کیا غلام محبوب خاں کے انتقال کے بعد پھر
بدستور کارخانہ پر نگرانی ہوگئی اور پسماندوں کے اخراجات کے لئے سرکار سے وظیفہ

---

[1] گو اسلام میں تبنیت درست نہیں ہے مگر ہماری قوم میں تبنیت رواجاً چلی آرہی ہے اور مسلمہ قوم ہے اس لئے فرزند تبنی کا لفظ علاؤ الدین خاں کے نام کیساتھ استعمال کیا گیا ہے جو مذہباً نہیں مگر رواجاً صحیح ہے ۱۲

[2] تکیہ باورچی میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر زیر مسجد موجود ہے

[3] یہ فوجدار خاں کی دختر تھیں جو دھابلا داس کے راجہ سعادتخاں کے فرزند تھے ۱۲ منہ

[4] علاؤ الدین خاں کپتان نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں ہر بیوی کے بطن سے ایک ایک لڑکی ہوئی مگر اللہ کی مرضی لڑکا کسی سے بھی نہ ہوا ۱۲ منہ

[5] دکن لاء رپورٹ جلد ۱۶ نمبر ۹ بابتہ ماہ اردی بہشت ۱۳۳۵ فصلی ۱۲ منہ

مقرر ہوگیا۔ انکے وطن کیڈ میں حاجی قمر الدین خاں رسالدار میجر کی بنوائی ہوئی ایک شاندار حویلی موجود ہے جو انکی گذشتہ شان وشوکت کی گواہی دیتی ہے اور زبان حال سے یہ کہہ رہی ہے ؎

زرنج وراحت گیتی مرنجاں دل مشو خرم	کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

ذکر سعادت خاں رسالدار علیمی خانی

ان کے خاندان کا سلسلہ بھی رؤسا جھجنوں میں ملتا ہے ریاست جھجنوں کے زوال سے کے بعد ان کا خاندان علاقہ جھجنوں سے کے باہر چلا گیا چند دنوں انکے خاندان کا قیام موضع جھولری[۵۱] میں رہا جو ضلع رہتک میں انہیں کے عزیزوں کا ایک موضع ہے پھر انقلاب زمانہ کی وجہ سے سعادت خاں کے بزرگوار ریواڑی چلے گئے ریواڑی یا گوکل گڈھ پر راؤ متر سین[۵۲] کے خاندان کا قبضہ تھا اس وقت راؤ نے انکو موضع دہلاواس[۵۳] میں رہنے کی اجازت دیدی یہ سمجھئے کہ انکو دہلاواس دیدیا ایک دہلاواس ہی کیا بلکہ ریواڑی کے رؤسا نے انکی گذر اوقات کے لئے معقول انتظام کردیا اور رؤسا ریواڑی کے یہاں انکی قدر ومنزلت رہی اس نواح میں جہاں یہ خاندان آباد ہے سعادت خاں رسالدار[۵۴] کو راجہ جی کے نام سے پکارا جاتا تھا انکے انتقال کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری ہے اب بھی راجہ جی کا دہلاواس بولا جاتا ہے جبکہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں شورش ہوئی اس وقت اکثر ریاستوں پر زوال آیا اور اس سے خاندان راؤ متر سین بھی نہ بچ سکا

[۵۱] موضع جھولری کے قائم خانی نواب بہرام خاں عرف بہون خاں کی اولاد میں ہیں جو نواب شمس خاں جھجنوں کے چھوٹے بھائی تھے یہ خاندان سنہ ۱۸۳ م ۱۷۳۶ء میں علاقہ جھجنوں سے اکھڑ گیا تھا اسلئے کہ نواب روح اللہ خاں سے انکی ان بن ہوگئی تھی انھوں نے تنگ آکر اپنا مقام بجا وہ چھوڑ دیا بجاوہ کے تحت انکے کئی مواضعات بھی تھے ۱۲ منہ

[۵۲] راجہ متر سین کی راجدھانی ریواڑی تھی اور یہ راجہ قوم اہیر سے تھا ۱۲ منہ

[۵۳] دہلاواس ریواڑی سے گوشہ جنوب مشرق میں دو ڈیرہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

[۵۴] راجہ رسالدار سعادت خاں کے پانچ فرزند تھے نواب فتح خاں[۱]۔ امیر خاں[۲]۔ الف خاں[۳]۔ نوجدار خاں[۴]۔ محمد جمیل خاں عرف جمیل خاں یہ محمد جمیل خاں چھوٹی بیوی کے بطن سے ہیں ۱۲ منہ

راجہ ستر سین کے خاندان سے ملک نکل گیا اور انکے مقبوضات گورنمنٹ انگلشیہ کے قبضہ میں آ گئے ۱۸۵۷ء سے قبل بھی اس راجدھانی پر کسقدر زوال آ چکا تھا ان انقلابات کے بعد بھی یہ موضع دہاملا و اس سعادت خاں کے خاندان کے قبضہ میں رہا اور اس وقت تک استمراری چلا آتا ہے بہرحال یہ دہاملا و اس ضلع گوڑگانوہ تحصیل ریواڑی میں گورنمنٹ کے زیر اثر ہے اس خاندان کے لوگوں نے اور بھی زمینیں اس علاقہ میں بطور بسوہ داری خریدلی ہیں اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے راجہ سعادت خاں کے عروج و اولوالعزمیوں کا ذکر کیا جائے جبکہ ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو یہ جستجو تھی کہ بہادر اور اونچے خاندان کے لوگوں کو سوارہ افواج میں بھرتی کرکے عہدے دیئے جائیں اس موقع پر سعادت خاں کو بھی یہ ولولہ پیدا ہوا کہ گورنمنٹ کی ملازمت کرنی چاہیئے اس زمانے میں رجمنٹ[1] نمبرہ پنجاب بھرتی ہو رہی تھی سعادت خاں وہاں پہنچے اور اعلیٰ فوجی افسران سے ملکر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی قوم قائم خانی سے ایک ترپ کے سپاہی لا سکتا ہوں۔ مگر مجھے رسالداری سے مامور کرلیا جائے جنرل صاحب بہادر نے انکا یہ معروضہ بخوشی منظور کرلیا اور سعادت خاں کو نائب رسالداری سے بھرتی کرلیا گیا انھوں نے اپنی قوم کے نوجوان قائم خانیوں کو اپنے پاس بلایا اور اسی فوج میں نوکر رکھا دیا پورا ترپ تو آخر تک اس قوم کا نہیں ہوا مگر رسالدار صاحب موصوف کی طرف سے اس قوم کے اشخاص کو کثیر فائدہ پہنچا موضع بامنواس کے بیسیوں آدمی اس فوج میں نوکر تھے شاہ دل خاں دفعدار نے اس فوج میں اچھا نام پایا جن کا ذکر اگلے اوراق میں لکھا جائیگا۔ شاہ دل خاں کے برادر زادے رحم علیخاں اسی فوج میں رسالدار ہوئے بہرحال سعادت خاں رسالدار اس قوم کی ترقی کو اپنا فرض عین سمجھتے تھے اس بہادر رسالدار نے اپنی ۲۸ برس کی ملازمت میں بہادری سے نمایاں کام کئے مگر افسوس ہے کہ انکے خاندان سے ایک چٹھی بھی دستیاب نہ ہوئی ایک تمغہ

---

[1] بعد میں اس رجمنٹ کا نمبر ۲۵ ہو گیا تھا ۱۲ منہ

سنہری آرڈر آف برٹش انڈیا (جسکو جگنی بھی کہتے ہیں) اُنکے فرزند محمد جمیل خاں کے پاس موجود ہے ان کا بیان ہے کہ یہ تمغہ رسالدار سعادت خاں کو ۱۸۶۰ئہ میں اس موقع پر عطا ہوا تھا جبکہ ان کا اسکواڈرن مقام ٹانک میں دشمن کے نرغہ میں آگیا تھا اور بعد میں کامیابی حاصل ہوئی اور دوسرا چاندی کا تمغہ وزیرستان کی لڑائی کا بھی ان کے پاس موجود ہے جس پر نائب رسالدار سعادت خاں پانچ کیولری لکھا ہوا ہے رسالدار صاحب کے پوتے فیض علیخاں تحصیلدار کے پاس ایک تلوار ہے اس پر حروف کندہ ہیں ان کا بیان ہے کہ یہ تلوار رسالدار صاحب موصوف کو ان کی کارگذاریوں کے صلہ میں عطا ہوئی تھی جو اُنھوں نے ٹانک کی لڑائی و غدر میں کارہائے نمایاں کئے تھے۔

یہاں پر تلوار کے کندہ شدہ حروف بھی لکھے جاتے ہیں۔

(شمشیر ہذا از پیشگاہ نواب معلی القاب والیسرائے و گورنر جرنیل بہادر کشور ہند بتجلاہی شجاعت و ہزیمت دہی طائفہ کثیر مردم و بسیار جوان مسعود و قتل جمعیت افغانان در مارچ ۱۸۶۰ئہ واقعہ شدہ نائب رسالدار بہادر سعادت خاں رجمنٹ پنجم پنجاب)

اس بہادر اور نامور سردار نے ۱۲۹۱ھ م ۱۸۷۰ئہ میں بعارضہ فالج داعی اجل کو لبیک کہا موضع دہاملا واس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر انکی پختہ قبر[1] موجود ہے اس ہی وجہ سے گورنمنٹ نے بھی اُنکے خاندان کا ہمیشہ لحاظ کیا سعادت خاں رسالدار کے بڑے فرزند فتح خاں کو بڑی بڑی جگہوں پر انتظام کے لئے بھیجا مثلاً ریاست بہاولپور میں بزمانہ نابالغی نواب صبح صادق خاں بہادر گری صاحب و منچن صاحب کے ماتحت فتح خاں ریاست کا کام کرتے تھے یہ زمانہ ۱۸۸۲ء کے قریب قریب کا تھا بہاولپور میں انھوں نے اپنے بھائیوں کو بھی فائدہ پہنچایا امیر خاں و الف خاں کو ریاست کی فوج میں رسالداریوں سے بھرتی کرایا۔ اس کے بعد ۱۸۸۸ء میں مہاراجہ ڈونگر گڈھ

[1] ان کی قبر کے قریب ہی شاہ دل خاں دفعدار حمید خانی کے والد قدرو خاں کی بھی پختہ قبر موجود ہے انہیں اور اُن میں زندگی میں بھی نہایت دوستانہ تعلق تھا ۱۲ منہ

والی بیکانیر کے انتقال ہونے پر بیکانیر میں پنچایت سے ریاست کا کام شروع ہوا یہ سمجھیے کہ انگریزی انتظام ہوگیا اس موقع پر بھی فتح خاں کا انتخاب بیکانیر کی پنچایت کیلئے کیا گیا۔ مگر فتح خاں چند ہی روز میں بیکانیر سے آگئے بیان کیا جاتا ہے کہ فتح خاں نے بیکانیر اس لئے رہنا منظور نہیں کیا کہ خط وکتابت میں انکو راجہ لکھنے کے لئے وہاں کے سرداروں کو تامل تھا اور فتح خاں ایسا چاہتے تھے نواب فتح خاں نے ۱۳۱۹ھ میں انتقال کیا انکی قبر سعادت خاں رسالدار کی قبر سے تھوڑے ہی فاصلہ پر پختہ قبر موجود ہے۔

فتح خاں کے بڑے فرزند محمد عیسیٰ خاں قریب قریب ۱۸۸۰ء کے بزمانہ راجہ اجیت سنگھ بہادر والی کھیتڑی کے کھیتڑی آئے اور ملازمت حاصل کی اور عہدہ فوجداری پر مامور کئے گئے اس کے بعد محمد عیسیٰ خاں کو پرگنہ کوٹ پتلی کی نظامت بھی دیگئی اور ایک زمانہ تک انھوں نے اپنی لیاقت اور دیانتداری سے کام کیا انکی نظامت کے زمانہ میں جبکہ راجہ اجیت سنگھ بہادر نے لندن سمت ۱۹۵۴ م ۱۸۹۷ء میں تشریف لیگئے اس کے بعد پرگنہ کوٹ کے تنور راجپوتوں نے بغاوت کی مقام موضع نارٹرہ پر راج کی طرف سے فوج جمع ہوئی اور جنگ شروع ہوگئی۔ اکثر تنور راجپوت مارے گئے اور ان کے سرگردہ گرفتار ہوئے محمد عیسیٰ خاں نے اس موقع پر بھی اپنی بہادری اور حوصلہ مندی سے کام لیا اسی نظامت کے زمانہ میں انھوں نے ایک گاؤں علاقہ کوٹ میں آباد کیا جس کا نام اجیت پورہ ہے یہ موضع راجہ اجیت سنگھ بہادر نے محمد عیسیٰ خاں کے نام پر استمراری کردیا تھا۔ اب تک استمراری چلا آتا ہے محمد عیسیٰ خان ریاست کھیتڑی میں نواب عیسیٰ خاں کے نام سے پکارے جاتے تھے نواب

---

۵۱ محمد عیسیٰ خاں نے موضع اجیت پورہ میں پہاڑی کی ٹیک پر مردانہ وزنانہ مکانات عالی شان تیار کرائے اور ایک باغ لگوایا اور ایک مسجد تیار کرائی و ایک دھرم شالہ بھی بنوائی بہرحال ہندو و مسلمانوں کے لئے اس موضع میں ہر طرح سے رہائش کا آرام موجود ہے۔ یہ نواب محمد عیسیٰ خاں کی اولوالعزمی کی دلیل ہے جو ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی ۱۲ منہ

محمد عیسیٰ خاں سے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اپنے چھوٹے بھائی فیض علی[۵۱] خاں کو متبنیٰ کر لیا تھا اس لئے نواب محمد عیسیٰ خاں کی کل جائداد فیض علی خاں کے قبضہ میں آئی اور جو کچھ بسوداری وغیرہ محمد عیسیٰ خاں نے خریدی تھی اس پر بھی فیض علی خاں تحصیلدار کا قبضہ ہے نواب محمد عیسیٰ خاں نے بتاریخ ۱۲ صفر یوم جمعہ ۱۳۴۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اسی احمیت پورہ میں انکی پختہ قبر باغ کے اندر موجود ہے۔

ذکر شاہ دل خاں دفعدار ایلمان حمید خانی

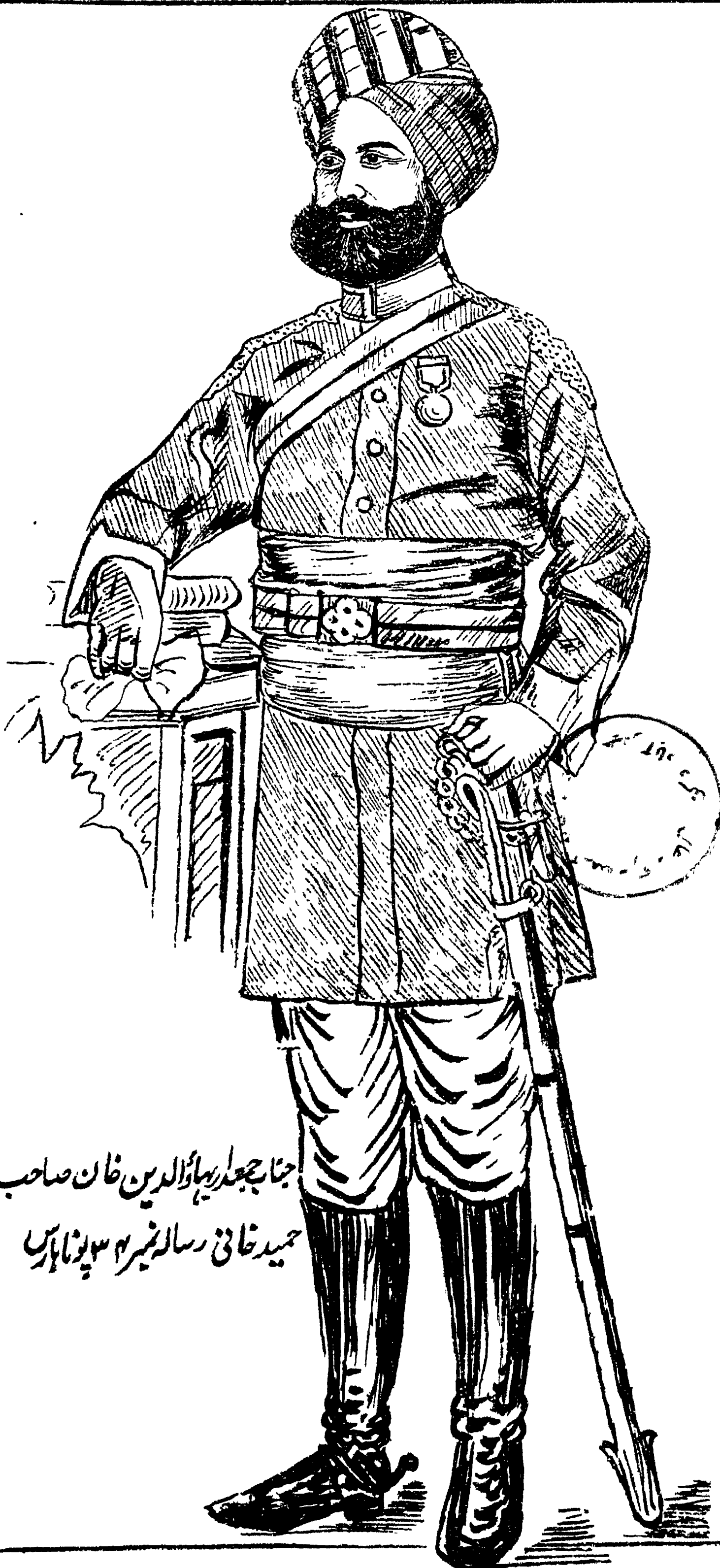
شاہ دل خاں موضع بامنواس کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام قادر خاں تھا یہ بھی اپنی قوم میں سربرآوردہ شخص تھے شاہ دل خاں ۱۸۹۵ء میں رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب میں ملازم ہوئے یہ ایسے دلیر شخص تھے کہ جس معرکہ اور مہم پر گئے بہادرانہ کام کیا ان کی ہمیشہ یہی تمنا تھی کہ فوج میں سب سے اول بہادری میں ہیرا نمبر رہے یہ بہادر یکا (تنہا) لڑنے کی بھی بڑی خواہش رکھتا تھا اور سرحدی مقامات پر ایسے موقع ہمیشہ درپیش آتے تھے اور اکثر ایسے معرکوں میں انھوں نے اپنے سپہ گری کے جواہر اچھے دکھائے ہیں جسوقت انکی فوج کا قیام ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں تھا ایک سکوارڈرن انکی فوج میں سے مقام ٹانک جو ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے چپیس کوس کے فاصلے پر مغرب کی طرف واقع ہے متعین تھا شاہ دل خاں بھی اس اسکوارڈرن میں تھے ۱۸۹۶ء میں دشمن نے یکایک ان کے اسکوارڈرن پر حملہ کر دیا یہ اسکوارڈرن لڑتا ہوا درہ جام تک چلا گیا جو ٹانک سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے دشمن نے اس مقام پر ایسا حملہ کیا کہ اسکوارڈرن کو ہٹنا پڑا اور میاں کے باغ کا آسرا آلیا مگر اس بہادر نے اپنا گھوڑا دشمن کی طرف اٹھا دیا اور چیرتا ہوا دار پار نکل گیا ان کا گھوڑا زخمی ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد مر گیا تھوڑے ہی عرصے میں کمکی فوج پہنچ گئی پھر دشمن کو ہٹا دیا گیا امن کے بعد ان کے بالادست افسروں

[۵۱] نواب محمد فیض علی خاں نے پنجاب چیفس کالج میں تعلیم پائی اور اسوقت سرسہ ضلع حصار میں تحصیلدار ہیں یہ نوجوان لائق سردار ہیں آئندہ بھی انکی ترقی کی قوی امید ہے ۱۲ منہ

نے تنبیہ کی کہ ایسا بے قاعدہ کام نہ کرنا چاہئے مگر انکی بہادری قابل تسلیم سمجھی
گئی جسوقت انکی فوج کا مقام کوہاٹ تھا اس وقت ۱۸۷۹ء بزمانہ امیر شیر علی خاں
و یعقوب خاں کابل پر گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے چڑہائی ہوئی اور تمام فوجوں کے
افسر جرنل رابرٹ صاحب بہادر تھے یہ پانچویں پنجاب بھی کوہاٹ سے روانہ ہوئی
اور دوسری فوجوں کی ساتھ کوچ کرتی ہوئی کابل کے قریب جا پہنچی کابل کے قریب
ان فوجوں کا مقام شتر گردن پہاڑ کے نیچے ہوا یہاں سے پایہ تخت کابل پانچ
ہی کوس رہ گیا تھا دوسرے دن یہ فوجیں پہاڑ کو طے کرکے مقام خوشی ہوتی ہوئی
لنڈی کوتل دریا کے قریب جو ایک سخت مورچہ تھا جا پہنچیں وہاں پر ایک سخت
معرکہ ہوا چار ہاشیہ مقام پر جو کابل سے شمال رُخ کسیقدر فاصلے پر ہے
چند روز فوجوں کا مقام رہا کچھ معمولی جھڑپ ہوتی رہی پھر یہ تمام فوجیں قلعہ شیر کوٹ
میں جو خالی پڑا ہوا تھا اور کابل سے قریب ہی شمال رُخ پر ہے اس میں داخل ہوئیں
آٹھ ماہ تک ان فوجوں کا وہاں قیام رہا دور دور تک نکل کر فوجیں لڑنے جاتی تھیں
شاہ دل خاں نے اس عرصے میں بالا افسروں پر اپنی بہادری کا سکہ بٹھایا ایک
روز انکی فوج قلعہ سے باہر نکل کر دور تک دشمن سے لڑتی ہوئی چلی گئی شاہ دلخاں
بھی اس میں شامل تھے اتنے میں ایک طرف سے غنیم کی ٹکڑی آئی اور تھوڑی
دیر مقابلہ ہوتا رہا۔ شاہ دل خاں تھوڑے فاصلے پر دوسری طرف نکل گئے
ایک پٹھان سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی کچھ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اس عرصے میں انکے
افسر اسٹور صاحب سکنڈ کمانڈر اور بہت سے سپاہی وہاں پر جا پہنچے اس پٹھان
کا نرغہ کرلیا گیا پٹھان نے کہا تم بہت ہو اور میں اکیلا ہوں میں چاہتا ہوں کہ ایک
ایک سے مقابلہ کروں اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ سپہ گری کیا چیز ہے
اس کے لئے اسٹور صاحب بہادر کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ شاہ دل خاں نے
پٹھان کی طرف اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی پٹھان پیدل تھا شاہ دل خاں بھی
گھوڑے سے نیچے اتر گئے مگر کسیقدر گھوڑے کی اوٹ لے لی پٹھان نے پہلے

ہی سے کچھ آسرا ے رکھا تھا شاہ دل خاں کے پاس پستول تھا اور پٹھان کے پاس بندوق تھی پٹھان نے بندوق کا فیر کیا جسکو شاہ دل خان بچا گئے مگر گھوڑا مارا گیا شاہ دل خاں نے بھی پستول کا فیر کیا جو خالی گیا اس کے بعد شاہ دل خاں نے تلوار نیام سے کھینچی اور ادھر سے پٹھان شاہ دل خاں کی طرف بڑھا اور کچھ شاہ دل خاں اسکی طرف بڑھے ان دونوں کا مقابلہ درمیان میں ایسا ہوا کہ پہلے وار شاہ دل خاں نے کیا اور وہ بھی ایسا کارگر کہ پٹھان کی کھوپڑی کھل گئی مگر شیر دل پٹھان نے بھی شاہ دل خاں پر بے ہوشی کی حالت میں تین وار ایسے کئے کہ شاہ دلخاں بھی بے ہوش ہو گئے پٹھان اور شاہ دل خاں گتھم گتھا ہو کر گر پڑے شاہ دل خاں کو فوراً اٹھا لیا گیا اور پٹھان[لہ] جان بحق ہوا شاہ دل خاں نے ڈیڑھ ماہ کے بعد غسل صحت کیا زخم تو شدید آئے تھے مگر ان کی چند روزہ اور زندگی تھی صحت کے بعد شاہ دلخاں سے ان کے افسروں نے پوچھا کہ تم اکثر موقعوں میں ایسا بے حکم اور بے قاعدہ کام کر جاتے ہو کہ وہ ہمارے فوجی قانون کے خلاف ہے شاہ دل خاں نے جواب دیا کہ جب ایسا موقع آتا ہے تو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی اور ایسے وقت میں سپاہی کے حکم کی تعمیل کرنے سے مجبور ہو جاتا ہوں اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ شاہ دل خاں نے ایسا کیا اور ان ہی باتوں نے شاہ دل خاں کو ترقی سے روکا یہ آخر کار کو تہ دفعداری ہی پنشن یاب ہوئے یہ بہادری بھی انکی قابل تعریف ہے کہ ٹانک کی لڑائی میں ان کو تمغہ آرڈر آف میرٹ دیا گیا تھا اور یہی تمغہ کابل کی لڑائی میں بھی ملا ان کے کاغذات جو گورنمنٹ سے ان کو ملے ہیں ان میں یہ صراحت ہے کہ جو تنخواہ اس تمغہ کی ہے انکے مرنے کے بعد آئندہ دو پشت تک ملتی رہے گی اور ایسا ہی ہوا شاہ دل خاں نے ۱۸۸۳ء میں پنشن پائی واقعی شاہ دلخاں

لہ اگرچہ اس مقابلہ کو عام طور پر اہل اسلام اس لئے ناپسند کرینگے کہ اس معرکہ میں ایک مسلمان نے مسلمان کے بالمقابل جنگ کیا لیکن بنظر تعلق ملازمت شاہ دلخاں سرامر عند الناس لائق معافی ہیں کیونکہ باطاعت حکام اولی الامر انھوں نے ایسا کیا تھا ۱۲ منہ



جناب جمعدار بہاؤالدین خان صاحب
حمید خانی رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس

بڑے بہادر سپاہی تھے بہادری کے علاوہ حلیم الطبع اور پرہیزگار پنجگانہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے اس ثانی امان اللہ خاں[۵] نے ۱۳۲۳ھ ہجری میں اس دار فانی سے رحلت کی اور مقام موضع بامنواس اپنی ہڈوار میں مدفون ہوئے اب انکی نسل میں کوئی باقی نہیں رہا اور چند ہی روز میں ان کی قبر کا نشان تک مٹ گیا۔ اور اب کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ شاہ دل خاں یہاں مدفون ہوئے تھے سچ ہے ؎

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا — مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

مگر انکی بہادری کی جنگی کارنامے ہمیشہ سنہری حروف میں قومی تاریخ کے اندر باقی رہینگے اور قوم انکے نام سے ہمیشہ فخر کرتی رہے گی انکے اور بھی جنگی کارنامے تھے مگر افسوس کہ وہ ہم تک نہ پہونچ سکے انکا چہرہ تلوار کے زخموں سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا اور انکی بہادری کی گواہی دیتا تھا۔ عاقبت بخیر ہو آمین۔

ذکر بہاؤالدین خاں ایلمان حمید خانی بانی اسکواڈرن قائمخانی قوم بندی

بہاؤالدین خاں کا مولد موضع جھابجرت ہے انکے والد کا نام شبو خاں تھا بہاؤالدین ۱۲۶۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے یہ تیسری کنٹنجنٹ سرکار نظام مقام ہنگولی ۱۸۷۳ء میں ملازم ہوئے جبکہ ۱۸۸۶ء میں ملک برہما پر گورنمنٹ کی طرف سے فوج کشی ہوئی تو تیسرا رسالہ کنٹنجنٹ بھی اس میں شامل تھا۔ بہاؤالدین خاں آخیر لڑائی تک اس فوج میں شامل رہے تیسری کنٹنجنٹ میں تقریباً پچاس قائم خانی ملازم تھے مگر قوم بندی کا کوئی سلسلہ نہ تھا اس سے قبل اس فوج میں موضع کیڈ کے ضابطہ خاں رسالدار اور رستم خاں جمعدار ضرور ہو چکے تھے ۱۸۸۹ء میں کمانڈنگ افسر ۳۲ پونا ہارس ہاک صاحب بہادر نے یہ چاہا کہ اس فوج میں قوم قائمخانی کا اسکوارڈرن قائم کروں اسوقت انگریزی افواج میں قوم بندی کا سلسلہ جاری ہو رہا تھا ہاک صاحب بہادر نے ایک چٹھی ۱۸۸۹ء

---

[۵] یہ امان اللہ خاں اس حمید خانی گروہ کے ایک بہت بڑے بہادر ہو گذرے ہیں۔ اس لئے شاہ دل خاں کو ان سے مشابہ کیا ہے ان کا ذکر پچھلے اوراق میں لکھا جا چکا ہے ۱۲ منہ ۵۲ صرف انکے ایک لڑکا پیر وخاں تھا جو ۱۳۴۲ھ میں لاولد فوت ہوا ۱۲ منہ

میں مقام الوال کرنل فریزر صاحب بہادر تیسری کلنٹجنٹ حیدرآباد دکن لکھی کہ ہم کو قائمخانی اسکوارڈرن بھرتی کرنا ہے آپ کے یہاں قائم خانی قوم کے لوگ موجود ہیں کسی ہوشیار قائم خانی کو ہمارے پاس روانہ کیجئے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے بھرتی منگائیں کرنل فریزر صاحب بہادر نے بہاؤالدین خاں کو پسند کیا اور حکم دیا کہ گھڑندی جاکر ہاک صاحب بہادر سے ملو اور انکے حکم کی تعمیل کرو اس موقع میں تم کو ضرور ترقی ہوگی یہ اس بنا پر گھڑندی آئے اور کرنل ہاک صاحب بہادر سے ملے. ہاک صاحب نے انکو حکم دیا کہ تم راجپوتانہ میں جاکر اپنی قوم کی بھرتی لاؤ بہاؤالدین خاں راجپوتانہ آئے اور بارہ سپاہی لیکر گھڑندی پہنچے اس کے بعد پونا ہارس سے تیسری کلنٹجنٹ کو لکھدیا گیا کہ بہاؤالدین خاں کو ہم نے وفداری سے ترقی دے دی ہے انکا نام وہاں سے خارج کردیا جائے اور انکی سلحداری گھوڑے کی رقم بھیجدیجائے بہاؤالدین خاں کلنٹجنٹ میں لیس دفعدار بھی تھے مقام پونا ۱۸۹۲ء میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی اس میں اکثر فوجوں کے یورپین افسر شامل تھے اور مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر والئ ایڈر بھی شریک ہوئے تھے اس کمیٹی میں یہ مشورہ ہوا کہ سوارہ فوجوں میں قوم بندی کے ساتھ اسکوادرن قائم ہوں اور پیدل میں اسی طریقے پر قومی کمپنیاں ہونا لازمی ہیں اس وقت ہاک صاحب جنرل میجر ہوچکے تھے بہاؤالدین خاں بھی اپنے کمانڈنگ اڈیسن صاحب کے ساتھ پونا گئے اڈیسن صاحب بہادر نے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر سے قوم بندی کے بارے میں مشورہ کیا اور بہاؤالدین خاں کو بھی پیش کیا کمانڈنگ اڈیسن صاحب بہادر نے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر سے یہ کہا کہ میں کیولری ۳۴۔ پونا ہارس میں قائم خانی اسکوارڈرن قائم کرنا چاہتا ہوں اس معاملہ میں مجھے بہت جلدی ہے راجہ صاحب نے فرمایا کہ زیادہ کثرت اس قوم کی علاقہ جے پور ضلع شیخاواٹی میں ہے علاقہ جودھپور میں یہ قوم کم ہے میرے یہاں ۱۸۸۶ء میں جو امپیریل قائم ہوئی اُس میں مجھے بڑی دقت کے بعد بھی میری منشا کے موافق اس گروہ کے لوگ نہیں مل سکے اور ابھی تک یہ کوشش جاری ہے

علاقہ بیکانیر میں بھی یہ قوم آباد ہے اور علاقہ الور میں بھی اس قوم کے کسیقدر لوگ رہتے ہیں بیرون راجپوتانہ ضلع حصار روہتک اور ضلع گوڑگانوہ میں بھی اس قوم کے لوگ آباد ہیں آپ اپنے طور پر اس قوم کے لوگوں سے دریافت کرسکتے ہیں وہی قوم کے لوگ بھرتی لائیں گے اس گفتگو کے بعد سر پرتاب سنگھ بہادر بہاؤالدین خاں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ اسی قوم کے ہیں اپنی قوم کی بھرتی جلد پوری کیوں نہیں کرتے بہاؤالدین خاں نے اپنا مافی الضمیر جو کچھ تھا ظاہر کیا ۱۸۹۳ء میں بہاؤالدین خاں جمعدار ہوئے جمعداری کا کوئی امتحان نہیں لیا گیا ہمراہی اجیٹن فریزر صاحب پونا جاکر سراسری گھوڑے کی سواری کا امتحان دیدیا بہاؤالدین خاں نے اپنے زمانہ ملازمت میں چھ سال کے اندر فقط ستر قائم خانی بھرتی کرائے جب افسران بالا نے یہ دیکھا کہ اسکواڈرن پورا نہیں ہوسکتا تو ۱۸۹۹ء میں بہاؤالدین خان کو پنشن دیدی گئی سب سے پہلے اس قوم میں قوم بندی اور اسکواڈرن بندی کا سلسلہ بہاؤالدین خاں سے ہوا انکو بانی قوم بندی اور اسکواڈرن بندی کہنا چاہئے اب وہ فوجی اصحاب میرے اس بیان پر شاید نکتہ چینی کرینگے کہ جب ایسا تھا تو بہاؤالدین خان اس قدر جلدی اور تھوڑی ہی ترقی کے ساتھ پنشن یاب کیوں ہوئے جو صاحب فوجی معاملات پر گہری نظر ڈالنے کے عادی ہیں وہ اس پر خود اپنی رائے لگا سکتے ہیں اس لئے کہ میرا یہ شیوہ نہیں ہے مگر میں یہ ضرور کہونگا اور فوجی کارنامے بتا رہے ہیں کہ بانی اسکواڈرن قائمخانی بہاؤالدین خاں جمعدار ضرور ہیں - اگرچہ اس زمانہ کے قریب قریب ۱۸۸۵ء میں عمر خاں مظفر خانی کے ذریعے سے بھی رسالہ نمبر ۳ مدراس کیولری میں اسکواڈرن قائمخانی کی بنیاد پڑی تھی مگر اسکواڈرن پورا نہ ہوسکا اور ۱۸۹۸ء میں ٹوٹ گیا اس سے قبل ۱۸۹۵ء میں عمر خاں جمعدار بھی ہو چلے تھے بعد میں رسالہ نمبر ۳ مدراس کا نمبر ۲۸ لائیٹ کیولری ہوا یہ ضرور ہے کہ جب سے گورنمنٹ برطانیہ کا اس ملک میں تسلط ہوا اور نئی طرز سے فوجوں کو ترتیب دی گئی اس وقت سے اس قوم قائمخانی کے اشخاص نوکر ہوتے آئے یہی نہیں بلکہ رسالداریوں سے بھی بھرتی ہوئے مگر خاص اسکواڈرن اور قوم بندی کا سہرا بہاؤالدین خاں

ہی کے سر باندھا جا سکتا ہے اور اس سے قوم کو بہت بڑا فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ جب بہاؤالدین خاں کو پنشن ہوگئی تو اس کا افسوس وہ دل میں لئے ہوئے فوج سے الگ ہوئے کہ مجھ سے اسکوارڈرن پورا نہ ہوسکا۔"

ذکر معزالدین خان رسالدار حمید خانی

معزالدین خاں بامنواس کے رہنے والے تھے اور بہاؤالدین خاں کے یک جدی بھتیجے تھے بہاؤالدین خاں کی موجودگی میں ہی دفعدار بھی ہوچکے تھے یہ معزالدین خاں بہاؤالدین خاں کی جگہ پر جمعدار ہوئے ۱۸۹۷ء میں قوم اور اسکوارڈرن کی باگ اپنے ہاتھ میں لی معزالدین خاں مستقل مزاج و محنت کش اور بڑی جستجو کے آدمی تھے یہ تینوں باتیں دلیری کا جزو اعظم ہیں ان کو اسکوارڈرن پورا کرنے میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اور اسکوارڈرن پورا ہونے تک کئی مواقع ایسے پیش آئے کہ اسکوارڈرن اور اس قوم کو برخاست کردینے کی نوبت پہنچ جاتی مگر معزالدین خاں نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے اپنے قدم کو جنبش تک نہ ہونے دی راجپوتانہ میں آئے اور ایک دو چکر میں قوم کے نوجوان اتنے جمع کرلئے کہ جگہ ملنی بھی مشکل ہوگئی اپنے اسکوارڈرن میں ایک قائم خانی فنڈ قائم کیا۔ جس میں فی سوار دو روپے ماہوار وضع کرلئے جاتے تھے یہ رقم اس فنڈ میں داخل کرنے کا حکم بالادست افسروں سے لے لیا اسوقت اس رسالہ میں یہ قاعدہ تھا کہ گھوڑے کی آسامی کے پہلے ایک سو روپئے داخل کئے جائیں اس لئے کہ گھوڑے سلحداری تھے اور اسامی پانسو روپئے کی تھی سو روپے بالفعل قائم خانی فنڈ میں سے لیکر جمع کردیئے جاتے تھے۔ اور باقی رقم گھوڑے اور سوار کی تنخواہ میں سے بتدریج وضع ہوتی رہتی رقم وضع ہونے کے بعد سوار پورا سلحداری کا حقدار ہوجاتا تھا بہرحال معزالدین خاں نے جلدی اسکوارڈرن قائم خانی پورا کردیا۔ اسکوارڈرن پورا کرنے میں جو دقتیں معزالدین خاں کو پیش آئیں ہیں اگر وہ تمام لکھی جائیں تو کئی اوراق چاہئیں! اس میں شک نہیں کہ بانی اسکے بہاؤالدین خاں جمعدار



جناب رسالدار معزالدین خانصاحب مرحوم حمید خانی رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس



جناب رسالدار رن مست خان صاحب مرحوم حمید خانی رسالہ نمبر ۳۲ لائٹ کیولری

ضرور ہیں مگر معزالدین خان نے اسکواڈرن کو مکمل کیا اور ذرہ سے اُسکو آفتاب بنا یا ان کی یہ مستعدی اور جانفشانی اور انکے آئندہ کارنامے مدت درازتک فوجی تاریخ میں قائم رہینگے یہ معزالدین خاں پہلے رسالدار ہوئے اور پھر رسالدار ہوگئے یہ ان ہی کی مستعدی کا نتیجہ ہے کہ جو آج کے دن اس قوم قائم خانی میں تقریبًا ستر سے اوپر انڈین افسر تمغے زیب تن کئے ہوئے نظر آتے ہیں دھا ملا واس ضلع گوڑ گانوہ سے لیجئے اور جھولری مینڈ پورہ اور شیخاواٹی سے ہوتے ہوئے مارواڑ تک اسی کی مستعدی اور بہادری کا ثمرہ ہے یہ اسکواڈرن پورا ہونے کے بعد ۱۸۹۹ء میں نمبر ۳۳ لایٹ کیولری میں بھی یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ قائم خانی بہ افراط مل سکتے ہیں اس فوج میں بھی ایک اسکواڈرن قائم خانی ہونا چاہئے کمانڈر صاحب بہادر نے اس معاملہ میں پیش قدمی کی اور مقام چھاؤنی گونہ کمانڈر رجمنٹ سنٹرل انڈیا ہارس کو لکھا کہ کسی ہوشیار قائم خانی دفعدار کو ہمارے یہاں روانہ کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے سے ہم اس قوم کی بھرتی منگائیں اور اسکواڈرن قائم کریں۔

ذکر رن مست خاں رسالدار حمید خانی

یہاں سے رن مست خاں الیمان حمید خانی کو روانہ کیا جو اپنے فن میں نہایت ہی قابل تھے وہ آئے اور جمعداری سے انکو بھرتی کرلیا گیا انھوں نے بہت ہی قلیل عرصہ میں اسکواڈرن پورا کرلیا مگر ان سب کو رجمنٹ ۳۴ پونا ہارس کا ہی سلسلہ کہنا چاہئے ۱۹۰۰ء میں یہ فوج چین گئی اور جنگ چین میں شریک ہوئی اور ایک سال سے زیادہ اس فوج کو وہاں رہنا پڑا اس عرصہ میں ہی رن مست خاں جمعدار نے بہت مستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ نوکری کی اور ہمیشہ اپنی قوم کا دل بڑھاتے رہے بعد میں یہ رسالدار بھی ہوئے ۱۹۱۳ء میں کسی عارضہ کے سبب سے ان کو پنشن ہوگئی اور ۱۳۲۲ ہجری میں بمقام جھنجھنوں اس فوجی افسر نے انتقال کیا اور احاطہ حضرت قمرالدین شاہؒ میں مدفون ہوئے نمبر ۳۳ کیولری و نمبر ۳۴ کیولری میں اسکواڈرن جب مکمل ہوگئے تو ایک عرصہ

درازن کے بعد جنگ عظیم یورپ سے چند سال پہلے گورنمنٹ کے فوجی صیغہ میں قوم قائم خانی کی اور مانگ ہوئی اسی بنا پر نمبر ۴ کیولری میں ایک اور اسکواڈرن اس قوم کا ہونا قرار پایا۔ اور رسالہ نمبر ۸ میں بھی ایک ترپ کا حکم ہوا نمبر ۴ کیولری میں مشترف خاں رسالدار الف خانی نے بیحد کوشش کی اس کیولری میں افسر بھی قریب قریب اسکواڈرن کی تعداد کے موافق ہو گئے تھے مگر سپاہیوں کی بھرتی پوری نہ ہو سکی یہ فوج جنگ عظیم میں بھی شریک ہوئی تھی البتہ وہاں پر اس قوم کے متفرق سپاہی بھی اسکواڈرن میں شامل ہو گئے تھے مگر جنگ سے واپس آنے کے بعد یہ اسکواڈرن ٹوٹ گیا اور جنگ عظیم میں رسالہ ۸ ترپ قائم خانی کے سپاہی بھی شریک ہوئے تھے لیکن یہ ترپ بھی آخر تک نامکمل رہا جنگ سے واپس آنیکے بعد نمبر ۴ کیولری و نیز نمبر ۸ رسالہ ترپ قائم خانی ٹوٹ جانیکے حالات رسالدار تاج محمد خاں کے ذکر میں ملینگے۔

جبکہ ۴ راگست ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا یورپ میں آغاز ہوا تو اس وقت ہندوستان سے فوجیں روانہ ہوئیں۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۴ء کو ۳۴ پونا ہارس بمبئی سے جہاز میں سوار ہو کر یورپ علاقہ فرانس میں داخل ہو گئیں اس لئے کہ ہماری گورنمنٹ کو وہاں فوجیں بھیجنی تھیں فرانس پر جرمن نے یورش کی تھی ۳۳ رلایٹ کیولری بھی ۲۲ رنومبر ۱۹۱۴ء میں ملک عراق عرب جانے کیلئے جہاں جنگ ہو رہی تھی جہاز میں سوار ہوئی جب ۳۴ نمبر پونا ہارس وہاں پہنچ گیا تو معزالدین خاں نے بہت ہی ہوشیاری اور مستعدی سے کام کیا ان ہی کا دم خم تھا کہ اس عرصہ میں انکے اسکواڈرن میں کوئی غیر معمولی الجل ہونے پائی اور یہ قوم گورنمنٹ کی وفاداری میں مصروف رہی معزالدین خاں اپنی قوم کو ہمیشہ ہمت دلاتے تھے اور کہتے تھے کہ بہادرو یہی وقت ہے کہ اپنی قوم کا نام شجاع بہادروں کی فہرست میں لکھا دو اتفاقاً یہ موقع ہاتھ آیا ہے اسوقت گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا پورا ثبوت دو! تم نے فوجی ملازمت اس لئے کی ہے کہ کسی معرکہ میں اپنے قدم پیچھے نہ ہٹنے دو۔ یہاں جو مرے گا۔ اس کا نام وفاداروں کی فہرست میں ہمیشہ بطور یادگار رہے گا۔ پس تم میں سے جو زندہ رہینگے

وہ میرے اس قول کی مدام پابندی کریں ۱۸ر دسمبر ۱۹۱۴ء شب کے وقت مقام فیوبر علاقہ فرانس کے مورچے پر جانے کے لئے ان کی فوج کو حکم ہوا جس میں اور بھی بہت سی فوجیں شامل تھیں اس وقت معزالدین خاں رسالدار کے پیروں پر ورم آرہا تھا اور پیدل چلنا دشوار تھا اس لئے کہ وہاں پر گھوڑوں سے کام کم لیا جاتا تھا اور پیدل سے زیادہ جتنے معرکہ ہوئے اکثر سوارہ فوج نے پیدل ہو کر کئے بہت سے سپاہیوں کے پیروں پر بھی ورم آگیا تھا مورچے پر جانے سے تھوڑی دیر پہلے ان کے اسکوارڈرن کمانڈر گریم شاہ صاحب نے تمام افسروں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ آج رات میں فلاں مقام پر اپنی فوجوں کا حملہ ہونے والا ہے اور اس کا نقشہ بھی بتلادیا گیا کہ اس صورت سے کام کرنا پڑیگا معزالدین خاں رسالدار سے کہا گیا کہ آپ اس معرکہ میں شریک نہیں ہوسکتے اس لئے کہ آپ کے پیر کام نہیں دیرہے ہیں اس کے قبل بھی معزالدین خاں ۲۴ر نومبر ۱۹۱۴ء کے معرکہ میں شریک ہو چکے تھے انکے ساتھ کئی آدمی مقتول اور بہت سے زخمی ہوئے اور ان سب کے نام ذیل کی فہرست کے ذریعہ سے بتائے جائیں گے معزالدین خاں نے سپاہیانہ لہجے میں جواب دیا کہ میں ایسے ہی وقت کے لئے نوکر رکھا گیا ہوں اگر مجھے آپ اس شرکت سے باز رکھتے ہیں تو میری قوم کی اس میں کسر شان ہے معلوم نہیں کہ میری قوم سے کیا واقعہ ظہور میں آئے بہرحال معزالدین خاں اس معرکہ میں شریک رہے۔

فوجیں اس مورچے پر پہنچی جہاں ان کو حکم دیا گیا تھا راستہ میں جو دقتیں ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں مورچہ کے قریب جب فوجیں پہنچیں تو جرمنی کی طرف سے مشین گنوں کے فیر شروع ہوئے گویا آسمان سے اولے گر رہے تھے اور تین طرف سے آگ برس رہی تھی اسوقت معزالدین خاں رسالدار اپنے قوم کے ماتحت ترپ کو بڑھاتا ہوا مورچے کے قریب جاپہنچا اور اپنے ماتحت سپاہیوں کو اشارہ سے بڑھاتا رہا ایسے خطرناک موقع میں بھی اس بہادر نے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا بلکہ برابر مردانہ وار داد شجاعت دیتا ہوا مورچے کے قریب جاپہنچا مگر مشین گن کی گولیوں کا گروپ اس شیر کے گھٹنوں میں ایسا لگا کہ دونوں گھٹنے ٹوٹ گئے اور اسکی جرئت وبہادری دل کی دل ہی میں رہ گئی

لیکن اس پر بھی اس بہادر کا رُخ مورچے کی طرف تھا۔

اس بہادر نے اپنی قوم کی آن رکھ لی اس کا صلہ معزالدین خاں رسالدار کے پسماندوں کو کم ملا یا زیادہ اس سے تو بحث نہیں مگر اس قوم کے لوگوں نے اور معزالدین خاں[1] رسالدار نے جو کچھ اس جنگ میں مستعدی اور دلیری سے کام کیا وہ اسی بہادر اور نیز اس قوم کے مستعد جانبازوں کا ثمرہ ہے معزالدین خاں کے ساتھ اس معرکہ میں بہت سے قائم خانی کام آئے اور اکثر زخمی ہوئے یہ ان ہی کے کارناموں کا نتیجہ ہے کہ جنگ کے بعد اس قوم کا ایک اسکواڈرن اور قائم ہوا اور اس تیسرے قائم خانیوں کے اسکواڈرن کا قائم ہونا اس کی واضح دلیل ہے کہ اس قوم نے جنگ عظیم میں اچھا کام کیا اور گورنمنٹ کے فوجی صیغہ میں اچھی نظر سے دیکھی گئی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بہادر کے پسماندوں کو اس کے خدمات فوجی کے صلہ میں جو چھٹیاں بطور صداقت نامہ جات ملی ہیں انکی نقل بھی یہاں کر دی جائے انکے اسکوارڈرن کمانڈر کریم شاہ صاحب بہادر نے رسالدار معزالدین خاں کی ایک تصویر انکی بیوہ کے نام روانہ کی جس پر یہ عبارت درج ہے۔

کہ رسالدار معزالدین خاں صاحب پونا ہارس اپنے ٹرپ کو بہادری سے آگے بڑھاتے ہوئے مقام فیوبر فرانس میں تاریخ ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو کام آئے جو نظیر انھوں نے قائم کی قائم خانی لوگ اس پر فخر کر سکتے ہیں۔

دوسری چھٹی حسب ذیل ہے۔

جسکو کہ یہ سند یاد دلاتی ہے وہ ان میں شامل ہے جس نے بادشاہ اور ملک کی آواز پر تمام چیزیں جو اس کو عزیز تھیں چھوڑ دیں تکلیف برداشت کی خطرہ کا مقابلہ کیا اور آخر کار آدمیوں کی نگاہ سے اپنے فرض اور جاں نثاری کے واسطے غائب ہوگیا اور اپنی جان کو خیرباد کہدیا تاکہ دوسرے آزادی سے زندگی بسر کر سکیں وہ لوگ جو اس کے بعد آنیوالے

[1] معزالدین خاں رسالدار ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء م ۲ر صفر ۱۳۳۲ ہجری میں مارے گئے تھے انھوں نے ایک بیٹا عبدالحمید خاں چھوڑا جس کی عمر اسوقت اڑہائی سال کی تھی ۱۲ منہ

ہر میجسٹی جنابہ ملکہ معظمہ میری صاحبہ قیصر ہند دامت اقبالہا



In sorrow and sympathy my thoughts fly across the seas to my Sisters in India that beautiful Land which I have twice visited and love so well. I send you this to do honour to a very brave Soldier of the Empire who died for you and for us in the glorious fight for truth and freedom against tyranny and broken faith.

Mary R. I.

MURARI ART PRESS, DELHI

ہیں اس بات کو دیکھیں کہ اس کا نام بھولا نہ جائے۔ رسالدار معزالدین خاں ۴۳ پونا ہارس
تیسری چھٹی جو بطور تعزیت کے انکی بیوہ کو ملی وہ حسب ذیل ہے۔
میں اپنے شکر گذار لوگوں کے ساتھ ایک باہمت ہستی کی یادگار میں جو
دوسروں کے لئے جنگ عظیم میں کام آئی اس کی تعزیت کی چھٹی تمہارے
پاس بھیجنے میں شامل ہوتا ہوں۔ فقط

دستخط شہنشاہ جارج آر۔ آئی

بکنگھم پالیس ۸ رجنوری ۱۹۱۵ء

بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ نے نہایت افسوس کے ساتھ اس حادثہ
کو سنا ہے جو آپ کو اور تمام افواج ہندوستان کو برداشت کرنا پڑا بوجہ
رسالدار معزالدین خاں ۴۳ پونا ہارس کی موت کے جو شاہی ملازمت میں
واقع ہوئی مجھے حضور بادشاہ سلامت کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ
کے اس غم میں سچی ہمدردی آپ کے ساتھ ظاہر کروں فقط

دستخط شیم فورڈھم پرائیویٹ سیکرٹری حضور شہنشاہ سلامت

حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کی جانب سے جو چھٹی موصول ہوئی وہ ذیل میں
درج کیجاتی ہے۔
منجانب ہزایکسلنسی جنابہ لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ سی۔ آئی۔ زوجہ محترمہ حضور
لارڈ چیلمسفورڈ صاحب بہادر بالقابہ والسرائے ہند۔

بنام مسماۃ جنت بانو بیوہ

حسب الحکم حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند میں آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ جنابہ
ممدوحہ کو آپ کے بہادر خاوند رسالدار معزالدین خاں صاحب مرحوم پونا ہارس
کے انتقال پرملال کا حال سنکر سخت قلق ہوا ہے اس صدمہ کی وجہ سے
جو ہمدردی حضور ملکہ معظمہ کو آپ کے ساتھ ہے اسے عملی طور پر ظاہر کرنیکی
غرض سے ملکہ ممدوحہ نے اپنی تصویر مع ذیل کے شفقت آمیز پیغام تعزیت

عبدالغفور خان کو جمعدار ہونے کے بعد تمغہ کراس آف دی آرڈر آف سینٹ جارج ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۴ء کے معرکہ کے صلہ میں عطا ہوا تھا اس وقت ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے مگر اس دلیر اور بہادر شخص نے اپنی جان کی کوئی پروانہ کی اور اوراق تاریخ میں اپنی دلیری کا ثبوت باقی چھوڑ گیا"۔

ذکر جیون خان صوبیدار بہادر احمدان دولت خانی

موضع چوڑی علاقہ سیکہ کے رہنے والے ہیں یہ پلٹن نمبر ۱۰۲ بمبئی گرینیڈیر میں ملازم ہوئے بتدریج ترقی کرتے ہوئے صوبیداری کے عہدے تک پہنچے یہ شیر دل صوبیدار جس پلٹن میں نوکر تھے اس میں چند ہی قائم خانی ملازم تھے اسلئے کہ ان کی پلٹن میں کوئی قوم بند کمپنی نہ تھی انھوں نے جو کچھ اس پلٹن میں فائدہ اٹھایا اور بہادری حاصل کی وہ تنہا ان کے قوت بازو کا سبب ہے یہ ان ہی کی مستعدی اور جانفشانی و بہادری کا نتیجہ ہے جو اس پلٹن میں اسی قوم کے نام سے کمپنی قائم ہوئی انکی پلٹن بھی جنگ عظیم میں شامل ہوئی تھی یہاں سے جہاز میں سوار ہوکر بندرگاہ عدن اُتری اور حدیدہ و کامران کے اطراف میں مختلف مقامات پر لڑتی رہی بنلوس کے فرنٹ پر جیون خاں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے بتاریخ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جیون خان کو تمغہ ملٹری کراس عطا ہوا عدن فیلڈ فورس حدیدہ کامران کے پاس دوبارہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۱۸ء میں ایک حملہ شدید ہوا اور اس میں بھی جیون خان صوبیدار نے نمایاں بہادری دکھائی اس کے صلہ میں بھی اسی سنہ میں انکو دوبارہ تمغہ ملٹری کراس ملا اب ان کو ہر دو تمغوں کے صلے میں پچاس روپے ماہانہ ملتے ہیں۔ اور چھ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر کے لئے گورنمنٹ سے حکم ہوا تھا جسکے ملنے کے لئے ضلع حصار میں ابتک کارروائی جاری ہے فی الحال خزانہ ضلع حصار سے چھ سو روپیہ سالانہ زمین کے معاوضہ میں ملتے ہیں اور پچاس روپئے ماہانہ تمغہ جات ان کے خاندان میں تین پشت تک ملتے رہینگے یہ بھی اس قوم کے لئے فخر کی بات ہے کہ ۱۹۱۹ء میں جیون خاں

بوقت صلح کانفرنس لندن گئے تھے اور شہنشاہ معظم جارج پنجم نے اپنے دست خاص سے جیون خاں کے سینہ پر تمغہ آویزاں کیا یہ جیون خاں صوبیدار سردار بہادر اس وقت پنشن پاتے ہیں یہ سردار بہادر بہت سمجھدار اور شائستہ مزاج وملنسار اور سچے اور سیدھے انسان ہیں اور چہرے سے بہادری کے آثار نمایاں ہیں"۔ اب اپنے وطن میں اقامت گزیں ہیں۔

اب میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ۳۴ پونا ہارس کے اسکواڈرن قائم خانی اور ۳۳ لایٹ کیولری کے اسکواڈرن قائم خانی کے مقتولین وزخمی سپاہیوں اور جو بیماری سے فوت ہوئے ونیز جہاں جہاں وجن جن ممالک میں یہ اسکوارڈرن برسرپیکار رہے ہیں اور دیگر اسپیرلوں وپلٹنوں کے ملازمین کو نقصان پہونچا یعنی یورپ بمقام فرانس۔ عراق عرب وفلسطین کی طرف لڑائی میں شریک رہیں اونکے بھی مقتولین وغیرہ کے نام فہرست کے ذریعہ سے بتادوں اور جن افسروں وسپاہیوں کو بہادری کے صلہ میں تمغہ جات وجنگی انعامات عطا ہوئے ہیں وہ بہی اس فہرست میں ظاہر کردوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ اس قوم نے جنگ عظیم میں کیسی جانبازیاں کیں ہیں اور سرکار عظمت مدار انگلشیہ کے ساتھ اس قوم کی جانبازی کا تعلق کس درجہ گہرا رہا ہے جس کا پاس ولحاظ سرکار عظمت مدار کے لئے ہمیشہ ضروری اور بقائے سلطنت کا ضامن ہے۔

فہرست اُن اشخاص کی جو ہمراہی رسالدار معزالدین خاں ۴ ۲ رنومبر سنہ ۱۹۱۴ء کو بمقام فرانس ۳۴ پونا ہارس اسکوارڈرن کے قائمخانی زخمی ہوئے اور کام آئے

نام	مقتول یا زخمی	قوم	سکونت
سوار بھورے خاں	مقتول	ھتیارخانی	موضع شیخ سر
سوار عبداللہ خاں	؍؍	ایلمان حیدخانی	؍؍ بامنواس
سوار اشرف خاں	؍؍	سلیم خانی	؍؍ موضع تھیلاسر

فہرست اُن اشخاص کی جو ۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء کو زخمی ہوئے

دفعدار امام علی خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	موضع جہانجوت
سوار نیاز محمد خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	" جہانجوت
سوار صفدر خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	" جہانجوت
سوار عبداللہ خاں	زخمی	الیمان	" سریاسر
سوار وارث خاں	زخمی	تزین داس	" دھن کولی

دوسرا معرکہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کا جسمیں خود رسالدار معز الدین خان کام آئے

رسالدار معز الدین خاں	مقتول	الیمان حمید خانی	موضع باسنواس
لیس دفعدار مقرب خاں	مقتول	داراب خانی	" لادوسر
سوار مقرب خاں	مقتول	داراب خانی	" لوزان
سوار بڑدی خاں	مقتول	مظفر خانی	" بباہو
سوار اکبر خاں	مقتول	الیمان	" ہمیر خاں کا باس
سوار قطب الدین خاں	مقتول	بھوان	" جھولری
سوار بھورے خان	مقتول	الیمان	" سیکر
سوار امان اللہ خان	مقتول	الیمان حمید خانی	" باسنواس
سوار عبدالرحمن خان	مقتول	جیوان	" کیڈ
سوار[۱] معین الدین خان	مقتول	پنوار	" سنگھانہ

[۱] یہ سپاہی مثلاً پنوار سادات قوم ناغڑ وغیرہ قائم خانی نہ تھے مگر چونکہ قائم خانیوں کے نام سے شریک ہوئے تھے اسلئے انکی فوجی خدمات کو ترک کر کے نظرانداز کر دینا خلاف سمجھا گیا اور غیرت قومی کے بھی منافی تصور کیا گیا ۱۲ منہ

فہرست ان اشخاص کی جو ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء کو زخمی ہوئے

جمعدار فیض محمد خاں	زخمی	الیمان حمید خانی	موضع بامنواس
دفعدار شہزاد خاں	زخمی	پنوار	〃 سنگھانہ
دفعدار غلام محی الدین خان	زخمی	افغانان ناغڑ	〃 اسلام پور
دفعدار تاج محمد خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
سوار الٰہی بخش خان	زخمی	چوہان	〃 بامنواس
سوار عنایت علی خان	زخمی	الیسان	〃 بڑسی
سوار بھورے خان	زخمی	مظفر خانی	〃 بساہو
سوار غفور خاں	زخمی	بھوان	〃 دھاملاواس

فہرست ان اشخاص کی جو مختلف مقامات علاقہ فرانس میں ۱۹۱۷ء میں کام آئے

سوار منو خان	مقتول	مظفر خانی	موضع چین پورہ
سوار الٰہی بخش خاں	مقتول	الیمان حمید خانی	〃 جھانجوت

وہ اشخاص جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۷ء تک مختلف مقامات علاقہ فرانس میں زخمی ہوئے

جمعدار انو خاں	زخمی	الیمان	موضع بڑاؤ
سوار سلیمان خان	زخمی	احمدان	〃 بھولری
جمعدار تاج محمد خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
دفعدار کریم بخش خان	زخمی	داراب خانی	〃 نوان
دفعدار مصطفےٰ خان	زخمی	نامعلوم	〃 نامعلوم
دفعدار نذر محمد خاں	زخمی	داراب خانی	〃 بھیم سر
دفعدار انو خاں	〃	مظفر خانی	〃 بساہو

سوار ہدایت علی خاں	زخمی	اسمٰعیل خانی	موضع جاباسر
سوار غلام رسول خاں	زخمی	ایلمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار عظیم الدین خان	زخمی	مظفر خانی	" دھنوری
سوار جوانمردی خاں	زخمی	ایلمان	" جواہر پورہ۔

{فہرست اُن اشخاص کی جو فرانس میں بیماری سے فوت ہوئے}

رسالدار علیی خان	ایلمان حمید خانی	موضع جھانجوت
رسالدار عبد الغفور خاں	ایضاً	" مینڈ پور
سوار کالے خاں	داراب خانی	" دھنوری
سوار علیم الدین خان	مظفر خانی	" لادوسر
سوار علیم الدین خان	"	" بساہو
سوار رحیم داد خاں	بھوان	" جھولری
سوار شکور خاں	ایلمان	" ہمیر خان کا باس
سوار بہاؤ خان	ایلمان	" ہمیر خاں کا باس
سوار عبد اللہ خاں	ایلمان حمید خانی	" بامنواس
سوار کریم بخش خاں	داراب خانی	" دھنوری
کوتہ دفعدار محبوب خاں	بھوان	" دھاملاواس
سوار صیدل خاں	بھوان	" دھاملاواس
سوار کریم بخش خاں	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار عطا محمد خاں	سادات	" مستر پورہ
دفعدار کالے خاں	احمدان دولت خانی	" اٹراوتہ

بمقام فلسطین رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس کے ۱۹۱۸ء میں مقتول ہوئے

سوار غلام رسول خاں	مقتول	الیمان حمید خانی	موضع جھابجوت

بمقام فلسطین ۳۴ پونا ہارس ۱۹۱۸ئہ کے زخمی حسب ذیل ہیں

لیس دفعدار عبدالکریم خاں	زخمی	جیوان	موضع کیڈ
سوار فیض محمد خاں	زخمی	الیمان	" کنڈل
سوار خورشید علی خان	زخمی	عیسٰی خانی	" دھالاواس

بمقام فلسطین جو بیماری سے ۱۹۱۸ء میں فوت ہوئے

سوار شہزاد خاں	الیمان حمید خانی	موضع باسنواس

نمبر ۳۳ لائیٹ کیولری جب عراق عرب میں داخل ہوئی تو فوراً مقابلے شروع ہوئے اور اس رجمنٹ کا اخیر تک اکثر دست بدست مقابلہ ہوتا رہا یہ رجمنٹ جہاں پر لڑ رہی تھی اس نے بہت ہی بہادرانہ کام کیا خاصکر اس فوج کے کمانڈنگ بردن صاحب بہادر جب فوج کا حملہ دشمن پر ہوتا تھا۔ تو اسکوارڈرن قائم خانی کو آگے رہنے کا حکم دیتے تھے اور پسپائی کے وقت جب فوج لڑتی ہوئی ہٹتی تھی تو قائم خانی اسکوارڈرن کو پیچھے رہنے کا حکم ہوتا تھا اسلئے قائم خانی اسکوارڈرن کے اشخاص زیادہ مقتول بہت بھر میں نظر آئیں گے تاریخ ۸ مارچ ۱۹۱۵ئہ کے معرکہ میں ایسا اتفاق ہوا کہ یہ اسکواڈرن دشمن کے بیچ میں آ گیا اور انکے افسر لفٹنٹ کرنل اسٹاک صاحب نے چاہا کہ کسی ترکیب سے اسکوارڈن کو دشمن کی زد سے بچالیں کیونکہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی مگر کوئی بات بن نہ پڑی خود اسٹاک[1] صاحب بہادر شدید زخمی ہوئے۔

[1] اسٹاک صاحب بہادر موضع جھابجوت میں مع اپنی میم صاحب کے سنہ ۱۹۱۹ء میں تشریف لائے جب انکا اسٹڈبی بہادر خاں ہندوستان میں آکر فوت ہوگیا تو اسکی تعزیت کیلئے جھابجوت تشریف لائے میم صاحب نے بہادر خاں کی بیوی اور پسماندوں کو تشفی دی اور اپنی ذات سے انکی بیوی کی پنشن مقرر کردی اور بھی مواضعات باسنواس اڑاوے کے سوا گوٹھڑے جمعدار قطب الدین خاں کی تعزیت کیلئے بھی گئے تھے ۱۲ منہ

رسالہ نمبر ۳۳ کیولری اسکواڈرن قائم خانی کے مقتولین حسب ذیل ہیں جو سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک مختلف معرکوں میں کام آئے

نام	کیفیت	قوم	موضع
جمعدار قطب الدین خاں	مقتول	افغان ناغڑ	موضع گوٹھڑا
سوار تاج محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" باسنواس
سوار شمس الدین خاں	"	"	" باسنواس
لیس دفعدار دوست محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" باسنواس
سوار شہامت خاں	"	"	" جھابجوت
سوار برہان الدین خاں	"	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار سعد اللہ خاں	"	ہتھیار خانی	" شیخ سر
لیس دفعدار محمد یوسف خاں	"	کبیر خانی	" بیپلی
لیس دفعدار مظہر علی خاں	"	بھوان	" جھولری
لیس دفعدار حق داد خاں	"	کبیر خانی	" بیپلی
سوار ضیاء الدین خاں	"	احمدان دولتخانی	" کھنڈیلہ
سوار فرید خاں	"	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
سوار بشارت خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار امین خاں	"	داراب خانی	" لوان
دفعدار افضل خاں	"	الیمان حمید خانی	" گانگیاسر
سوار نبی بخش خاں	"	الیمان حمید خانی	" جھابجوت
سوار اشرف خاں	"	الیمان	" چیلاسی
لیس دفعدار امداد علی خاں	"	بھوان	" کیڈ
دفعدار امام علی خاں	"	الیمان	" کھڈانو
سوار علیم الدین خاں	"	احمدان ہاتھی خانی	" پیلانی

۱۵۷ اس معرکہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء میں جمعدار قطب الدین خاں ناغڑ نہایت ہی دلیری کے ساتھ اپنے ہمراہی قائم خانیوں کو لئے ہوئے

سوار بھورے خاں	مقتول	احمدان فتح خانی	موضع کرڑولی
سوار گھاسی خاں	"	احمدان ہاتھی خانی	" پیلانی
سوار احسان علی خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار عبدالکریم خاں	"	داراب خانی	" قائم سر
سوار ممتاز علی خاں	"	بھوان	" جھولری
سوار رستم خاں	"	داراب خانی	" نواں

رسالہ نمبر ۳ لایٹ کیولری اسکواڈرن قائم خانی کے زخمی حسب ذیل ہیں
(از ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۶ء)

جمعدار امین خان	زخمی	مظفر خانی	موضع دہنوری
لیس دفعدار سکندر خاں	"	الیمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار کالے خاں	"	الیمان حمید خانی	" جھانجوت
سوار نور محمد خاں	"	الیمان حمید خانی	" بامنواس
سوار کالے خان	"	بھوان	" جھولری
سوار صیدل خان	"	مظفر خانی	" قائم سر
سوار نور محمد خاں	"	احمدان	" چوڑی
سوار عبداللہ خاں	"	الیمان حمید خانی	" بامنواس
سوار عیوض خاں	"	الیمان	" کڈوانہ
سوار رستم خاں	"	الیمان	" کھوڈانو
سوار لادو خاں	"	مظفر خانی	" بیری
سوار گلاب خاں	"	الیمان	" بڑانو
دفعدار محمد یوسف خان	"	الیمان حمید خانی	" مین پور

سوار امین خاں	زخمی	اسمٰعیل خانی	موضع جاباسر
سوار رستم خان	زخمی	اسمٰعیل خانی	" جاباسر
دفعدار امام الدین خاں	"	الیان	" بڑاؤ
سوار فرید خان	"	مجاہد خانی	" بہادر

چار نمبر کیولری و گنگا رسالہ امپیریل بیکانیر و دوسری امپیریلیوں و نیز متفرق رسالوں کا قائم خانی مقتولین و مجروحین وغیرہ کی فہرست حسب ذیل ہے

ذکر عبداللہ خاں الیمان حمید خانی

یہ عبداللہ خاں امپیریل کیمل کور گنگا رسالہ بیکانیر میں صوبیدار تھے یہ رسالہ بھی جنگ عظیم میں شریک ہوا تھا۔ اور فلسطین وغیرہ کے اطراف میں سرگرم کارزار رہا۔ عبداللہ خاں صوبیدار اپنی فوج کے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ کسی موقع پر گشت کر رہے تھے دشمن نے چوطرف سے ان پر یکایک حملہ کر دیا اور عبداللہ خان صوبیدار اس مقام پر بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا بہت سے دشمنوں کو مار کر جان بحق تسلیم ہوا۔ انکے ہمراہیوں میں سے بھی کئی آدمی مقتول ہوئے لیکن ہمکو ان سب مقتولین کے نام ہم نہ پہونچ سکے جنکا پتہ چل سکا اُن بہادروں کے نام درج کئے جاتے ہیں صوبیدار عبداللہ خاں کی بیوہ معقول پنشن پاتی ہیں:-

فہرست مقتولین گنگا رسالہ بیکانیر

صوبیدار عبداللہ خاں	مقتول	حمید خانی	موضع بیٹھوسر کیمل کور بیکانیر
سوار وارث خاں	مقتول	لمکان	موضع مگلونہ گنگا رسالہ بیکانیر
سوار الف خاں	مقتول	داراب خانی	موضع دہنوری گنگا رسالہ بیکانیر
سوار ضیاء الدین خاں	مقتول	داراب خانی	موضع نواں گنگا رسالہ بیکانیر

فہرست مقتولین ومجروحین چار نمبر کیولری

جمعدار مظفر الدین خاں[۵۱]	مقتول	مرزا	ساکن لوہارو چار کیولری
سوار جمال خاں	مقتول	زین وان	ساکن لوہارو چار کیولری
سوار عالم علی خاں	زخمی	طاہر خانی	ساکن کچامن چار کیولری
رسالدار مشرف خاں	زخمی	الف خانی	ساکن ستھیانہ چار کیولری

متفرق مقتولین کی فہرست

سوار افضل خاں	مقتول	داراب خانی	موضع دہنوری رسالہ نمبر ۳
سوار علاؤالدین خاں	مقتول	ناتھی خانی	موضع جیوا - فرسٹ لانسرز امپیریل حیدرآباد دکن
کلر حوالدار رحمٰن خاں	مقتول	احمدان فتح خانی	قصبہ فرخ نگر علاقہ سرکار نظام پلٹن ۹۷
محمد بخش خاں	بیماری سے فوت ہوئے	الیمان حمید خانی	موضع باسنواس ٹرانسپورٹ جیپور

ابھی سنا گیا ہے کہ رسالہ نمبر ۱۷ کا ایک معرکہ سرحدی مقام پر پشاور سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تاریخ ۹ اگست سنہ ۱۹۳۰ء کو آفریدیوں سے ہوا اور تین شخص قائم خانی اسکواڈرن کے کام آئے اور باقی رسالہ میں خیریت رہی ان خیرخواہانِ گورنمنٹ کے بہادروں کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

جمعدار رحیم بخش خاں	ہاتھی خانی	موضع پلانی
دفعدار عبدالکریم خاں	عیسیٰ خانی	موضع دھاملاواس
سوار نور محمد خاں	حمید خانی	موضع جھابخوت

۵۱ یہ جمعدار صاحب ہز ہائنس نواب صاحب لوہارو کے عزیزوں میں تھے اور قائم خانیوں کے اسکواڈرن میں جمعداری سے بھرتی ہوئے تھے۔ "بہادری کے ساتھ لڑے اور قطعہ عمارہ کے قریب کام آئے"

رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس کے قائم خانیوں کو جو تمغہ جات عطا ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

رسالدار عبدالغفور خاں حمید خانی	کراس آف دی آرڈر آف سینٹ جارج
رسالدار انو خاں ایلیسان	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار تاج محمد خاں داراب خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار امیر خاں الیمان	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
جمعدار انو خاں مظفر خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
دفعدار عبدالکریم خاں جبوان	آئی۔ او۔ ایم
دفعدار نذر محمد خاں داراب خانی	کراس آف دی گیر
سوار[۵۱] عبداللہ خاں حمید خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
سوار قاسم علی خاں اسمٰعیل خانی	آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم

---

۵۱ پرچہ نمبر ۱ وکٹوریہ کراس جو دہلی سے شائع ہوتا ہے ماہ دسمبر ۱۹۲۳ء کے پرچہ میں سوار عبداللہ خاں حمید خانی ساکن بامنواس کی حسب ذیل کیفیت درج کرتا ہے:۔

۲۴ نومبر ۱۹۱۴ء کو کپتان گریم شاہ صاحب کی کمان میں نمبر ۳۴ پونا ہارس کی ایک ڈیٹاچمنٹ نے فیروزپور برگیڈ کے کچھ مورچوں کی نگرانی کرنی شروع کر دی دوسرے دن صبح کے چار بجے معلوم ہوا کہ دشمن نے انگریزی پشتوں تک خندق کھود ڈالی ہے اور بچاؤ کے پشتے میں آٹھ فٹ چوڑا سوراخ بھی کر دیا ہے جب اجالا ہوا تو کپتان گریم شاہ صاحب اس سوراخ کا ملاحظہ کرنے لگے اس سوراخ کی حفاظت کے لئے لفٹنٹ فرانک الیگزنڈر دی پاس صاحب کی کمان میں ایک ٹولی پہرا دے رہی تھی۔ دشمن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے کچھ جوان بلائے گئے سنتے ہی سوار عبداللہ خاں آگے بڑھا اور دشمن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے چھاتی کے بل جانے کے لئے تیار ہو گیا واپسی پر اس نے یہ خبر دی کہ دشمن نے انگریزی مورچوں کے دس گز کے فاصلے پر پشتے اور سینے پناہ کھڑے کر لئے ہیں سوار عبداللہ خاں لفٹنٹ ڈی پاس صاحب کی ٹولی میں تھا انھوں نے بھی اپنی بہادری کے دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اس لئے انکو انڈین ڈسٹنگوشٹ سروس میڈل عطا کیا گیا ۱۲ منہ

[نمبر ۳ لائیٹ کیولری اسکواڈرن قائم خانی کے حسب ذیل اصحاب کو تمغہ جات عطا ہوئے ہیں]

رسالدار میجر علاؤالدین خاں ہاتھی خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار ہدایت علی خاں جبوان — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار محمد یوسف علی خاں حمید خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
رسالدار مظہر علی خاں سعید خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
جمعدار عالم علی خاں حمید خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
دفعدار اسماعیل خاں حمید خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
دفعدار سعداللہ خاں مظفر خانی — آئی۔ او۔ ایم
سوار سعداللہ خاں ہشیار خانی — آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم

[نمبر ۳ پونا ہارس اسکواڈرن قائم خانی کے حسب ذیل اشخاص کو جنگی انعام[1] عطا ہوا ہے]

رسالدار سعدالدین خاں الیاس حمید خانی
رسالدار عبدالغفور خاں الیان حمید خانی
رسالدار تاج محمد خاں داراب خانی
رسالدار کالے خان الیان
رسالدار انو خاں الیان
رسالدار امیر خاں الیان
رسالدار عیسیٰ خاں الیان حمید خانی
دفعدار امام علی خاں الیان حمید خانی
دفعدار صیدل خاں اسمٰعیل خانی
لیس دفعدار فیروز خاں الیان حمید خانی
دفعدار عبدالکریم خاں جبوان کیڈ کو سات روپے دس آنے ماہانہ جنگی انعام ملتا ہے۔

رسالہ نمبر ۱۰ اسکواڈرن قائم خانی کے حسب ذیل اصحاب کو تمغہ جات عطا ہوئے

سوار فیض محمد خاں جبوان - آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم
سوار عالم علی خاں حمید خانی - آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم

[1] رسالداروں اور جمعداروں کو یہ جنگی انعام پنشن کے علاوہ دس روپے ماہوار ملتا رہے گا اور دفعداروں سپاہیوں کے پانچ روپے ماہانہ مقرر ہیں اور یہ انعام تین پشت تک انکے خاندان میں جاری رہے گا ۱۲ منہ



جناب رسالدار تاج محمد خانصاحب داراب خانی رسالہ نمبر ۱۸

نمبر ۳۳ لایٹ کیولری اسکواڈرن قائمخانی کے حسب ذیل اشخاص جنگی انعامات سے مستفید ہوئے ہیں

رسالدار محمد یوسف علی خاں ایلمان حمیدخانی
دفعدار اسمٰعیل خاں ایلمان حمیدخانی
لیس دفعدار محمد یوسف خاں کبیرخانی

دفعدار ہدایت علی خاں اسمٰعیل خانی
دفعدار یعقوب خاں جبوان
سوار سعداللہ خاں ہتھیار خانی

متفرق رسالوں اور پلٹنوں کے ملازمین کو جو تمغہ جات و جنگی انعامات عطا ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں

صوبیدار جیون خاں احمدان دولت خانی پلٹن بنمبر ۴ بمبئی گرینڈ اپر ڈبل ملٹری کراس جس کے ماہانہ پچاس روپے ملتے ہیں اور جنگی انعام چھ سو روپے سالانہ کی آمدنی کی زمین کے لئے ضلع حصار میں کارروائی جاری ہے۔

رسالدار سعادت خاں عیسٰی خانی تمغہ آرڈر آف برٹش انڈیا رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
دفعدار شاہ دل خاں حمیدخانی تمغہ آرڈر آف میرٹ و جنگی انعام پاتے رہے رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
سوار علاؤالدین خاں ہاتھی خانی جنگی انعام ریاست کی طرف سے زمین مقام ضلع نگر میں عطا ہوئی رجمنٹ فرسٹ لانسر حیدرآباد امپیریل

کلرحولدار رحمٰن خان فتح خانی جنگی انعام ——— پلٹن نمبر ۹۷
جمعدار عبدالغنی خاں بھوان جنگی انعام ——— پلٹن نمبر ۱۲۲

ذکر تاج محمد خان رسالدار داراب خانی

جب جنگ ختم ہوگئی اور فوجیں ہندوستان میں آگئیں تو فوجوں میں تخفیف شروع ہوئی اور اکثر فوجیں کم کردی گئیں اور بہت سی فوجوں میں کئی قوموں کے اسکواڈرن کم کردیئے گئے یہ سلسلہ ۱۹۱۹ء میں شروع ہوا اور ۱۹۲۰ء میں ختم ہوگیا جب اس

قوم قائم خانی کے جنگی کارنامے گورنمنٹ کی نظر فیض اثر سے گذرے تو اس قوم کا ایک اسکواڈرن
اور چار کمپنی[۵۱] اور بھرتی ہونے کیلئے حکم دیا گیا اور لفٹنٹ کرنل کارنگی صاحب بہادر کو فوجی صیغہ سے حکم
ہوا کہ چھ اور سات کیولری میں ایک اسکواڈرن قائم خانیوں کا بھرتی ہوگا اور آپ انہیں جلدی بھیجئے
لفٹنٹ صاحب مذکور نے لفٹنٹ کرنل نول صاحب بہادر کو جھانسی لکھا کہ ایک ہوشیار اور کم
سروس افسر کی ہمکو اسکواڈرن قائم خانی بھرتی کرنے کیلئے ضرورت ہے جلد بھیجدیا جائے اسوقت
۳۳ و ۳۴ نمبر آپس میں ملی ہوئی تھیں لفٹنٹ کرنل نول صاحب بہادر نے رسالدار تاج محمد خان[۵۲] کو
منتخب کیا یہ تاج محمد خاں رسالدار ۱۳ دسمبر ۱۹۲۱ء کو معہ دس سواروں و دو دفعداروں کے جھانسی سے روانہ
ہوکر رسال پور پہنچے اور کرنل کارنگی صاحب بہادر کے پاس حاضر ہوئے کرنل صاحب بہادر نے
اسکواڈرن کی بھرتی کے لئے بطور ریکروٹنگ افسر کے تاج محمد خاں کو مقرر کیا اور اس اثنائے میں
مشتاق خاں رجمنٹ نمبر ۸ نے معہ چالیس سواروں کے ان ہی کی سعی سے
تبادلہ کی درخواست دی جو منظور کی گئی کمانڈنگ صاحب بہادر نے حکم دیا کہ
آپ بلارم جاکر اس کی جانچ کرو کہ آیا یہ سپاہی قوم قائم خانی سے ہیں یا نہیں
تاج محمد خاں رسالدار نے بلارم پہنچکر شیٹ رول کی جانچ کرکے رپورٹ کی کہ
رسالدار مشتاق خاں کے ماتحت سوار وغیرہ سب قوم قائم خانی سے ہیں پھر تاج محمد خاں
رسالدار پونا گئے وہاں پر مشرف خاں رسالدار و عظیم خاں جمعدار کو معہ تہتر سواروں کے
نمبر چار کیولری سے لائے اور اسکواڈرن پورا تیار ہوگیا جس پر کرنل کارنگی صاحب
بہادر نے اظہار خوشنودی فرمایا اب اس رسالہ کا نمبر ۱۸ ہے اور تاج محمد خاں
اسی رسالہ میں رسالدار موجود ہیں اس کے بعد نمبر ۳۳ کیولری و ۳۴ پونا ہارس کو ملاکر
نمبر ۱۷ کر دیا گیا اور ۳۳ و ۳۴ پونا ہارس کے فالتو سپاہیوں کو نمبر ۲۷ لائٹ کیولری
سے لیکر نمبر ۱۶ کر دیا گیا اور ۶ و ۷ کیولری ملاکر نمبر ۱۸ کر دیا گیا اس وقت قائم خانیوں کے
تین اسکواڈرن نمبر ۱۶ و ۱۷ و نمبر ۱۸ موجود ہیں بہرحال یہ اس قوم کی مستعدی اور جانبازی

---

۵۱ پلٹن نمبر ۴/۱ و ۴/۲ و ۴/۳ و ۴/۴ ۱۲ منہ

۵۲ رسالدار تاج محمد خان نے جنگ عظیم میں بہی کارنمایاں کئے ہیں اور اکثر رجمنٹل آرڈرس میں انکا ذکر تحسین موجود ہے ۱۲ منہ

اور دلیری کا نتیجہ ہے کہ گورنمنٹ کے فوجی صیغے میں اس قوم کی ترقی ہوئی قوم قائم خانی کو اس کے بعد بھی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اس قوم کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہمیشہ ہر طرح سے تیار رہے۔

[ذیل میں ان انڈین افسروں کی فہرست درج کی جاتی ہے جو قوم بندی سے پہلے اور قوم بندی کے بعد ہوئے ہیں ٭]

خاندان نواب زین الدین خاں

رسالدار میجر حمید خاں	چولنکا	ملکان	جودھپور امپیریل
رسالدار بلند خاں	کھاریا	پھاڑان	جودھپور امپیریل
رسالدار بہادر خاں	ڈیڈوانہ	غوران	جودھپور امپیریل
جمعدار ممدو خاں	ڈیڈوانہ	چانان	جودھپور امپیریل
رسالدار محمد عظیم خاں	کھاریا	پھاڑان	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار کریم خاں	بیری	ملکان	پلٹن نمبر ۴۳
رسالدار واحد علی خاں	..	زبیندان	فسٹ لانسر حیدر آباد دکن
جمعدار امام الدین خاں	کھتواڑی	زبیندان	فسٹ انفنٹری جے پور

خاندان نواب جبر الدین خان

لفٹنٹ غلام غوث خاں	کیڈ	جبوان	امپیریل فسٹ لانسر حیدر آباد دکن
رسالدار میجر قمر الدین خاں	کیڈ	جبوان	فسٹ لانسر حیدر آباد دکن
رسالدار ہدایت علی خاں	کیڈ	جبوان	رسالہ ۳۳ کیولری
رسالدار داؤد علی خاں	کیڈ	جبوان	رسالہ نمبر ۷ کیولری
رسالدار ضابط خاں	کیڈ	جبوان	نمبر ۳ کنٹجنٹ حیدر آباد دکن
جمعدار نذیر الدین خاں	کیڈ	جبوان	سنٹرل انڈیا ہارس
جمعدار منظفر الدین خاں	لوہارو	مرزا	۴ کیولری

جمعدار رستم خاں	کیڈ	جیوان	نمبر ۳ کنٹنجنٹ حیدر آباد دکن
جمعدار واجد علی خاں	کیڈ	جیوان	نمبر ۴ کیولری
جمعدار عبداللہ خاں	رام گڈھ	جیوان	۱۵/۴ بمبئی گرینیڈیر
صوبیدار فرید خاں	اڑاوتہ	جیوان	پلٹن نمبر ۲/۴
صوبیدار کریم بخش خاں	اڑاوتہ	جیوان	پلٹن نمبر ۴۳
جمعدار محمد بخش خاں	اڑاوتہ	جیوان	پلٹن نمبر ۴/۱ بمبئی گرینیڈیر
صوبیدار بھورے خاں	بھائی واڑ	جیوان	پلٹن نمبر ۱۰۸
جمعدار دلاور بخش خاں	کھیڑی	جیوان	"
جمعدار عبدالحکیم خاں	کیڈ	جیوان	جے پور لانسرز
جمعدار عبدالرحمن خاں	کیڈ	جیوان	جے پور لانسرز

خاندان نواب محمد خاں

رسالدار سعادت خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رجمنٹ نمبر ۵ پنجاب
رسالدار تاج محمد خاں	نوان	داراب خانی	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار حیات محمد خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۸
رسالدار محمد مشتاق خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۱۸
رسالدار محمد سادل خاں	پیپلی	کبیر خانی	رسالہ نمبر ۳۸
جمعدار محمد جمیل خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
جمعدار فرزند علی خاں	دھاملاواس	عیسیٰ خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
جمعدار رحمت خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۶ کیولری
جمعدار چاند خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۸ کیولری
رسائیدار ولی محمد خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۲ کیولری
جمعدار محمد اسماعیل خاں	جھولری	بھوان	پلٹن نمبر ۲۲

رسالدار دوست محمد خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۷ پونا ہارس
جمعدار باگے خاں	کولنڈہ	"	رجمنٹ ۴/۱۰۲ بمبئی گرینڈیر
صوبیدار عطا محمد خاں	جھولری	بھوان	پلٹن ۴/۲ " "
رسالدار ظہور علی خاں	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
جمعدار اشرف علی خان	جھولری	بھوان	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار عبدالغنی خاں	جھولری	بھوان	پلٹن نمبر ۱۲۲
صوبیدار عبدالغنی خاں	گڑھی	بھوان	پلٹن نمبر ۱۲۲
جمعدار فیض محمد خاں	لاڈنوو	ہتھیار خانی	پلٹن نمبر ۴/۱ بمبئی گرینڈیر
جمعدار الہ دین خاں	جھولری	بھوان	رجمنٹ ۴/۱۰۲ بمبئی گرینڈیر

خاندان نواب تاج خاں

رسالدار میجر علاؤالدین خاں	اڑاوتہ	ہاتھی خانی	رسالہ نمبر ۷ پونا ہارس
رسالدار میجر مشرف خاں	ستھانہ	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
رسالدار میجر صفدر خاں	حسن سر	مظفر خانی	رسالہ سنٹرل ہارس
رسالدار محمد عظیم خاں	ستھانہ	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
جمعدار عبداللہ خاں	ناواں	الف خانی	رسالہ نمبر ۱۸
صوبیدار عبداللہ خاں	اجمیر	دولت خانی	پلٹن نمبر ۱۰۸
صوبیدار سردار بہادر جیون خاں	چوڑی	دولت خانی	پلٹن نمبر ۴/۱ بمبئی گرینڈیر
جمعدار عمر خان	لاڈنوو	مظفر خانی	رسالہ نمبر ۲۸ کیولری
جمعدار امین خاں	دھنوری	مظفر خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار فرید خاں	دھنوری	مظفر خانی	پلٹن نمبر ۱۰۸
صوبیدار گجو خاں	لاڈنوں	دلاور خانی	پلٹن نمبر ۴/۲
جمعدار بھورے خاں	چوڑی	ہاتھی خانی	"

جمعدار انو خاں	بساہو	مظفر خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
جمعدار علیم خاں	کسناؤ	الف خانی	رسالہ جودھپور امپیریل
جمعدار رحیم بخش خاں	پپلانی	ہاتھی خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
وردی میجر منوّر خاں	دھنوری	مظفر خانی	امپیریل سیکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار بشارت علی خاں	دھنوری	مظفر خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار زور آور خاں	دھنوری	مظفر خانی	فسٹ لانسرز امپیریل سروس حیدرآباد دکن
جمعدار ہادی خاں	علیم پور علاقہ اجمیر	دریا خانی	۱۰۴ پلٹن بمبئی گرینڈیر
جمعدار ضیاء الدین خاں	بھینچھری	دولت خانی	رسالہ نمبر ۱۸ کیولری

خاندان نواب معین خاں

رسالدار رحم علی خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۵ پنجاب
رسالدار معز الدین خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار کریم بخش خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار فیض محمد خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار کالے خاں	بامنواس	الیمان	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار عبد الغفور خاں	مین پور	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار عیسیٰ خاں	جھانجوت	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار محمد یوسف علی خاں	مین پور	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار اسمٰعیل خاں	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائٹ کیولری
رسالدار امیر خاں	گھسیڈہ	الیمان	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار رستم خاں	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار ممتاز علی خاں	بامنواس	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس
رسالدار خان محمد خاں	گڈانیہ	الیمان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس

رسالدار منظر علی خاں	برسی	سعید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار قطب علی خاں	گوٹھڑہ	خاندان ناغڑ	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار عالم علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار بہاؤ الدین خاں	جھابجوت	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
جمعدار لال خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۳۳ کیولری
جمعدار محمد علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائیٹ کیولری
جمعدار واحد علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائیٹ کیولری
جمعدار احمد علی خاں	جھابجوت	ایلیان حمید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائیٹ کیولری
صوبیدار امیر خاں	خانگ	ایلیان	پلٹن نمبر ۱۷
جمعدار وزیر خاں	سیکر	ایلیان	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
صوبیدار بہادر خاں	چورو	ایلیان	پلٹن نمبر ۴۳
صوبیدار عبد اللہ خاں	بیٹھوسر	ایلیان حمید خانی	امپیریل بیکانیر
رسائیدار نبی بخش خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
لفٹنٹ محمد عثمان علی خاں	باسنواس	ایلیان حمید خانی	امپیریل سکنڈ لانسرز حیدرآباد دکن
جمعدار رکن الدین خاں	برسی	سعید خانی	رسالہ نمبر ۱۶ لائیٹ کیولری
رسائیدار شہزاد خاں	قصبہ سگھانہ	پنوار	رسالہ نمبر ۳۴ پونا ہارس
رسالدار انو خاں [ل۵]	براؤ	ایلیان	رسالہ نمبر ۱۷ پونا ہارس

ل۵ ترجمہ اس چھٹی کا جو کہ کرنل بے۔ اے۔ بیور ہیڈ صاحب ڈی۔ ایس۔ او نے رسالدار انو خانصاحب آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم کو لندن سے مورخہ ۲۵ر جون ۱۹۲۶ء کو لکھی

میرے پیارے رسالدار انو خاں صاحب

اس خط سے میں آپ پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ان خدمات کا جو کہ آپ نے بحیثیت ایک انڈین افسر کے پونا ہارس میں سر انجام دی ہیں بہت ہی اچھا اعتراف کرتا رہا ہوں میں ہمیشہ آپ کو پہلا اور سب سے اول درجہ کا دوست سمجھتا رہا

جن سے میں ہمیشہ رجمنٹ کے معاملہ میں نیک صلاح لے سکتا تھا آپ جیسے راستباز اور صائب الرائے انڈین افسر کا ہونا ایک کمانڈنگ کے لئے بڑی خوش قسمتی کا باعث ہے اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میری کمانڈری کے دوران میں مجھے آپ کی اچھی خدمات میسر رہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ عنقریب رسالدار میجر ہو جائیں گے۔ آپ نے جو ثابت قدمی اور سرگرمی اپنے ادائے فرض میں دوران جنگ اور زمانہ امن میں دکھائی ہیں۔ ان کا پھل پائینگے آپ کو ضرور کوشش کرکے شہنشاہ معظم کے آرڈرلی افسروں کے ساتھ ولایت آنا چاہیے۔ تب میں آپ سے دوبارہ ملاقات کرنے کی توقع رکھونگا۔ میں آپ کی کامیابی اور اس قائم خانی اسکوارڈرن کی خوشحالی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جس کو آپ نے لائق بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ میں ہوں آپ کا سچا دوست

دستخط۔ جے۔ اے۔ میور ہیڈ صاحب ڈی۔ ایس۔ او۔

میں فوجی باب ختم کرتے ہوئے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ باوجودیکہ جنگ عظیم میں اس قوم قائم خانی نے کثیر نقصان اُٹھایا تاہم اپنی وفاداری کا پورا ثبوت دیا اور اب بھی گورنمنٹ آف انڈیا کی فوجی ملازمت کے لئے اس قوم کے نوجوانوں کی جماعت کی جماعت ملٹری سروس کے لئے اپنے اسکوارڈروں کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس قوم کے دل میں اب بھی گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت گذاری کی کس قدر تمنا موجود ہے چونکہ قدردان گورنمنٹ نے ان پر اپنی مہربانی اور پرورش کا سکہ جما دیا ہے اور اس قوم کے اسکوارڈرنوں میں اضافہ بھی کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ قوم قائم خانی گورنمنٹ کی خیرخواہی کو اپنا فرض عین سمجھتی ہے خطہ شیخاواٹی و بیز جہاں جہاں یہ قوم آباد ہے بمشکل کوئی خاندان ایسا ملیگا کہ جس کا ایک یا دو آدمی گورنمنٹ کی فوجوں میں ملازم نہو چونکہ اس مصنف کا بھی تعلق اسی قوم سے

ہے اس لئے میں اپنی قوم کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ قوم قائم خانی گورنمنٹ عظمیٰ برطانیہ
کے لئے اپنی جان و مال سے ہمیشہ حاضر رہے اور جیسا کہ جنگ عظیم میں اپنی وفاداری کا
ثبوت اس قوم نے دیا ہے اسی طرح آئندہ بھی ہر موقع پر گورنمنٹ کی خیر خواہی کو اپنا فرض
اولین تصور کرے اور جنگ کے موقع پر اپنے ہمقوم نوجوانوں کی بھرتی میں امداد دے اور
رنگروٹوں کو فوج میں شرکت کیلئے ترغیب دلائی جائے اور اپنی نمک حلالی کے موقع کی
منتظر رہے۔ بہر حال ہر طرح سے گورنمنٹ آف انڈیا کا ہاتھ بٹایا جائے کیونکہ اس قوم قائمخانی
میں سپاہیوں کی کمی نہیں ہے اور خاصکر خطۂ شیخاواٹی میں یہ قوم بہ کثرت آباد ہے اس
قوم کے لوگ ہمیشہ سے سپہ ملش واقع ہوئے ہیں اور فوجی ملازمت انہیں مرغوب ہے
اور یہ انکا قدیمی جوہر ہے اس لئے اس قوم کے نوجوان اشخاص ملٹری سروس کو بہ نسبت
اور ملازمت کے ترجیح دیتے ہیں اور یہ انکی قومی حمیت کا ثبوت ہے زمانہ نے کئی کروٹیں
بدلیں لیکن یہ قوم اپنی وضع کی پابند رہی اس میں ایک یہ بھی وجہ ہے کہ راجپوتانہ کے رہنے والے
قائم خانی راجپوت ریاستوں کے تابع ہیں اور وہ شروع ہی سے ریاستوں اور ٹھکانوں
میں ملازمت کرنے لگ جاتے ہیں اور اکثروں کو ریاستوں کی طرف سے جاگیرات بھی ملی ہوئی
ہیں بہرحال انکی اوائل عمر سپاہیانہ حمیت میں گذرتی ہے اس لئے یہ اس پیشہ کے زیادہ
پابند ہیں جسکی سند میں مورخ وقائع[لہ] راجپوتانہ بھی یوں رقمطراز ہے:۔

جب سے شیخاوت ملک کے مالک ہوئے ہیں قائم خانی انکے ماتحت ہیں اور ہمیشہ بہادر
اور وفادار بلا تعصب ثابت ہوئے ہیں ان کا مجموعہ کثیر سرکار انگریزی کی فوج بنگال بمبئی
کینجنٹ نظام میں نوکر ہے اور پانچہزار آدمی سر سالار جنگ بہادر وزیر حیدر آباد دکن کے پاس نوکر ہیں
جس گاؤں میں قائم خانیوں کی آبادی ہے اس میں فوج سوارہ کے ہر درجے کے ملازم
تمغے سینہ پر آویزاں کئے ہوئے نظر آتے ہیں اور شیخاواٹی کے برابر سواروں کی بھرتی
کے واسطے ہندوستان میں اور کوئی ایسی سرزمین نہیں ہے۔ جس میں اسقدر قائم خانی
مل سکیں۔

لہ جلد اول صفحہ ۵۸۷-۱۰۱منہ

گیارہواں باب (۱۱)

جاگیرداران علاقہ راجپوتانہ و مربعہ داران وسبوہ داران علاقہ انگریزی اور انکے علاوہ جن قائم خانیوں نے راجپوتانہ اور دیگر مقامات پر وخاص شیخاوائی میں شیخاوت راجپوت ریاستوں کے مطیع ہونے کے بعد جو کارہائے نمایاں کئے ہیں اُنکے حالات کے بیان میں۔

راجپوتانہ میں کئی قسم کی جاگیریں ہیں ہم ان ہی جاگیرات کا ذکر کرینگے کہ جو ریاستوں اور ٹھکانوں کی طرف سے قائم خانیوں کو عطا ہوئی ہیں اور ان پر ان کا قبضہ چلا آرہا ہے یہ جاگیرات آٹھ قسم کی کہی جاتی ہیں۔

(۱) ایک جاگیر سرکٹی یا خون بہا کہلاتی ہے (۲) دوسری جاگیر بھوم یا بھوباوٹ کہی جاتی ہے (۳) تیسری جاگیر معافی یا انعام کہلاتی ہے (۴) چوتھی جاگیر نوکری کی ہوتی ہے (۵) پانچویں جاگیر زواد ہے (۶) چھٹی جاگیر پر ریکھ یا خراج مقرر ہے (۷) ساتویں جاگیر کوٹھڑی کی ہے۔ (۸) آٹھویں جاگیر کو نانکار کہتے ہیں۔

(۱) سرکٹی یا خون بہا اس زمین یا جاگیر کو کہتے ہیں کہ راجہ یا رئیس کی طرف سے کسی دشمن پر فوج کشی ہوئی اور اس موقع پر جنگ میں انکے ملازمین میں سے یا غیر ملازمین میں سے کوئی شخص مارا گیا یا شدید زخمی ہوا یا راج کی خیر خواہی میں کسی اور طریقے سے کام آیا ہو تو اُسکے معاوضہ میں زمین دیدیجاتی ہے اس جاگیر کو سرکٹی یا خون بہا کہتے ہیں ان خون بہا جاگیروں کیلئے نہ خراج ہے نہ نوکری ہے نہ اور کوئی لاگ ہے۔

(۲) جاگیر بھوم یا بھوماوٹ اُس جاگیر کو کہتے ہیں کہ اس جاگیردار کے قبضے میں پہلے چند گاؤں یا کثیر زمین تھی اور کسی وجہ سے اس پر راج کا قبضہ ہو گیا اور اسکی گذراوقات کے لئے کچھ زمین دے دی گئی اسکو بھوم یا بھوماوٹ کہتے ہیں اور بعض وقت اچھی خدمت کے صلہ میں بھی بھوم دیجاتی ہے مگر یہ امر شاذ و نادر ہوتا ہے اب اس پر راجپوتانہ کے رہنے والے اشخاص اعتراض کرینگے کہ جب ایسے موقع پر جاگیر دیجاتی ہے تو اس کو بھوم کیوں کہتے ہیں بھومیہ تو اُدے پورواٹی اور تورواٹی کے راجپوت

بھی کہلاتے ہیں جنکے بزرگوں نے اپنی تلوار کے زور سے وہ زمینیں قبضے میں کیں تھیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ دوسرے کی بخشی ہوئی زمین کو بھوم کہا جائے۔

یہ سچ ہے کہ ان راجپوت بھومیوں کے بزرگوں نے اس خطہ پر جس کا ذکر ہو رہا ہے بزور شمشیر اپنی طاقت سے قبضہ کیا تھا مگر انکے کثیر اولاد ہونے کی وجہ سے انکے خاندان میں زمین تقسیم ہوتے ہوتے اب انکے پاس تھوڑی تھوڑی زمین حصّہ میں آرہی ہے اس لئے وہ بھومئے کہلاتے ہیں سنسکرت میں زمین کا نام بھومی ہے اور بھومی کا مخفف بھوم ہے اور بھوم کی جمع بھوماوٹ ہے تھوڑی زمین کو بھوم کہتے ہیں اس لئے اُن راجپوتوں کو بھومئے کہا جاتا ہے کہ جنکے قبضے میں بعض بعض مواضعات میں اس قدر زمین چلی آرہی ہے کہ ایک ایک گاؤں میں بیسیوں حصّہ دار ہیں اور دے پوروائی و تونرواٹی کے بھومئے تو ریاست جے پور کو خراج ادا کرتے ہیں مگر جو بھوم ریاستوں کی طرف سے انکے ماتحتین کے قبضے میں ہے ان کو خراج و نوکری معاف ہے اور ہر لاگ سے وہ الگ تھلگ ہیں۔

(۳) معافی یا انعام وہ جاگیر ہے کہ ریاست کی طرف سے بہت ہی مہربانی کے ساتھ کسی شخص کو دے دی گئی ہو اور اس پر کوئی خراج و نوکری وغیرہ نہیں ہے۔

(۴) جاگیر نوکری وہ جاگیر ہے کہ سو بیگہ زمین سے یا نو بیگہ تک جاگیر دار کو مع ایک گھوڑے کے سرکار میں نوکری ادا کرنی پڑتی ہے سوار و گھوڑے کے خورد و نوش کا سامان سرکار سے مقرر ہے یا اس کے معاوضہ میں نقد تنخواہ دیدیجاتی ہے

(۵) جاگیر زوادہ جاگیر ہے کہ جس زمین کی رقم مقرر کر دی گئی ہو یعنی روپیہ میں دو آنے۔ اور اس میں کسی وقت رد و بدل نہ ہوگا۔ اس جاگیر دار کو بھی نوکری کی لاگ ہے یا نو بیگہ زمین پر مع ایک گھوڑے کے نوکری کرتا رہے گا اور زیادہ زمین ہے تو اسی حساب سے نوکری کرنی ہوگی سوار گھوڑے کے خورد و نوش کا سامان اسکو بھی دیا جائیگا یا نقد تنخواہ دے دیجائے گی نوکری نہ کرنے کی صورت میں زوادی جاگیر دار سے جو اس کی زمین کی رقم مقرر ہے اس کا تیسرا حصہ لیا جائیگا یہ سمجھنا چاہیے کہ

یہ جاگیر بھی نوکری کی جاگیر کے لگ بھگ ہے۔

(۶) جاگیر ریکھ وہ جاگیر ہے کہ جاگیردار سرکار میں ریکھ بھرتا ہے یعنی خراج ادا کرتا ہے خراج بھی اس قدر جیسا کہ ریاست کی طرف سے گورنمنٹ انگلشیہ کو دیا جاتا ہے یا اس سے پہلے شاہان دہلی کو دیا جاتا تھا اسی طریقے سے ریاست کی طرف سے اس جاگیردار سے خراج لیا جاتا ہے ایسی جاگیرات علاقہ ریاست جودھپور کی طرف سے قائم خانیوں کو بیشتر ملی ہیں۔

(۷) کوٹھڑی کی جاگیر وہ جاگیر کہلاتی ہے کہ زمانہ گذشتہ میں بدامنی کا دورہ دورہ تھا اور ہر وقت لوٹیروں اور راہزنوں کا کھٹکا لگا رہتا تھا راجپوت ریاستوں کی طرف سے بعض جگہ ایسے بھی انتظامات کئے جاتے تھے کہ راجپوتوں و قائم خانیوں اور پٹھانوں کو اکثر مواضعات میں آباد کر دیا جاتا تھا اور ان سے یہ کہدیا جاتا تھا کہ تم اس موضع کا انتظام بخوبی رکھو تم کو اس قدر زمین دیدی جاتی ہے اور یہ زمین تمہارے اخراجات کے واسطے ہے اب وہ زمانہ تو گذر گیا اور امن و امان کا دورہ جاری ہے مگر وہ زمینیں ان لوگوں کے قبضے میں باقی ہیں اور کوٹھڑی کی جاگیر کہلاتی ہیں اس جاگیر میں بھی کوئی لاگ نہیں ہے۔

(۸) آٹھویں جاگیر نانکار وہ جاگیر ہے کہ اچھی نوکری کرنے کے صلے میں دیدی گئی ہو ایسی جاگیرات اکثر ٹھکانوں کی طرف سے ہوتی ہیں نانکار جاگیر کو نوکری معاف ہے اور نہ اس کو خراج ہے یہ بھی ہر لاگ سے مبرا ہے۔

بہر حال رئیس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ملازمین میں سے یا غیر ملازمین میں سے جسکو جاگیر دینی منظور ہو اور جس وقت جاگیر دیجائے وہ جس طرح چاہیں اس پر قیود لگا سکتے ہیں۔ زیادہ رعایت کریں یا کم انکی مرضی پر منحصر ہے نیز جاگیر عطا کرتے وقت اسکی کارگذاری بھی دیکھی جاتی ہے کہ کس کارگذاری پر اس کو جاگیر دی جا رہی ہے اور اس جاگیر کا اس طریقے سے اسکو پٹہ لکھدیا جائے معافی یا نزوادیا نوکری وغیرہ جس قدر جاگیرات قائم خانیوں کو عطا ہوئی ہیں وہ کسی نہ کسی کارگذاری پر مبنی ضرور

ہیں اکثر تو اس میں بہادری ہی کا صلہ ہے۔

راجپوتانہ میں جاگیرداروں کی بڑی عزت و منزلت ہے یہ جاگیرات نسلاً بعد نسلاً چلی آرہی ہیں اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے رئیس کی سالگرہ اور ہولی و دسہرہ کے تیوہاروں کے موقع پر ہر قائم خانی جاگیردار اپنی جاگیر کی حیثیت کے موافق جو اس کے ذمے ابتدا ہی سے مقرر کر دیا گیا ہے رئیس کو نذر گذرانتا ہے اور بصورت غیر موجودگی اسکی جاگیر کی آمدنی میں سے یا نوکری کی تنخواہ میں سے نذر وضع کر لی جاتی ہے خوشی اور غمی کے موقعوں پر بھی جاگیردار سے نیوتہ[۵۱] لیا جاتا ہے یعنی رئیس کی پہلی شادی و مہاراج کمار کی شادی میں اور بائی جی صاحبہ کی شادی میں نیز رئیس کے انتقال یعنی دوادسہ پر بھی نیوتہ لیا جاتا ہے یہ نیوتہ اس قدر مقرر ہے کہ جاگیردار کی جاگیر کا وہ تیسرا حصہ کہ جس زمانہ میں اسکو جاگیر دی گئی تھی یہ نیوتہ اس قدر خفیف ہے کہ جاگیردار کو کوئی بار نہیں گزرتا۔ اگر کوئی جاگیردار نوکری سے غیر حاضر رہے تو اس کی جاگیر کی آمدنی کا تیسرا حصہ اس سے لے لیا جاتا ہے وہ آمدنی کہ جو اس زمین کی پہلے تھی اس وقت تو آمدنی دو آنے سے ایک روپے تک پہنچ گئی ہے یہ اس جاگیردار کا ذکر ہے کہ جسکے ذمے نوکری کی لاگ ہے۔

زمانہ گذشتہ میں تو جاگیرداروں کو بڑے بڑے عہدے اور کام دیئے جاتے تھے۔ مگر اب بھی کوئی جاگیردار تعلیم یافتہ ہو تو اس کو بھی عہدہ دیا جاتا ہے اور اس کا ہر طرح سے اچھا خیال رکھا جاتا ہے اس لئے کہ اس سے کوئی غلطی دانستہ سرزد نہ ہوگی بہرحال جاگیرداروں کا راجپوتانہ میں ہر راجہ اور رئیس اعتبار کرتے ہیں اس زمانہ میں بھی خاصکر شیخاواٹی کے رؤسا اپنے ملازمین کو انکی اچھی کارگذاری کے صلے میں جاگیرات عطا کرتے رہتے ہیں جاگیرات دینے کا سلسلہ جاری ہے خدائے تعالےٰ ان راجپوت ریاستوں کو تا قیامت سلامت رکھے یہ بڑی ہی فیاض ریاستیں ہیں نہ تو یہاں کوئی مذہبی تعصب ہے اور نہ قوم و غیر قوم کا خیال ہے تمام مذاہب اور سب قوم کو

[۵۱] راج کی طرف سے جاگیردار کو بھی جاگیردار کی خوشی و غمی کے وقت رواج کے موافق نیوتہ دیا جاتا ہے ۱۲ منہ

یکساں سمجھتے ہیں خاصکر شیخاواٹی میں تو قائم خانیوں کا شیخاوت راجپوت بہت ہی لحاظ کرتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے قائم خانیوں کے قبضے سے اکثر شیخاواٹی کا ملک اپنے قبضہ میں حاصل کیا ہے۔

مگر اس قوم کے بہادروں نے بھی اپنے آقاؤں کی خیر خواہی میں یعنی ریاستوں اور ٹھکانوں میں جہاں وہ ملازم تھے ہر موقع پر اپنی نمک حلالی کا پورا ثبوت دیا اور اب تک انکا یہی عمل جاری ہے ملازمین پر ہی موقوف نہیں شیخاواٹی کے قائم خانی اپنے آپ کو شیخاوت راج بنسی راجپوتوں کو جنکے یہ ماتحت آباد ہیں خواہ وہ ملازم ہوں یا نہوں ان ریاستوں اور ٹھکانوں کے رئیسوں کو اپنا آقا اور سرپرست سمجھتے ہیں اور جس وقت سرکار ان کو طلب کرے وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور اہم کام یا جنگ میں شریک ہونے کے لئے یہ تیار ہو جاتے ہیں یہ عذر نہیں کرینگے کہ ہم ملازم نہیں ہیں ایسے حکم کو فخر کے ساتھ قبول کرتے ہیں

یہاں پر یہ بتا دینا بے محل نہو گا کہ اس قوم قائم خانی کے بہادروں نے اپنے حکمرانوں کی خیر خواہی اور اپنے ناموس کی حفاظت کے لئے راجپوتانہ اور خاصکر شیخاواٹی میں موقع بموقع کارہائے نمایاں کئے ہیں۔

ذکر ان قائمخانیوں کا جنھوں نے راج کھیتڑی کی خیر خواہی میں اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

جبکہ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر والئ کھیتڑی نے سمت ۱۸۲۸ بکرمی م ۱۷۷۱ء میں ریاست لوہارو پر فوج کشی کی اور خود راجہ صاحب بہادر ہاتھی پر سوار تھے اور فوج کو لڑا رہے تھے جب لڑتی ہوئی فوج قلعہ کے دروازہ پر پہنچی تو اندر والوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا راجہ صاحب بہادر نے دروازہ کے توڑنے کا حکم دیا خضر خاں قائم خانی ایلیان اور اُنکے بھائی بندوں نے جو دروازہ کے قریب ہی لڑ رہے تھے کواڑوں کو ایسی ٹکر لگائی کہ دروازہ کے کواڑ فوراً ہی لوٹ گئے

اور راجہ صاحب بہادر اُن کو شاباشی دے رہے تھے قلعہ فتح ہوگیا مگر خضر خاں[۱] اسی مقام پر کام آیا اور راج پر اپنی جان قربان کردی۔ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر قلعہ کے اندر داخل ہوئے اور ہاتھی پر ہودہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن ایک شخص درخت کے اندر چھپا ہوا بیٹھا تھا اس نے بندوق کا فیر کیا راجہ صاحب بہادر کو گولی کارگر لگی اور سرگباش ہوگئے قلعہ کے مالک کیرت سنگھ ولد دیا رام جی بھیرول جی کے خود اور اُنکے بہت سے ساتھی مارے گئے اور میدھ سنگھ بھی قلعہ کے اندر موجود تھا مگر وہ پہلے ہی فرار ہوچکا تھا لوہارو فتح ضرور کرلیا گیا مگر اس پر قبضہ نہ رہا۔ اس لئے کہ راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کا یہ خیال نہیں تھا کہ لوہارو پر قبضہ کرلیا جائے لوہارو کے حکمران کیرت سنگھ و میدھ سنگھ کھیتڑی کے سرحدی مواضعات کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے تھے اسکے سوائے اور بھی اندرونی کئی جھگڑے تھے اس لئے راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر نے تنبیہاً فوج کشی کی تھی:۔

نواب مرزا شمس الدین خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کھیتڑی نے راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کے مختصر حالات[۲] کتابی صورت میں قلمبند کئے ہیں اور وہ چھ صفحوں پر مشتمل ہیں انھوں نے لکھا ہے کہ کیرت سنگھ و میدھ سنگھ جو اس وقت قلعہ میں رہتے تھے اور راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر سے جنکا مقابلہ ہوا ور وہ خود مختار ریاست لوہارو پر حکومت کرتے تھے یہ لڑائی ۵ ستمبر ۱۷۷۱ء میں ہوئی تھی راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر والئی کھیتڑی مع ستائیس سرداروں کے کام آئے[۳] اس لڑائی میں سنگھانہ کے ٹھاکر لوگ بھی راجہ بھوپال سنگھ جی بہادر کی فوج میں بہت سے شامل تھے اور اُن میں

---

[۱] خضر خاں کی قبر ایک جال کے درخت کے نیچے قلعہ سے تھوڑے سے ہی فاصلہ پر موجود ہے اور انکی اولاد موضع کھڑالوؤ میں آباد ہے ۱۲ منہ [۲] یہ حالات انگریزی میں چھپکر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئے ہیں اس کی ایک کاپی کھیتڑی کے اسکول لائبریری میں موجود ہے نواب مرزا شمس الدین خانصاحب ہز ہائنس نواب صاحب بہادر والئی لوہارو کے قریبی عزیزوں میں سے ہیں اور راج کھیتڑی میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پر ممتاز ہیں ۱۲ منہ [۳] انکا چبوترہ قلعہ کے باہر گوشہ شمال مشرق میں تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ

سے اکثر مارے گئے ان کے چبوترے لوہار و قصبہ کے باہر بنے ہوئے ہیں۔

سمت ۱۸۶۰ مطابق ۱۸۰۳ء میں بزمانہ راجہ ابھے سنگھ بہادر والئی کھیتڑی

انگریزی کمک کے لئے گجرات کی طرف مرہٹوں کے مقابلے میں فوج روانہ کی گئی

اس وقت بھی سرداروں خاں حمید خانی جس نے اپنے والد سعد اللہ خاں کو مانڈھن کی

لڑائی میں نول سنگھ جی بہادر کے مقابلے میں لڑتے ہوئے دیکھا تھا یا بسبب کم عمری

سنا تھا مگر ریاست کھیتڑی کے مطیع ہونے کے بعد چمبل ندی پر راج کی خیرخواہی میں

اپنی جان کو ہیچ سمجھا اور جانبازی کے ساتھ لڑکر اپنی شرافت کا ثبوت دیا۔

اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جس زمانہ میں کان سنگھ[۱] سلہدی کا

شیخاواٹی میں لوٹ مار کرتا پھر رہا تھا اور رعایا کھیتڑی کو بھی نقصان پہنچاتا تھا اس کے

تعاقب میں کھیتڑی کے ملازمین بھی لگے ہوئے تھے۔

والئے کھیتڑی نے اپنے ملک میں یہ حکم جاری کیا کہ کان سنگھ سلہدی کا ہمارے

حدود میں سے نہ گذرنے پائے اس لئے کہ وہ ملک کو لوٹتا اور ویران کرتا پھر

رہا ہے اس حکم میں یہ بھی صراحت کی گئی تھی کہ کان سنگھ کا جس گاؤں میں سے

گذر ہو اس کو طاقت کے ساتھ ہٹا دیا جائے ایک روز کان سنگھ دہنوری کی

سیوار میں سے گذرنا چاہتے تھے دہنوری کے قائم خانی اس کے سدِ راہ ہوئے

مگر کان سنگھ نہ مانا آخر مقابلہ کی نوبت پہنچی اور چھ سات قائم خانی کام آئے اور

کان سنگھ کو بھی کثیر نقصان پہنچا ان داراب خانی گروہ کے قائم خانیوں کی قبور

دہنوری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک قطار میں پختہ موجود ہیں اس

سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ یہ قوم اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان فوراً ہی قربان

---

[۱] چند ہی دنوں کے بعد کان سنگھ کا خاتمہ ٹھاکر کسل سنگھ جی بہادر ٹھکانہ السیسر کے ہاتھ سے ہوا

ان ہی ٹھاکر صاحب کسل سنگھ جی بہادر کی نسل میں سے دو راجہ گود آکر کھیتڑی کی گدی پر متمکن ہوئے ہیں

راجہ اجیت سنگھ جی بہادر و راجہ امر سنگھ جی بہادر اسی لئے اس ٹھکانہ السیسر کو خاندان بہادر سنگھ جی

بہادر میں فخر حاصل ہے ۱۲ منہ

کردیتی ہے۔

سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۵ء میں جب کہ راج کھیتڑی کی طرف سے دانتل کے تنور راجپوتوں پر فوج کشی ہوئی اس وقت بھی قائم خانیوں نے اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے پہلے یہ بتادینا ضرور ہے کہ دانتل پر فوج کشی کیوں اور کس لئے ہوئی تھی دانتل کے ٹھاکر کے بیٹے نے رعایا میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا اس کے ورثاء راجہ فتح سنگھ بہادر والئے کھیتڑی کی پیشی میں حاضر ہوئے اور استغاثہ دائر کیا راجہ صاحب بہادر نے فوراً ہی اپنے حکام کو تفتیش کا حکم دیا تفتیش میں یہ ثابت ہوا کہ یہ واقعہ صحیح ہے ریاست کھیتڑی سے چند ملازمین گئے اور دانتل کے تنوروں سے کہا گیا کہ اس قاتل کو ہمارے حوالے کردو تنور راجپوتوں نے صاف انکار کردیا کہ ہم کسی حالت میں تمہارے حوالے نہیں کرسکتے اس کے بعد کس قدر فوج کھیتڑی سے اور روانہ کی گئی اس عرصے میں اکثر تنور روائی کے تنور راجپوت دانتل میں جمع ہوگئے اور علانیہ بغاوت اختیار کرلی اب لڑائی کا ہونا لازمی تھا راج کھیتڑی کی طرف سے فوج کشی ہوئی اور لڑائی شروع ہوگئی اس لڑائی کے دوران میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ تنور راجپوت اونچی جگہ پر تھے اور راج کی فوج نشیب میں تھی دشمن کے رہکلوں وغیرہ کی زد سرکاری فوج پر باآسانی پڑ رہی تھی اور سرکاری توپوں کے گولے انکی گڑھی تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور اونچی نیچی زمین بیچ میں حائل تھی اب یہ سوچا گیا کہ اگر ایک توپ بھی اونچی جگہ پر جاسکے تو اس موقع پر بہت ہی کارآمد ہے سرکاری فوج کے قریب ایک اونچی پہاڑی تھی اس پر توپ لیجانے کا ارادہ کیا گیا مگر وہاں پر بیلوں کا توپ کھینچ کرلے جانا مشکل تھا فوج لڑائی میں مصروف تھی اور تنوروں کی گڑھی کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی دلدار خاں[1] قائم خانی اور کرموں خاں[2] کپتان افغان ناغڑ نے باہمی مشورہ کرکے ایک چھوٹی توپ[3] کو اٹھایا

---

[1] یہ ایلمان گروہ سے تھے اور گھسیڑہ کے باشندہ و بڑے جاگیرداروں میں انکا شمار تھا ۱۲ منہ [2] یہ توپخانے کے کپتان اور اسلام پور کے باشندہ تھے [3] وہ توپ اب اسی پہاڑی پر وہیں موجود ہے اور وہاں پر ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنایا گیا ہے جو رگناتھ گڈھ کے نام سے موسوم ہے اور وہاں پر سرکاری جمعیت بھی رہتی ہے ۱۲ منہ۔

یا کھینچا اور اس پہاڑی کی چوٹی پر لے گئے جہاں کے لئے سوچا گیا تھا ان دونوں
شہ زور بہادروں نے اس موقع پر ایسا کام کیا جو لائق تحسین اور آفرین سمجھا گیا اس
واقعہ کے دیکھنے والے لوگ ابتک شیخاواٹی میں موجود ہیں ہم نے مانا کہ شاید ایک
دو آدمی اس کام میں اور بھی شریک ہوئے ہوں مگر ان ہی دونوں کی ہمت
اور سوچ بچار کا یہ نتیجہ ہوا کہ توپ کے گولوں کی زد پے درپے گڑھی کی حصار
پر ایسی پڑی کہ گرتی ہوئی نظر آئی اور فوج گڑھی کے اندر گھس گئی اور جلدی ہی
فتح حاصل ہوگئی گڑھی مسمار کردی گئی کیثر تنور راجپوت مارے گئے اور جنکو موقع ملا
وہ فرار ہوگئے اور باقی گرفتار ہوئے قاتل بھی فراریوں کے ساتھ کہیں چلدیا
اس موقع پر بھی قائم خانیوں کو نقصان ہوا نتھو[۵۱] خاں قائم خانی زخمی ہوئے مہتاب[۵۲] خاں
قائم خانی کام آئے لڑائی ختم ہونے کے بعد مقتول کے ورثا پھر راجہ صاحب
بہادر کی پیشی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم کو خون کا معاوضہ نہیں ملا ہمارے
عزیز کا قاتل زندہ ہے راجہ فتح سنگھ بہادر میں حکمرانی اور عدل وانصاف کا مادہ
خدا نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا راجہ صاحب بہادر نے سعادت خاں رسالدار
قائم خانی و کرموں خاں کپتان افغان ناغڑ کو حکمدیا کہ تم تھوڑے سے آدمی ساتھ
لیکر اس خونی راجپوت کی تلاش کرو بصورت گرفتاری ہمارے پیش کرنا اگر ایسا نہو
تو تم کو اختیار دیا جاتا ہے جیسی صورت ہو ویسا کام کیا جائے مقتول کے ورثا کو
حکمدیا کہ تم چند روز کھیتڑی میں ٹھہرے رہو کرمو خاں و سعادت خاں نے اس خونی
راجپوت کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ وہ موضع سوروہ[۵۳] میں موجود ہے سعادت خاں
و کرموں خاں چند ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پر پہنچے برسات کا موسم تھا گاؤں آدمیوں

---

[۵۱] نتھو خاں الیان حمید خانی گردہ سے تھے اور باسنواس کے باشندہ تھے ۱۲ منہ [۵۲] مہتاب خان جیوان گردہ سے تھے اور بھاٹی واڑ کے رہنے والے تھے ۱۲ منہ

[۵۳] سوروہ بلانی سے گوشہ شمال ومشرق میں تین چار کوس پر واقع ہے یہ موضع جکھوڑے کے ٹھاکروں کے قبضے میں ہے ۱۲ منہ

سے خالی تھا تمام لوگ کھیتوں میں گئے ہوئے تھے وہ خونی راجپوت گاؤں میں موجود تھا جب اُنکے آنے کی خبر اسکو معلوم ہوئی تو وہ ایک کوٹھے کے اندر چلا گیا اور بندوق کے فیر شروع کر دیئے اس کو بندوق کے فیر کرنے میں اس لیئے آسانی ہوئی کہ اس کوٹھے کے کئی دریچیاں تھیں ایک طرف سے سعادت خاں بڑھے اور دوسری طرف سے کرمخاں کوٹھے کے قریب پہنچ گئے سعادت خاں فوراً ہی کوٹھے کے اندر داخل ہو گئے اور کرموں خاں بھی دوسرے دروازے سے داخل ہوئے یہ دونوں افسر اسکے قریب پہنچ گئے راجپوت سے کوٹھے کے اندر مقابلہ ہوا اور راجپوت مارا گیا انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور وہاں سے فوراً ہی واپس پلٹ گئے پہلے چیتراوہ آئے اور پھر کھیتڑی آ گئے سعادت[۵۱] خاں و کرموخاں[۵۲] نے راجہ صاحب بہادر سے کل عرض حال بیان کیا راجہ صاحب بہادر نے مقتول کے ورثا کو طلب کیا۔ اور اُنکے سامنے وہ سر رکھدیا انھوں نے کہا کہ ہم خون کا بدلہ پا چکے۔

ذکر اُن قائم خانیوں کا جنھوں نے راج سیکر کی خیر خواہی میں اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

عبداللہ[۵۳] خاں ولد داراب خاں احمدان فتح خانی ساکن کرڑولی راج کی خیر خواہی میں کام آئے اُنکے خاندان اور عوام الناس کا بیان ہے کہ سیکر کے اندر قلعہ

---

[۵۱] یہ سعادت خاں رسالدار موضع دہنوری باس قائم سر کے باشندہ تھے انکا بڑے جاگیرداروں میں شمار کیا جاتا تھا اُنکے خاندان میں کئی پشتوں سے رسالداری چلی آرہی ہے اس رسالداری کی پہلے زمانہ میں بڑی عزت و منزلت تھی اب بھی جو شخص خاندان میں بڑا ہوتا ہے وہی رسالداری کا حقدار سمجھا جاتا ہے اس صلہ میں انکو تین سو بیگہ جاگیر دہنوری کی سیوار میں انعام یا معافی دیگئی ہے ۱۲ منہ

[۵۲] کرمخاں یہ تو بجلانے کے کپتان اور اسلام پور کے باشندہ تھے اور یہ اپنے گروہ میں معزز شمار کیے جاتے تھے انکو بھی اسی صلہ میں ایک کنواں جسکے تحت اکاون بیگہ زمین موضع بنواس کی سیوار و تحصیل سنگھانہ میں معافی یا انعام عطا ہوئی ہے

[۵۳] عبداللہ خاں کے خاندان میں ممدو خاں رسالدار موجود ہیں اور جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ

کے دروازے کے روبرو یہ بہادری سے لڑے اور مارے گئے یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس دشمن کے مقابلے میں یہ جان بحق تسلیم ہوئے انکی نسبت ایک روایت یہ بھی ہے کہ کھنڈیلہ کی طرف سے پانچ دس آدمی بطور جاسوس سیکر میں آئے اور قلعہ کے اندر جبراً داخل ہونا چاہتے تھے عبداللہ خاں قائم خانی قلعہ کے دروازہ پر منتظم کار تھے اس لیے اُن جاسوسوں سے عبداللہ خاں کا مقابلہ ہوا اور اُن میں سے اکثر تہ تیغ ہوئے اور عبداللہ خاں نے بھی اپنی جان راج پر قربان کی یہ تو ٹاڈ نامہ راجستان[۱] سے بھی ثابت ہے کہ راؤ راجہ لچھمن سنگھ جی بہادر نے اپنے زمانہ حکمرانی میں کھنڈیلہ پر یورش کی تھی اور کھنڈیلہ کے کچھ مواضعات بھی راج سیکر کے شامل ہو گئے تھے ممکن ہے کہ کھنڈیلہ کی طرف سے جاسوس آئے ہوں اور ایسا ہی ہوا ہو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ اس کھنڈیلہ کی یورش کے بعد ہوا ہے راج سیکر اور کھنڈیلہ کی لڑائی بمقام کھیرواڑ ہوئی اس وقت بھی بہت سے قائم خانی مارے گئے تھے اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ راج سیکر اور کھنڈیلہ کے مابین ہمیشہ تنازعہ رہا ہے۔

عبداللہ خان کے فرزند نیاز و خاں[۴] سرحدی تنازعہ شاہ پور[۵] کے مقام پر جودھپور کے راٹھوروں کے مابین مقابلے میں بہادری سے لڑکر کام آئے نیاز د خاں کے فرزند مختار خاں سمت ۱۹۱۱ مطابق ۱۸۵۴ء میں بزمانہ راؤ راجہ بھیروں سنگھ جی بہادر سیودڑھ میں بہادری کے ساتھ لڑے اور کام آئے سیودڑھ پر لڑائی اس واسطے ہوئی تھی کہ سیودڑھ کے ٹھاکر راؤجی کے اس زمانہ میں ڈاکہ مارتے تھے اور رعایا سیکر کو بھی نقصان پہنچاتے تھے امین خاں[۶] ولد احمد خاں فتح خانی ساکن کرولی سرحدی تنازعہ شاہپور میں راٹھوروں کے مقابلے میں بہادری سے لڑکر جان بحق تسلیم ہوئے موتی خاں دولتخانی ساکن کروڑلی بھی اسی لڑائی میں کام آئے تھے مارو خاں[۷] ولد امین خاں فتح خانی ساکن کروڑلی سمت ۱۹۶۹ مطابق ۱۸۱۲ء میں سیودڑہ کے ٹھاکروں کے مقابلے میں دلیری کے ساتھ لڑے اور بہت سے مخالفین کو مار کر جان بحق تسلیم ہوئے یہ معرکہ

---

[۱] راجستان جلد دوم مولفہ کرنل ٹاڈ صاحب بہادر ۱۲ منہ [۴] نیاز د خاں کی جاگیر پر مہتاب خاں نوکری کرتا ہے ۱۲ منہ [۵] شاہ پور سیکر سے مغرب کی طرف ۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲ منہ [۶] سیودڑہ کے ٹھاکر راج سیکر کے ماتحت ہیں ۱۲ منہ [۷] امین خاں کے خاندان میں بھور خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [۷] موتی خاں کے خاندان میں نور محمد خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [۷] مارو خاں کے خاندان میں ہاشم خاں نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ

ریاست بیکانیر کی حدود میں ہوا تھا اس سے کہ نیسوڈرہ کے ڈاکو علاقہ سیکر کی رعایا کے مویشیوں کو بیکانیر کی طرف جبراً لے جا رہے تھے مارو خاں کی نعش مغلونہ[۵۱] میں لائی گئی اور مغلونہ کے قلعہ میں انکو دفن کیا گیا انکی قبر قلعہ کے اندر موجود ہے نظام خاں[۵۲] ہاتھی خانی ساکن چوڑی[۵۳] لچھمن گڈھ کی جنگ میں بزمانہ راؤ راجہ لچھمن سنگھ جی بہادر کام آئے تھے اس لڑائی کی بنا ریاست کھیتڑی و ریاست سیکر کے خصومات و رنجش باہمی کا نتیجہ تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ راج کھیتڑی کی رعایا کے مہاجنوں کو موضع چوڑی[۵۴] سے لچھمن گڈھ میں لاکر آباد کیا گیا تھا جب یہ خبر کھیتڑی پہنچی تو راج کھیتڑی کی طرف سے کہلایا گیا کہ ہماری رعایا کو واپس کیا جائے مگر اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی بمجبوری کھیتڑی کی طرف سے فوجکشی ہوئی۔ فوج کے افسر باگ سنگہ لاڈخانی گردانے گئے باگ سنگہ لچھمن گڈھ کے قریب پہنچا اور فوراً ہی گولہ باری شروع کر دی طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے بیان کیا جاتا ہے کہ نظام خاں کے ساتھ اور بھی چند قائم خانی کام آئے مگر انکے نام معلوم نہیں ہوئے یہ وہ تمام مقتول قائمخانی ہیں کہ جو ہر موقع اور ہر جنگ میں اپنی جان کو راج پر قربان کرتے رہے ہیں۔ جسکے صلہ میں راجگان رفتگاں سیکر نے انکی قدر کی اور ہر شخص کے پس ماندگان کو بطریق خون بہا جاگیرات عطا فرمائیں جو پشت ہا پشت سے انکے خاندان کے اشخاص میں ابتک بدستور چلی آتی ہیں جنکے نام نوٹ میں بتا دیئے گئے ہیں لیکن تمام جاگیردار قائم خانی جنکے بزرگوں کو جاگیر خون بہا یعنی سرکٹی، عطا ہوئی ہیں یہ راج میں نوکری کرتے ہیں ان ریاستوں کے قانون و رواج کے لحاظ سے تو انکے ذمہ نوکری کی لاگ نہیں تھی مگر یہ جاگیردار ہمیشہ سے اپنی خوشی خاطر سے نوکری کرتے ہیں یہ اس لئے کہ انکو راج کی طرف سے ہر طرح کا فائدہ ہے ان میں سے بعض کو عہدے بھی دیئے جاتے ہیں اور ان

---

[۵۱] مغلونہ جانب مغرب بیکانیر کی سرحد پر راج سیکر کے علاقہ میں واقع ہے ۱۲ منہ [۵۲] نظام خاں کے خاندان میں پنّے خاں جاگیر پر نوکری کرتے ہیں ۱۲ منہ [۵۳] یہ چوڑی تحصیل اجیت گڈھ میں واقع ہے ۱۲ منہ [۵۴] یہ موضع چوڑی علاقہ سیکر میں واقع ہے ۱۲ منہ

تمام کو چٹھیاں بھی ملتی ہیں (یعنی خورد نوش) کا سامان ملتا ہے جسکو پٹیا بھی کہتے ہیں، علاوہ اِن خون بہا جاگیرات کے دوسری جو جاگیرات راج سیکر کی طرف سے قائمخانیوں کو عطا ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی اچھی کارگذاری و بہادری کے صلہ میں دیگئی ہیں"

ذکران قائمخانیوں کا جنھوں نے علاقہ شیخاواٹی میں مختلف مقامات پر اپنے حکام کے احکام کی تعمیل میں اپنی ناموس کے تحفظ کیلئے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور کام آئے

مخفی نہ رہے کہ بھرجی راجپوت لاڈخانی علاقہ سیکر موضع طاہر پورہ کا رہنے والا تھا جس نے ایک زمانہ سے لوٹ مار کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا علاقہ جودھپور و علاقہ بیکانیر میں اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی نیز شیخاواٹی اور علاقہ جے پور میں رات دن یہ لوٹ مار کرتا پھرتا تھا اور بعض دفعہ اسکے دھاوے نارنول تک بھی ہوتے تھے ان علاقوں میں اس نے کثرت سے خون کئے اور لوٹ کھسوٹ کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا جے پور کی پولیس بھی اس کی تاک میں لگی ہوئی تھی چنانچہ ۱۹۲۷ء مطابق سم‍ ۱۹۸۴ میں نظامت جھنجھنوں سے نیاز احمد خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس اور انکی ہمراہی میں نظام الدین پیرزادہ ڈپٹی بھی موجود تھے مع جوانان موسٹنڈ پولیس طاہر پورہ روانہ ہوئے اس لئے کہ ان کو خبر ملی تھی کہ بھرجی ڈاکو اس وقت طاہر پورہ میں موجود ہے نیاز احمد خاں سپرنٹنڈنٹ مع جمعیت کے طاہر پورہ پہنچے اور بھرجی کے مکان کو گھیر لیا مکان کے اندر سے بندوق کے فیر شروع ہوئے پولیس افسر نے مع جوانان کے فوراً ہی ایک دیوار کا آسرا لے لیا اور جوانوں کو فیر کرنے کا حکم دیا یہ واقع بیس منٹ تک ہوتا رہا اس عرصہ میں ایک پولیس کے حولدار راجپوت کو گولی لگی اور وہ کام آیا اسکے بعد مکان[لے] کے اندر سے

[لے] یہ مکان کچھ ایسی وضع سے بنا ہوا تھا کہ اندر سے بندوق کی گولیاں باہر آسکتی تھیں اور باہر کی گولیاں اندر جا سکتی تھیں اسلئے کہ اس قزاقانہ مکان کی چھوٹی چھوٹی دیواریں آڑی ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں اور زنانخانہ میں جانیکو اس میں سے ایک دریچہ بھی تھی ۱۲ منہ

گولیوں کا آنا بند ہوگیا پولیس افسر نے حکم دیا کہ اندر جا کر کوئی جوان دیکھے کہ کیا حالت ہے
پولیس کے تمام سپاہیوں نے سکوت اختیار کیا نذر محمد خاںؒ قائم خانی بھی اسی پولیس
میں ملازم تھا اس نے کہا کہ میں اکیلا جا سکتا ہوں نذر محمد خاں بندوق کے فیر کرتا ہوا
مکان کے اندر گیا دیکھتا کیا ہے کہ بھیرجی تو اندر نہیں ہے مگر اس کا بھائی کیس جی مرا پڑا
ہے نذر محمد خاں اس کو باہر گھسیٹ لائے مستورات نے عقب سے نذر محمد خاں پر
پتھر برسائے مگر یہ پھرتی کے ساتھ باہر آ گیا کیس جی کو باہر لانے کے بعد دیکھا گیا تو
معلوم ہوا کہ اسکی موت گولی کے لگنے سے واقع ہوئی ہے اس واقعہ کی رپورٹ جرنل پولیس
سپرنٹنڈنٹ کاونٹری صاحب بہادر کو جے پور دی گئی نذر محمد خاں کو کاونٹری صاحب
نے طلب فرمایا اُن کو انعام دیا گیا اور ترقی بھی دے دی گئی ان کو ایک سرٹیفکیٹ بھی
محکمہ کوتوالی جے پور سے ملا ہے جو ان کی بہادری کو ثابت کرتا ہے ماہ نومبر ١٩٢٧ء
مطابق سمت ١٩٨٤ میں موضع بیسوے کے دو قائم خانی یعنی محمد خاںؒ اور اُنکے فرزند فیض محمد
خاں اپنے کاروبار کیلئے مکند گڑھ گئے تھے اور مکند گڑھ سے فتح پور آ رہے تھے راستہ میں
بہرجی ڈاکو انکو ملا اور اسے بہرجی نے للکار کر کہا کہ تم اپنے دونوں اونٹ اور سامان چھوڑ کر
الگ ہٹ جاؤ ورنہ جان سے مارے جاؤ گے انھوں نے جواب دیا کہ ہم قائم خانی
ہیں اور آپ ہم سے ایسا نہ کریں بہرجی نے ایک نہ سنی اور قائم خانیوں سے مقابلہ
ہوا قائم خانیوں کے پاس بندوقیں نہیں تھیں تھوڑی دیر تک ان دونوں نے موجودہ
ہتھیاروں سے کام لیا اور دلیری کے ساتھ لڑتے رہے بہرجی اور اس کے
ساتھیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا بہرجی نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر قائم خانیوں پر
بندوق کے فیر کئے اور وہ دونوں قائم خانی کام آئے مگر قائم خانیوں نے اپنی
پیٹھ دکھانے اور اپنی زندگی میں سامان انکے حوالے کرنے میں عار سمجھا۔"

ہم یہاں پر یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس خونخوار و ظالم و بے رحم و مشتہر ڈاکو کا خاتمہ
کس بہادر قوم کے ہاتھوں ہوتا ہے ١٩٢٨ء مطابق سمت ١٩٨٥ میں بہرجی ڈاکو کی گرفتاری

---

[1] نذر محمد خاں دہنوری کے قائم خانی دارا بخانی گروہ سے ہیں ۱۲ منہ [2] محمد خاں و فیض محمد خاں احمدان ہاتھی خانی گروہ سے ۔ منہ

کے واسطے جرنل آئی۔ڈی۔جی جودھ پور و جرنل آئی۔ڈی۔جی جے پور و جرنل آئی ڈی جی۔ بیکانیر کوشش کر رہے تھے اور سرگرداں تھے۔ جرنل آئی۔ڈی۔جی جے پور کا مقام سیکر تھا اور جودھ پور و بیکانیر کے یہ دونوں افسر جیپور چلے گئے تھے مگر ان تینوں ریاستوں کے باقاعدہ فوجوں کے سوار اور پولیس اس کے تعاقب میں لگی ہوئی تھی مخبروں نے خبر دی کہ بھرجی ڈاکو آج فلاں مقام پر ہے اور فلاں راستے سے گذریگا ان تینوں ریاستوں کی جمعیت گراوڑی کی گھاٹی میں خفیہ طور سے اِدھر اُدھر پھیل گئی اور ناکہ بندی کرلی پیروخاں[۱] قائم خانی لائٹ فعدار بیکانیر کی کمیل کور میں ملازم تھا۔ بھرجی کی آمد پیرو خاں کی ناکہ بندی کی طرف سے ہوئی پیرو خاں کے ساتھ اور بھی دو چار سپاہی تھے جب بھرجی ڈاکو پیرو خاں کو آتا ہوا نظر آیا تو پیرو خاں جس نالے میں چھپے ہوئے تھے فوراً ہی نالے سے باہر میدان میں نکل آئے بھرجی نے پیرو خاں کے دیکھتے ہی بندوق چھتیائی اور کہا کہ میرے سامنے سے ہٹ جا کیوں جان سے ہاتھ دھوتا ہے پیرو خاں نے جواب دیا کہ میں قائمخانی ہوں اور تو راجپوت ہے۔ اب معلوم ہو جائے گا۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے" اِدھر سے بھرجی ڈاکو نے بندوق کا فیر کیا۔ اور اُدھر سے پیرو خاں نے دونوں کی بندوقیں ایک ساتھ دگیں اور دونوں کی گولیاں ایک ساتھ کام کر گئیں پیرو خاں تو اسی مقام پر جان بحق تسلیم ہوئے اور بھرجی ڈاکو تھوڑے ہی فاصلہ پر جا کر اونٹ پر سے گر پڑا اور مرگیا اس واقعہ کی اطلاع جرنل آئی ڈی۔جی جے پور کو مقام سیکر دی گئی کاونٹری صاحب بہادر خود آئے اور حکم دیا کہ پیرو خاں کی نعش اودے پور سے چلنی چاہیئے اس لئے کہ اودے پور یہاں سے قریب ہے کاونٹری صاحب بہادر نے یہ بھی کہا کہ انکی تجہیز و تکفین[۲] اسلامی طریقے پر بہت اچھی ہونی

---

[۱] یہ پیرو خاں ف لدا بدار خاں الہیان حمید خانی موضع ہمیر خاں کے پاس کے تھے انکا رسالہ کمیل کور جنگ عظیم میں شریک ہوا تھا اور عراق فلسطین کی طرف یہ فوج لڑتی رہی پیرو خاں نے اس جنگ میں بھی اچھا کام کیا مگر افسوس کہ انکے عزیز عبداللہ خاں صوبیدار مرتے ہی انکی کارگذاریاں بھی چھپ گئیں۔ ۱۲ منہ

[۲] تجہیز و تکفین کے بعد کاونٹری صاحب بہادر نے فرمایا کہ جو لوگ میت میں شریک تھے اور جو باہر سے آئے ہوئے ہیں ان تمام کو کھانا کھلایا جاوے اور غربا و مساکین کو کھانا کھلایا جاوے اور ایسا ہی ہوا ۱۲ منہ

چاہیے انکی میت میں علاوہ فوجی اشخاص کے سینکڑوں مسلمان اور ہندو شریک تھے جنازہ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا جنازہ کے اوپر سے پیسے اور اکنیاں و دوانیاں پھینکی جا رہی تھیں پیرو خاں کی قبر او دے پورے مشرق کی طرف تھوڑے ہی فاصلے پر موجود ہے پیرو خاں کی اس بہادری کا چرچا بچے سے لیکر بوڑھے تک شیخاواٹی میں مشہور اور زبان زد ہو گیا ہے ان کے فرزند کو پانسو روپیئے ریاست بیکانیر کی طرف سے انعام دیئے گئے اور ریاست کی طرف سے یہ بھی حکم ہوا کہ پیرو خاں کا فرزند تعلیم کے لئے بیکانیر طلب کیا جائے اسکی تعلیم سرکاری صرفہ سے ہوگی پیرو خاں کی بیوہ پنشن بھی پاتی ہیں۔

یہاں پر یہ عرض کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ اس میدان میں مضمون زیادہ ہے اور ہزاروں مربع میل زمین پر مضمون بکھرا پڑا ہے میرے ہاتھ کمزور ہیں اور وقت کم ہے میں اس موقع پر اس مضمون کو چن نہیں سکتا دوسرے اس گیارہویں باب کا ارادہ اس قوم کے سربرآوردہ قائم خانیوں کے اصرار پر اس وقت کیا گیا کہ کتاب کا مسودہ مطبع میں جا چکا تھا اور کتاب کی چھپائی شروع ہو گئی تھی بہر حال جہاں جہاں قائم خانی آباد ہیں اور خاصکر شیخاواٹی میں تو ان کا معدن ہے اس ڈیڑھ سو برس کے اندر جب سے کہ انکے قبضے میں سے ملک شیخاواٹی نکل گیا یہ قوم اپنے آقاؤں اور حکمرانوں کی خیرخواہی میں اور اپنے ناموس کی حفاظت میں راجپوتانہ اور خاصکر شیخاواٹی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ ہوگی کہ اس قوم کے بہادروں کی ہڈیاں فرش راہ نہ ہوئی ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس گیارہویں باب کے آخر تک جہانتک میرا ذہن رسائی کریگا اس قوم کے بہادروں کا ذکر خیر کرتا ہی رہونگا۔ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُتَّبَعَ۔ [۵۵]

فہرست جاگیرداران قائم خانی ریاست جودھپور

رپورٹ[۵۶] سال تمام حصہ دوم بابت سمت ۱۹۴۰ مطابق ۸۴-۱۸۸۳ء

امیر خاں الف خانی موضع کسناؤ آمدنی جاگیر (۳۰۰۰) روپے ہے اور ایلچ میں رکھے پھرتے

[۵۶] یہ رپورٹ چھیالیس سال پہلے کی ہے اسوقت ان جاگیروں کی آمدنی پہلے سے ترقی ہو گئی ہے ۱۲ منہ

[۵۵] اور اللہ جسے چاہے حق کی ہدایت کرے کیونکہ حق بات اسی قابل ہے کہ اسکی پیروی کی جاوے ۱۲ منہ

ہیں (۲۴۰) روپئے۔

اکبر خاں الف خانی موضع مونڈی آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

بڑدی خاں ملکان موضع چھاپری آمدنی جاگیر (۱۰۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۸۰) روپئے۔

عمر خاں ملکان موضع ماہی ڈنڈ نصف آمدنی جاگیر (۶۲۵) روپئے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۵۰) روپئے۔

حیدر خاں الف خانی موضع تودہ نصف آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

عظیم خاں الف خانی موضع تودہ نصف آمدنی جاگیر (۵۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۴۰) روپئے۔

امیر خاں و بھاڑو خاں موضع اوسیہ آمدنی جاگیر (۶۲۵) روپئے راج میں رکھ بھرتے ہیں (۵۰) روپئے۔

آدو خاں ملکان موضع ماہی ڈنڈ آمدنی جاگیر (۹۰۰) روپئے ہے اور راج میں رکھ بھرتے ہیں (۸۶) روپئے۔

رپورٹ میں اکثر جاگیردار قائم خانیوں کے نام درج نہیں ہیں جہانتک ہم سے کوشش ہو سکی پتہ لگا کر یہاں انکے نام درج کرتے ہیں۔

سعد اللہ خاں طاہر خانی موضع سوداواس آمدنی جاگیر (۱۰۰۰) روپئے ہے اور رکھ معاف بیان کی جاتی ہے یہ جاگیر تحصیل میڑتہ میں ہے اور سعد اللہ خاں کا گاؤں کچامن ہے۔

اسد علی خاں مظفر خانی و عمر خاں کی بھی موضع دھولیہ میں (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے۔

امام الدین خاں دلاور خانی کی موضع طاہر پورہ میں (۴۰۰) بیگہ بھوم ہے اور اس وقت امام الدین خاں کے پوترے ضیاء الدین خاں اس پر قابض ہیں۔

سلہ انمیں سے رپورٹ میں دو جاگیرداروں کو یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس گروہ سے تھے مگر نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترنیدان گروہ سے ہیں ۱۲

موضع ملک پورہ ملکان قائم خانیوں کی جاگیر ہے اور ان کا ہی قبضہ ہے یہ ملک پور جھاڑوپرگنہ میں بیان کیا جاتا ہے۔

چھاپڑی میں بالاپوتا راجپوتوں کو نوابوں کی طرف سے بھوم عطا کی ہوئی موجود ہے

مولاسر میں چارنوں اور برہمنوں کو دھولیاں نوابان قائم خانیوں کی عطا شدہ موجود ہے۔

موضع چھاؤٹیہ میں قائم خانی کھوکر کہلاتے ہیں اور انکے قبضے میں بہت سی زمینیں ہیں انکو ریکھ اور نوکری معاف ہے۔

موضع چھاؤٹیا ناگور پرگنہ کی سرحد کے قریب بیان کیا جاتا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ یہ زمینیں نوابان قائم خانیوں کی عطا شدہ ہیں۔

بہرحال علاقہ جودھپور میں جہاں جہاں قائم خانی آباد ہیں اکثر ان میں بھومیہ ہیں موضع بیری و موضع بالسناں و موضع چھاپری و موضع اوا و موضع جو لنگا ان مواضعات کے ملکان گروہ کے قائم خانی بھوم دار ہیں علاوہ انکے اور بھی قائم خانی بھوم رکھتے ہیں مگر انکے حالات ہماری دسترس سے باہر ہیں علاقہ جودھپور میں بعض ٹھکانوں کی طرف سے مستقل طور پر قائم خانیوں کو زمینیں عطا ہوئی ہیں جیساکہ نواب عالم علیخاں طاہر خانی کے بزرگوں کو ٹھکانے کچامن کی طرف سے کنواں و زمین عطا ہوئی تھی اور ابھی تک وہی مہربانی کا سلسلہ ٹھکانے کی طرف سے جاری ہے۔

حامد خاں زیندار موضع بیری کی بھی (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے اور یہ جاگیر انکے خاندان میں بطور معافی ایک زمانہ سے چلی آرہی ہے اب یہ بیری بڑی بیری کے ٹھاکر صاحب کے قبضے میں ہے اسلئے بڑی بیری کے ٹھاکر صاحب ہمیشہ سے اس زمین پر دانت رکھتے تھے اور قبضہ کرنے کی کوشش کرتے تھے ۱۹۰۱ئ میں ٹھاکر صاحب نے تقریباً اپنے ساٹھ آدمی اس زمین پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کئے اور ان تمام کے افسر ٹھاکر صاحب کے چچا تھے حامد خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہماری زمین پر قبضہ کرنے کے لئے ٹھاکر کے کثیر آدمی آرہے ہیں حامد خاں

خود اور ان کے فرزند رنجیت خاں دونوں ہتھیار بند ہو کر انکے مقابلے پر پہنچے ٹھاکر کے آدمیوں سے مقابلہ ہوا جاتے وقت حامد خاں نے اپنی حویلی کا دروازہ بند کر دیا تھا اس لئے کہ مستورات اس طرف نہ آئیں کیونکہ انکے مکانات اُسی زمین سے قریب تھے بہر حال حامد خاں اور انکے فرزند رنجیت خاں بہادری کے ساتھ لڑتے رہے ٹھاکر کے کئی آدمی زخمی ہوئے اور مرے۔ بہر حال ٹھاکر صاحب کے چچا کا بھی یہی حشر ہوا ہوگا جو فوج کے سپہ سالار بنکر آئے تھے حامد خاں و رنجیت خاں دونوں اسی مقام پر شہید ہو گئے جب یہ خبر زنان خانہ میں پہنچی کہ تن تنہا دونوں باپ بیٹے میدان کارزار میں اپنی آن کی خاطر لڑ رہے ہیں تو عورتیں پیچھے کی دریچی میں سے نکلیں انکے ہاتھوں میں تلواریں تھیں انکے دل قومی حمیت سے لبریز تھے اور یہ قومی آن پر خود کو قربان کرنے کے لئے تیار تھیں سچ ہے ؎

نہ ہر زن زن ست نہ ہر مرد مرد	خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

ٹھاکر کے آدمیوں کا یہ ارادہ تھا کہ حامد خاں کا سر کاٹ لیا جائے مگر ادھر جب عورتیں قریب آپہونچیں تو ٹھاکر کے آدمی ہٹ گئے اور اپنے زخمی مردوں کو سمیٹنے لگے اور سمیٹ کر چلدیئے عورتیں نعشوں کے قریب پہونچیں اور اپنے شہیدوں کا انتظام کر لیا قصہ کوتاہ حامد خاں اور رنجیت خاں دونوں باپ بیٹے اسی جگہ دفن کئے گئے فی الحقیقت اگر یہ بات اسی طرح ہے جیسا کہ ہماری تحقیقات سے ثابت ہے کہ حامد خاں اور انکے فرزند رنجیت خاں دونوں دشمن سے لڑتے رہے اور برادری اور قوم کے بہادر پنبہ بگوش رہے تو اس موجودہ خاندان ملکان پر یہ بدنما داغ ہمیشہ کے لئے قومی تاریخ میں نظر آتا رہے گا۔ اور یہ لوگ عرب کے مشہور شاعر متنبی کے اس شعر کے مصداق بن گئے ؎

[1] ضمیر الدین خاں و حامد خاں و ضابطہ خاں یہ تینوں حقیقی بھائی تھے اور رشید خاں و آبدی خاں دونوں انکے چچا زاد بھائی تھے اِن پانچوں بھائیوں کے ریاست جودھ پور میں ڈیڑھ سو سلحداری کے گھوڑے تھے اور سوائے ضابطہ خاں کے یہ اس فوج میں رسالداریوں سے بھرتی تھے ۱۲ منہ

وَمَنْ فِیْ کَفِّہٖ مِنْہُمْ قَنَاۃٌ	کَمَنْ فِیْ کَفِّہٖ مِنْہُمْ خِضَابُ

یعنی وہ ایسے ہوئے کہ انئیں سے جن کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اس عورت کی مانند ہوگیا۔ کہ جس کا ہاتھ مہندی سے رنگا ہوا تھا یعنی انئیں سے کوئی نہ لڑ سکا۔

ضمیر الدین خاں بھی ریاست جودھپور میں رسالدار تھے جودھپور کی جانب میں سے ایک ٹھاکر بارو ٹیہ یعنی باغی ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک کثیر جماعت ہوگئی تھی ملک کو تباہ و برباد کر رکھا تھا کئی دفعہ سرکاری ملازمین کو بھی شکست دے چکا تھا ضمیر الدین خان نے سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۵ئہ میں اس کا بیڑا اٹھایا کہ میں اس باغی ٹھاکر کو گرفتار کرکے سرکار میں پیش کر دونگا ضمیر الدین خاں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں وہ لوٹ مار کر رہا تھا دو تین مقام پر متواتر اس سے مقابلہ ہوا اور وہ فرار ہوگیا آخیر متصل مقام کھاٹوہیں ٹھاکر باغی سے مقابلہ ہوا اور کئی آدمی باغیوں کے مارے گئے ضمیر الدین خاں بہادری کے ساتھ لڑکر جان بحق تسلیم ہوئے ابتک راجپوتانہ میں بابا لوگ ضمیر الدین خان اور نواب امیر خاں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ اس سلکان خاندان کے اشخاص قوم قائم خانی میں بہت ہی بہادر شمار کئے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ انکے تمام حالات ہمکو بہم نہ پہونچ سکے۔

جاگیرداران قائم خانی ریاست بیکانیر

جسو خاں اسمٰعیل خانی ساکن رتن گڈھ کے قبضے میں (۳۰۰۰) بیگہ جاگیر ہے یہ جاگیر معافی یا انعام ہے اس کے لئے کوئی لاگ نہیں ہے۔

کریم خاں مظفر خانی ساکن چورو کے قبضہ میں (۵۰۰) بیگہ جاگیر ہے یہ جاگیر بھی معافی یا انعام ہے۔

ہادی خاں اسمٰعیل خانی کے خاندان میں موضع بہادراں میں (۳۰۰) بیگہ جاگیر کوٹھڑی کی بیان کی جاتی ہے۔

مصری خاں ایلیمان ساکن موضع لکھاؤ کے قبضے میں (۳۰۰۰) بیگہ جاگیر زوادی

ہے جسکے (۵۰) روپے سرکار میں سالانہ ادا کرتے ہیں۔

فہرست جاگیرداران قائم خانی علاقہ راج کھیتڑی

آبدار خان ولد مہتاب خاں چیوان ساکن بھائی واڑ جاگیر (۳۰۰) بیگہ خون بہا یعنی سر کٹی۔

خاندان ولدار خان و محمد خاں ایلمان ساکن موضع گھسیڈہ جاگیر (۱۲۵۰) بیگہ یہ جاگیر نوکری کی ہے۔

ناہر خاں ایلمان حمید خانی ساکن موضع جھانجوت کے خاندان میں جاگیر (۲۴۷) بیگہ کھڈانوں میں ایک سو پچاس بیگہ اور سنگنور تحصیل اجیت گڈھ میں ایک سو ستانوے ۱۹۷ بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

خاندان نتھو خاں ایلمان حمید خانی ساکن موضع بامنواس جاگیر (۳۵۵) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

خاندان الف خاں ایلمان ساکن کھڈانو جاگیر (۴۰۰) بیگہ ایک سو کھڈانو میں اور باقی خضرسر کی سیوار میں ہے نوکری کرتے ہیں۔

اختیار خاں ولد ناہر خاں ایلمان ساکن خضرسر جاگیر (۲۲۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں
ہیجو خاں ولد سبھو خاں ایلمان ساکن کھڈانو جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

ہوشدار خاں ولد پہاڑ خاں زیندان ساکن موضع نزآدنو جاگیر (۴۴۰) چار سو چالیس بیگہ خون بہا مع دو کنوؤں کے بھائی واڑ کی سیوار میں ہے باقی پیتھوں سر کی سیوار میں دی گئی ہے نوکری کرتے ہیں۔

دولت خاں ولد پہاڑ خاں داراب خانی ساکن موضع نزادنو جاگیر (۳۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

دولت خاں ولد گلاب خاں حمید خانی ساکن موضع پیتھوں سر جاگیر (۴۰۰) بیگہ اور یہ زمین دولت خاں کے پاس کی سیوار میں ہے نوکری کرتے ہیں۔

دھونکل خاں ولد ہمیر خاں حمید خانی ساکن موضع ہمیر خاں کا باس جاگیر (۳۰۰) بیگہ کوٹھڑی کی ہے۔

بہادر خاں ولد گلاب خاں ایلیان ساکن تال کی دھانی جاگیر (۱۲۵) بیگہ یہ زمین مادھوگڈھ کے قریب ہے نوکری کرتے ہیں۔

جبرالدین خان اسمٰعیل خانی ساکن جاباسر تحصیل اجیت گڈھ جاگیر (۴۰۰) بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

ہوشدار خاں و سردار خاں و پیرو خاں کے خاندان میں موضع دھنوری باس قائم سر جاگیر (۲۲۲۰) بیگہ ہے نوکری کرتے ہیں۔

سعادت خاں ولد سردار خان موضع دھنوری باس قائم سر جاگیر (۳۰۰) بیگہ معافی ہے

اشرف خاں ولد سعادت خان موضع دھنوری باس قائم سر جاگیر (۴۲۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

حیدر خاں ولد بادو خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۱۴) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

فرید خاں[1] ولد اشرف خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

احمد خاں ولد قمرالدین خاں موضع دھنوری جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

فاضل خاں دھنوری نواں باس جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔

اکبر خاں ولد ہوشدار خاں موضع دھنوری نوا باس جاگیر (۴۰۰) بیگہ نوکری کرتے ہیں۔ دھنوری کے تمام جاگیردار قائم خانی داب خانی گروہ سے ہیں۔

ذکر جاگیرداران قائم خانی راج سیکر

پہلے اس کے کہ یہاں پر جاگیرداروں کے حالات بتائے جائیں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ راج سیکر میں قائم خانی جاگیرداروں کے لئے نوکری کرنے کا کیا طریق عمل ہے تمام قائم خانی جاگیردار راج سیکر میں حاضر رہتے ہیں صرف تین

[1] فرید خاں اپنے چچا اشرف خاں کے متبنٰی ہیں انکے والد کا نام اختیار خاں تھا ۱۲ منہ

قائم خانی جاگیردار موضع لبوہ کے مع گھوڑوں کے نوکری کرتے ہیں باقی قائم خانیوں کی ساتھ گھوڑوں کی شرط نہیں ہے اگر سرکار کو کوئی نوکری لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو سواری دیجاتی ہے گڈھ کے اندر اور سرکاری محلات کے قریب قائم خانیوں کا ایک ڈیرا ہے جو سیری کے نام سے موسوم ہے اسکو ممدو خاں رسالدار کا ڈیرا بھی کہتے ہیں اس ڈیرے میں بیس یا پچیس قائم خانی رہتے ہیں بعض تو راؤ راجہ صاحب بہادر کے ڈھوئے کا شب میں پہرہ دیتے ہیں باقی زنانی ڈیوڑھی پر متعین ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی قائم خانی ہیں جو طویلہ پر تعینات ہیں اور بعض تحصیلوں پر رہتے ہیں ان تمام ملازمین جاگیردار قائم خانیوں کو راج کی طرف سے خورد و نوش کا سامان روزانہ مقرر ہے یعنی چھٹیاں یہ چھٹی تین قسم کی ہوتی ہیں۔

پہلی چھٹی تین سیر آٹا سوا سیر چون[1] ڈیڑھ پاؤ گھی باقی خورد نوش کا کل سامان۔

دوسری چھٹی ڈیڑھ سیر آٹا سوا سیر چون پاؤ گھی باقی خورد نوش کا سامان۔

تیسری چھٹی سوا سیر آٹا آدھ پاؤ گھی باقی خورد و نوش کا سامان۔ یہ تمام قائم خانی جاگیردار راؤ راجہ صاحب بہادر کی سالگرہ اور دسہرہ وغیرہ کے تہواروں پر اپنی جاگیر کی حیثیت کے موافق نذر گذرانتے ہیں۔ اگر کوئی جاگیردار غیر حاضر رہے تو دو روپئے ماہانہ اسکی چھٹی سے تفاوت لیا جاتا ہے یعنی دو روپئے ماہانہ وضع کرلئے جاتے ہیں پانسو بیگہ جاگیر پر یہ دو روپئے کی شرط ہے اس سے کم یا زیادہ ہو تو اسی حساب سے تفاوت لیا جائیگا تین سال میں جاگیردار سے فی سیکڑہ جاگیر ساڑھے سات روپئے لئے جاتے ہیں اسکو تیسالہ کہتے ہیں۔"

جو جاگیردار قائم خانی عہدوں سے نوکری کرتے ہیں یہاں پر انکے نام لکھے جاتے ہیں۔

علیم خاں ولد بردی خاں مظفر خانی ساکن بھنیسر کی پانسو بیگہ جاگیر ہے اور یہ جاگیر راؤ راجہ مادھو سنگھ جی بہادر آنجہانی سی۔ آئی۔ ای نے ۱۸۹۹ء مطابق

[1] چون باجرے کے آٹے کو کہتے ہیں جسکو بڑی چھٹی ملتی ہے اسکے خدمتگار کے لئے چون مقرر ہے ۱۲ منہ

سمت ۱۹۵۲ میں عطا کی تھی انکو بڑی چھٹی ملتی ہے اور ایک مکان سرکاری انکو رہائش کیلئے بتلایا گیا ہے جو علیم خاں کے ڈیرے کے نام سے موسوم ہے اور راؤ راجہ صاحب حال سریان کلیان سنگھ جی بہادر بھی ان پر نظر عنایت رکھتے ہیں اس وقت علیم خاں سپرنٹنڈنٹ محلات کے عہدے پر ممتاز ہیں انکے نام کیا تھ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ علیم خاں صاحب قوم قائم خانی کے لیڈر ہونے کے علاوہ راجدھانی سیکر میں قوم اہل ہنود اہل اسلام میں ہر دلعزیز ہیں اور ہمیشہ نیک کاموں میں حصہ لیتے ہیں وسلم پرائمری اسکول ریاست سیکر کے ممبر اور حامی ہیں۔"

محمد خاں ولد دولہ خاں رسالدار ساکن کرڑولی کو بھی بڑی چھٹی ملتی ہے۔ یہ محمد خاں اسی فتح خانی شاخ سے ہیں کہ جنکے بزرگوار عیدو خاں اس کے بعد نیاز خاں اسکے بعد مختار خاں تک راج کی خیر خواہی میں اپنی جان کو قربان کرتے آئے اسوقت محمد خاں پی۔ ڈبلیو کے صدر عہدہ دار ہیں عبد اللہ خاں ولد شکر اللہ خاں الف خانی جاگیردار تحصیل لچھمن گڈھ میں تحصیلدار ہیں۔" حیدر خاں ولاور خانی ساکن کاسلی یہ بھی جاگیر رکھتے ہیں اور زنانی ڈیوڑھی کے منتظم ہیں۔"

وزیر خاں الیمان ساکن سیکر جاگیر رکھتے ہیں اور رسالداری سے نوکر ہیں۔

بھور خاں فتح خانی ساکن کرڑولی جاگیر رکھتے ہیں اور رام گڈھ میں رسالدار ہیں

زور آور خاں ہاتھی خانی ساکن چوڑی بھی رسالدار ہیں۔"

قبل اسکے کہ راج سیکر کے جاگیردار قائم خانیوں کی فہرست دیجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موضع چوڑی اور بسیوہ کے حالات اور انکا اعزاز بتلا دیا جائے ان دونوں مواضعات میں نواب جار اللہ[1] خاں احمدان ہاتھی خانی کی اولاد آباد ہے ریاست فتح پور پر ٹھاکر راؤ شیو سنگھ جی کا قبضہ ہونیکے بعد بھی یہ دونوں گاؤں اس خاندان کے قبضہ میں رہے اور جو خراج یہ لوگ نواب فتح پور کو دیتے تھے کسیقدر

---

[1] ہاتھی خانی گروہ میں ان دو بھائیوں کی اولاد مشہور ہے یعنی جار اللہ خاں ونعمت اللہ خاں کی۔ جار اللہ خاں کی اولاد موضع چوڑی وبسیوہ میں کثرت سے آباد ہے اور نعمت اللہ خاں کا خاندان تقریبًا تمام کا تمام حیدر آباد دکن چلا گیا شاید چند ہی لوگ شیخاواٹی میں

(بقیہ صفحہ ۳۶۲ پر)

کمی بیشی کے ساتھ راج سیکر کو بھی ادا کرتے رہے یہ کیوں اسلئے کہ جسوقت راؤ شیو سنگھ جی بہادر نے فتح پور پر قبضہ کیا اس وقت یہ خاندان نواب فتح پور سے باغی۔ اور راؤ شیو سنگھ جی کا طرفدار تھا اسی وجہ سے انکے ساتھ یہ رعایت کی گئی اور یہ عمل راؤ راجہ مادھو سنگھ جی بہادر تک چلا آیا ۱۸۸۹ء مطابق سمت ۱۹۴۶ میں راؤ راجہ مادھو سنگھ بہادر نے ان دونوں مواضعات کے قائم خانیوں سے کہا کہ چوڑی اور بیسوہ پر تمہارا قبضہ ایک زمانہ سے چلا آتا ہے اور راج نے بھی تمہارے ساتھ ہمیشہ رعایت کی اب مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ آئندہ زمانہ میں ایسی رعایت ہوتی رہے گی اب میں آپ لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ میرے کہنے پر عمل کرو تو مناسب ہے چوڑی و بیسوہ کے قائم خانیوں نے عرض کی کہ آپ مالک و مختار ہیں جیسا چاہیں ویسا کر سکتے ہیں ہمیں ہر طرح سے منظور ہے راجہ صاحب بہادر نے یہ حکم جاری کیا کہ موضع چوڑی کے تحت بارہ ہزار بیگہ زمین ہے چار ہزار بیگہ زمین تو بطریق بھوم چوڑی کے قائم خانیوں کے قبضہ میں رہے اور آٹھ ہزار بیگہ پر بھی ان ہی قائم خانیوں کا قبضہ رہیگا۔

(بقیہ صفحہ ۲۷۱) آباد ہیں بلدہ حیدر آباد میں اس خاندان کے لوگوں میں سے بڑے بڑے نواب ہو گذرے ہیں مثلاً نواب سمیع اللہ خاں بہادر ونواب بشیر نواز جنگ معین یاور الدولہ بہادر ونواب صالح محمد خاں بہادر و جمعدار شہامت خاں و جمعدار غازی خاں بہادر وغیرہ یہاں پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ جار اللہ خاں کا کس مقام پر انتقال ہوا ۱۷۵۱ء سمت ۱۸۰۸ میں میڑتہ سے مغرب کیطرف تھوڑے ہی فاصلہ پر مہاراجہ رام سنگھ اور راجہ بخت سنگھ میں گدی نشینی پر جنگ ہوئی اسوقت جار اللہ خاں کو طلب فرمایا تھا اسلئے کہ جار اللہ خاں اور بخت سنگھ میں پہلے سے ملاقات تھی مہاراجہ رام سنگھ بخت سنگھ کے بھتیجے تھے اور اپنے والد کی جگہ گدی پر بیٹھے تھے اور بخت سنگھ خود راجہ بننا چاہتا تھا اس لئے بخت سنگھ چیدہ چیدہ سپاہیوں کو جمع کر رہے تھے اس موقع پر جار اللہ خاں طلب کئے گئے یہ لڑائی بڑے معرکہ کی ہوئی تھی اور ریاں کے ٹھاکر شیر سنگھ مہاراجہ رام سنگھ کی فوج میں شریک تھے اور جار اللہ خاں مہاراجہ بخت سنگھ کی فوج کے ایک سپہ سالار بنائے گئے جار اللہ خاں اور شیر سنگھ کا مقابلہ ہوا اور یہ دونوں سردار ایک لڑنے کی خواہش رکھتے تھے۔ ادھر سے جار اللہ خاں ادھر سے شیر سنگھ میدان میں آ دھمکے دونوں کا مقابلہ ہوا شیر سنگھ نے برچھے کا وار کیا جار اللہ خاں نے تلوار کا۔ یہ دونوں سردار اسی جگہ کام آئے انکے اس معرکہ کا کسی کبیشر نے ایک رزمیہ بھی کہا ہے جو انکے خاندان میں خوشی کے موقع پر کبیشر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ

اور اسکی مالگذاری سالانہ تین ہزار ایک سو چھیانوے روپے ساڑھے بارہ آنے سرکار میں ادا کرتے رہیں ؀

اسوقت سے یہی عمل جاری ہے کہ چار ہزار بیگہ زمین تو بھوم ہے اور آٹھ ہزار بیگہ زمین بطریق زواد موضع چوڑی کے قائم خانیوں کے قبضہ میں چلی آتی ہے مگر یہ طرفہ ہے کہ سرکاری اہلکار انکو آٹھ ہزار زمین کے متعلق اجارہ دار لکھتے ہیں اور یہ قائم خانی اپنے کو زواد دار سمجھتے ہیں اس لئے کہ جب نیا بندوبست ہوتا ہے تو اجارہ داروں سے یا تو کچھ موضع کی رقم بڑھا دی جاتی ہے یا بعض موقع میں کم بھی کردیجاتی ہے مگر ابھی تک کسی بندوبست میں چوڑی و بسیوہ کے قائم خانیوں سے اس زمین کے بارے میں کوئی مطالبہ نہیں ہوا اور وہی سمت ۱۹۴۶ کے حکم پر عمل جاری ہے موضع بسیوہ کے تحت میں اٹھارہ ہزار بیگہ زمین ہے اس موضع کے قائم خانیوں کو بھی راجہ بادو سنگھ بہادر کا سمت ۱۹۴۶ میں وہی حکم ہوا تھا جو چوڑی کے قائم خانیوں کو ہوا انکو بھوم عطا کیگئی تھی اور انکو نہیں بسیوہ کے قائم خانی سرکار میں تین ہزار ایک سو چھیانوے روپے پندرہ آنے سالانہ راج کو ادا کرتے ہیں۔ یہ بھی اپنے کو زواد دار سمجھتے ہیں اور سرکاری اہلکار انکو اجارہ دار خیال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں دیکھئے آئندہ اسکا کیا حشر ہوتا ہے بسیوہ کی آمدنی اس وقت تقریباً چھ ہزار روپے کی ہوگی۔

مخفی نہ رہے کہ راج سیکر میں قائم خانیوں و راجپوتوں اور پٹھانوں کو خط و کتابت میں راجیسری لکھا جاتا ہے جو قائم خانی و راجپوت اور پٹھان دفتروں میں نوکر ہیں یا راج میں اور کوئی نوکری کرتے ہیں۔ ان کو جو مراسلہ لکھا جاتا ہے اسمیں راجیسری لکھتے ہیں اور ان قوموں میں سے راج سرکاری کاروبار کے لئے کسی کو طلب کرے تو اسوقت بھی راجیسری کا لفظ لکھا جاتا ہے اور خوشی و غمی کے موقعوں میں جب یہ لوگ بلائے جاتے ہیں تو اس وقت بھی چٹھی کے نام پر راجیسری کا لفظ انکے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ موضع چوڑی اور بسیوہ کے قائم خانیوں کو تو قریب قریب کے ٹھکانے بھی راجیسری لکھتے ہیں۔ موضع چوڑی کے

متعلق یہاں پر دو چھٹیاں درج کیجاتی ہیں جس کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ چوڑی و بسیوہ کے قائم خانیوں کو اس شیخاوت راج بنسی قوم کے ساتھ کیسے مراسم ہیں

فہرست جاگیرداران قائم خانی علاقہ راج سیکر

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۱	علیم خاں ولد بڑدی خاں ساکن بھیرد	مظفر خانی	۵۰۰ بیگہ	کھیروہ (۳۰۰ بیگہ) میداسر (۲۰۰ بیگہ)
۲	بیٔے خاں ساکن بسیوہ	۰	۴۰۱ بیگہ	بلود (۲۰۰ بیگہ) کانگنسر (۲۰۱ بیگہ)
۳	حیدر خاں ولد بہادر خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۵۱۳ بیگہ	ماجی پورہ ۱۵۰ بیگہ کنور پورہ ۲۵ بیگہ کاسلی بیگہ
۴	بھورے خاں ولد بہادر خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	سانکھو ۲۰۰ بیگہ۔ بلاران ۳۰۰ بیگہ
۵	باگے خاں ولد بڑدی خاں ساکن بھنجری	دولتخانی	۴۰۰ بیگہ	بھنجری (۴۰۰) بیگہ
۶	حمید خاں ولد ضمیر الدین خاں ساکن داروندہ	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	داروندہ (۳۰۰) بیگہ

نقل چھٹی جو راج سیکر کی طرف سے موضع چوڑی کے قائم خانیوں کو بائی جی صاحبہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی وہ یہ ہے۔

(سری رام جی)

راجیسری اشرف خاں محبوب خاں انور خاں بھورے خاں ولد بہادر خاں بھیرے خاں ولد بخشو خاں حیدر خاں باگہ خاں نتھو خاں جوگ لکھت ممکہ مصاحبت راج سیکر کنے۔ یے رگناتھ جی کی پنچ جو اُپر پنچ سری بائی جی لال راج کنوار جی کا بیاہ بیاکھ سدی ۹ منگلواری بیل ہے سدی ۱۰ بدھواری ساوہ ہے سو آپ آجو متی بیاکھ بدی ۱۱ سمت ۱۹۸۱ بکرمی۔

یہ دوسری چھٹی جو ٹھکانہ نولگڈھ سے چوڑی کے قائم خانیوں کو لکھی گئی وہ یہ ہے۔

(سری رام جی)

سدھ سری راجیسری اشرف خاں جی و باگہ خاں جی و بھورے خاں جی جوگ لکھاوت نولگڈھ سے راجیسری ٹھاکر باگ سنگھ جی کی طرف سے جے رگناتھ جی کی بنچ جو اپر پنچ سری راجوا بائی گلاب کنوار جی کا بیاہ ہے منگسر سدی ۱۰ کو مقام مکند گڈھ میں تیاری ہوگی منگسر سدی ۹ منگلواری بیل ہے منگسر سدی ۱۰ بدھواری پھیری ہیں۔ اس لئے آپ لوگ چار روز پہلے آئیں تو ٹھکانہ کی سوبہ ہے متی منگسر سدی ۵ سمت ۱۹۸۲ بکرمی۔

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل موضعات جہاں کی زمین ہو
۷	علاؤ الدین خاں ولد بنوخاں ساکن الکسر	دائم خانی	۴۰۰ بیگہ	کانگنسر ۳۰۰ الکسر (۱۰۰)
۸	جمال خاں ولد پردل خاں ساکن رول	دلاورخانی	۳۰۰ بیگہ	رول (۳۰۰)
۹	چاند خاں ولد سالو خاں ساکن گاریڈا	حسین خانی	۳۰۰ بیگہ	گاریڈا (۳۰۰)
۱۰	ضمیر الدین خاں ولد بھیکا خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۳۰۰)
۱۱	بہادر خاں ولد علی خاں ساکن کارنگہ	زنیدان	۳۰۰ بیگہ	کارنگہ (۳۰۰)
۱۲	موتی خاں ولد ہاشم خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	نیتڑواس (۳۰۰)
۱۳	ہمت خاں ساکن کاسلی	دلاورخانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۳۰۰)
۱۴	محمد خاں ولد حیدر خاں ساکن سنگراوٹ	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	سنگراوٹ (۳۰۰)
۱۵	منو خاں ولد راحت خاں ساکن جھینجری	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	جھینجری (۲۲۵) بہگالسراں (۷۵)
۱۶	وارث خاں ولد لچھمن خاں ساکن جاجود	زنیداں	۳۰۰ بیگہ	بہاراؤپورہ (۳۰۰)
۱۷	ہاشم خاں ولد جلال خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۸	علاؤ الدین خاں ولد دوخاں کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۹	جلال خاں ولد امیر خاں ساکن پوننی	زنیدان	۳۰۰ بیگہ	پوننی (۳۰۰)
۲۰	سیسر خاں ساکن ہیتم سر	دلاورخانی	۳۰۰ بیگہ	ہیتم سر (۳۰۰)
۲۱	شہاب الدین خاں ولد علاؤ الدین خاں کرڑولی	فتح خانی	۴۱۲ بیگہ	بلودبھاکراں (۳۰۰) کرڑولی (۱۱۲)
۲۲	کریم خاں ولد مختار خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰) مان جی پورہ (۱۰۰)
۲۳	محبوب علی خاں ولد الٰہی بخش خاں کرڑولی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۲۴	بھوسے خاں ولد لچھو خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۲۵	صفدر خاں ولد اشرف خاں ساکن کاسلی	دلاورخانی	۲۷۵ بیگہ	کاسلی (۲۷۵)
۲۶	باگے خاں ولد بنے خاں ساکن کھیوا	حبیب خانی	۱۰۰ بیگہ	بوسانہ (۱۰۰)
۲۷	اعظم خاں ولد اعتبار خاں ساکن کاسلی	دلاورخانی	۱۵۰ بیگہ	نیتڑواس (۱۵۰)
۲۸	چاند خاں ولد مصری خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۲۹	فیض محمد خاں ولد واحد خاں ساکن الماس	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۳۰	جمال خاں ولد لال خاں ساکن جاجود	مظفر خانی	۵۵۰ بیگہ	جاجود (۵۵۰)
۳۱	عبداللہ خاں ولد شکر اللہ خاں ساکن سیکر	الف خانی	۴۰۰ بیگہ	گوڑیہ بڑا (۳۰۰) چھوٹا (۱۰۰)
۳۲	وزیر خاں ولد مصری خاں ساکن سیکر	رایلیان	۱۵۰ بیگہ	گوکل پورہ (۱۵۰)
۳۳	نبی بخش خاں ولد موتی خاں	۰	۳۰۰ بیگہ	سانجھو (۳۰۰)
۳۴	سینے خاں ولد بھور خاں ساکن چوڑی	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۳۵	الٰہی بخش خاں ولد رستم خاں ساکن ساتوندہ	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	نرونبڑی (۳۰۰)
۳۶	مہتاب خاں ولد بھور خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۴۰۰ بیگہ	کرڑولی (۴۰۰)
۳۷	علیم خاں ولد ضمیر الدین خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	مان جی پورہ (۳۰۰)
۳۸	رحیم خاں ولد بہادر خاں ساکن گارینڈہ	حسین خانی	۳۰۰ بیگہ	گارینڈہ (۳۰۰)
۳۹	گھاسی خاں ولد بھور خاں ساکن مغلونہ	رینداں	۳۰۰ بیگہ	مغلونہ (۳۰۰)
۴۰	شجاعت خاں ولد سعادت خاں ساکن جاجود	مظفر خانی	۲۵۰ بیگہ	جاجود (۲۵۰)
۴۱	کریم خاں ولد عبد خاں ساکن کاسلی	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۲۰۰) مان جی پورہ (۱۰۰)
۴۲	میر خاں ولد باگے خاں ساکن ببیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	الماس (۵۰۰)
۴۳	ساونت خاں ولد امیر خاں ساکن کاسلی	دلاور خانی	۴۰۰ بیگہ	کاسلی (۴۰۰)
۴۴	مولا بخش خاں ولد حیدر خاں ساکن کرڑولی	دائم خانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۴۵	علاؤالدین خاں ولد دلے خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۴۶	آسو خاں ولد بھیکن خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۴۷	باگے خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۴۸	محمد خاں ولد رحمت خاں ساکن بلاراں	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	بلاراں (۲۰۰)
۴۹	محمد خاں ولد چاند خاں ساکن رول	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	رول (۳۰۰)
۵۰	اکبر خاں ولد چاند خاں ساکن بھینچری	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	بھینچری (۱۰۰) بھگاسراں (۱۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہے
۵۱	کاسو خاں ساکن بھینچری	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بھینچری (۲۵۰) بھگاسراں (۵۰)
۵۲	رحیم خاں ولد باہر خاں سکنہ بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۵۳	اجمیری خاں ولد رحمت خاں ساکن کھتیڑی	علیے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھتیڑی (۳۰۰)
۵۴	نبو خاں ولد باگے خاں ساکن بھینچری	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	الٹواس (۳۰۰)
۵۵	صفدر خاں ساکن بلاراں	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بلاران (۳۰۰)
۵۶	گہاسی خاں ولد عیسوی خاں ساکن کھیواسر	حبیب خانی	۱۰۰ بیگہ	پوسانہ (۱۰۰)
۵۷	الٰہی بخش خاں ولد آسو خاں ساکن کھیڑی	علیے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی راؤں کی (۳۰۰)
۵۸	کریم خاں ولد محبوب خاں ساکن گارنیڈہ	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	گارنیڈہ (۳۰۰)
۵۹	ہاشم خاں ولد جلال خاں ساکن کرڑولی	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۶۰	داراب خاں ولد مختار خاں ساکن ہبیوہ	ہاتھی خانی	۲۲۰ بیگہ	بھینچری (۲۲۰)
۶۱	فرید خاں ولد شمس خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	کرڑولی (۵۰۰)
۶۲	میر خاں ولد امام الدین خاں ساکن ہبیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	کانگنسر (۵۰۰)
۶۳	بھونیخاں ولد بھورے خاں ساکن ہبیوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلاران (۳۰۰)
۶۴	صفدر خاں ولد احد خاں ساکن ہیتم سر	دلاور خانی	۴۰۰ بیگہ	ہیتم سر (۴۰۰)
۶۵	جہتاب خاں ولد اسزاو خاں ساکن بلود	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	بلود بھاگراں کی (۵۰۰)
۶۶	فرید خاں ولد باد خاں ساکن رول	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	رول ۳۰۰ بیگہ
۶۷	فتح خاں ولد حمید خاں ساکن واڑ دندہ	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	واڑ دندہ (۳۰۰)
۶۸	لادو خاں ولد لال خاں ساکن بلود	دوتخانی	۵۰۰ بیگہ	بلود (۵۰۰)
۶۹	رسالدار محمد خاں ولد دو لت خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	کرڑولی (۵۰۰)
۷۰	ضمیر الدین خاں ولد قمر الدین خاں ساکن کھیڑی	علیے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی (۳۰۰) راؤں کی
۷۱	لال خاں ولد حمید خاں ساکن بادوسر	دوتخانی	۳۰۰ بیگہ	بگڑی (۱۵۰) رودرہ (۱۵۰)
۷۲	اجیت خاں ولد شہاب الدین خاں ساکن کھیڑی	علیے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی راؤں کی (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت و سکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۷۳	فتح خاں ولد بہادر خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۷۴	کریم خاں ولد اسمٰعیل خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۷۵	حمید خاں ولد چاند خاں ساکن ڈارونڈہ	ولاور خانی	۳۵۰ بیگہ	ڈارونڈہ (۳۵۰)
۷۶	فیض محمد خاں ولد میر خاں ساکن بسیوہ	ہاتھی خانی	۵۰۰ بیگہ	کانگن سر (۵۰۰)
۷۷	الفو خاں ولد فرزند خاں ساکن بسیوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	الماس (۳۰۰)
۷۸	انو خاں ولد کاسو خاں ساکن اودن سری	دولہ خانی	۳۰۰ بیگہ	اودن سری (۳۰۰)
۷۹	اختیار خاں ولد اسنبو خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۸۰	یعقوب خاں ولد انو خاں ساکن بان ٹھود	زینداں	۲۵۰ بیگہ	بان ٹھود (۲۵۰)
۸۱	علاؤالدین خاں ولد امیر خاں ساکن بھینچری	دولتخانی	۳۰۰ بیگہ	بھینچری (۲۰۰) الماس (۱۰۰)
۸۲	ولایت خاں ولد قادر خاں ساکن بلود	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)
۸۳	نور خاں ولد حید خاں ساکن کھیڑی	دولتخانی	۲۰۰ بیگہ	کرڑولی (۲۰۰)
۸۴	فرید خاں ولد کاسو خاں ساکن کھیوانسر	حبیب خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر (۳۰۰)
۸۵	حید خاں ولد عظمت خاں ساکن کرڑولی	زینداں	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۸۶	لال خاں ولد وزیر خاں ساکن نروڈرہ	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	نروڈرہ (۳۰۰)
۸۷	لادو خاں ولد وارث خاں ساکن کھیڑی	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیڑی (۳۰۰)
۸۸	فیضو خاں ولد چاند خاں ساکن اٹھواس	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۸۹	اشرف خاں ولد شمس خاں ساکن اٹھواس	فتح خانی	۵۰۰ بیگہ	اٹھواس (۵۰۰)
۹۰	محراب خاں ولد امی خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۹۱	کالو خاں ولد بہتاب خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۹۲	سانگو خاں ولد شادی خاں ساکن کھیڑی	عیسے خانی	۵۰۰ بیگہ	کھیڑی (۵۰۰)
۹۳	بنے خاں ولد محراب خاں ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۹۴	کریم خاں ولد پیرو خاں ساکن بلود	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہاں کی زمین ہو
۹۵	رشید خاں ولد امین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۹۶	تاجو خاں ولد امین خاں ساکن کاسلی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کاسلی (۱۰۰) ماں جی پورہ (۲۰۰)
۹۷	جبر الدین خاں ولد جہتا خاں ساکن کھیواں سر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر
۹۸	علاؤ الدین خاں ولد فرید خاں ساکن کھٹری	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	کھٹیری (۲۰۰) بیناوہ (۱۰۰)
۹۹	باگے خاں ولد انو خاں ساکن کھیواں سر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۰۰	بھورے خاں ولد بھیکن خاں ساکن کرڑولی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۰۱	امین خاں ولد حیدر خاں ساکن گینٹری	زیندان	۵۰۰ بیگہ	گینٹری (۵۰۰)
۱۰۲	علاؤ الدین خاں ولد ہادی خاں ساکن کھیوانسر	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	کھیواں سر (۳۰۰)
۱۰۳	حیدر خاں ولد سنبھو خاں ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۲۵۰ بیگہ	بھگاسراں ۲۵۰
۱۰۴	کریم خاں ولد شکر و خاں ساکن کھٹری	عیسے خانی	۳۰۰ بیگہ	بلاراں (۳۰۰)
۱۰۵	دیندار خاں ولد باگے خاں ساکن بلود	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)
۱۰۶	امیر خاں ولد قمر الدین خاں ساکن جلال سر	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۱۰۷	بھورے خاں ولد بسیر خاں ساکن بلود	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بلود بھاکراں (۳۰۰)
۱۰۸	امیر خاں ولد شکور خاں ساکن گارینڈہ	سلیم خانی	۳۰۰ بیگہ	گارینڈہ (۳۰۰)
۱۰۹	راوت خاں ولد چاند خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۰	جیون خاں ولد الٰہی بخش خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۱	خضر خاں ولد امام الدین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۲	بھورے خاں ولد اکبر خاں ساکن جلال سر	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	جلال سر (۳۰۰)
۱۱۳	خضر خاں ولد وارث خاں ساکن کانگن سر	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	کانگن سر (۳۰۰)
۱۱۴	بھورے خاں ولد علاؤ الدین خاں ساکن شہاب سر	دلاور خانی	۳۰۰ بیگہ	شہاب سر (۳۰۰)
۱۱۵	کریم خاں ولد فتح خاں ساکن بیسوہ	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	کانگن سر (۳۰۰)

نمبر شمار	نام جاگیردار مع ولدیت وسکونت	شاخ	تعداد زمین	تفصیل مواضعات جہانکی زمین ہو
۱۱۶	کریم خان ولد بہاؤالدین خان ساکن جالیو	زینداں	۳۰۰ بیگہ	جالیو (۳۰۰)
۱۱۷	بھورے خان ولد بخشو خان ساکن کرڑولی	فتح خانی	۴۰۰ بیگہ	کرڑولی (۴۰۰)
۱۱۸	اکبر خان ولد عیسو خان ساکن کرڑولی	فتح خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۱۹	رشید خان ولد جاگو خان ساکن جلال سر	دولیخانی	۳۰۰ بیگہ	اٹھواس (۳۰۰)
۱۲۰	باگے خان ولد امیر خان ساکن جلال سر	دولہ خانی	۳۰۰ بیگہ	ساتوندہ (۳۰۰)
۱۲۱	جواہر خان ولد قمرالدین خان ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۲	محبت خان ولد فرید خان ساکن بھیپڑی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۳	بڑدی خان ولد بہادر خان ساکن کرڑولی	دولت خانی	۳۰۰ بیگہ	کرڑولی (۳۰۰)
۱۲۴	مہتاب خان ولد خضر خان ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۲۵۰ بیگہ	بھگاسراں (۲۵۰)
۱۲۵	موجو خان ولد مہتاب خان ساکن بھگاسراں	ہاتھی خانی	۳۰۰ بیگہ	بھگاسراں (۳۰۰)
۱۲۶	علیم خان ولد گھاسی خان ساکن جلال سر	دولیخانی	۳۰۰ بیگہ	جلال سر (۳۰۰)
۱۲۷	علاؤالدین خان ولد باگے خان ساکن بیبوہ	ہاتھی خانی	۴۰۰ بیگہ	ارلخ سر (۱۵۰) راجپورہ (۲۵۰)

علاقہ شیخاواٹی میں ٹھکانوں کی طرف سے جن قائم خانیوں کو اراضیات بطور جاگیر عطا ہوئی ہیں وہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں

ٹھکانہ نولگڑھ سے بصلہ کارگذاری وارث خاں سظفر خانی کو ایک ہزار بیگہ زمین صیغہ نان کار دی گئی ہے اور اس کا پٹہ وارث خاں کو واضح طور سے لکھدیا گیا ہے پٹہ میں تحریر ہے۔ کہ سدھ سری راجیسری ٹھاکر روپ سنگھ جی کی طرف سے۔ وارث خاں جی کو معلوم رہے کہ اس ہزار بیگہ زمین پر آپ کا قبضہ رہے یہ زمین آپ کو اس صلہ میں دی گئی ہے کہ میری گودنشینی کے معاملہ میں آپ نے بیحد کوشش کی اور کوشش کا نتیجہ بہتر نکلا آئندہ بھی ہمارے ٹھکانہ سے آپ کو نفع کی امید رکھنی چاہیئے

ضرور ہماری اولاد تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہے گی جو کوئی ٹھاکر اس ٹھکانہ پر قابض ہوتا رہے گا وہ اس تحریر کے خلاف آپ کے خاندان سے اس ہزار بیگہ زمین کے بارے میں کسی طرح کا مطالبہ نہیں کرے گا اس زمین میں آپ کنواں کھدوا سکتے ہیں مکانات چنوا سکتے ہیں آپ کو اور آپ کے خاندان کو ہر طرح کا اختیار ہے اور رہے گا بہر حال اس زمین پر کسی طرح کی لاگ نہیں ہے نہ مالگذاری ہے نہ نوکری کی شرط اس پٹہ میں درج ہے کہ یہ زمین موضع بھیم سر سے شمال کی طرف اور روپانہ چوہڑ سے شمال و گوشہ مغرب میں ڈہانی کی سیوا کے قریب دی گئی ہے یہ پٹہ سمت ۱۹۵۷ بکرمی مطابق سنہ ۱۹۰۰ئہ میں لکھا گیا اس پر ٹھکانہ کے مصاحب کے دستخط ہیں ٹھاکر روپ سنگھ جی صاحب کی | مہر ہے |

رسالدار صفدر خاں مظفر خانی موضع حسن سر کو ٹھاکران چرانہ و چھاپولی کی طرف سے مع ایک کنواں کے تقریباً دو سو بیگہ زمین انعام دی گئی ہے اور ایک کنواں اور اسکے اطراف کی زمین استمراری حسن سر کی سیوار میں ان ہی ٹھاکروں کی عطا کردہ ہے اب یہ زمینیں صفدر خاں رسالدار کے پوتے محبوب علی خاں رسالدار اور ان کے چھوٹے بھائیوں کے قبضہ میں ہیں۔ ممدو خاں ولد شنبھو خاں داراب خانی موضع بھیم سر کے بزرگوں کو ٹھکانہ نول گڈھ کی طرف سے ساٹھ بیگہ زمین کو ٹھڑی کی دیگئی تھی جو انکے خاندان میں ابتک چلی آرہی ہے اور یہ زمین موضع بھیم سر ہی کی حدود میں عطا ہوئی تھی اور ایک سو بیگہ زمین ممدو خاں کو سمت ۱۹۴۴ مطابق سنہ ۱۸۸۷ئہ میں جبکہ قصبہ بگڑ میں ہنگامہ[۱] ہوا اور ممدو خاں شدید زخمی ہوئے اور انکا سیدھا ہاتھ گولی کے لگنے سے ضائع ہوگیا اس موقع پر یہ جاگیر بطور خون بہا موضع ڈھیگال کی سیوار میں دی گئی تھی اب ممدو خاں کا انتقال ہو چکا ہے اور ان ہر دو اراضیات پر انکی بیوہ قابض ہے شنبو خاں

[۱] یہ لڑائی ٹھاکر بیری سال سنگھ جی نول گڈھ و ٹھاکر گنپت سنگھ جی السیسر کے مابین کسی زمین کے بارے میں ہوئی تھی اسمیں ہر دو ٹھاکر صاحبان کو کثیر نقصان پہنچا ٹھاکر بیری سال سنگھ جی کی فوج میں سے شیو تان جی میر یتہ کے تین گولی لگی اور کام آیا سکت سنگھ شیخاوت مارا گیا ممدو خاں و اسمٰعیل خاں قائم خانی زخمی ہوئے ٹھاکر گنپت سنگھ جی کی فوج میں سے اُدجی بھیروں جی کا مارا گیا اور ایک راجپوت ایک ملتا زخمی ہوئے ۱۲ منہ

کی منکوحہ بی بی سے ایک بیٹا موجود ہے جس کا نام سجان خاں ہے اس وقت یہی سجان خاں ممدو خاں کے گھر کا کاروبار چلا رہا ہے اس لئے قوی امید ہے کہ یہ دونوں اراضی سجان خاں اور اسکے خاندان کے قبضہ میں رہیں گی کیونکہ ممدو خاں لاولد فوت ہوا اور سجان خاں شیخو خاں کی منکوحہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور ایسے بڑے ٹھکانوں کے رئیس اپنی تحریر کے پابند ہوتے ہیں یقین واثق ہے کہ یہ ٹھاکر صاحبان ضرور ایسا عمل جاری رکھیں گے جیسا کہ اب ہے اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ ہمارا خیال ہے تو سخت ناانصافی ہوگی۔

اسمٰعیل خاں ولد اختیار خاں مظفر خانی بھی اسی بگڑ کی لڑائی میں زخمی ہوئے تھے انکو بھی ڈھیگال کی سیوار میں اسی ٹھکانہ کی طرف سے بہادری کے صلہ میں سرکٹی کی زمین عطا ہوئی تھی۔

ہولندار خاں زمین دار ساکن موضع نرادنو کو ٹھکانہ ملسیسر کی طرف سے ایکسو بیگہ جاگیر موضع اڑاؤتہ کی سیوار میں دی گئی ہے جو اڑاؤتہ سے جنوب کی طرف واقع ہے اور اکتیس بیگہ زمین معہ کنوئیں کے جو اڑاؤتہ کے قریب ہے یہ بھی جاگیر ٹھکانہ ملسیسر کی طرف سے عطا ہوئی ہے یہ ہر دو زمینیں اچھی کارگذاری کے صلہ میں بطور صیغہ نان کار یا انعام دی گئی ہیں۔

مہتاب خاں جو ہولندار خاں کے فرزند ہیں انکو بھی ٹھکانہ ڈونڈلود کی طرف سے ایک سو بیگہ زمین بصیغہ نان کار موضع کھیر پورہ کی سیوار میں موجودہ ٹھاکر صاحب ڈونڈلود کی گودنشینی کے موقع پر عطا کی گئی تھی اس لئے کہ مہتاب خاں نے گودنشینی کی موقع پر سعی بلیغ کی تھی علاوہ دوسری سرفرازیوں کے ٹھکانہ کی طرف سے یہ جاگیر بھی عطا ہوئی۔

تقریباً چار سو بیگہ زمین موضع کیڈ میں نواب جبر الدین خاں کے خاندان کے اشخاص کو ٹھاکر صاحبان کیڈہ کی طرف سے دی گئی ہے یہ زمین کئی حصوں میں تقسیم ہے اور علحدہ علحدہ ہی ان لوگوں کو دی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین بطریق عموم دی گئی تھی اس لئے کہ جب اس خاندان
کے قبضہ سے اسکے مقبوضات نکل گئے اور ٹھاکر گوپال سنگھ کے قبضہ میں
چلے گئے تو اس خاندان کے ٹھاکروں نے ان تمام قائم خانیوں کی اشک
شوئی کی اور موقع بموقع انکو یہ زمین دی گئی کسیقدر بعد میں بھی دیجی گئی ہے مگر اب ٹھاکر
صاحبان کیڈ اس تاک میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کسی قائم خانی کا خاندان گم
ہو جائے یا کوئی پردیس چلا جائے اور ایک زمانہ تک نہ آئے تو ہم اس کی زمین
پر فوراً ہی قبضہ کر لیں۔ چونکہ علاؤالدین خاں کپتان ایک زمانہ تک حیدر آباد دکن میں رہے
انکے قبضہ میں ایک کنواں اور اس کے تحت زمین بھی تھی اس کے علاوہ انکے
قبضہ میں اور بھی دوسری زمین تھی ان ٹھاکروں نے فوراً ہی قبضہ کر لیا جس کا مقدمہ
نظامت جھنجھنوں میں علاؤالدین خاں کی طرف سے دائر ہوا آخر محکمہ عالیہ کونسل جے پور
میں علاؤالدین خاں کپتان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر ہنوز اس زمین پر علاؤالدین خاں
کا قبضہ نہیں ہوا تھا جوں ہی علاؤالدین خاں اکیس برس کے بعد واپس کیڈ آئے
افسوس! کہ ہفتہ عشرہ کے اندر ہی بعارضہ طاعون ان کا انتقال ہوگیا اب علاؤالدین خاں
کپتان کا خاندان گم ہے مگر مرحوم کے خاندان میں بیوائیں موجود ہیں اس حالت
میں بھی ان ٹھاکر صاحبان نے اس کنویں اور دوسری زمین پر اپنا قبضہ
جمار کھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انکے یہاں ایسی پابندی نہیں ہے جیسا کہ دوسری ریاستوں
میں اور راجہ سادول سنگھ کے خاندان میں ایسی زمینوں و جاگیروں کے بارے میں عمل
جاری ہے اس کا یہ سبب ہے کہ یہ ٹھاکر قلیل جائداد رکھتے ہیں تو انکے دل تنگ ہیں اب کیڈ کے قائم خانیوں
کے قبضہ میں تین سو گیارہ بیگہ زمین باقی رہ گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا
آئندہ کیا انجام ہوتا ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ (زمین اللہ ہی کی ہے
جسے چاہے وارث بنائے)۔

علاقہ شیخاواٹی میں جو قائم خانی ٹھکانوں میں نوکری کرتے ہیں ان کو بھی بصیغہ
ملازمت زمین[۵۱] دیجاتی ہے جب تک وہ نوکری کرتا رہے گا تو وہ زمین اس کے قبضہ میں

---

[۵۱] ٹھکانوں کی طرف سے جو زمین دیجاتی ہے اسکو باڑہ کہتے ہیں ۱۲ منہ

رہے گی۔ مگر نوکری نہ کرنے کی صورت میں ٹھکانا کا قبضہ ہو جائیگا ٹھکانوں کے ملازمین
کے ساتھ اور کئی طرح کے سلوک ہوتے رہتے ہیں بعض ٹھکانوں میں تو پٹہ دیا جاتا
ہے یعنی خورد ونوش کا سامان اور بعض میں رسوڑہ[1] سے تھال آتا ہے اور ایسے
ملازمین کے لباس اور دوسرے اخراجات کے ذمہ دار وہی ٹھاکر صاحب
ہوتے ہیں جنکے یہ ملازم ہیں ان ٹھکانوں کے ملازمین امراؤ کہلاتے ہیں۔ علاوہ
اسکے بغیر جاگیر کے مختلف ریاستوں میں تنخواہ دار قائم خانی ملازم ہیں۔

چنانچہ الٰہی بخش خاں احمدان ریاست جے پور میں رسالدار ہیں۔

غلام رسول خان حمید خانی ساکن موضع بامنواس ریاست چھوٹے اودے پور میں
راجہ[2] صاحب بہادر کے خاص باڈی گارڈ کے رسالدار ہیں۔

محمد علی خاں حمید خانی ساکن موضع بامنواس راج کھیڑی میں رسالہ باقاعدہ
کے رسالدار ہیں۔ نیز عبدالکریم خاں حمید خانی موضع گیڈانیہ کے علاقہ انگریزی کی ٹنگ پولیس کراچی میں صوبیدار
تھے اور اب پنشن پاتے ہیں۔

ذکر مربع داران

علاقہ انگریزی میں سب سے پہلے قوم قائم خانی میں مربعہ حاصل کرنیکا دریا خاں
بھوان کو فخر حاصل ہے یہ رجمنٹ نمبر ۶ بنگال میں دفعدار تھے اور انگریزی فوجی فنون کے
بالکل ماہر تھے گھوڑے کے سوار بھی ایسے تھے کہ اس رجمنٹ میں انکے مقابل
کوئی دوسرا نہ تھا بلکہ انکا ہمعصر سوار دوسری فوجوں میں بھی ملنا مشکل تھا انھوں نے
ہر موقع پر شرطوں میں بازیاں جیتی ہیں جبکہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں عالی شان
دربار رچایا گیا جو بلی ہوا اور کوئین امپرس وکٹوریہ حضور ملکہ معظمہ کے خطاب قیصر
ہند کا اعلان کیا گیا اس وقت رؤسا ہند کی فوجوں کے علاوہ انگریزی فوجیں بھی
کثرت سے جمع ہوئیں تھیں۔ اعلیٰحضرت حضور نظام حیدرآباد دکن بھی اس جلسہ

[1] رسوڑہ یعنی خاص باورچی خانہ ۱۲ [2] چھوٹے اودے پور کے راجگان کا خاندان چوہان ہے اور
راجدہانی اودے پور ریاست بڑودہ کے قریب ہے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر اثر ہے ۱۲ منہ

میں شریک تھے انکی ہمراہی میں امراء اور فوج کا بڑا ہجوم تھا نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی بھی حضور نظام کے ہمرکاب تھے جب انگریزی فوجوں کی قواعد و کرتب سالار جنگ بہادر نے ملاحظہ کئے تو دریا خاں انکو پسند آیا۔ نواب صاحب نے دریا خاں کے فوج کے کمانڈنگ سے فرمایا کہ یہ دفعدار حیدرآباد آسکتا ہے تو ہم انکو معقول تنخواہ دینگے کمانڈنگ صاحب نے دریا خاں سے دریافت کیا کہ تم حیدرآباد دکن جا سکتے ہو؟ دریا خاں نے عرض کی کہ میں اپنے والد کی اجازت پر جا سکتا ہوں دریا خاں نے اپنے والد بخش اللہ خاں[1] کو خط لکھا کہ میں حیدرآباد دکن جانے والا ہوں آپ اجازت دیجیے میری ترقی وہاں پر ضرور ہوگی انکے والد نے جواب دیا کہ تم انشاءاللہ اسی فوج میں ترقی پاؤ گے میں تمہارا حیدرآباد جانا پسند نہیں کرتا دریا خاں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی آخر کار یہ دفعداری ہی سے پنشن یاب ہوئے۔

جبکہ مقام کلانور ضلع رہتک مابین ۱۳۰۷ و ۱۳۰۸ ہجری میں بسرپرستی حضرت مولنا مولوی عبدالخالق صاحب نقشبندی جلسہ نکاح ثانی بیوگان قرار پایا اس جلسہ میں علماء امراء و یورپین افسر و صاحب ضلع بھی شریک جلسہ تھے جلسہ کی تیاری کئی ہفتوں پہلے شروع ہوگئی تھی ہر مسلمان راجپوت قوم کے سردار و نمبردار اور ہر موضع و قصبہ کے اشخاص کو کہ جہاں جہاں یہ قوم آباد تھی اطلاع دی گئی اس جلسہ میں دریا خاں اور موضع نیلی کے مدن خاں[2] نمبردار نے بھی اپنی قوم کی طرف سے شرکت کی تھی یہ جلسہ کامیاب رہا اور نکاح ثانی کا اس قوم مسلم راجپوت میں خاطر خواہ دروازہ کھل گیا۔ دریا خاں و مدن خاں نے بھی اپنے اپنے گانوں

---

[1] بخش اللہ خاں موضع جھولری علاقہ نواب صاحب دوجانہ ضلع رہتک کے باشندہ تھے انکے سات فرزند تھے۔ صندل[1] خاں۔ سلطان[2] خاں۔ گلاب[3] خاں۔ بہاول[4] خاں۔ طرہ باز[5] خاں۔ شاہ باز[6] خاں۔ دریا[7] خاں۔ ان میں سے پانچ کی اولاد نرینہ ہے باقی کی نہیں ہے طرہ باز خاں و شاہ باز خاں کا خاندان جھولری میں موجود ہے۔

[2] مدن خان کسیرخانی گروہ سے تھے موضع نیلی علاقہ الور کے رہنے والے تھے ۱۳۱۲ھ سے قبل اپنی گروہ کے قائم خانی کے ہاتھ سے کسی تنازعہ میں مارے گئے ۱۲ منہ

واطراف میں جہاں انکی قوم آباد تھی نکاح ثانی کی کے بارے میں کوشش بلیغ کی اور انکو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔

دریا خاں نے مع اپنی اہلیہ کے حج بیت اللہ شریف بھی کیا اور زیارت روضہ مبارکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ دریا خاں کو جس مقام پر تین مربع زمین سرکار سے عطا ہوئی تھی وہاں پر انھوں نے ایک موضع بھی آباد کیا وہ چک نمبر ۳۶۹ ضلع گوجرانوالہ میں تھا دریا خاں کا انتقال مابین ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ ہجری میں ہوا انکی قبر خام ان کی قدیم ہڈوارہ میں چھولری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے اور ان کی اہلیہ نے ان سے دو سال پہلے رحلت پائی ان کی قبر موضع دریا پور میں بتائی جاتی ہے جو دریا خاں نے آباد کیا تھا دریا خاں کی انتقال کے بعد موضع دریا پور کا نام بھی گم ہوگیا اور وہ دوسرے نام سے پکارا جانے لگا۔

اب بجائے دریا پور کے رہتک و کلانور کے نام سے نامزد ہے اور ضلع شیخوپور پنجاب میں شامل ہوگیا ہے۔

دریا خاں نے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی انکے انتقال کے بعد ان کی نمبرداری جو دریا پور میں تھی مع ایک مربع کے انکے چچازاد برادر کے فرزند حسا نعلی خاں کو ملی۔ دریا خاں کی اس وقت ایک دختر موجود ہے جنکا نام بی بی جنت النسا ہے دریا خاں نے دریا پور کی کل جائداد اپنی حین حیات میں ہی اپنی دختر ہی کے نام کرادی تھی اب بی بی جنت النسا کے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے اور بی بی جنت النسا کے کوئی اولاد نہیں ہے دیکھئے آخر اس جائداد کا کیا حشر ہوتا ہے۔ دریا خاں کے بھائیوں میں سے طرہ باز خاں و شاہ باز خاں کا خاندان موجود ہے اور اس خاندان کے لوگ بی بی جنت النسا کے بعد اس جائداد کے حقدار ضرور ہیں اس نیک نہاد سمجھدار اور اولوالعزم بی بی نے ایک کنواں پختہ ۱۳۴۷ ہجری مطابق ۱۹۲۸ء میں ایصال ثواب کے لئے تیار کرایا ہے یہ چھولری سے تھوڑے ہی فاصلہ پر

عید گاہ سے گوشہ مشرق و جنوب میں تقریباً سو گز کے فاصلہ پر ہو گا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کنوئیں کی تیاری میں تین ہزار روپے سے زائد صرفہ ہوا ہے اس کنوئیں کے تحت میں چاہی زمین وغیرہ نہیں ہے۔ یہ بھی مسموع ہوا ہے کہ بی بی جنت النسا ایک مسافر خانہ بھی اسی موضع میں تیار کرانے والی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دریا خاں کا مزار محض خام نظر آتا ہے اس قومی لیڈر نے ہزاروں کی جائداد چھوڑی اس لئے انکی یادگار رہنا ضروری ہے یعنی انکی پختہ قبر نہ سہی مگر اس کے ساتھ ایک مسافر خانہ تیار کرایا جائے تو یادگار ایصال ثواب کے لئے بہتر ہے۔

مخفی نہ رہے کہ موضع جھولری میں امین خاں۔ و نتھو اللہ خاں دو بھائیوں کی اولاد زیادہ مشہور ہے دریا خاں کا سلسلہ نسب بھی امین خاں میں جا ملتا ہے۔ اور سعادتخاں بھی اسی امین خاں کے خاندان میں ہو گذرے ہیں جو سعادت خاں شہید کے نام سے مشہور ہیں آپ کے شہید ہونے کا ذکر اس کتاب کے صفحات میں لکھا گیا ہے۔

آپ کا مزار موضع جھولری سے جنوب کی طرف تین فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ بھی افسوس کے قابل ہے کہ آپ کا مزار شریف خستہ حالت میں دکھائی دیتا ہے۔ بی بی جنت النسا کو اس جانب بھی توجہ کرنی ضروری ہے کہ اس مزار شریف کی مرمت اور چار دیواری بطور احاطہ تیار کرائی جائے اور ثواب دارین حاصل کریں ہم یہ مشورہ اسلئے دیتے ہیں کہ اس موضع میں اس نیک کام کرنے کے قابل کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا اور یہی بی بی مردانہ وار اس کار خیر کو باحسن وجوہ پورا فرما سکتی ہیں ؏ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔

فہرست مربع جات موضع جھولری وغیرہ

(۱) بی بی جنت النسا بنت دریا خاں ضلع شیخوپورہ میں ۲ دو مربعہ

(۲) عباس علی خاں نمبردار ولد احسان علی خاں ضلع شیخوپورہ میں ۳ تین مربعہ

(۳) رسالدار دوست محمد خاں ضلع سرگودہ میں ۲½ ڈھائی مربعہ

(۴) صوبیدار عطا محمد خاں نیلی بار ضلع منٹگمری میں ۱½ ڈیڑھ مربع

(۵) جمعدار اسمٰعیل خاں ضلع منٹگمری میں تین ...... ۳ مربع

(۶) امراؤ علی خاں ولد فرید خاں نیلی بار ضلع منٹگمری ایک مربع

(۷) وارث خاں ولد مردان خاں ضلع منٹگمری ..... ایک مربع

(۸) محمد خاں ولد احسان علی خاں ضلع شیخوپورہ ½ نصف مربع

(۹) ولی محمد خاں رسالدار۔ ضلع شیخوپورہ ¾ پون مربع

(۱۰) صوبیدار عبد الغنی خاں موضع گڑہی ۲ دو مربع

(۱۱) غفور خاں ساکن موضع دہاملاواس ضلع گڑگانواں کو نیلی بار میں ایک مربع

(۱۲) محبوب خاں ساکن دہاملاس ضلع منٹگمری میں ایک ..... مربع

(۱۳) محمد دین خاں دفعدار ساکن کھٹاولی ضلع گڑگانواں کو ایک ۱ مربع

۱۹ مربعہ زمین نواب بھوں خاں کی اولاد میں ہے جو بھوان کہلاتی ہے اور ایک مربع محمد دین خاں حبوان کے قبضہ میں ہے اکثر مربعوںؑ کی خرید فروخت بھی ہوتی رہتی ہے ایک مربع زمین پینتس ہزار روپیہ تک فروخت ہوسکتی ہے اس خاندان بھوان میں اسوقت سات لاکھ کی جائداد موجود ہے اس کے علاوہ موضع جھولری کی زمین پر بھی بطور بسوہ داری انہیں کا قبضہ ہے جھولری میں اس گروہ کے ایک سو اسی مکانات ہیں مگر افسوس ہے کہ اتنی ثروت ہونے پر بھی یہ خاندان تعلیم و تربیت میں اس زمانہ کی لحاظ سے بہت ہی پیچھے پڑا ہوا نظر آتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ تہذیب زمانہ قدیم و تہذیب حال سے بالکل ناواقف ہیں موضع جھولری کے قائم خانی مہمان نوازی سے ناواقف ہی نہیں بلکہ اس کے طریقہ سے کوسوں دور ہیں اور جہاں انگریزی فوجوں میں قائم خانی قوم کے اسکوارڈرن قائم ہیں اوران میں قوم بندی کی بھی شرط ہے اس گروہ بھوان سے راجپوتانہ کے باشندہ قائم خانیوں کا جو فوجوں میں ملازم ہیں جھگڑا رہتا ہے یہ جھگڑا ایسا تو نہیں ہے

ؑ اکثر یہ مربع جاتؑ اچھی نوکری کرنیکے صلہ میں گورنمنٹ سے عطا ہوئے ہیں علاوہ ازیں راجپوتانہ کے باشندگان ملازمین کو گورنمنٹ سے جنگی انعام ماہانہ ملتا ہے ۱۲ منہ

جو ان کی قوم پر اعتراض کیا جائے اس قوم میں تو یہ سب کے برابر ہیں مگر رسم و رواج چال ڈھال اور عادت و اطوار ان کے راجپوتانہ کے قائم خانیوں سے علحدہ اور نرالے پائے جاتے ہیں اس لئے ان میں اور اُن میں آئے دن تنازعہ ہوتا رہتا ہے پس اس کے یہی اسباب معلوم ہوتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔

ذکر بسوہ داران علاقہ انگریزی وغیرہ

ضلع حصار موضع جھونپہ کلاں میں بلند خاں احمدان دائم خانی کی اولاد آباد ہے اور انکے خاندان میں بسوہ داری کی زمین وافر ہے یہ زمین بلند خان نے ۱۸۳۷ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد یہ خاندان اسی موضع میں آباد ہوگیا بلند خاں کے دو فرزند تھے تاج محمد خاں و موتی خاں۔

موتی خاں کی اولاد کو اس زمین میں سے کوئی حصہ نہیں ملا موتی خاں کے خاندان کے لوگوں نے کئی دفعہ اس زمین کے بارے میں سرکار میں نالش کرنیکا ارادہ بھی کیا مگر جب انھوں نے ارادہ کیا تو اس وقت کچھ نہ کچھ زمین تاج محمد خاں کے خاندان کے اشخاص نے انکو دے دی اور موتی خاں کے خاندان کی اشک شوی ہوتی رہی اب موتی خاں کے خانداں میں پندرہ سو بگہ زمین بسوہ داری کی موجود ہے۔

تاج محمد خاں کے ایک فرزند تھے جنکا نام محمد عبداللہ خاں تھا۔ موتی خاں کے چھ فرزند تھے عیسٰے خاں۔ اعتبار خاں، ہاشم خاں۔ انو خاں۔ فرید خاں۔ مہتاب خاں۔ ان میں دو لاولد مر گئے باقی چار کی اولاد جھونپہ میں آباد ہے۔ تاج محمد خاں کے فرزند محمد عبداللہ خاں نے اپنی زندگی میں تین چار مواضعات کی سیوار میں اور بھی زمینیں خرید لیں اس وقت محمد عبداللہ خاں کی اولاد کے قبضہ میں کافی تعداد میں بسوہ داری کی زمینیں موجود ہیں محمد عبداللہ خاں نیک طبیعت اور بہت ہی جستجو کے شخص تھے انھوں نے اپنی جائداد کو ترقی دی اور خاص ضلع حصار میں ایک باغ بنوایا جسکے اندر مکانات بھی موجود ہیں اور موضع جھونپہ میں بھی اپنی رہائش کے لئے پختہ مکانات

تیار کرائے آخر ماہ محرم الحرام روز پنجشنبہ ۱۳۳۲ھ میں اس دار فانی سے انتقال کیا اور ستتر سال کی عمر پائی۔ انکے خاندان میں محمد عبداللہ خاں تک عہدہ ذیلداری بھی سرکار سے چلا آتا تھا۔ مگر ان کے بعد اس خاندان میں یہ عہدہ کسی کو نہ ملا۔ اس لئے یہ عہدہ ذیلداری دوسرے گاؤں کے جاٹ کے قبضہ میں چلا گیا اسوقت محمد عبداللہ خاں صاحب کے خاندان میں نمبرداری موجود ہے بہر حال ضلع حصار میں اس قوم قائم خانی میں یہ بڑے بسوہ دار شمار کئے جاتے ہیں۔

موضع پیپلی ریاست الور میں واقع ہے اس موضع میں قائم خانی گروہ کبیر خانی سے آباد ہیں اور اکثر موضع کی زمین بطور بسوہ داری ان کے قبضہ میں ہے۔

موضع بین پور یہ بھی علاقہ الور میں داخل ہے اس موضع میں بھی قائم خانیوں کی کسی قدر آبادی ہے یہ تمام کے تمام بسوہ داری کی زمین رکھتے ہیں خاصکر لوہراش خاں[1] الیمان حمید خانی کے خاندان میں وافر بسوہ داری کی زمین موجود ہے۔

موضع دھاملاواس ضلع گڑگانواں میں واقع ہے۔ اس موضع میں رسالدار سعادت خاں عیسیٰ خانی کا خاندان آباد ہے اس موضع کی کل زمین چار سو سولہ ۴۱۶ بیگہ ہے جو ایک زمانہ سے اس خاندان میں استمراری چلی آتی ہے اس زمین کا لگان جو کچھ سرکار سے پچھلے زمانہ میں مقرر ہو گیا تھا اسکو اس خاندان کے لوگ سرکار میں ادا کر دیتے ہیں یہ کب سے جبکہ راجہ ہانی خاندان راؤ مترسین پر زوال آیا۔ اور پندرہ سو بیگہ زمین بسوہ داری موضع ڈوانہ کی سیوار میں جو دھاملاواس سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے اور تین سو پچاس بیگہ زمین موضع کوسلاؔ کی سیوار میں ہے یہ کل اراضی دو ہزار دو سو چھیاسٹھ ۲۲۶۶ بیگہ سعادت خاں رسالدار کے فرزندوں کے خاندان میں تقسیم ہے یعنی فتح خاں[1]۔ امیر خاں[2]۔ الفت خاں[3]۔ فوجدار خاں[4] جمیل محمد خاں۔ اور دوسری زمین فتح خاں کے خاندان میں ہے جو سعادت خاں رسالدار

[1] لوہراش خاں ریاست بیکانیر میں رسالدار تھے اور پچاس گھوڑے سلحداری رکھتے تھے اس خاندان میں ہمیشہ بہادر اور اولوالعزم سردار ہوتے آئے ہیں محمد یوسف علی خاں رسالدار لوہراش خاں کے پوتے ہوتے ہیں اور محمد عبدالغفور خاں سالدار مرحوم محمد یوسف علیخاں رسالدار کے برادر تھے ۱۲ منہ

کے بڑے فرزند تھے وہ بھی یہاں پر بتائی جاتی ہے موضع دیولا واس میں پانسو بیگہ۔ کسولی میں پچاس بیگہ۔ شہباز پور میں چالیس بیگہ۔ جڑتھل میں پانسو بیگہ اس ایک ہزار نوے بیگہ میں سعادت خان رسالدار کے دوسرے فرزندوں کا حصہ نہیں ہے بہر حال تین ہزار تین سو چھپن بیگہ زمین ضلع گڑگانوہ تحصیل ریواڑی میں بطور بسوہ داری واستمراری سعادت خاں رسالدار کے خاندان میں موجود ہے علاوہ اسکے محمد عیسٰی خاں فرزند فتح خاں نے راج کھیتری پرگنہ کوٹ پوتلی میں جو زمینیں حاصل کی ہیں وہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

اجیت پورہ نواب عیسٰی خاں نے آباد کیا یہ موضع استمراری ہے اس وقت موضع کی آمدنی تقریبًا تین ہزار روپے ہوگی اور چھ سو انتالیس روپیہ سرکار میں ادا کرتے ہیں اجیت پورہ قصبہ کوٹ سے جانب مغرب دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے دوسرے موضع محرم پورہ پر بطور بسوہ داری انکا نصف سے زیادہ حصہ موجود ہے پچھلی پیمائش میں یہ زمین محرم پورہ سے علیحدہ نکال کر جسکا نام محرم پورہ نواب رکھا گیا ہے اسکی مالگذاری سرکار میں نو سو ستاون روپیہ دو آنہ ادا کرتے ہیں ہم نے بسوہ داری کا ذکر علاقہ انگریزی و ریاست الور میں انہی بسوہ داروں کا لکھا ہے جو بڑے بسوہ دار ہیں ورنہ جن مواضعات میں قائم خانی آباد ہیں وہ تمام بسوہ داری کی زمین رکھتے ہیں۔

اب دنیا داری اور زمینداری کے حالات سے گزر کر ہم حیات جاودانی پانے والوں کا تذکرہ لکھتے ہیں کہ ہمیشہ کیلئے مایہ سعادت ہو۔

بارھواں (۱۲) باب

اولیاء کرام اور بزرگان اسلام کے مختصر واقعات

اگر اس کتاب میں اس سلسلہ کو نقل نہ کیا جاتا تو یہ ایک طرح سے نامکمل کتاب

رہتی۔ کیونکہ جس طرح اس قوم نے دنیاوی مراتب و مناصب حاصل کئے
اسی طرح اس قوم نے بزرگان دین سے فیض باطنی حاصل کرکے روحانی
مراتب بھی حاصل کئے ہیں جیسا کہ اوراق آئندہ سے واضح ہے۔

حضرت خواجہ سلطان التارکین ناگوری علیہ الرحمۃ

آپ کا نام شیخ حمید الدین صوفی اور لقب خواجہ سلطان التارکین ہے۔
آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ احمد تھا۔ جو ملک بخارا سے ہندوستان میں آئے
تھے خواجہ سلطان التارکین خواجۂ خواجگان شاہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ
اجمیری کے خلفائے عظام سے تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے لیکن بعض مورخین کو اس سے اختلاف ہے خواجہ
سلطان التارکین طریقت شریعت اور علم تصوف کے جید عالم تھے۔

پوچھوں میں رکھ کے قرآں شیخ کے آگے ‌ ‌ زباں حق گو نہیں مطلق تو پھر یہ کون گویا ہے

آپ اوائل عمر میں موضع سوال میں رہا کرتے تھے جو ناگور خطہ مارواڑ سے تین
کوس کے فاصلہ سے زیادہ نہیں ہے آپ نے عمر طویل پائی آپ کی وصال
کی تاریخ ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ ہے آپ کا مزار ناگور مارواڑ میں بیرون دھلی
دروازہ جانب شمال ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور آپ کی بیوی کا مزار
بھی آپ کے پہلو میں سنگ مرمر کے چبوترہ پر ہے خواجہ سلطان التارکین کے
فرزند کا نام شیخ عبدالعزیز تھا اور وہ خواجہ صاحب کی زندگی میں مر چکے تھے
شیخ عبدالعزیز کے تین بیٹے تھے شیخ وحیدالدین و شیخ فریدالدین و شیخ نجیب الدین
شیخ نجیب الدین اور وحیدالدین دونوں کے مزار خواجہ سلطان التارکین کے قرب
میں ہیں شیخ فریدالدین عرف چاک پیراں کی نسبت روایت یہ ہے کہ وہ
پرانی دلی میں مدفون ہوئے شیخ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے ان تینوں بیٹوں
کی اولاد ناگور و جھنجھنوں و سیکر اور فتح پور میں بستی ہے اور شیخ فریدالدین کی ناگور

و سنگھانہ و احمد آباد گجرات میں آباد ہے تیسرے بیٹے شیخ نجیب الدین کی اولاد صرف ناگور ہی میں رہی اور اب ناگور ہی میں موجود ہے۔

شیخ المشائخ حاجب شکربار علیہ الرحمۃ

آپ کا مزار پُر انوار قصبہ نرہڑ میں واقع ہے مگر یہ متحقق نہ ہو سکا کہ آپ کا ورود اس ریگستان میں کس زمانہ میں ہوا اور آپ کے آباؤ اجداد کس ملک سے ہندوستان میں آئے تھے یہ شعر بالکل آپ کے حسب حال ہے۔

درویش نہ آنست کہ مشہور جہان است		درویش ہمانست کہ بے نام و نشان است

آپکا اسم مبارک خواجہ شمس الدین واسطی ہے آپکا لقب حاجب شکربار اس روایت کی بنا پر ہے کہ آپ کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بروز شہادت آپ کا عقد ہونے والا تھا اس لئے آپ کے سر پر سہرا بندھا ہوا تھا سر پر سہرا ہونے کی وجہ سے حاجب[۱] کا لقب ہوا اور کسی زمانہ میں آپ کے گوشہ مزار سے شکر برساکرتی تھی گو اب شکر کا برسنا مجاورین کے تغلب کی وجہ سے بند ہو گیا ہے مگر حاجب و شکربار دونوں الفاظ ملکر ایک پورا لقب ہو گیا اگرچہ یہ بات کہ شہادت کے وقت آپ کے سر پر سہرا تھا۔ اور آپ کے گوشہ مزار سے شکر برساکرتی تھی تاریخی نقطہ خیال سے لائق اعتراض ہو لیکن ہم اس روایت سے یہ ضرور نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ آپ شہید ہوئے اور آپ نے سر پر تاج شہادت پہنا۔ ؎

بمحشر بسر تاج عزت نہند		شہیدے کہ جان در رہش مید ہد

آپ کی درگاہ نہایت وسیع ہے اور اس کا دروازہ کلاں ٹھاکر نول سنگھ جی والیٔ بسا ہونے بنوایا تھا آپ کے عرس کا کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے روزانہ دور دراز کے زائرین کا سلسلہ جاری اور لگاتار تانتا بندھا رہتا ہے اور آپ کے روضہ شریف کی

[۱] حاجب کے معنی پردہ دار و دربان و چوبدار کے ہیں یہ بھی روایت ہے کہ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خواہرزادہ تھے ۱۲ منہ

خدامی قاضی[۱] صاحبان قصبہ نزہٹر اور ایک اور خاندان جو قصبہ مذکورہ میں آباد ہے اور شیخ جی کے نام سے موسوم ہے) کرتے ہیں

حضرت شاہ حمزہ دہرسوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا سے ملتا ہے مگر آپ کے خاندان کے لوگوں کو اس سے اختلاف ہے اور سلسلہ طریقت حضرت سید محمد شاہ گیسودراز خواجہ بندہ نواز سے ملتا ہے (جنکی خانقاہ حیدرآباد دکن ضلع گلبرگہ شریف میں واقع ہے) آپکی عمر کا اوائل زمانہ ملازمت میں گذرا بعد ازاں ترک روزگار کرکے خواجہ خواجگان معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اجمیری کی زیارت کے لئے اجمیر گئے وہاں سے قصبہ دہرسو میں آکر سکونت اختیار کی آپ کے والد بزرگوار قصبہ نزہٹر میں رہا کرتے تھے اسوجہ سے آپ بھی قصبہ نزہٹر میں رہ چکے ہیں اور ابتک نزہٹر میں جس جگہ آپ نے چلہ کشی کی تھی ایک پختہ حجرہ کے کھنڈرات نظر آتے ہیں اور عوام الناس اسکو چلہ شاہ حمزہ دہرسوی بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام نزہٹر سے جنگل میں حضرت حاجب شکربار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے آپ نے قصبہ دہرسو میں ایک مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی جس میں عربی اور فارسی کی تعلیم ہوتی تھی آپ کو غربا اور مساکین سے طبعًا ہمدردی تھی آپ دہرسو سے ہر جمعہ کی نماز کے لئے نارنول[۲] جایا کرتے تھے آپ نے ۲۵ ربیع الاول ۹۷۵ھ میں مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں انتقال کیا اور فردوس بریں آپکا مکان ہوا

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی	تاکس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

[۱] ان قاضی صاحبان کو زمانہ قدیم سے اراضیات بھی ملی ہوئی ہیں جن پر انکا قبضہ بدستور چلا آرہا ہے راج کھیتڑی و ٹھکانوں کی طرف سے اِن اراضیات کی تصدیق بھی ہوچکی ہے اور ان قاضی صاحبان میں خاصکر قاضی شمس الہدیٰ صاحب ایک مشہور ہستی ہیں جنکے قبضہ میں قصبات کے متعلق شاہان مغلیہ کے فرمان ابتک موجود ہیں ۱۲ منہ

[۲] دہرسو سے نارنول ۱۲ کوس جانب جنوب ہے ۱۲ منہ

آپ کا مزار دھرسو میں ہے اور آپ کی اولاد بھی دھرسو میں رہتی ہے۔

حضرت عزت اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ بجاوے کے رہنے والے تھے آپکی خانقاہ قصبہ بگڑ میں واقع ہے آپ حضرت شاہ محمد فرہاد دہلوی کے خلیفہ تھے آپ نقشبندیہ اور ابو العلایا طریقے کے پیرو تھے شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی اور ارادت اللہ شاہؒ دونوں آپ ہی کے مرید تھے آپکی تاریخ وفات ۱۴ صفر ۱۲۰۹ھ ہے آپ کی خانقاہ میں متعدد عمارتیں بنی ہوئی ہیں تبارہ کی تعمیر شیخ جی حالیؒ نے اور گنبد کی تعمیر شنبھو خاں قائم خانی نے کرائی تھی مسجد اور سماع خانہ کی خواجہ میاں خلیفہ شیخ جی حالیؒ حیدرآبادی نے اور باورچی خانہ غلام مصطفیٰ خاں ناغڑ نے بنوایا تھا حوض نواب فرخندہ یار جنگ متوطن حیدرآباد دکن نے تیار کرایا تھا آپ کے مزار کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے جسکو آغا داؤد خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے بنوایا تھا اور گنبد کی ترمیم بھی کرائی تھی آغا داؤد خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خانقاہ حیدرآباد دکن میں واقع ہے۔ عزت اللہ شاہ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے اندر اور بھی دو مزار ہیں ایک عظمت اللہ شاہ عرف ہدایت اللہؒ کا مزار ہے جو آپکے خادم تھے اور دوسرا حیدر شاہؒ کا جو ایلمان حمید خانی شاخ سے مدار خاں کے فرزند تھے آپ کی وفات ۱۲۰۲ھ میں ہوئی اور انکی نسبت روایت یہ ہے کہ وہ بھی اپنے وقت کے با غنیمت بزرگ تھے اور عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے خاص راہ و رسم تھی اور انہیں کی وصیت کے بموجب حضرت عزت اللہ شاہ علیہ الرحمۃ ان کے قریب دفن ہوئے عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ لاولد رہے مگر آپ کے خادم عظمت اللہ شاہ عرف ہدایت اللہ شاہ صاحبؒ کے اولاد تھی اور ابتک انکی اولاد قصبہ بگڑ میں موجود ہے اور شیخ جی کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔

حضرت شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی رحمتہ اللہ علیہ

آپکی جائے ولادت قصبہ جھنجھنوں ہے آپ نے مقام بگڑ میں حضرت عزت اللہ شاہؒ

صاحبؒ سے تلقین وتفہیم میں تعلیم پائی بعد ازاں حیدرآباد دکن چلے گئے آپ کی تاریخ انتقال ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۸ھ ہے آپ کی خانقاہ حیدرآباد محلہ اردو بازار میں واقع ہے اور شیخ جی حالی کے لقب سے مشہور ہے آپ سے اکثر امرائے نے بیعت حاصل کی ہے ؎

بہار آئے جو تم جلوہ گر ہو گلشن میں	چراغ حسن عیاں ہو گلوں کے جوبن میں

محمد شفیع خاں جمعدار اور محمد حسن صاحب کو آپ سے خاص فیض پہنچا تاریخ نظام اردو میں جو حیدرآباد میں طبع ہوئی ہے لکھا ہے کہ آپ بگڑ کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ ابوالمعالی کی اولاد میں سے تھے بادشاہ سکندر کے زمانہ میں آپ حیدرآباد میں آئے اور سلطان میاں کی فوج میں ملازم ہو گئے ؎

جو خاص بندے ہیں وہ بندے غلام نہیں	ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

ایک دن آپ کی توجہ کسی ایک افغان پر پڑ گئی جس سے وہ فوراً جذبہ میں آگیا اور اس سے عجیب وغریب باتیں ظہور میں آئیں اس دن سے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے اور مرید ہونے لگے بعد ازاں آپ اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور پھر واپس ہوئے محمد شفیع خاں جمعدار بھی دنیوی تعلقات سے کنارہ کش ہو کر آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے آپ کے مرید خاص محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی حیدرآباد میں بہت سے حضرات کو فیض پہنچا نواب شاہ نواز جنگ بہادر و نواب متحکم جنگ بہادر اور دیگر بہت سے امرا نے بیعت حاصل کی ؎

اے ہماں پیش فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشاہ آتے ہیں پابوسی گدا کیواسطے

آپکی خانقاہ الماس باغ بھوئی گوڑہ حیدرآباد میں واقع ہے آپ ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۶ھ ہجری کو رحلت فرمائے بقائے عالم ہوئے آپ کا عرس حیدرآباد میں بڑی دھوم سے ہوتا ہے صرف روشنی کے لئے خانقاہ کی عمارت اور کمانوں وغیرہ پر بیس بائیس ہزار گلدان لگائے جاتے ہیں آپ کے جانشین خلیفہ اول حضرت

ل؎ اس وقت آپکے جانشین حضرت کریم الدین شاہ صاحب قبلہ ہیں جو بہت سی خوبیاں رکھتے ہیں اور عرس وغیرہ کا انتظام آپ بخوبی کرتے ہیں ۱۲ منہ

آغا داؤد صاحب علیہ الرحمۃ ہوئے اور خلیفۂ دوم نواب شمس الدین خاں برادر نواب فرخندہ یار جنگ بہادر تھے اس وقت تک جس قدر ابوالعلائیہ سلسلہ کے بزرگ حیدرآباد دکن میں ہو گذرے اور موجود ہیں ان سب کا تعلق حضرت عزت اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بگڑوئی سے ہے جن کا اوپر ذکر لکھا گیا ہے۔

حضرت ارادت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش اسلام پور میں ہوئی آپ ناغڑ خاندان سے تھے حضرت عزت اللہ شاہ صاحب کے آپ خلیفہ عظام میں سے تھے آپ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے آپ کبھی اسلام پور سے کہیں دور نہیں گئے آپ تھے اور کنج تنہائی تھی آپکی عمر ہمیشہ یاد الٰہی اور محویت میں کٹی ؎

ہم نے کیا کیا نہ تیرے عشق میں محبوب کیا	صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا

حضرت قمر الدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو جو قائم خانی خاندان سے تھے آپ ہی سے فیض پہنچا اور وہ آپ کے خلیفہ اول تھے آپ نے ستر سال کی عمر میں ۲ رمضان المبارک ۱۲۲۶ھ میں وفات پائی آپکی خانقاہ اسلام پور میں واقع ہے۔

حضرت قمر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپکی جائے پیدائش موضع نواں ہے جہاں قائم خانی آباد ہیں آپ کی ولادت ۱۱۹۵ھ میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام سردار خاں[1] تھا اور سلسلہ نسب نواب داراب خاں سے ملتا ہے جن کی اولاد داراب خانی کے لقب سے مشہور ہے آپ سن شعور میں آنے کے بعد ٹھاکر شام سنگھ جی والئ بساہو آنجہانی کے پاس ملازم ہوئے اسی زمانہ میں آپ کی طبیعت صوم وصلوٰۃ اور شب بیداری کی طرف مائل تھی۔ ع تصور عرش پر ہے اور سر ہے پائے ساقی پر۔

[1] سردار خاں کی قبر پختہ جھنجھنوں میں نواب شمس خاں کے گنبد سے مغرب رُخ تھوڑے فاصلہ پر ابتک موجود ہے ۱۲ منہ

رفتہ رفتہ آپ کی شب بیداری اور پرہیزگاری کی شہرت ہونے لگی اور ٹھاکر شام سنگھ جی بھی آپ کی قدر و منزلت کرنے لگے غالبًا یہ چرچا آپ کے ناپسند آیا ہو کہ آپ نے ملازمت چھوڑ دی آپ بزرگان دین اور خاصان حق کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے اولاً اسلام پور گئے اور حضرت ارادت اللہ شاہؒ سے بعیت حاصل کی جو سلسلہ نقشبندیہ اور ابوالعلائیہ کے پیرو تھے وہاں سے قصبہ بگڑ میں آئے اور چند روز حضرت عزت اللہ شاہؒ کی خانقاہ میں قیام کیا اس کے بعد حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنے کے لئے دہلی گئے اور اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس سفر کے بعد قصبہ جھنجھنوں میں آ گئے اور ایک دامن کوہ کی چٹان پر نشست گاہ بنائی

موسیٰ نہیں جو سیر کرے کوہ طور کا	ہر سنگ میں شرارہ ہے تیرے ظہور کا

چند روز کے بعد قریب کی بلندی پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنالی اور اس میں رہنے لگے خدا کی عجیب شان ہے کہ اب اس مقام پر ایک عالی شان عمارت سر بفلک کھڑی ہوئی نظر آتی ہے اور جس سیاح کا وہاں سے گذر ہوتا ہے اس کے دل پر بزرگان دین کے تصرف کا عجیب اثر پیدا ہوتا ہے حسن الدین خاموش مصنف ناول تاثیر صحبت و ناصح مشفق و انقلاب روزگار قائم خانی نے لکھا ہے کہ حضرت قمر الدین شاہؒ ایک زبردست ولی شاخ قائم خانیوں سے ہوئے ہیں ان کا مزار مقدس جھنجھنوں کی آبادی سے ذرا دور ایک پہاڑی نما زمین پر واقع ہے اور زیارت گاہ خلائق ہے یہ عمارت نہایت عالی شان اور پر فضا مقام پر بنی ہوئی ہے درحقیقت یہ ایسی خوشنا اور اونچی کرسی پر بنی ہے کہ اندر جانے والے زائر کی طبیعت میں ایک ایسا مقناطیسی اثر پیدا کرتی ہے کہ باہر آنے کے لئے جی نہیں چاہتا اس عمارت کی بنیاد آپ کے انتقال کے بعد پڑی آپ کی زندگی میں ایک کنوئیں کی تعمیر ۱۲۵۸ھ میں ہوئی تھی آپ کے کشف و کرامات کی اکثر روائتیں مشہور ہیں آپ بید قانع تھے جب کوئی شخص نیاز و نذر کے طریقے سے کوئی چیز آپ کی خدمت میں پیش کرتی



دروازہ کلاں درگاہ حضرت قمرالدین شاہ علیہ الرحمۃ

خواہش کرتا تو آپ اس کو نہ لیتے اور اصرار کرنے پر نفرت کرتے ٹھاکر شام سنگھ جی والئی بساہو کو آپ کے ساتھ بڑا اعتقاد تھا جن کے یہاں آپ ابتدائً ملازم ہوئے تھے ایک مرتبہ شام سنگھ جی نے کچھ جاگیر بطور یومیہ وقف کرنے کی آپ سے خواہش ظاہر کی تھی لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا ۔

ملا کرتی ہے روزی غیب سے اہل قناعت کو ۔۔۔ صدف پاتا ہے بے مانگے نوالہ دُرِّ غلطاں کا

آپ نے چھہتر۷۶ سال کی عمر میں ۱۱ ربیع الاول ۱۲۷۴ھ میں رحلت فرمائی کسی شاعر نے آپ کی تاریخ وفات اشعار ذیل میں لکھی ہے ۔

عارف و سالک طریق یقین ۔۔۔ کرد رحلت بسوئے علیین
دل بر آوردہ ہائے سالش گفت ۔۔۔ زبدۃ العارفین قمر الدین[۱] ۱۲۷۴ھ

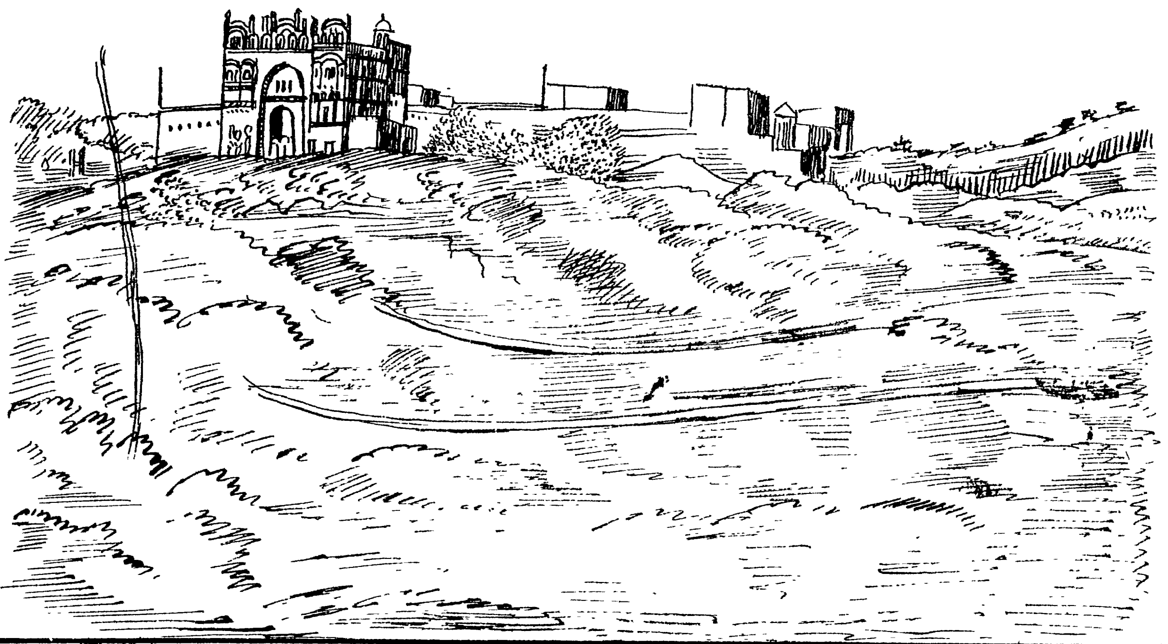
آپ کا عرس ۱۱ ربیع الاول کو بڑی دہوم دھام سے ہوتا ہے تین روز تک تمام زائرین کی سربراہی خانقاہ کی طرف سے ہوتی ہے آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھتیجے محمد ہادی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مقرر ہوئے آپ کے علاوہ حضرت قمر الدین شاہؒ کے دو اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے ایک حضرت اکرام شاہ صاحبؒ جو کھیروہ کے پٹھان تھے اور سیکر میں آپ کی درگاہ بنی ہوئی ہے اس وقت سجادہ نشین حضرت عنایت اللہ شاہ صاحب ہیں۔ دوسرے حضرت عبد الغنی شاہ صاحبؒ تھے جن کی درگاہ سیکر میں واقع ہے اور آپ کے سجادہ نشین مولوی فضل الرحمن صاحب عربی داں عالم و فاضل موجود ہیں محمد ہادی شاہؒ کے زمانہ خلافت میں خانقاہ اور دیگر عمارات متعلقہ کی تعمیر ہوئی مسجد[۲] اور ایک بڑا حوض خانقاہ کے دروازے کے قریب ۱۲۷۶ھ میں تیار ہوا جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے آپ شریعت کے بڑے پابند تھے آپ نے بیواؤں کے عقد ثانی کی ترویج میں دل و جان سے کوشش کی مگر افسوس کہ ناکام رہے آپ نے ۱۶ صفر ۱۲۹۸ھ میں وفات پائی آپ کا مقبرہ حضرت

[۱] زبدۃ العارفین قمر الدین سے مادہ تاریخ ۱۲۹۰ھ نکلتا ہے اس میں سے اگر ۱۶ نکال دیئے جائیں تو ۱۲۷۴ھ ہجری ہوں گے ۱۲ منہ

[۲] مسجد کا مادہ تاریخ یہ ہے ایسا اعداد تاریخ از چوں بگیر ۔ بر آوردہ ام چوں مہر بے نظیر ۱۲۷۶ھ ۔ ۱۲ منہ

قمرالدین شاہؒ کے بازو مشرق رو یہ ہے اور اسی مقبرہ میں دوسری قبر محمد ہادی خاں مجاہد خانی کی ہے جو شبنو خاں کے حقیقی بھائی تھے آپ بھی مثل حضرت قمرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاولد رہے آپ کی وفات کے بعد حضرت حاجی الٰہی بخش شاہ صاحب رحمۃ اللہ خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شب بیداری بھی خصوصیت رکھتی تھی اور ہمیشہ آبدیدہ رہا کرتے تھے آپ نے ۴ صفر ۱۳۱۰ھ میں انتقال فرمایا آپ کا مزار خانقاہ کے صحن میں اونچی کرسی دیکر سنگ مرمر کا بنایا گیا ہے آپ کی وصیت کے موافق محمد عبداللہ شاہؒ آپ کے خلیفہ مقرر ہوئے محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھی گوشہ نشینی اور زہد و تقویٰ میں گذری اور یکم ربیع الاول ۱۳۲۸ھ ہجری میں رحلت کی آپ حضرت الٰہی بخش شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بازو میں مدفون ہوئے آپ کا مزار بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو فرزند چھوڑے بڑے فتح اللہ شاہ صاحب چھوٹے محمد حسین صاحب ان دونوں کی شادیاں موضع بھیم سر میں مظفر خانی خاندان میں ہوئیں حضرت عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بڑے فرزند فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ آپ کے جانشین کئے گئے۔ قوم قائم خانی و قوم افغان ناغڑ نے انکو اپنا پیر مان لیا۔ مگر نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ یہ بات لکھی جاتی ہے کہ حضرت فتح اللہ شاہ صاحب نے اپنی والدہ ماجدہ کی خلاف مرضی غمگسار فرمانبردار صاحب اولاد اطاعت شعار برادری کی شادی شدہ معزز خاندان کی بیوی کے موجود ہوتے ہوئے غیر قوم کی ایک عورت کو محض اپنی خدمت گذاری و آرام خاطر کے لئے رکھ لیا چنانچہ یہ فعل عندالناس مذموم سمجھا گیا بنا بریں انکی سسرال والوں اور درگاہ کے حامی قائم خانیوں و افغان ناغڑ نیز عام مسلمانوں نے بلحاظ قومیت اور حمیت اسلامی اس کام کو ترک اور انکو اس سے قطع تعلق کے لئے عرض کیا۔ مگر آپ نے نہ مانا اس کا یہ جواب دیا کہ میں نے تو اس عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ میں اس کو کسی حال میں چھوڑ نہیں سکتا چند روز کے بعد پھر قوم قائم خانی و قوم ناغڑ کے سربرآوردہ اشخاص درگاہ شریف میں جمع ہوئے اور پھر

تمام درگاہ حضرت قمرالدین شاہ علیہ الرحمۃ



فتح اللہ شاہ صاحب سے اصرار کے ساتھ تاکیداً کہا گیا کہ آپ اس عورت کو ہرگز نہیں رکھ سکتے۔ پہلا نکاح اس عورت کا جس شخص سے ہوا تھا۔ اس کو اس نے خود چھوڑ دیا۔ اور پھر دوسرا نکاح اس نے اپنے شوق کے موافق ایک دوسرے شخص سے کیا یہ عورت شہر بمبئی گئی ہوئی تھی۔ آپ کو اس نے بمبئی بلا بھیجا آپ بمبئی چلے گئے اور اسی عرصہ میں اس کا وہ دوسرا خاوند بھی راہی ملک عدم ہو گیا اور اُسکے پہلے خاوند سے جا ملا یعنی مر گیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ اس عورت سے میرا نکاح ہوا ہے یہ نکاح شرعی حدود کے اندر ہونا ثابت ہی تو چنداں قابل التفات نہیں مگر۔

بالفرض والمحال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسا ہی ہوا ہی تو بھی یہ عورت آپکی بزرگی اور وقار کے مناسب نہیں اور نہ ایسی عورت درگاہ شریف کے اندر رہ سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کی اصلی شادی شدہ قوم کی خاندانی بیوی اور اس کے بطن سے لڑکا موجود ہے۔

الغرض یہ سلسلہ گفت و شنید تین سال تک جاری رہا۔ آخر کار ۱۳۴۳ھ میں عرس شریف کے موقع پر قوم قائم خانی اور قوم ناغڑ کے سر برآوردہ اشخاص نے نیز ابوالعلائیہ خاندان کے مشائخین نے باہمی مشورہ کر کے حضرت فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ کے صاحبزادے حضرت خادم حسین شاہ صاحب کو جنکی عمر اُس وقت تین سال کی تھی سجادہ نشین مقرر کیا اب حضرت فتح اللہ شاہ صاحب قبلہ درگاہ شریف سے باہر سکونت پذیر ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ خدائے تعالےٰ آپ کو نیک توفیق دے۔ کہ انکی والدہ ماجدہ ان سے خوش ہو جائیں اب درگاہ شریف کے کاروبار یعنی عرس شریف کا انتظام حضرت عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی صاحبہ کی طرف سے ہوتا ہے اور حضرت محمد حسین شاہ صاحب جو حضرت عبداللہ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اُن مہمانوں کی مہمان نوازی میں مصروف رہتے ہیں جو روزمرہ آنے جانے والے ہیں۔

حضرت غلام امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنگھانوی

آپ کی ولادت ناگور میں ہوئی آپ خاندان حضرت سلطان التارکین علیہ الرحمۃ

صوفی سے ہیں جب آپ عالم شعور میں آئے اور دل میں عبادت و ریاضت کا شوق
پیدا ہوا تو آپ کو مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ ؎

آرزو دارم کہ خاکِ آن قدم	توتیاء چشم سازم دم بدم
پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو	آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگ گلو سے اور اس پہ یہ بعد	اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

بالآخر آپ دہلی گئے اور وہاں شیخ الوقت قادریہ گھرانے سے بیعت حاصل کی اس کے بعد قصبہ سنگھانہ میں آئے اور اب جہاں کہ آپ کی خانقاہ واقع ہے ٹھہر رہے آپ کی تاریخ وفات ۱۵ر ذی الحجہ ہے چونکہ آپ لاولد فوت ہوئے تھے اس وجہ سے سجادہ نشینی کا سلسلہ آپ کے حقیقی بھائی کی اولاد میں جاری ہے۔ آپکا عرس شریف بڑی دہوم دھام سے شروع ۱۱ر ذی الحجہ سے ہو کر ۱۴ر ذی الحجہ کو ختم ہوا کرتا ہے اور زائرین کی سربراہی بہت خوبی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس وقت سجادہ نشین حضرت قبلہ کریم بخش شاہ صاحب موجود ہیں جو بہت ہی خوبیوں کے بزرگ اور صاحب اخلاق ہیں۔

حضرت امام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپکی پیدائش قصبہ جھنجھنوں میں ہوئی اور یہی مقام آپکا آبائی وطن ہے آپ کے والد ماجد محمد مدار عالم صاحب حیدرآباد میں نواب سعد اللہ خاں قائم خانی کے آرڈر میں دو اسپہ سلحداری سے ملازم تھے جس وقت کا یہ ذکر ہے اس وقت نواب سعد اللہ خاں مرچکے تھے اور کوئی اولاد نرینہ نہونے کی وجہ سے ان کا کارخانہ نواب محمد خاں دلاور نواز جنگ بہادر کو مل چکا تھا محمد مدار عالم صاحب کی دونوں سلحداریاں بھی نواب محمد خاں قائم خانی کے علاقہ میں آگئیں تھیں جنکو نواب محمد خاں نے حضرت امام علی شاہ صاحبؒ کے نام منتقل کردی تھیں کچھ دنوں امام علی شاہ صاحبؒ ملازمت کرتے رہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ سلطان التارکینؒ ناگوری سے ملتا ہے آپ کے ترک روزگار

کرنے کے واقعات یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ آپ کے نانا مقام ہندرگی میں رہا کرتے تھے جو ریاست حیدرآباد کے مضافات میں واقع ہے آپ رخصت لیکر انہی سے ملاقات کے لئے ہندرگی جارہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک بزرگ وقت سے ملاقات ہوئی چونکہ آپ کی طبیعت علم تصوف کی طرف مائل تھی ہ

آنکھیں نہیں تو کیا نظر آئے قریب سے	حبل الورید سے بھی وہ نزدیک ہے تو کیا

آپ نے اس مجاہد فی سبیل اللہ سے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ پر مباحثہ کیا شاہ صاحبؒ نے اس راز کے پردہ کو اٹھا دیا جس سے امام علی شاہ صاحبؒ کے دل و دماغ میں ذوق و شوق کی روشنی پھیل گئی اور اسی مقام سے واپس ہو کر ملازمت سے دست بردار ہو گئے ہ

فی الفور صورت طلا شد	آہن کہ بہ پارس آشنا شد

اس کے بعد حیدرآباد سے کھڑام چلے گئے اس غرض سے کہ خواجہ محمد سعید صاحب عرف سید میراں شاہ بھیک سے جو طریقہ چشتیہ اور صابریہ کے پیرو تھے بیعت حاصل کریں وہاں سے اپنے وطن جھنجھنوں میں آگئے آپکے فرزند امام الدین صاحب آپکی زندگی ہی میں ۱۲۸۰ھ میں وفات پاچکے تھے آپ پہلے پہل جب جھنجھنوں میں کھڑام علاقہ پٹیالہ سے آئے تو اب جس جگہ کہ آپ کی خانقاہ بنی ہوئی ہے رہنے لگے ۱۲۶۱ھ میں آپ کے کسی مرید نے اس مقام پر آپ کے قیام کے لئے ایک پختہ مکان بھی تیار کرایا تھا شب بیداری آپ کا دلچسپ مشغلہ تھا آپ کی حیات کا پیمانہ ۱۰ رمضان ۱۲۸۲ھ میں لبریز ہوا اور آپ اپنے فرزند کے قریب دفن ہوئے آپ کی وفات کے بعد آپ کے نبیرہ حضرت محمد غوث شاہ صاحب آپ کے جانشین ہوئے آپ بھی نہایت نیک اور ذی خلق تھے اور آپ نے اپنی عمر میں متعدد حج کئے ہ

خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم	وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم

آپ نے اپنے دادا کی خانقاہ کے قریب ایک پختہ کنواں مع حوض و چار منار

۱۲۸۷ھ میں تیار کرائے جس کی تاریخ بخط ظفر گج میں حسب ذیل منقوش ہے ؎

شکر و احسان خالق داور		جس کی صفت میں ہیں سب یہ بحر و بر
کیا یک اس نے چشمۂ شیریں		خانقاہ حضور میں اظہر
چاہ زمزم کہوں دیا تسنیم		سل سبیل جناں روا ہے مگر
ہاتف غیب نے دی یہ آواز		کہدے اسے غوث ثانی کوثر

آپ نے ۱۳۰۸ھ میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی اور گنبد بھی بنوایا اشعار ذیل میں مسجد کا مادہ تاریخ خیر المساجد ہے ؎

محمدؐ غوث مسجد کرد تعمیر		قریب خانقاہ جد ماجد
عنایت سال تعمیرش چوں خواہی		بگو فی الواقع ایں خیر المساجد

یہ مقام جھنجھنوں سے ذرا فاصلہ پر جنوب میں واقع ہے یہاں گنجان درخت اُگے ہوئے ہیں یہاں کا منظر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ روز پنجشنبہ جھنجھنوں میں وفات پائی آپ علم تصوف کے جید عالم تھے آپ کو عربی اور فارسی زبان دانی میں اچھا دخل تھا آپ بھاشا زبان میں بھی اچھے اشعار کہتے تھے اکثر آپ کے بھجن شیخاواٹی میں قوال گاتے ہیں آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف[۵۱] کی ہیں بلدہ حیدرآباد دکن میں جب آپ تشریف لے جاتے تھے تو ایک سال یا دو سال تک قیام رہتا تھا اکثر درویش آپ کی ملاقات کے لئے آتے اور علم تصوف میں آپ سے گفتگو کرتے تو ہاتھوں کو بوسے دیتے تھے آپ کے مرید نواب عالم علی خاں دلاور نواز جنگ بہادر ثانی اور اکثر قائم خانی بھی تھے حیدرآباد میں بہت سے وکلاء اور ذی علم اشخاص نے آپ سے بیعت حاصل کی پونے میں آپ کے مرید کثرت سے ہیں اب آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خیرالدین احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ہیں خیرالدین احمد شاہ صاحب بھی اچھے بزرگ درویش ہیں اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت بہت زیادہ آپ نے پائی ہے حضرت محمدؐ غوث شاہ

[۵۱] جلوۂ عشق، سراج الطالبین، شادی نامہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، سفر نامہ حج بیت اللہ منظوم غیر مطبوعہ ۱۲ منہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے بڑے سراج الدین صاحب خیرالدین احمد شاہ صاحب ۔منیرالدین صاحب ۔مولوی نورالحق صاحب ۔

حضرت شاہ صاحب خواجہ حاجی محمد نجم الدین چشتی نظامی سلیمانی جھنجھنوں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ حمیدالدین سلطان التارکین صوفی ناگوری علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے آپ کو حضرت غوث زماں خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سنگھڑوی سے بیعت سلسلہ چشتیہ میں حاصل تھی آپ زمانہ اوائل میں جھنجھنوں تشریف رکھتے تھے آپ کو حضرت قمرالدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بدرجہ اتم اعتقاد تھا خود آپ کی قلم سے لکھے ہوئے اشعار اکثر ہندی زبان میں ہیں حضرت قمرالدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درگاہ کی مسجد کے اندر موجود ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قمرالدین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت تھی آپ نے ۹ ار رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ میں وفات پائی آپ کی وصیت کے بموجب آپ کا جنازہ جھنجھنوں سے فتحپور لے جایا گیا اور مقام فتحپور میں آپ کا مزار بنا اور آپ کا عرس شریف ۱۶ ار شوال کو ہوا کرتا ہے ۔ آپ کی خانقاہ کے اندر عالی شان عمارات بنی ہوئی ہیں آپ کا روضہ شریف آپکے مریدوں نے تیار کرایا ہے آپ کے سجادہ نشین حضرت غلام سرور صاحب ہیں جو بہت ہی خوبیوں کے بزرگ ہیں ۔حضرت محمد حاجی نجم الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات فخرالتواریخ میں من وعن درج ہیں جو حضرت کے صاحبزادے مولوی محمد رمضان صاحب نے ۱۹۱۴ء میں لکھکر طبع کرائی ہے اس لئے مجھے اسی مضمون پر اکتفا کرنا پڑا ۔

حضرت ملا محمد شروانی رحمۃ اللہ علیہ جنکا مزار پرانوار موضع کیڈ میں ہے

آپ کا سلسلہ نسب گونتی[۵] کے پٹھانوں میں ملتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے آپ کے آباد اجداد کابل کی طرف سے آتے تھے گونتی کے

---

[۵] گونتی نارنول سے دس کوس مشرق میں بہرور کے قریب علاقہ الور میں واقع ہے ۱۲

افغان شروانی خاندان سے ہیں حضرت ملا محمد شاہ صاحب شروانی رحمۃ اللہ علیہ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا دور دور تک موسم گرما میں گھوڑے لیکر چرانے کے لئے نکل جاتے تھے کاٹلی ندی کے کنارے پر ہمیشہ میدان سرسبز رہتا تھا آپ نے اپنا قیام کیڈ سے تھوڑے فاصلے پر کھنگڑ میں قرار دیا چند ہی روز کے اندر آپ کی بزرگی اور خدا پرستی کا آشکارا لوگوں پر ظاہر ہوگیا اور اطراف واکناف سے لوگ آپ کے پاس جمع رہتے تھے اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے تھے آپ کی کشف وکرامات کے چرچے بہت زیادہ چلے آتے ہیں مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ خدا پرست بزرگ تھے کاٹلی ندی کے کنارہ پر آپ کی درگاہ شریف وسیع پیمانہ پر بنی ہوئی ہے جسکے اندر بہت سی عمارتیں ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازہ کے سامنے قبلہ رُخ ایک عالی شان باؤلی ہے جو نواب مدن خاں المخاطب رستم دل خان بہادر قائم خانی نے تیار کرائی تھی بجید کوشش کے بعد بھی یہ پتہ نہ لگ سکا کہ آپ کا اس مقام پر آنا کونسی سنہ اور کس زمانہ میں ہوا یہ روایت خاص وعام میں چلی آتی ہے کہ نوابی زمانہ میں آپ یہاں پر تشریف فرما ہوئے تھے تقریباً آپ کی آمد کا زمانہ اس مقام پر تین سو سال کے قریب بتایا جاتا ہے آپ کے مزار پر جاروب کشی کے لئے بہت سے اشخاص موجود ہیں۔ اور وہ لوگ شیخ جی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ روزمرہ آپکی درگاہ شریف پر زائرین کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار مقدس سیکر میں موجود ہے اور سلسلہ نسب سادات شگفانہ میں ملتا ہے آپ کو حضرت غلام محمد شاہ صاحب عرف مسکین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت خاندان نقشبندیہ اور چشتیہ میں حاصل تھی جن کا مزار مقدس گھاٹ دروازے جے پور میں زیارت گاہ خاص وعام ہے آپ حضرت غلام محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کبار میں سے ہیں آپ بزمانہ راؤ راجہ پرتاب سنگھ جی بہادر

والیٔ بیکر کے ہاں بصیغہ طبابت ملازم تھے آپ کا وصال بروز سہ شنبہ ۱۲۸۳ھ بوقت صبح صادق بعمر ستر سال ہوا آپ اپنے زمانہ کے بہترین بزرگ تھے آپ کے دو خلیفہ ہوئے محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ دوم کرامت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ نے آخر عمر شریف میں کرامت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ چھبیس سال تک حضرت کرامت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین رہے اور کرامت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ۱۳۰۹ھ میں یوم سہ شنبہ بوقت صبح بمقام سنگھانہ[1] رحلت فرمائی آپ بھی بہت ہی خدا پرست بزرگ تھے حضرت کرامت علی شاہ کی رحلت کے بعد حضرت اکبر علی شاہ صاحب آپ کے سجادہ نشین ہوئے آپ بھی اپنے خاندان کے بزرگوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں اور درگاہ شریف کی ہر طرح سے نگرانی اور فاتحہ وغیرہ کا انتظام بخوبی کرتے ہیں -

حضرت کلّن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت کا مزار مقدس خاص راجدھانی کھیتڑی میں ہے بیحد کوشش کے بعد بھی یہ پتا نہ چل سکا کہ آپکا ورود اس مقام پر کس زمانہ میں ہوا تھا یہاں کے کہن سال اشخاص کا بیان ہے کہ آپ پنجاب کی طرف سے تشریف فرما ہوئے تھے اور یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ آپ کس طریقے کے پیرو تھے یہ ضرور ہے کہ آپ مجذوبانہ حالت میں رہتے تھے

یہ جہاں خدا نے پری خانہ بنایا	جس کو کیا سیانا اس کو دیوانہ بنایا

آپ کا انتقال ۱۲۶۰ھ میں ہوا آپ کے مزار پر اونچی کرسی دیکر گنبد بنایا گیا ہے آپ کے گنبد کے بازو مشرق رُخ قائم خانیوں کی قبور بھی ہیں۔ سعادت خاں رسالدار[2] کی قبر پختہ بھی وہیں پر ہے اور اچھی حالت میں ہے حضرت کے گنبد کے چار اطراف وسیع احاطہ کھنچا ہوا ہے جس کے اندر ایک مسجد اور ایک کنواں اور زنانے مردانے

[1] سنگھانے کے سادات بغداد شریف سے تشریف فرما ہوئے تھے ۱۲ منہ [2] سعادت خاں رسالدار داراب خانی موضع دھنوری کے رہنے والے تھے ۱۳۱۶ھ میں انتقال کیا ۱۲ منہ

مکانات بنے ہوئے ہیں درخت ہر قسم کے اُگے ہوئے ہیں گویا ایک باغیچہ ہے علاقہ کھیتڑی کے قائم خانی جو اپنے کاروبار کے لئے یہاں آتے ہیں وہ اسی تکیہ میں قیام کرتے ہیں اور ایک دو قائم خانی وہاں پر ہمیشہ رہتے بھی ہیں آپ کا گنبد اور احاطہ کے اندر جو کنواں ہے اور ایک دالان سمت ۱۹۰۶ مطابق ۱۸۵۰ء میں شہاب علیشاہ[۵۱] نے تیار کرائے تھے یہ شہاب علی شاہ قوم قائم خانی سے تھے اور حضرت کلن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا کرتے تھے شہاب علی شاہؒ بھی آخری عمر میں مجذوبیت میں رہتے تھے ان کا انتقال ۱۲۸۳ھ میں ہوا حضرت شہاب علی شاہ کا مزار جسرآسر[۵۲] میں زیارت گاہ خلائق ہے اور اولاد شہاب علی شاہ بھی جسراسر میں آباد ہے شہاب علی شاہ کی خدمت میں لال شاہ رہا کرتے تھے اور لال شاہ قوم کے مہاجن تھے جسرآسر کے رہنے والے تھے اور آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت لال شاہؒ کا انتقال کھیتڑی میں ہوا۔ انکی قبر حضرت کلن شاہؒ کے گنبد سے جانب مشرق موجود ہے اور درگاہ شریف کے مکانات میں سے ایک تیارہ چھت دروازہ و گنبد کی مرمت و مسجد سمت ۱۹۶۵ (۱۹۰۸ء) میں رحمت خاں جاگیردار کی سعی سے تیار ہوئے رحمت خاں[۵۳] نے ایک زمانہ تک ان مکانات وغیرہ کی حفاظت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حضرت کلن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے گنبد سے مشرق رخ قائم خانیوں کی قبور ہیں لال شاہ صاحبؒ کا مزار اونچے چبوترے پر بنایا گیا ہے۔ اسی چبوترے پر لال شاہ صاحبؒ کے مزار سے مشرق کی طرف سعادت خاں رسالدار کی قبر ہے یہ دونوں قبور پختہ اور اچھی حالت میں ہیں۔ تین قبور چبوترے سے قریب اور نظر آتی ہیں اور وہ خام ہیں۔ اس میں سے ایک قبر پیرو خاں حمید خانی کی ہے جو ساکن بامنواس تھے اور دوسری قبر اسد علی خاں حمید خانی کی ہے جو بھرخاں کے پاس کے رہنے والے تھے۔ اور تیسری قبر اسمٰعیل خاں جبوان کی ہے یہ موضع بھاگی واںؒ کے باشندہ تھے۔

---

[۵۱] شہاب علی شاہ گروہ اسمٰعیل خانی سے تھے ۱۲ منہ [۵۲] جسرآسر علاقہ بیکانیر میں واقع ہے ۱۲ منہ [۵۳] رحمت خاں گروہ ایلیان سے تھے موضع گھسیڈہ کے باشندے تھے ۱۳۲۵ھ میں انتقال کیا مقام گھسیڈہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

شبھو خاں مجاہد خانی

شبھو خاں مجاہد خانی کا مولد شیخ سر علاقہ شیخاواٹی ہے یہ ۱۲۱۱ھ م ۱۸۵۳ء سمت میں پیدا ہوئے یہ نہایت نیک اور مخیر شخص تھے بزرگان دین سے خاص عقیدت رکھتے تھے حضرت قمر الدین شاہؒ جو اسی قوم سے ایک برگزیدہ بزرگ ہو گذرے ہیں انکے یہ دل وجان سے معتقد تھے زمانہ اوائل انکا بہت ہی ناموافق گذرا اور اسکے ہاتھوں مبتلائے افکار رہے چونکہ شبھو خاں کو حضرت قمر الدین شاہؒ سے بدرجہ کمال اعتقاد تھا اس لئے آپکی خدمت گذاری کو فرض اولین خیال کرتے تھے ؎

مثل پروانہ نہیں کچھ زرو مال اپنے پاس	ہم فقط تم پہ فدا کرنے کو جان رکھتے ہیں

ولی اللہ کی اس خوش اعتقادی اور خدمت گذاری سے نتیجہ یہ نکلا کہ شبھو خاں نے نہ تو کہیں غیر ملک کا سفر برداشت کیا ۔ بلکہ اسی خطہ شیخاواٹی میں رہ کر عروج حاصل کیا اور دنیوی آرزوئیں پوری ہوگئیں اس نیک نیت اور خدا پرست بزرگ نے بنی نوع انسان کی تکالیف کے رفع کرنے میں حتی الامکان زرو مال سے مدد کی اور بہت سا روپیہ صرف کرکے بہترین مثالیں قائم کیں انکی ترقی کے واقعات یہ ہیں کہ ۱۸۳۳ء میں سلہدی کے راجپوتوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور انکے شیرانہ حملات اور دستبرد سے تمام علاقہ متزلزل تھا اگرچہ والئی جیپور نے اس بدامنی کو فرو کرنے میں جملہ اقسام کی تدابیر سے کام لیا فوج بھیجی اور ہر طرح سے سختی کی لیکن انھوں نے جے پور کی فوج سے بھی مقابلہ کیا اور اکثر موقعوں میں ان پر شب خون مار کر نقصان پہنچایا غرض یہ دن بدن اس پیشہ غارتگری کو مضبوط کرنے لگے اور علاقہ انگریزی میں بھی دھاوے مارنے لگے وہاں بھی انکے دھاوؤں سے رعایا میں شور و غوغہ مچگیا اور ہر شخص انکے واقعات سنکر کانپ جاتا تھا ہر حال ہر جگہ انکی دھاک بیٹھ گئی تھی اور والئی جے پور کو انکے اس ظالمانہ رجحان کے کم کرنے میں کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی تھی انکی اس حالت یعنی مار دھاڑ کی کیفیت نے سرکار انگریزی کو اس طرف متوجہ کیا کہ لارڈ لیک صاحب بہادر کا دورہ بھی سنت ۱۸۹۰ م ۱۸۳۴ء میں اس ملک میں ہوا صاحب بہادر نے بہت سے انکے پناہ گزیں ہونے کی گڑہیوں وغیرہ کو مسمار کرادیا اور دار و گیر کے احکام جاری کئے نیز اس ہنگامہ خیزی کے فرو کرنے میں خاص دلچسپی لی اسوقت شبھو خاں بھی

اکثر ٹھکانوں کی طرف سے معتمد ہو کر صاحب بہادر کے ساتھ رہے آخر میجر فاسٹر کی سرکردگی میں ایک فوج کثیر دیگر شیخاواٹی میں بھیجی اور اس فوج کی تنخواہ کا بار ریاست جے پور پر ڈالا گیا فاسٹر نے اپنی چھاؤنی کا مستقر جھنجھنوں[مله] قرار دیا جو شیخاواٹی کے وسط میں واقع ہے اور اس مقام سے فاسٹر نے ساہھری والوں کا تعاقب شروع کیا جہاں اور جس مقام پر جوڈا کو ملا تہ تیغ کیا گیا بہتیروں کو جیل خانوں میں ڈالا بہر حال انکا کافی طور پر انسداد کیا گیا اور یہ بدامنی فرو ہوگئی یہ وہ زمانہ ہے کہ شنبھوخاں کا بخت خفتہ بیدار ہوتا ہے یعنی جبکہ پہلے پہل فاسٹر نے سرزمین شیخاواٹی میں قدم رکھا تو شنبھوخاں ٹھکانہ ٹولگڈہ و منڈاوہ کی طرف سے وکیل مقرر کئے گئے اور فاسٹر کے پاس رہنے کا حکم ہوا تاکہ وہ ان ٹھکانوں سے کے متعلقہ امور میں ذمہ داری و جوابدہی کر سکیں شنبھوخاں فاسٹر کے ہمراہ رہنے لگے اور اپنے فرائض وکالت کو خوش اسلوبی سے انجام دینے لگے اگرچہ فاسٹر کے ساتھ دوسرے ٹھکانوں کے متعدد وکلا بھی اپنے فرض منصبی کی انجام دہی کے لئے رہا کرتے تھے لیکن خوش قسمتی سے شنبھوخاں کا طرز عمل فاسٹر کو زیادہ پسند آگیا رفتہ رفتہ شنبھوخاں اپنی کوشش و لیاقت و صائب رائی ہونے کی بدولت فاسٹر کے خاص مشیر و معتمد ہوگئے اور ان کو ہر موقع پر عاقلانہ مشورہ دیا کرتے تھے نیز اکثر معاملات کی انجام دہی بھی شنبھوخاں کے سپرد تھی فاسٹر کی اس غیر معمولی مہربانی نے انہیں دوسرے روسا کی نظروں میں با اثر بنا دیا تھا اور ہر رئیس مشکل اور اہم امور کا تصفیہ شنبھوخاں کے ذریعہ فاسٹر سے کراتا تھا کیونکہ فاسٹر کو سرکار کی طرف سے شیخاواٹی کی تمام ریاستوں پر بڑا اقتدار دیا گیا تھا اس لئے تمام رؤسا فاسٹر سے مرعوب تھے اور ان رئیسوں کو بھی شنبھوخاں سے ہر طرح کا اطمینان تھا اسی وجہ سے وہ اکثر ٹھکانوں کی طرف سے وکالت کرتے تھے انہی باہمی تعلقات نے انہیں ترقی کے زینہ پر چڑھا دیا تھا لیکن باوجود اسکے شنبھوخاں نہایت حلیم الطبع بنے رہے اور امن عام کے حامی رہے نیز رفاہ عام کے کاموں میں ہزاروں روپیہ صرف کیا چنانچہ حضرت قمر الدین شاہ علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کا دروازہ کلاں سمت ۱۹۱۷ م ۱۸۶۱ء میں تیار کرایا اور حضرت کے مزار پر گنبد بھی شنبھوخاں کا

مله اس مقام پر فاسٹر نے ایک صدر بازار بنوایا جسکو فاسٹر گنج کہتے ہیں اور جھنجھنوں کے شمال میں ایک وسیع میدان ہے جسمیں کچھ درخت کھڑے ہوئے ہیں انکو عوام بیل سنگ کی چھاؤنی کہتے ہیں یہ فاسٹر کا ہی دلچسپ میدان ہے جہاں پر اسکی جنگی فوج قواعد و پریڈ کیا کرتی تھی شمس تالاب کے متصل شمال کی جانب جو مندر ہے اسکی مغربی دیوار پر ایک کتبہ کندہ ہے جس پر یہ عبارت درج ہے
میجر فاسٹر کا فوج شیخاواٹی معہ پنج پلٹن سنہ ۱۸۴۰ء م سنہ ۱۲۵۶ھ ۱۲ منہ

بنوایا ہوا ہے اور ایک وسیع والان مع باورچی خانہ کے ان ہی کا تیار شدہ ہے نیز میران مبارک شہید رح کے مزار پر گنبد بھی انہیں کی حسن عقیدت کی وجہ سے تعمیر ہوا اور ایک سرائے جھنجھنوں میں سنہ ۱۲۶۴ھ میں بنوائی جس پر یہ کتبہ کندہ ہے ؎

شنبھو بنا کرد بنائے مکان	بہجت فیروز امیر و غریب
خرد گفت تاریخ ترتیب آن	بناگشت مہماں سرائے عجیب

اور مسجد جو متصل سرائے کے واقع ہے اس پر یہ عبارت تحریر ہے۔ مسجد سرائے شنبھو خاں عنداللہ ماجوراً و مشکوراً تاریخ دوم ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ روز پنجشنبہ اسلام پور میں حضرت ارادت اللہ شاہ رح کا گنبد بھی تعمیر کروایا اور بگڑ میں حضرت عزت اللہ شاہ رح کا گنبد بھی ان ہی کے حسن عقیدت کا ثمرہ ہے شنبھو خاں کو انکی حسن خدمت کے صلے میں بطور معافی جو کنویں اور زمینیں ملی تھیں ان میں سے ایک کنواں خانقاہ نرہڑ کے تحت وقف کیا گیا جو نرہڑ میں واقع ہے دو کنویں حضرت عزت اللہ شاہ رح کی خانقاہ کے نیچے وقف کئے ان میں سے ایک خاص قصبہ بگڑ میں درگاہ اور آبادی کے مابین ہے اور دوسرا موضع مہاگر میں موجود ہے اور ایک تیسرا کنواں جو مہاگر میں واقع ہے حضرت ارادت اللہ شاہ رح کی درگاہ کے تحت وقف کیا علاوہ اسکے اپنے مسکن شیخ سر میں ایک حویلی سمت ۱۹۰۵م ۱۸۴۹ء میں بنوائی اور ایک کنواں یہیں پر سمت ۱۹۱۲م ۱۸۵۶ء میں تیار کرایا نیز ایک مسجد بھی تعمیر کرائی شنبھو خاں کو سمت ۱۸۹۳م ۱۸۳۶ء میں موضع شیخ سر سرداران نولگڈھ کی طرف سے بطریق جاگیر دیا گیا تھا اور انکے انتقال کے بعد بھی سمت ۱۹۴۹م ۱۸۹۲ء تک انکے خاندان کے قبضہ میں رہا۔ بعد ازاں نا معلوم کے انقلاب کی وجہ سے شیخ سر خالصہ ہو گیا شنبھو خاں نے اپنی موجودگی میں تقریباً پندرہ سو بگہ زمین مویشیوں کے آرام کیلئے شیخ سر کی سیوار میں چھوڑی تھی جس میں تین جوہڑ خام اور ایک پختہ بجانب جنوب مع گئوگھاٹ تیار کرایا تھا جو ابتک موجود ہے اور ایک جوہڑ خام اسی موضع کی سیوار میں نانڈگاؤں کی سیوار کے قریب تقریباً مع دو سو بگہ زمین مویشیوں کے لئے چھوڑی اس میں بھی ایک خام جوہڑ موجود ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اسکو جوہڑ شنبھان کہتے ہیں جب یہ موضع خالصہ کر لیا گیا تو سرداران نولگڈھ نے اس نیک کام کو جائز سمجھکر قائم رکھا یہ بھی ایک شنبھو خاں کی زندہ یادگار ہے ٹھکانہ منڈاوہ میں بھی شنبھو خاں نے ایک حویلی اور کنواں سمت ۱۹۱۲م ۱۸۵۶ء میں تعمیر کرایا نیز ایک حویلی اور کنواں نولگڈھ میں بھی اسی عرصہ میں

ہوا یا بہر حال یہ انکی زندہ یادگاریں عرصہ دراز تک صفحہ ہستی پر قائم رہینگی بیشک کسی نے سچ کہا ہے؎

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا	پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

قائم خانیوں کی ریاستوں اور راجدھانیوں پر زوال وارد ہونیکے بعد سے اس قوم میں ایسی مخیر ہستی پیدا نہیں ہوئی البتہ دکن میں اکثر اولوالعزم گئے اور ترقیاں پائیں مگر اس خطہ شیخاواٹی میں یہی پہلے شخص ہیں جو اس مرتبہ پر پہونچے جو کچھ انکے حالات تحریر کئے گئے ہیں وہ کم ہیں بہت سی باتیں پردہ خفا میں رہ گئیں ہیں شنبھو خاں نے اپنی قوم کے ساتھ ہی بہت سلوک کیا اور ہر آرزو مند شخص کی آرزو حتی الوسع پوری کی انھوں نے اپنی دوران زندگی میں جو کچھ خیرات کی اس کا اندازہ تو ہم نہیں کر سکتے لیکن جو انکی یادگاریں وہ اس قابل ہیں کہ انکو دیکھکر شخص کو عاقبت کا سبق سیکھنا چاہئے اس قوم قائمخانی میں کسی نزاعیں آپس کی ایسی تھیں جس سے قوم کو بیحد نقصان پہنچ رہا تھا انکے مٹانے میں بھی اس نیک نہاد شخص نے سعی بلیغ کی اور حتی المقدور اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی آخر کار اس نیک ہستی نے ۱۹۲۷ھ میں انتقال کیا اور اپنے مسکن شیخسر میں مدفون ہوئے انکی پختہ قبر یہاں پر موجود ہے ذیل میں چند چٹھیوں کی نقل کیجاتی ہے جو شنبھوں کو وقتاً فوقتاً فاسٹر وغیرہ کی جانب سے عطا ہوئیں۔

(۱) میں یہ سرٹفیکیٹ دیتا ہوا اظہار خوشی کرتا ہوں کہ شبو خاں وکیل نے بارہ سال تک راج کھیتڑی کی طرف سے نہایت ہوشیاری سے وکالت کی لہذا میں خوشی سے یہ سند دیتا ہوں فقط تاریخ ۲۳ نومبر ۱۸۶۹ء میجر فاسٹر

(۲) یہ سند شبو خاں کو دینے کیلئے میں خوش ہوں اس لئے کہ وہ جھنجنوں میں وکالت کرتے ہیں اور ایک عزت دار آدمی ہیں ۱۸۴۱ء کیمپچر۔

(۳) میں سرٹیفکیٹ دیتا ہوں کہ شبو خاں گیارہ سال سے وکالت کا کام کر رہے ہیں میں ہمیشہ انکی کارگذاری پر بھروسہ کرتا ہوں ۱۲ دسمبر ۱۸۴۵ء میجر فاسٹر۔

(۴) میں بہت خوشی سے یہ سند شبو خاں وکیل کو دیتا ہوں جنھوں نے بارہ سال تک وکالت زور آور سنگھ جی کے پانیکی کی شیخاواٹی میں یہ شخص نہایت نیک اور عزت دار ہیں تاریخ ۱۳ جون ۱۸۶۶ء ڈبلیو وی۔

شنبھو خاں کے فرزند سر و خاں و کریم خاں نے مہاراجہ جودھپور کے یہاں پہنچ کر ملازمت کی اور مع تنسو گھوڑوں کے رسالداریوں سے مامور ہوئے چونکہ شنبھو خاں کا رسوخ مہاراجہ جودھپور تک بھی تھا اس لحاظ سے انکے فرزندوں پر یہ عنایت ہوئی۔